مکتوباتِ سرسید

جلد دوم

ڈاکٹر سر سید احمد خان

مرتبہ

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی

مجلس ترقیِ ادب

کلب روڈ۔ لاہور

مکتوباتِ سرسیّد

جلد دوم

ڈاکٹر سر سیّد احمد خان

مرتبہ

شیخ محمدؐ اسماعیل پانی پتی

مجلس ترقیِّ ادب

کلب روڈ۔ لاہور

طبع ثانی : جون ۱۹۸۵ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : احمد ندیم قاسمی
ناظم مجلس ترقی ادب ، لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس ، ٦١ ریلوے روڈ ، لاہور

طابع : محمد زرین خاں

قیمت :

فہرست

نمبر شمار	مکتوب الیہ	تعداد خطوط	صفحہ

متفرق خطوط متعلق علی گڑھ کالج

متفرق خطوط بنام انجمن ہائے اسلامیہ

متفرق خطوط بنام سرکاری حکام

۸۱

بنام مولوی محمد اسماعیل

(از رسالہ "فکر و نظر"، علی گڑھ، حصہ انگریزی، ص ۱۰۶)

یہ صاحب سر سید کے اخبار "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" کے نائب ایڈیٹر تھے اور عرصے تک انھوں نے اس فرض کو بڑی قابلیت سے انجام دیا۔

شفیق و عنایت فرمائے عالم مولوی محمد اسماعیل صاحب سلامت[1]

بعدِ سلامِ مسنون مدعا یہ ہے کہ دو پرچہ اخبار انگریزی میں آپ کے پاس بھیجتا ہوں جس میں محمد محمود کی اسپیچیں چھپی ہیں۔ آپ ان حالات ڈنروں کو بتائید اسپیچوں کے ان اخبار میں سے انگریزی معہ ترجمہ اردو کے "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" میں چھاپ دیں۔ ڈنروں کے (یہ) حالات مشتہر ہونے سے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ سوسیٹی میں جو کھانا کیا جاتا ہے اور ممبر جمع ہوتے ہیں، اُس سے کیا مقصود ہوتا ہے۔ کالونیل ایسوسی ایشن پورے حالات سے

۱۔ یہ خط جو سرسید کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے مخصوص رسم الخط کے مطابق درج کیا جا رہا ہے، بہت واضح طور پر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ سرسید نے اردو زبان اور اس کے اسلوب بیان اور اس کی طرز تحریر کو سنوارنے، درست کرنے اور ترمیم کرنے میں خواہ کتنی کوشش کی، مگر ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارتیں بالعموم غیر مربوط ہوتی تھیں۔

لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کالونی کیا ہیں اور کہاں کہاں ہیں اور وہ کیسی ہوتی ہیں - غرضکہ یہ سب نہایت عمدہ اور دلچسپ مضمون اور مفید ہیں - آپ ان میں سے ایک حرف نہ چھوڑیں - بالکل چھاپ دیں - والسلام

۱۹ ماہ گست ۱۸۷۲ع سید احمد

۸۲

بنام منشی محمد امتیاز علی مدارالمہام بھوپال

منشی محمد امتیاز علی صاحب ، نواب شاہجہاں بیگم کے عہد حکومت میں ریاست بھوپال کی مدارالمہامی کے معزز عہدہ پر فائز تھے ۔ سرسید سے بہت عقیدت اور محبت رکھتے تھے ۔ نومبر ۱۸۹۶ع میں انتقال فرمایا ۔

مکرمی و محترمی منشی صاحب

ہمارا ارادہ کالج کے لیے چندہ جمع کرنے کی غرض سے حیدر آباد دکن جانے کا ہے ۔ اسی سلسلے میں ہم بھوپال بھی آنا چاہتے ہیں ۔ کیا ہمیں اس غرض کے لیے بھوپال میں گھسنے کی اجازت ہو سکتی ہے ؟ خوب سوچ سمجھ کر جواب دیجیے اور اگر مناسب سمجھیے تو حضور سرکار عالیہ[1] سے بھی پوچھ لیجیے ۔ بھوپال کے بڑے بڑے رؤسا سے بھی کچھ ملنے کی توقع ہے یا نہیں ؟ اس امر سے بھی ضرور مطلع فرمائیں اور جواب جلدی دیں ، کیونکہ ہمارا ارادہ عنقریب اپنے سفر پر روانہ ہونے کا ہے ۔ (والسلام)

خاکسار سید احمد
از علی گڑھ[2]

۱- یعنی نواب شاہجہاں بیگم والیۂ بھوپال (اسماعیل) ۔

۲- یہ خط سرسید نے منشی صاحب کو جولائی ۱۸۹۱ع میں لکھا تھا ۔ (اسماعیل)

۸۳

بنام مولانا سید محمد بخاری

مولانا سید محمد بخاری حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے اپنے زمانے کے بہت مشہور اور معزز بزرگ اور بڑے فاضل السان گذرے ہیں - ۱۸۲۸ع میں بمقام دہلی پیدا ہوئے - ان کے جدِ اعلیٰ حضرت سید عبدالغفور شاہ کو بخارا سے شاہجہاں نے بلوا کر جامع مسجد دہلی کا پیش امام مقرر کیا اور اس وقت سے یہ عہدہ ان کے خاندان میں چلا آتا ہے - ان کو بھی یہ عزاز حاصل تھا - آپ کا انتقال ۱۱ اگست ۱۸۹۹ع کو دہلی میں ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ کی درگاہ میں دفن ہوئے - عمر ۷۱ برس کی ہوئی - سرسید کو ان سے بڑا گہرا ربط تھا اور وہ ان سے بہت محبت کرتے تھے - ان کے نام سرسید کے سات عدد خط دستیاب ہوئے ہیں جو نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہیں - وہیں سے لے کر مکرمی محمد طفیل صاحب مدیر رسالہ ''نقوش'' لاہور نے اپنے رسالے کے خطوط نمبر کے حصہ اول میں شائع کیے تھے - اور اب میں طفیل صاحب کی اجازت سے ان کو یہاں درج کر رہا ہوں - یہ خطوط ایک مرتبہ پہلے بھی رسالہ ماہ نو کراچی کے مارچ ۱۹۵۱ع کے شمارہ میں شائع ہو چکے ہیں - مگر عبارت میں کہیں کہیں فرق تھا - میں نے ان کو یہاں اصل کے مطابق نقل کیا ہے -

(۱)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من!

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ حالات مندرجہ کی اطلاع ہوئی ۔ آپ جو تہذیب الاخلاق طلب فرماتے ہیں (تو) کیا اس کے سبب اور زیادہ بدگمانی آپ کی طرف نہ ہوگی؟!

جب آپ نے رسالہ راہِ سنت تلاش کر کر بھیجا اسی وقت میں (نے) نہایت شکر گذاری کی رسید لکھی (تھی) ۔ تعجب ہے کہ (آپ تک) نہیں پہونچی ۔

میں کل اپنی (تمام) تصانیف کا مجموعہ معہ تفسیر قرآن (مجید) جو چھپ رہی ہے آپ کو نذر کروں گا ۔ والسلام

خاکسار سید احمد

شملہ ۔ پارک ہوٹل ۲۴ جون ۱۸۷۹ع

(۲)

برادر صاحب عزیز و شفیق من!

میں تو ہمیشہ سے جانتا تھا کہ تم کو عقل بہت کم ہے، مگر شبہ رہتا تھا ۔ اب کی دفعہ جو میں دہلی آیا اور تم (مجھ سے) ملنے نہیں آئے (تو) معلوم ہوا کہ خفا ہو گئے ہو ۔ اس پر یقین ہو گیا اُس بات کا جس پر شبہ تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمھارا مزاج عورتوں کا سا ہے ۔ بہر حال تمھاری محض نادانی ہے ۔

میں شاید کل دلی آؤں گا ۔ امید ہے کہ تم مجھ سے آن کر ملو گے ۔ مجھے

۱- مولانا سید محمد امام جامع مسجد دہلی سرسید کے عزیز اور رشتہ دار تھے اس لیے سرسید پر اعتراضات کرنے والے اور ان کے مخالفین سرسید کے ساتھ سید محمد کو بھی مطعون کرتے تھے ۔ اب جو انھوں نے سرسید سے ان کا رسالہ تہذیب الاخلاق منگوایا تو سرسید کو خیال ہوا کہ جس وقت لوگ ان کے پاس یہ رسالہ دیکھیں گے تو ان کو ان سے اور زیادہ بدگمانی پیدا ہوگی ۔ اسی خیال سے سرسید نے اپنے خط میں یہ فقرہ لکھا تھا ۔

افسوس ہوا کہ تم پہلی دفعہ ملنے نہیں آئے ۔[1] والسلام

علی گڑھ

خاکسار سید احمد
۳۰ جون ۱۸۸۳ء

(۳)

برادر صاحب عزیز و شفیق من !

آپ کا عنایت نامہ معہ کتب مرسلہ پہونچا ۔ یہ کتابیں دونو جلدیں آپ کی میرے پاس امانت رہیں گی ۔ جب آپ انشاء اللہ تعالیٰ مع الخیر مکہ معظمہ سے واپس تشریف لاویں گے تو یہ جلدیں معہ آئندہ جلدوں کے ، جو اس عرصہ میں طیار ہو جاویں گی ، آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا ۔[2] والسلام

علی گڑھ

خاکسار سید احمد
۲۵ مارچ ۱۸۸۵ء

(۴)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا جس سے نہایت خوشی (حاصل) ہوئی ۔ یہ تو آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں نے تصالیف بھیجنا موقوف کر دیا تھا ۔ بلکہ ہمیشہ جب کوئی حصہ طیار ہوا بھیجا گیا ۔[3] البتہ بعض دفعہ چھپنے میں تاخیر ہوتی جا رہی ہے ۔ بہرحال آپ یہ خیال اپنے دل سے دور کر دیجیے ۔ جلد اول و دوم تفسیر (القرآن) مجلد جو آپ نے بھیج دی تھی ، بدستور امانت رکھی ہوئی تھی ۔ وہ دونو مرسل ہیں ۔ جلد سوم تفسیر (القرآن) تمام چھپ چکی ہے ۔ چنانچہ وہ جلد اور جلد چہارم جس قدر چھپی ہے اور جلد اول و دوم تصالیف (احمدیہ) جو تمام و کمال چھپ چکی ہیں ، روانہٗ خدمت کرتا ہوں ۔ آئندہ جس قدر چھپتی جاویں گی ، روانہ کرتا رہوں گا ۔

۱- اس خط کے قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرسید امام صاحب کو اپنا بہت ہی عزیز اور خورد سمجھتے تھے ، جب ہی تو اس طرح شکایت کرتے ہیں ۔ سرسید امام صاحب سے گیارہ بارہ برس بڑے تھے ۔

۲- سرسید نے جو تفسیر القرآن لکھی ہے اُس کی جلدوں سے مراد ہے ۔

۳- اصل خط میں اسی طرح لکھا ہوا ہے ۔

(میں) سید احمد[1] آپ کے فرزلد سے مل کر بہت خوش ہوں گا ۔ مگر بالفعل میں الہ آباد و کالکتہ و بعدہ لکھنؤ جاتا ہوں ۔ غرضیکہ تمام ماہ نومبر و دسمبر (۱۸۸۷ع) گردش میں گذرے گا ۔ جنوری (۱۸۸۸ع) میں البتہ موقع ملنے کا علی گڑھ میں خواہ دہلی میں میسر آوے گا ۔

مطبع مجتبائی دہلی[2] میں قدوری[3] چھاپہ ہوتی تھی ۔ اگر (یہ کتاب) وہاں

۱۔ یہ صاحب اپنے والد سید محمد بخاری کے انتقال کے بعد جامع مسجد دہلی کے مستقل خطیب مقرر ہوئے ، اگرچہ انھوں نے جامع مسجد دہلی کی امامت اپنے والد کی حیات ہی میں ۱۸۸۲ع سے شروع کر دی تھی ۔ نہایت عالم و فاضل اور بے حد حسین و جمیل انسان تھے ۔ شہر کے معزز ترین رؤسا میں ان کا شمار ہوتا تھا ۔ گورنمنٹ انگریزی میں بھی بڑا اثر اور رسوخ رکھتے تھے اور ہر موقع پر انھوں نے گورنمنٹ کی اعانت اور مدد کی ہے ۔ انگریز نے ان کو ان کی علمی فضیلت کے باعث اور خیر خواہی سرکار کے عوض شمس العلما کا خطاب دیا تھا ۔ نہایت با اخلاق اور با مروت شخص تھے ۔ خاکسار راقم الحروف نے ان کو دیکھا ہے ۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۷ع آپ کی تاریخ وفات ہے ۔

۲۔ مطبع مجتبائی دہلی کا نہایت مشہور چھاپہ خانہ تھا جس نے اپنے عروج کے زمانے میں بہت سی اعلیٰ درجے کی دینی اور اسلامی کتابیں صحت و صفائی ساتھ شائع کیں ۔ اس مطبع کو منشی ممتاز علی نامی ایک صاحب نے ۱۸۶۷ع میں جاری کیا تھا اور ۱۸۸۸ع میں مولوی عبدالاحد کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ مولوی عبدالاحد کے زمانہ میں مطبع نے زبردست ترقی کی ۔ خوبصورت چھپائی اور دیدہ زیب لکھائی کے باعث اس مطبع کو شمالی ہند میں بہت بڑی خصوصیت حاصل تھی ۔

میں نے مکتوبات سرسید مطبوعہ جون ۱۹۵۹ع کے حاشیے میں لکھا تھا کہ خان بہادر مولوی عبدالاحد کا انتقال ۲ ستمبر ۱۹۲۰ع کو ہوا مگر بعد میں تحقیق ہوا کہ مولوی صاحب مرحوم کی صحیح تاریخ وفات ۲ دسمبر ۱۹۲۰ع ہے ۔ ملاحظہ فرمائیں ”حیاتِ مولانا محمد احسن نانوتوی“ مولفہ پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری ایم ۔ اے صفحہ ۱۶۵ ۔

۳۔ ”قدوری“ فقہِ حنفیہ کی مشہور کتاب ہے جسے امام ابوالحسن احمد بن محمد المتوفی ۴۲۸ھ نے مرتب کیا تھا ۔

دستیاب ہو تو (دو) نسخے اس چھاپہ کے خرید کر میرے پاس روانہ فرماویں ۔

دو رسالے مسمی بہ "راہ نجات" اور "حقیقت الصلوٰۃ" مدت ہوئی کہ میں نے دیکھے تھے اور میں خیال کرتا ہوں (کہ) دونوں رسالے اردو زبان میں مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر[1] صاحب کی تصنیف تھے (مگر) بالفعل جو رسالے از نام "راہ نجات" و "حقیقت الصلوٰۃ" متعدد چھاپہ خانوں میں چھپے ہیں ، میں سمجھتا ہوں کہ وہ دونوں وہ رسالے نہیں ہیں جو میں نے دیکھے تھے ۔ پس (کیا) آپ بتا سکتے ہیں کہ اس نام کے رسالے آیا در حقیقت مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف سے تھے ؟ یا مجھے غلط خیال ہے ؟ اور اگر تھے تو (وہ) وہی ہیں جو چھاپہ میں ہیں یا اور کوئی ہیں اور اگر اور ہیں تو وہ دستیاب ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟ والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۲ع

(۵)

برادر صاحب عزیز و شفیق من !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ در حقیقت اوراق جلد چہارم (تفسیر القرآن) سہواً بند ہونے (سے) رہ گئے تھے ۔ وہ آج روانہ خدمت ہوتے ہیں ۔

رسالہ "راہ نجات" کے بالفعل دو نسخے میرے پاس روانہ فرما دیجیے ، جن کے آخر میں شاہ رفیع الدین صاحب کا نام چھپا ہے ۔ اور سوداگر سے دریافت کیجیے کہ اگر سو دو سو نسخے یک مشت نقد قیمت پر لیے جاویں تو ان کی کیا قیمت ہوگی ؟

"قدوری" کی نسبت آپ نے کچھ نہیں لکھا ۔

۱۔ حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالقادر دونوں دنیائے اسلام کے مشہور و معروف عالم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نامور فرزند تھے ۔ اول الذکر کا انتقال ۱۸۱۷ع میں ہوا اور ثانی الذکر کی وفات ۱۸۱۳ع میں واقع ہوئی ۔ دونوں نے قرآن کریم کے ترجمے کیے ہیں جو اردو کے سب سے پہلے ترجمے سمجھے جاتے ہیں ۔

دو رسالے "حقیقت الصلٰوۃ" بھی بھیج دیجیے تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کون سا رسالہ ہے ۔ والسلام

خاکسار سید احمد
علی گڑھ ۳ نومبر ۱۸۸۷ع

(۹)

برادر صاحب عزیز و شفیق من امام المسلمین !

جو ایسوسی ایشن[۱] برخلاف ہندوؤں کے ہم نے قائم کی ہے ، اس میں تمھارا شریک ہونا نہایت ضرور اور مناسب ہے ۔ مقدار چندہ کتنا دینی کی ہے ،[۲] صرف بارہ روپیہ سال دینے ہوں گے ۔ پس منظوری ممبری سے اطلاع کر دو[۳] (تاکہ) تمھارا نام ممبروں میں مندرج ہو (اور) بارہ روپیہ جلد بھیج دو ۔

علاوہ اس کے تم خود جناب مولوی سید نذیر حسین[۴] صاحب کے پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام و علیک[۵] یہ پیغام دو کہ مسلمانوں کی دینی بھلائی گو تو بلاشبہ جناب ممدوح مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں ، مگر مسلمانوں کی دنیاوی بھلائی کو جناب ممدوح سے میں بہت زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اور بہ نظر مسلمانوں

۱۔ محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن سے مراد ہے جو سرسید نے ۱۸۸۸ع میں قائم کی تھی ۔ یہی انجمن تھی جس میں جسٹس محمود نے سب سے پہلے جداگانہ انتخاب کی تجویز پیش کی تھی ۔

۲۔ اصل خط میں جو سرسید کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ یہ فقرہ اسی طرح تحریر ہے ۔

۳۔ اصل خط میں اسی طرح ہے ۔

۴۔ مولوی سید نذیر حسین جماعت اہل حدیث کے سربراہ تمام ملک میں "شیخ الکل" کے نام سے مشہور تھے ۔ ۱۸۰۵ع میں بمقام سورج گڑھ (بہار) پیدا ہوئے ۔ ۱۸۲۸ع میں مستقل طور پر دہلی آ گئے ۔ ۱۸۵۷ع میں ایک انگریز عورت کو پناہ دینے کے صلے میں ایک ہزار تین سو روپیہ انعام پایا ۔ ۱۸۹۷ع میں شمس العلماء کا خطاب ملا ۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ع کو دہلی میں انتقال کیا ۔ الحیاۃ بعدالممات ان کی مفصل سوانح عمری ہے ۔

۵۔ نقل مطابق اصل ۔

کی بھلائی کے میں نہایت ضرور اور مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب ممدوح کا نام نامی اس ایسوسی ایشن کے ممبروں میں داخل کیا جاوے ۔ پس تم جناب ممدوح کا دستخطی یا مُہری خط اس مضمون سے[1] میرے نام بھجوا دو کہ وہ بھی ممبر ہونا پسند کرتے ہیں[2] ، ان کا نام فہرست ممبران میں شامل کیا جاوے ۔

زر چندہ کی بابت ان کو تکلیف دینا ضروری نہیں ہے ۔ اس کی نسبت سمجھ لیا جاوے گا ۔ (اس خط کا) جواب جلد بھیجو ۔ والسلام

خاکسار سید احمد

نینی تال ۔ ابرس کیسل ۲۵ اگست ۱۸۸۸ع

(ے)

برادر صاحب عزیز و شفیق من سید محمد صاحب امام مسجد جامع

مجھے کتاب "چار باب" (مصنفہ) شاہ ولی اللہ کی ضرورت ہے ۔ یہ کتاب چھاپہ بھی ہوئی تھی ۔ آپ مہربانی سے اوس کو تلاش کرکر ایک نسخہ میرے پاس بھیج دیں ، اگر بہ قیمت میسر آوے ، ورنہ کہیں سے مستعار دستیاب کر کر ارسال فرماویں ۔

غالباً میں بہ روز پنج شنبہ وقت شب دو ایک روز کے لیے دہلی آؤں گا ۔

والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۱۶ جون ۱۸۸۹ع

۱- یہاں بجائے "سے" کے "کا" چاہیے ۔
۲- یہاں "تاکہ" کا لفظ رہ گیا ہے ۔

۸۴

بنام خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب

خان بہادر محمد برکت علی خان شاہجہاں پوری لاہور کے نہایت با اثر اور صاحبِ اقتدار رؤسا میں سے تھے - ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے اور جوان ہوئے ہر مختلف اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے - ۱۸۸۲ء میں ریٹائر ہوئے اور اس کے بعد سے اپنی تمام سرگرمیاں مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی تعلیمی و معاشرتی اور اخلاق حالت کو بہتر بنانے میں وقف کر دیں - ۱۸٦۸ء میں "انجمن اسلامیہ پنجاب" قائم کی جس کے ذریعے آپ نے قوم کی نہایت مفید خدمات انجام دیں - لاہور کی شاہی مسجد، کشمیری بازار کی سنہری مسجد، مسجد گمٹی بازار، اور مسجد ٹکسالی دروازہ کی ملحقہ دوکانیں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد آپ ہی کی ان تھک کوششوں سے واگذار ہوئیں۔ سرسید جب بھی علی گڑھ کالج کے لیے چندہ جمع کرنے کی غرض سے لاہور آئے تو آپ نے ہمیشہ دلی جوش کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور نہایت شوق، مستعدی اور اخلاص کے ساتھ ہر طرح ان کی مدد کی - اسی لیے وہ لوگوں میں "پنجاب کے سرسید" کے لقب سے مشہور تھے - آپ لاہور میونسپلٹی کے وائس پریزیڈنٹ، پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی تھے - ۱۹۰۵ء میں وفات پائی اور درگاہ شاہ

محمد غوث میں دفن ہوئے ، جہاں ان کی قبر پر نہایت شاندار گنبد لگا ہوا ہے ۔ لاہور میں برکت علی محمڈن ہال ان کی یادگار میں تعمیر ہوا تھا جو آج بھی قائم ہے ۔ ۱۸۹۰ء میں علی گڑھ کالج میں بھی ان کے نام پر ایک کمرہ بنایا گیا تھا ۔ بہت ہی نیک نفس ، شریف الطبع اور مخیر بزرگ تھے ۔ انہیں سرسید نے یقیناً بہت سے خطوط لکھے ہوں گے ، مگر جب میں نے ان کے ورثاء سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی ایک خط بھی ان کے پاس محفوظ نہیں ہے ۔ ان کے حالات بھی بہت مشکل سے دستیاب ہوئے ۔

(۱)

(اخبار سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ ، بابت یکم اگست ۱۸۷۳ء)

جناب خان صاحب مخدوم و مکرم معظم بندہ سلامت !

بعد سلام مسنون عرض عجز و نیاز مشحون عرض یہ ہے کہ آج جو اخبار انجمن پنجاب اور پنجابی اخبار لاہور پہنچے ، ان سے معلوم ہوا آپ نے صرف بنظر قومی ہمدردی کے جلسہ سکشا سبھا میں نسبت تائید مدرستہ العلوم مسلمانان کے کچھ تذکرہ فرمایا جو کہ آپ کی اس عنایت کا تمام مسلمانوں کو اور بالتخصیص مجھ کو شکر ادا کرنا واجب ہے ، اس لیے بہ ہزار دل و جان آپ کی اس قومی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

میرا ارادہ ہے کہ لاہور میں بھی آؤں ۔ اگر کوئی صاحب جلسہ جمع کرنے کا اہتمام کریں اور تمام رؤسائے شہر کو جمع فرماویں تو میں وہاں بھی روبرو بزرگان لاہور کچھ گفتگو کروں ۔ پس اگر آپ اس بات کا اہتمام فرماویں اور چند رئیسوں کو بھی اپنے ساتھ شریک فرما لیویں تو یہ امر ہونا کچھ مشکل نہیں ہے ۔

میں خیال کرتا ہوں کہ جناب خلیفہ محمد حسین صاحب[۱] اب تک لاہور میں ہیں ۔ اگر وہ ہوں تو ضرور وہ بھی اس کام میں شریک ہوں اور اگر بالفعل لہ ہوں اور پٹیالہ چلے آئے ہوں یا ہمراہ مہاراجہ صاحب کے شملہ گئے ہوں تو ضرور میری عرض پر وہ بھی لاہور تشریف لاویں گے اور شریک جلسہ ہوں

۱- وزیر اعظم ریاست پٹیالہ ۔

گے اور انتظام و اہتمام اور جمع کرنے رئیسوں میں بھی مدد دیں گے ۔ اور یہ بھی آپ کی تجویز پر منحصر ہوگا کہ کون سے مہینہ میں وہاں آنا مناسب ہے ، اس لیے کہ مجھے رخصت لینی ہوگی ۔ امید ہے کہ اس امر میں آپ توجہ فرمائیں گے ۔

فقط والسلام[1]

از بنارس
راقم
سید احمد

(۲)

(اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، بابت ۱۵ دسمبر ۱۸۸۳ع)

جناب خان صاحب مخدوم و مکرم من !

عنایت نامہ عالی پہونچا ۔ ممنون عنایت گیا ۔ آپ کی دلی توجہ ، جو اس حقیر کے حال پر ہے ، اس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ میں زمانہ سفر پنجاب میں مکرمی قادر بخش خان صاحب کی ملازمت[2] سے بمقام لدھیانہ ضرور عزت حاصل کروں گا ۔ مگر میں نے ایک لیا طریقہ دوستوں سے (ملنے کا) اختیار کیا ہے ۔ اس کا برتنا پنجاب میں بھی چاہتا ہوں ، اگر آپ پسند کریں اور اجازت دیں ؛ یعنی کسی دوست کے پاس نہیں ٹھہرتا ۔ ڈاک بنگلہ میں ٹھہرتا ہوں اور سب دوستوں سے کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ میری مہانداری یا دعوت میں خرچ کرتے ہیں وہ از راہ عنایت نقد مرحمت فرما دیں ۔ آپ نے سوسیٹی کے اخبار میں بہت سی ایسی رقمیں دیکھی ہوں گی جو بعوض دعوت نقد روپیہ لیا گیا ہے ۔ اس (طریقے) میں ایک خوبی یہ ہے کہ امیر و غریب سب دعوت کر سکتے ہیں ۔ ایک دوست نے ایک دفعہ ایک روپیہ بابت دعوت مجھے عنایت کیا ۔ میں نہایت خوش ہوا کہ مدرسۃ العلوم کے آٹھ دس مزدوروں کی مزدوری

۱۔ اس خط پر کوئی تاریخ نہیں ہے مگر یہ چونکہ یکم اگست ۱۸۷۳ع کے اخبار میں شائع ہوا ہے ، اس لیے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط سرسید نے جولائی ۱۸۷۳ع میں لکھا ہوگا ۔ اس وقت وہ بنارس میں مجسٹریٹ تھے ۔ علی گڑھ میں کالج بنانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں لیکن ابھی کالج قائم نہیں ہوا تھا ۔

۲۔ یعنی ملاقات سے ۔

ملی ۔ وہ دوست بھی خوش ہوئے کہ دعوت لیگ لگی ۔

میرے ساتھ چند دوست ہوں گے جن کے ہاں جا کر ٹھہروں گا ۔ فضول و بیجا خرچ کثیر ان پر پڑھا جاوے گا ۔ وہی مثل ہو جاوے گی کہ گدھے کا کھایا کھیت جس کا پاپ نہ پن ۔ پٹیالہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے جس کی جدا وجوہ ہیں ۔ پنجاب میں آپ سب سے زیادہ قدیم شفیق و عنایت فرما ہیں ۔ اُمید ہے کہ آپ اس تجویز کو پسند کر لیں گے ۔ پھر کام بخوبی چل جاوے گا اور کوئی دوست ناراض نہیں ہونے کا ۔

بعض دوست تعطیل دسمبر میں تشریف لانے والے ہیں ، اس لیے لصف آخر جنوری میں انشاء اللہ تعالٰی سفر پنجاب اختیار کروں گا ۔ والسلام علیکم

علی گڑھ

۱۳ دسمبر ۱۸۸۳ع

آپ کا قدیم نیازمند

سید احمد

۸۵

بنام مولوی محمد حسن

(رسالہ فکر و نظر، علی گڑھ، حصہ انگریزی، صفحہ ۲۹۶)

جناب مولوی صاحب مخدوم و مکرم من!

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۹ فروری[1] پہنچا۔ ممنون عنایت کیا۔ جو حال کہ آپ نے اسکول قائم ہونے کا تحریر فرمایا ہے، اوس کے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ ہمارے کالج کے لیے جب اول کمیٹی قائم ہوئی تھی اسی وقت یہ امر قرار پایا تھا کہ محمڈن اینگلو اوریئنٹل کالج کے ماتحت جہاں تک ہو سکے اسکول بطور برانچ کے قائم ہوں۔ پس نہایت خوشی سے کمیٹی آپ کے اسکول کو بطور برانچ کے اس کالج کے[2] تسلیم کرے گی۔ جیسا کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے، سالانہ جلسہ میں جو مئی کو ہوگا آپ اپنے اسکول کی کمیٹی سے اوس اسکول کی برانچ قرار دینا قطعی طور پر فیصلہ کرا لیجیے اور روئداد اس کمیٹی کی حسب ضابطہ بھیج دیجیے۔ میں کمیٹی میں پیش کرکے اس اسکول کا برانچ ہونا تسلیم کر

۱- سہو کتابت سے ۱۹ فروری لکھا گیا۔ صحیح تاریخ ۹ فروری ہے، کیونکہ اس خط کے آخر میں اپنے دستخط کرتے ہوئے سرسید نے تاریخ ۱۲ فروری لکھی ہے۔ یعنی مولوی محمد حسن کا خط پہنچنے سے تین دن بعد سرسید نے اس کا جواب دیا۔

۲- یہاں ''کی'' چاہیے۔

لوں گا ۔ لیکن جب وہ برانچ قرار دیا جاوے گا تو مندرجہ ذیل امور کرنے لازم ہوں گے ۔

(۱) آپ کے اسکول کے نام میں ایسا لفظ داخل ہونا مناسب ہوگا جس سے معلوم ہوگا کہ وہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی برانچ ہے ۔ مثلاً ''صادق پور اسکول برانچ آف دی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج ۔''

(۲) اوس اسکول میں جماعتیں اوسی تعداد اور ترتیب سے قائم ہونی چاہئیں جس طرح ہمارے کالج کے اسکول میں ہیں ۔ ہماری کمیٹی کورس آف اسٹڈی وقتاً فوقتاً بھیجتی رہے گی ۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ جو کورس آف سٹڈی ہمارے کالج کے اسکول میں ہے اس سے کم نہ ہو ۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو نہایت خوشی ہے ۔

(۳) ہمارے اسکول میں نو جماعتیں ہیں ۔ پانچویں جماعت تک امتحان زبانی ہوتا ہے ۔ چوتھی جماعت سے امتحان تحریری شروع ہوتا ہے ۔ ان جماعتوں کا جن کا امتحان تحریری ہوتا ہے وہی زمانہ ہونا چاہیے جو اسکول میں قرار پاوے ۔ جو سوالات ہمارے اسکول میں دیے جاویں گے وہی سوالات بجنسہ یہاں سے چھپے ہوئے بھیجے جاویں گے اور جو ہمارے کالج کے ممتحن ہوں گے وہی ان سوالات پر نمبر دیں گے اور اس کی اطلاع و تفصیل نمبروں کی وہاں بھیجی جاوے گی ۔

(۴) ایک سالانہ رپورٹ آپ کے اسکول کی آتی رہے گی اور ہمارے کالج کی رپورٹ میں اس کا تذکرہ مختصراً تحریر ہوا کرے گا ۔

(۵) ہمارے کالج کا سال بمطابقت سال سررشتہ تعلیم اپریل سے شروع ہوتا ہے ۔ پس آپ کے اسکول کی رپورٹ بھی اوسی سال کے حساب سے آنی ہوگی ۔

(۶) ہمارے کسی افسروں کو ، مینجنگ کمیٹی کے ممبروں کو اختیار ہوگا کہ جب ان کو موقع ہو ، اسکول میں جاویں اور اس کو دیکھیں اور اس کی نسبت ہمارے کالج کی مینجنگ کمیٹی کو رپورٹ دیں ۔

کسی اسکول کو برانچ قرار دینے کے لیے یہ اصول ہیں جو کمیٹی نے ہر وقت قائم کرنے محمڈن کالج کے خیال کیے تھے ۔ لیکن چونکہ اب تک کوئی برانچ قائم نہیں ہوئی ہے اس لیے حسب ضابطہ یہ اصول مشہور نہیں ہوئے ہیں ۔ اگر آپ

گو یقین کامل ہو کہ آپ کے اسکول کا برانچ بنانا قبول کرے گی تو آپ مجھ کو جلد تر مطلع فرما دیں[1] ۔ میں مینجنگ کمیٹی کو جمع کرکے قواعد افیلیٹ ہونا اسکول کے منظور کرا لوں گا ۔ اور نیز آپ کو یہ بھی موقع ہے کہ جو اصول میں نے اوپر بیان کیے ہیں ان میں جو کچھ اضافہ یا کمی آپ کی دانست میں مناسب ہو تو اوس کی اصلاح دیجیے ؛ مثلاً یہ بات غالباً ممکن ہوگی کہ جو طالب علم برانچ اسکول سے آویں اور برانچ اسکول کمیٹی سفارش کرے تو ان سے فیس تعلیم اور نیز کرایہ مکان بورڈنگ ہوس بہ نسبت اوروں کے ایک ثلث یا نصف کم لیا جاوے اور علیٰ ہذا القیاس جو کچھ مناسب سمجھیے اوس کی صلاح دیجیے ۔ کمیٹی اوس پر غور کرے گی اور جہاں تک ممکن ہوگا برانچ اسکول کے طالب علموں کے ساتھ رعایت کرے گی ۔ پس اگر برانچ کرنا ہوگا تو جلد جواب بھیجیے تاکہ قواعد افیلیشن اسکول کی کمیٹی سے منظور ہو جاویں ۔ غالباً امرتسر اسکول بھی ہمارے کالج سے افیلیٹ ہونا چاہتا ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

۱۲ فروری ۱۸۸۵ء

۱- یہاں عبارت بہت مہمل سی ہوگئی ہے ۔ میرے خیال میں صاف اور سلیس عبارت یہ ہونی چاہیے کہ ''آپ کی سکول کمیٹی اپنے اسکول کو کالج کی برانچ بنانا قبول کرے گی ۔''

۸٦

بنام سید محمد حسن صاحب

(تہذیب الاخلاق ، جلد دوم ، مرتبہ منشی فضل الدین تاجر کتب لاہور ، مطبوعہ ۱۸۹۵ع ، صفحات ۲۳۴ تا ۲۳۹)

یہ صاحب صدر تحصیل الہ آباد میں نائب تحصیلدار تھے ۔ وہاں سے الھوں نے ۱۰ فروری ۱۸۷۳ع کو سرسید کی خدمت میں اس مضمون کا ایک خط سوال کے طور پر لکھا کہ "خود تو خدا نے قرآن میں فرمایا کہ ہم نے کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ہم نے انھیں جہنم کے لیے پیدا کیا ہے ۔ پھر خود ہی نبی بھیج کر انھیں زبردستی قتل کرایا ۔ اُن کے گھر بار لٹوائے ، اُن کی عورتوں کو بے حرمت کروایا اور جب نبی نے خدا کے حکم سے یہ سب کام کیے تو خدا نے نبی کو اُس خون ریزی کا بدلہ یہ دیا کہ اُس کے نواسے امام حسین کو ظالموں اور کافروں کے ہاتھوں قتل کرا دیا" ۔

سرسید کا مندرجہ ذیل خط ان ہی لغو اعتراضات کے جواب میں ہے ۔

مکرمی !

مجھے یقین ہے کہ آپ نے یہ سوال بنظر تحقیق ایک مسئلے کے پیش کیا ہے جس کا حل میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح پر کسی نے نہیں کیا جس سے

معترض کے دل کو تسلی ہو جاوے مگر قبل تحریر جواب کے دو تین باتیں بطور تمہید کے عرض کیا چاہتا ہوں ۔

تمہید اول : یہ بات مسلّم ہے کہ خدا علت‌العلل جمیع کائنات کا ہے ۔ پس اگر تمام حوادث و واقعات اور افعال کو جو مخلوقات سے ہوتے ہیں، خدا اپنی طرف نسبت کرے اور ہر چیز کی نسبت یہ کہے کہ میں نے کیا تو یہ نسبت بالکل صحیح و درست ہے ۔ اور ایسی حالت میں جبکہ ایک گروہ انسانوں کا یہ سمجھتا ہو کہ خالق خیر یزدان اور خالق شر اہرمن ہے اور اُن کا مذہب اُس ریگستان میں بھی پھیل گیا ہو جہاں اُن غلطیوں کا اصلاح کرنے والا پیدا ہوا ہو تو اس باریک دقیقہ کو کہ تمام چیزوں کی علة العلل صرف ایک ہی ذات ہے ، بار بار بیان کرنا اور ہر دم یاد دلانا نہایت ضرور ہے ۔

مگر مجرد اس کہنے سے جو صرف بسبب علة العلل ہونے کے کہا جاتا ہے ۔ فاعل کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا ۔

ہم نے ایک شخص کو نشانہ لگانا سکھایا ۔ اب وہ جس جس کو مارتا ہے ہم کہتے ہیں کہ ہم نے مارا[۱] ۔ مگر صرف اس کہنے سے یہ بات کہ قاتل کو مقتولین کے قتل پر ہم نے مجبور بھی کیا تھا ، لازم نہیں آتی ۔

تمہید دوم : وہ علة العلل اپنے معلولات کے تمام حالات کا واقعی علم رکھتی ہے جس کو ہم تقدیر کہتے ہیں یعنی ہماری تحقیق میں علم باری ہی کا نام تقدیر ہے ۔ پس اگر وہ علة العلل کی نسبت بسبب اپنے علم واقعی کے یہ کہے کہ ہم نے اُس کو ہدایت کی اور ہم نے اُس کو گمراہ کیا ۔ ہم نے اُس کو بہشت کے لیے پیدا کیا اور ہم نے اُس کو دوزخ کے لیے بنایا تو یہ کہنا بالکل صحیح ہے ۔ اپنی طرف اُن باتوں کو نسبت کرنا تو بسبب علة العلل ہونے کے ہے اور نتیجوں کو بیان کرنا بسبب اپنے علم واقعی کے ہے ، مگر اس سے اُس فاعل کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا ۔

مثلاً فرض کرو کہ ایک نجومی ایسا بڑا کامل ہے کہ جو کچھ آئندہ کے

۱- سرسید کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ۔ اگر ہم کسی کو نشانہ بازی سکھاتے ہیں اور وہ خود کسی کو نشانہ بناتا ہے تو ہم کس طرح یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اسے ہم نے مارا ہے ؟ اگر ہم یہ کہتے ہیں تو قتل کی ساری ذمہ داری ہم پر پڑتی ہے نہ کہ قاتل پر ۔

احکام بتاتا ہے ، اُس میں سر مو فرق نہیں آتا ۔ اب اُس نے ایک شخص کی نسبت بتایا کہ وہ ڈوب کر مرے گا ۔ اُس کا ڈوب کر مرنا تو ضرور ہے ، اس لیے کہ نجومی کا علم واقعی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس نجومی نے اُس شخص کو ڈوبنے پر مجبور کر دیا تھا ۔ پس جو علم الٰہی میں ہے یا یوں کہو کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہوگا تو ضرور مگر اُس کے کرنے پر خدا کی طرف سے مجبوری نہیں ہے ۔ بلکہ خدا کے علم کو اُس کے جاننے میں یا تقدیر کو اُس کے ہونے میں مجبوری ہے ۔ پس کسی کی نسبت یہ کہنے سے کہ وہ دوزخی ہے یا جنتی ، اُس کو دوزخی و جنتی ہونے میں کچھ مجبوری نہیں ہے ۔

اس بات سے دھوکا مت کھانا کہ خدا نے یہ کہا کہ ہم نے جنتی کیا یا دوزخی پیدا کیا کیونکہ یہ نسبت اپنی طرف صرف علۃ العلل ہونے کے سبب سے ہے اور تمہید اول میں بیان ہو چکا ہے کہ اُس کو فاعل کی مجبوری لازم نہیں ہے ۔

تمہید سوم : ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو افعال انسان سے سرزد ہوتے ہیں اُس کے اعضاء کی ترکیب ہی ایسی ہوتی ہے جس سے اُن افعال کا اُس سے سرزد ہونا ضروری ہوتا ہے ۔ پس اُس انسان کی نسبت جو نیک بات کو نہیں مانتا اور اچھی نصیحت کو نہیں سنتا اور بدی میں پڑتا ہے ، یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ خدا نے اُس کے دل پر مُہر کر دی ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے ۔ اُن کی قسمت میں سخت عذاب ہے اور اُن کو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہے مگر اس بات سے انسان کا مجبور ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔

اُن کی قسمت میں سخت عذاب کا یا اُن کو جہنم کے لیے پیدا ہونا بیان کرنا تو بسبب اُسی علم باری کے ہے جس کو ہم نے تمہید دوم میں ثابت کیا ہے کہ اُس سے فاعل کی مجبوری لازم نہیں آتی مگر آنکھوں پر پردہ ہونے اور دل پر مُہر ہونے کے سبب نصیحت کا نہ ماننا ممکن ہے کہ طبعی مجبوری کے سبب (سے) ہو مگر اُس سے انسان کسی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا ہے ۔

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ " نہ عابد کی نجات عبادت پر ہے نہ فاسق کی درکات اُس کے فسق پر ، بلکہ انسان کی نجات صرف اس پر ہے کہ جو قوٰی خدا تعالیٰ نے اُس میں رکھے ہیں اور جس قدر رکھے ہیں اُن سب کو بقدر اپنی طاقت کے کام میں لاتا رہے ۔ اگر قوائے بہیمیہ اُس پر غالب ہیں اور قوائے ملکیہ کمزور ، تو اُن کمزور قوٰی کو بیکار نہ چھوڑے ۔ اُن کو بھی کام میں لاتا رہے کہ یہی اُن گناہوں کا علاج ہے جس کو انبیاء کی زبان میں توبہ اور کفارہ کہتے ہیں

اور جس کو شارع نے ان عمدہ لفظوں میں کہ " التائب من الذنب کمن لاذنب له "[۱] بیان فرمایا ہے ۔

گو ہماری طبیعت کیسی ہی بدی پر مجبول ہو لیکن خود ہم اپنے آپ میں دو چیزیں پاتے ہیں ۔ ایک اُس کام (کے) کرنے کا ارادہ جس کو ہم کیا چاہتے ہیں اور ایک وہ دلی سچائی جو ہم کو اُس کام کی بھلائی یا برائی بتلاتی ہے جس کو عوام الناس کبھی اس تقریر سے بیان کرتے ہیں کہ "دل پکڑا جاتا ہے" انگریزی زبان میں اس کا نام "کانشنز" ہے اور ہم اُس کو "نور قلب" کہتے ہیں اور خاص مسلمانی مذہب کے محاورہ میں "نور ایمان" ۔ پس ہر ایک انسان کافر و مسلمان یہ دونوں قوتیں آپس میں رکھتا ہے اور ہم یقینی جانتے ہیں کہ ان دونوں کو کام میں لانے پر قادر اور خود مختار ہیں ۔

اب اگر ہماری بناوٹ ایسی ہے جس میں قوائے بہیمیہ ہم پر غالب ہیں تو ضرور وہ گناہ ہم سے ہوگا ۔ پس اگر ہم نے اُس قوت کو جو اُس کی برائی ہم کو بتاتی ہے، بیکار نہیں چھوڑا تو ہم پر کچھ گناہ نہیں ہے کیونکہ ہم نے پورا پورا اپنا فرض ادا کیا ہے ، اور اگر ہم نے اُس نور قلب کو بیکار چھوڑ دیا ہے تو ہم خود اپنے اختیار سے گنہگار اور مستوجب عذاب ہوئے ہیں ، مگر جو کہ خدا اس بات کو جانتا ہے کہ کون اُس نور قلب کو کام میں لاوے گا اور کون بیکار چھوڑ دے گا تو قبل وقوع اُس واقعے کے بلا تشبیہ مثل اُس کامل نجومی کے فرما دیتا ہے کہ ہم نے بہتوں کو جہنم کے لیے اور سید احمد کو بہشت کے لیے پیدا کیا ہے ۔

یہ بھی ہم خود اپنے آپ میں پاتے ہیں کہ گو ہماری جبلت میں قوائے بہیمیہ کیسے ہی زور آور پیدا ہوئے ہوں لیکن اگر ہم اُس نورانی قوت کو کام میں لائے جاتے ہیں اور افعال ذمیمہ کو برا جانے جاتے ہیں اور اُن کے کرنے پر دل میں ندامت پاتے ہیں تو کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ قوائے بہیمیہ بالکل کمزور ہو کر اعتدال پر آ جاتے ہیں اور اُس نورانی قوت کی سلطنت سب پر ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُن قوائے بہیمیہ کا وہ زور شور نہیں رہتا ۔ یہی نیچر کا مسئلہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتایا ہے :

۱- یعنی گناہ سے حقیقی توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں ۔

عن ابی ھریرۃ قال جاء الناس من اصحاب رسول اللہ صلعم الی النبی صلعم فسألوہ انا لنجد فی انفسنا ما یتعاظم احدنا ان یتکلم بہ قال اوقد وجدتموہ قال نعم قال ذالک صریح الایمان ، رواہ مسلم ۔

مگر جب وہ نورانی قوت بیکار چھوڑ دی جاتی ہے تو وہ نہایت ہی کمزور رہتی ہے اور کبھی ایسی ہو جاتی ہے کہ گویا معدوم ہے ۔ پس جس چیز پر ہم مجبور ہیں وہ باعث عذاب نہیں بلکہ ترک فعل اختیاری کا یعنی نہ کام میں لانا اُس نورانی قوت کا باعث عذاب ہے ۔

تمہید چہارم : میں سمجھتا ہوں ، اور جو شخص تقلید سے علیحدہ ہو کر غور کرے گا یقینی جانے گا ، کہ اکثر عالموں نے قرآن مجید کی حالت کی نسبت غلط فہمی کی ہے ۔ قرآن مجید کی دو حالتیں ہیں ۔ ایک حالت اُس کی اُس کا قرآن یعنی وحی متنزّل من اللہ ہونا ہے ۔ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید بلفظہ متنزّل من اللہ ہے جس کو میں وحی متلو کہتا ہوں ۔ پس ہمارا ایمان ہے کہ ہم اُس کے ہر ہر لفظ کو متنزّل من اللہ سمجھیں ۔ دوسری حالت اُس کی اُس کے معنی قرار دینا اور اس سے مطلب اور مراد کا اخذ کرنا ہے ۔ اس حالت میں قرآن مجید مثل ایک فصیح و بلیغ انسان کے کلام کے متصور ہوتا ہے اور جس طرح کہ ہم ایک فصیح و بلیغ انسان کے کلام کے معنی لیتے ہیں اور اُس کا مطلب و مراد ٹھہراتے ہیں اُسی طرح بلا تشبیہ قرآن مجید کے بھی معنی لیں گے اور اُس کا مطلب و مراد قرار دیں گے اور اُس وقت کسی طرح کا تفرقہ قرآن مجید و کلام انسانی میں نہ کریں (گے) کیونکہ قرآن مجید انسان کی زبان اور اہل عرب کی بول چال میں نازل ہوا ہے ۔ پس اُس میں بلحاظ دیگر حالات کے کچھ بزرگی متنزّل من اللہ ہونے کی ہو سو ہو وہ جدا بات ہے مگر اُس کے معنی قرار دینے اور مطلب و مراد اخذ کرنے میں اُس میں اور انسان کے کلام میں کچھ فرق نہیں ہے ۔

ان تمہیدات کے بعد میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ان آیات قرآنی سے جن کا آپ نے اپنے سوال میں ذکر کیا ہے اور نیز مثل اُن کے جو اور آیتیں ہیں اُن سے بھی انسان کا مجبور ہونا پایا نہیں جاتا ۔

آیت سورہ بقرہ کا اخیر جملہ یعنی ”ولھم عذاب عظیم“ تو کافروں کے حال کی پیشین گوئی ہے جس سے حسب بیان تمہید سوم اُن کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا اور پہلے جملے یعنی ”ختم اللہ علیٰ قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ“ اُن کی جبلت کا حال ہے ، مگر یہ حال بشرطیکہ دوسری قوت بیکار

نہ چھوڑی جاوے باعث درکات نہیں ۔

اب بلحاظ تمہید چہارم اس آیت پر غور فرمائیے اور اُس کو بلا تشبیہ ایک انسان فصیح و بلیغ کا کلام سمجھیے اور یوں خیال کیجیے کہ ایک ناصح شفیق کسی کو افعالِ ذمیمہ چھوڑنے اور اخلاق حمیدہ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور وہ شخص اُس کی نصیحتوں پر کان بھی نہیں دھرتا اس حالت کو دیکھ کر ایک شخص کہتا ہے کہ ”بد ذاتوں نا اہلوں کو تم نصیحت کرو یا نہ کرو وہ کبھی نیک بات نہیں سیکھنے کے ۔ اُن کے دل پتھر کے اور اُن کی آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہیں ۔ خدا نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے ۔“

اب جو شخص ان باتوں کو سنے گا کیا یہ سمجھے گا کہ اس شخص نے یا خدا نے اُس بد ذات آدمی کے دل پر مہر لگا کر اور اُس کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ ڈال کر ناصح کی نصیحت نہ ماننے پر مجبور کر دیا ہے ؟ کبھی کوئی ایسا نہیں سمجھ سکتا بلکہ ہر کوئی یہی سمجھے گا کہ اس کہنے سے اُس بد ذات نا اہل آدمی کی نہایت بد ذاتی اور نا اہلی کا جتانا اور اَور لوگوں کو عبرت دلانا مقصود ہے ۔

میری سمجھ میں ایسے کلام انسانی میں کوئی شخص ان الفاظ انشائیہ سے اُن کے حقیقی معنی نہیں لے سکتا ۔ پس خدا تعالیٰ کے اس قسم کے کلام کو جو انسانی بول چال پر ہے زیادہ اُس کی منشاء سے بڑھانا اور اُن الفاظ کو جو بطور خطابیات کے واقع ہیں حقیقی انشائیت سمجھنا بڑی غلطی ہے ۔

خدا نے اُن پڑھ بدوؤں کے لیے اُن ہی کی زبان میں قرآن اُتارا ہے ۔ پس ہمیشہ قرآن مجید کے سیدھے صاف صاف معنی لینے چاہئیں اور نکات بعد الوقوع اور کنایات و اشارات و استعارات و دلالات کی قسم کو اُس میں گھسیڑ کر اُس کو کھینچنا اور تاننا نہیں چاہیے ۔ اس قسم کے معنی قرآن مجید سے نکالنے خیالات شاعرانہ سے زیادہ کچھ رتبہ نہیں رکھتے ۔

اب آپ سورۂ اعراف کی آیتوں پر جو آپ کے سوال میں مندرج ہیں ، لحاظ فرمائیے کہ اہتداء اور اضلال کی نسبت جو خدا نے اپنی طرف کی ہے وہ اُسی علۃ العلل ہونے کے سبب سے کی ہے کیونکہ قوت اہتداء اور اضلال دونوں اُسی نے دی ہیں مگر اس نسبت سے یہ لازم نہیں آتا کہ مہتد اور مضل ہونے پر اُس نے مجبور کر دیا ہے ۔

اگر آپ کو میرا یہ بیان پسند ہوگا تو آپ یقین کریں گے کہ قرآن مجید سے

انسان کا مجبور ہونا ثابت نہیں ہوتا ، تو اب نبوت پر کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا ۔

ایمان نہ لانے پر قتل کرنے کا اور گھر بار لوٹ لینے کا شریعت میں کہیں حکم نہیں ہے ۔ چند روز ہوئے کہ جہاد کے مسئلے پر میں بخوبی بحث کر چکا ہوں اور حقیقت جہاد کو میں نے اپنی کتاب ''خطبات احمدیہ'' اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے جواب میں بالتفصیل لکھا ہے ۔ آپ اُس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں ۔

اور شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت جو آپ نے خدا کا اپنے نبی پر ظلم کرنے کا ذکر کیا ہے ، یہ بات تو کوئی مسلمان کیا شیعہ اور کیا سنی نہیں کہتا اور کسی کا بھی یہ اعتقاد نہیں ہے کہ حضرت امام کافروں کے خون کے بدلے میں شہید ہوئے ہیں ۔

یہ مسئلہ جو میں نے بیان کیا ، کسی قدر باریک ہے اور اُس پر غور درکار ہے اور مجھے اُمید ہے کہ آپ اور نیز اور لوگ جن کی نگاہ سے میری یہ تحریر گزرے وہ قبل اس کے کہ اس پر رد و قدح کریں ، ذرا دل لگا کر غور فرماویں گے ۔

سید احمد

۸۷

بنام مولوی محمد حسین آزاد

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد دہلوی ، مولوی محمد باقر کے فرزند ، محمد ابراہیم ذوق کے شاگرد ، سرسید کے ہم عصر ۔ حالی ، نذیر احمد ، ذکاء اللہ کے دوست اور شمس العلما مولوی سید ممتاز علی کے استاد تھے ۔ ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے ۔ غدر ۱۸۵۷ء کی قیامت میں ان کے والد مارے گئے اور یہ در بدر کی خاک چھانتے ہوئے لاہور پہنچے اور پھر یہیں کے ہو رہے ۔ یہاں اخبار ''انجمن پنجاب'' کے ایڈیٹر اور گورنمنٹ کالج کے پروفیسر رہے ۔ اسی دوران میں وسط ایشیا اور ایران کی سیاحت کی ۔ بے نظیر انشا پرداز ، بے مثل ادیب اور بہت بڑے مصنف تھے ۔ ان کی کتاب ''آب حیات'' اردو انشا پردازی کا شاہکار ہے ۔ لسانیات میں ان کی کتاب ''سخن دان فارس'' اپنا نظیر نہیں رکھتی ۔ ''دربار اکبری'' ان کی نہایت ہی دلچسپ معلوماتی تالیف ہے ۔ اور بھی بہت سی علمی ، تاریخی اور تحقیقی کتابیں انھوں نے لکھی ہیں ۔ بچوں کے اردو کی پہلی ، دوسری کتاب کا جو سلسلہ انھوں نے شروع کیا وہ بڑا آسان اور دلچسپ تھا ۔ آج تک لوگ اسے یاد کرتے ہیں ۔ انجمن پنجاب کے تاریخی مشاعروں کی بنیاد ان ہی نے ڈالی تھی ۔ آخری عمر میں جنون میں مبتلا ہو گئے تھے ۔ اور اسی حالت میں ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو وفات پائی اور کربلا گامے شاہ لاہور

میں دفن ہوئے ۔ انشا پردازی اور سلامت زبان میں کوئی ان کا نظیر نہیں ۔ "سہاگ و نماک" ان کے زمانۂ جنون کی تصنیف ہے ۔ حال ہی میں ان کے مضامین اور مکاتیب کے مجموعے مجلس ترقی ادب نے شائع کیے ہیں ۔ میں ستمبر ۱۹۶۵ء میں اپنے محترم دوست مولوی محمد عبداللہ صاحب قریشی اڈیٹر رسالہ "ادبی دنیا" کے ہمراہ جناب آغا محمد باقر صاحب مرحوم نبیرۂ مولانا آزاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ آزاد کے محفوظ تبرکات میں سرسید کے کچھ خطوط ہوں تو مجھے اشاعت کے لیے مرحمت فرما دیں ۔" آغا صاحب نے کہا کہ "میرے پاس سرسید کے مولانا آزاد کے نام صرف تین خط ہیں ۔ اور بھی خط تھے مگر وہ ضائع ہو گئے ۔ اس کے بعد انھوں نے وہ خطوط نکال کر میرے آگے رکھ دیے ۔ میں نے کہا کہ "میں کسی وقت حاضر ہو کر ان کی نقلیں کر لوں گا اور آپ کے نہایت شکریے کے ساتھ انھیں شائع کر دونگا ۔" اس پر مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا "تم ضعیف اور کمزور آدمی ہو ۔ کہاں آتے پھرو گے ۔ میں ان خطوط کی نقلیں تم تک پہنچا دوں گا ۔" میں نے ان کا اس عنایت کے لیے شکریہ ادا کیا اور واپس چلا آیا ۔ دو تین دن کے بعد مولوی صاحب موصوف غریب خانے پر تشریف لائے اور خطوط کی نقلیں میرے حوالے کر دیں ۔ ساتھ ہی اپنے رسالہ "ادبی دنیا" میں بھی ان غیر مطبوعہ خطوط کو شائع فرما دیا ۔ اس سلسلے میں جو خط مجھے محترمی آغا صاحب مرحوم نے لکھا وہ ایک ادبی تبرک کے طور پر ذیل میں نقل کرتا ہوں :

"معظمی مکرمی ! سلام علیکم

سرسید مرحوم کے تین خطوط کی نقل مولانا عبداللہ قریشی صاحب "ایڈیٹر ادبی" دنیا کو دے دی ہے ۔ وہ آپ کی خدمت میں کسی وقت پہنچا دیں گے ۔ دیگر کار خدمت ؟

آپ کا نیازمند
آغا محمد باقر

(۱)

مولوی صاحب شفیق و عزیز عنایت فرمائے من !

بعد سلام مسنون الاسلام مدعا طرازم محبت نامہ مورخہ ۱۸ جون رسیدہ بر مندرجہ آگہی بخشید ۔ بدریافت خیر و عافیت آں عزیز شفیق و تعلق بہ عہدہ نائب سر رشتہ داری خورسندیہا رونداد ۔ اللہ تعالیٰ آں شفیق را خوش و خورم و کامیاب دارد ۔ توزک جہانگیری کہ بتلاش آں شفیق ہم رسید باعث منت گذاری است ۔ انشاء اللہ تعالیٰ لزدم خواہد رسید ۔ سال دوازدہم جلوس از کتاب مذکور چھاپہ میشود ۔ اگر پنڈت صاحب جلد تر روانہ خواہند فرمود برائے سال ہائے باقی ماندہ اعانتی کافی خواہد رسید ۔

دفتر سوسیٹی دریں جا ہمراہ من آمدہ است ۔ کاربار او روز بروز در ترقی است ۔ کتب ہا کہ ترجمہ شدہ است بجہت چھاپہ روانۂ کلکتہ و الہ آباد گردیدہ اند ۔ از چند روز پنڈت صاحب مارا فراموش فرمودہ اند ۔ فہرست کتب کہ بجہت ترجمہ در پیش شدہ بودند ، بخدمت شاں فرستادہ بودم ۔ رائے خود تا حال نہ فرستادند ۔ آخر بلا شمول رائے شان بہ تجویز دیگر ممبران تصفیہ آں گردید ۔ دیگر اینکہ مبلغات چندہ سوسیٹی تا حال از خدمت بزرگان منفصلہ ذیل نیآمدہ اند ۔ امید کہ جلد تر وصول فرمودہ اند روانہ فرمایند و مدام از خیر و عافیت خود مطلع بفرمودہ باشند ۔ زیادہ بجز اشتیاق ملاقات چہ بر طرازد ۔ والسلام

منشی پنڈت من پھول صاحب[1]	چوبیس روپے
دیوان نہال چند صاحب وکیل مہاراجہ جے پور	چوبیس روپے
سردار نہال سنگھ صاحب[2]	چوبیس روپے
نواب علی رضا خان بہادر قزلباش[3]	چوبیس روپے

خاکسار
سید احمد

از علی گڑھ — ۲۱ جون ۱۸۶۴ع

۱۔ پنڈت من پھول : لاہور کے مشاہیر میں خاص حیثیت کے مالک تھے ۔ پہلے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے ۔ بعد میں لفٹنٹ گورنر پنجاب کے میر منشی ہوگئے تھے ۔ روپوں کی مقدار سرسید نے عربی رقوم میں لکھی تھی ۔ میں نے ہر شخص کے سمجھنے کے لیے اردو میں لکھ دی ہے ۔

۲۔ نہال سنگھ : لاہور کے رؤسا میں سے تھے ۔

۳۔ نواب صاحب اپنے عہد میں لاہور کی معروف شخصیت تھے ۔

(۲)

(عطا کردہ آغا محمد باقر نبیرۂ حضرت آزاد[۱])

۱۸۷۴ع میں مولوی محمد حسین آزاد نے لاہور میں ایک نئے قسم کے مشاعرے کی بنیاد ڈالی جس میں مصرع طرح کی بجائے کسی مخصوص موضوع پر طبع آزمائی کی جاتی تھی ۔ یہ تحریک اردو شاعری میں بڑی دلچسپ جدت تھی ۔ جب اس کے متعلق مولانا آزاد نے سرسید کو لکھا اور اس مخالفت کی کیفیت بھی بیان کی جو اس سلسلے میں اس وقت لاہور میں ہو رہی تھی تو جواباً سرسید نے جو خط تحریر فرمایا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

مولوی صاحب عزیز و شفیق و مکرم من سلامت!

بعد سلام مسنون الاسلام التماس یہ ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ حالات مندرجہ سے اطلاع ہوئی ۔ افسوس صد افسوس کہ کبھی مسلمانوں میں باہم اتفاق نہ ہوا ۔ شعر و سخن پر رد و قدح دوسری چیز ہے ، الّا آپس کا نفاق دوسری چیز ہے ۔ میری نہایت قدیم تمنا اس مجلس شاعرہ سے بر آئی ہے ۔ میں مدت سے چاہتا تھا کہ ہمارے شعراء نیچر کے حالات کے بیان پر متوجہ ہوں ۔ آپ کی مثنوی ''خواب امن'' پہنچی ۔ بہت دل خوش ہوا ۔ درحقیقت شاعری اور زور سخنوری کی داد دی ہے (مگر) اب بھی اس میں خیالی باتیں بہت ہیں ۔ اپنے کلام کو اور زیادہ نیچر کی طرف مائل کرو ۔ جس قدر کلام نیچر کی طرف مائل ہوگا اتنا ہی مزہ دے گا ۔ آپ لوگوں کے طعنوں سے مت ڈرو ۔ ضرور ہے کہ انگریزی شاعروں کے خیالات لے کر اردو زبان میں ادا کیے جائیں ۔ یہ کام ہی ایسا مشکل ہے کہ کوئی کر تو دے ۔ ابھی تک ہم میں خیالات نیچر کے ہیں ہی نہیں ۔ ہم بیان کیا کر سکتے ہیں ۔

بعد رمضان انشاءاللہ تعالیٰ ایک مضمون طویل اس باب میں لکھوں گا ۔ ان دنوں میں بسبب صوم کچھ کام نہیں ہو سکتا ۔ آپ کی اگر اور کوئی مثنوی

۱- یہ خط ''تذکرۂ سرسید'' مولفہ مولوی محمد امین زبیری میں بھی شائع ہو چکا ہے ۔

اس کے علاوہ چھپی ہو تو عنایت فرمائیے ۔ والسلام ۔

'پنجابی اخبار' میں جو آپ کے اشعار پر رد و قدح تحریر ہوتی ہے ، کون صاحب اس کو لکھتے ہیں ؟[1]

اس بات کے کہنے سے مجھے معاف کیجیے کہ یہ خیال آپ کا کہ ''قرآن میں کوئی مضمون علمی نہیں ہے ؟ خالص فصاحت اس کا معجزہ ہے ، درست نہیں ہے ۔ قرآن علم و لیچر اور فصاحت سب سے معمور ہے اور من حیث المجموع معجزہ ہے ۔[2]

خاکسار
سید احمد
از بنارس

۲۹ اکتوبر ۱۸۸۴ع[3]

۱- اس استفسار کے جواب میں تو معلوم نہیں ہو سکا کہ مولانا آزاد نے سرسید کو کیا خط لکھا ، مگر ایک دوسرے صاحب لالہ دنی چند کو مولانا آزاد اپنے یکم جولائی ۱۸۷۷ع کے خط میں لکھتے ہیں کہ ''انجمن (مفید عام) قصور (کے ماہنامہ) میں انوارالحق (آزاد سے یہاں نام لکھنے میں سہو ہوا ۔ صحیح نام سیف‌الحق ہے) ادیب تخلص ایک شخص دہلی کا رہنے والا حالی کا شاگرد ، ایڈیٹر ہوگیا تھا ۔ وہی میرے خلاف "پنجابی اخبار'' میں (مضامین) لکھا کرتا تھا'' (مکاتیب آزاد ، شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ ۱۴۳)-

۲- سخت حیرت ہوتی ہے کہ آزاد جیسے فاضل انسان نے کس طرح یہ خیال کیا ، جبکہ تمام قرآن کریم علمی مضامین سے بھرا پڑا ہے ۔

۳- سرسید کا یہ خط مولوی محمد امین زبیری کی کتاب ''تذکرۂ سرسید'' سے نقل کیا گیا ہے ۔ مولوی صاحب مرحوم نے اس خط کی تاریخ کتابت ۲۹ اکتوبر ۱۸۸۴ع لکھی ہے مگر جنتری کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اکتوبر ۱۸۸۴ع میں رمضان کا مہینہ ہرگز نہیں آیا ۔ بلکہ اکتوبر ۱۸۷۴ع میں رمضان کا مہینہ تھا ۔ چنانچہ ۱۲ اکتوبر کو رمضان ۱۲۹۱ھ کی پہلی تاریخ تھی ۔ اس لیے ۱۸۷۴ع صحیح تاریخ اس خط کی ہے ۔ ۱۸۸۴ع نہیں ۔ مکرمی جناب آغا محمد باقر کے پاس جو خط محفوظ ہے اُس میں بھی تاریخ ۲۹ اکتوبر ۱۸۷۴ع ہی لکھی ہے ۔

(۳)

(عطا کردہ جناب آغا محمد باقر صاحب نبیرۂ حضرت آزاد)

مخدوم ومکرم بندہ جناب مولوی محمد حسین صاحب سلامت!

بعد سلام مسنون التماس یہ ہے کہ کمیٹی خزینۃ البضاعۃ نے یہ تجویز کیا ہے کہ یکم جون ۱۸۷۵ء سے تعلیم متعلق مدرسۃ العلوم جاری کر دی جاوے۔ اور اس لیے ضروری ہے کہ ایک کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ علوم دنیویہ قائم کی جاوے۔ اس کمیٹی کی کاروائی جن قاعدوں پر ہوگی وہ کمیٹی نے تجویز کر دیے ہیں اور ان کی ایک نقل بذریعہ نیازنامہ ہذا خدمت عالی میں بھیجتا ہوں۔ ان کے ملاحظے سے ظاہر ہے کہ اس کمیٹی کے ممبروں پر بہت زیادہ کام نہیں ہے۔ صرف جو امر کہ پیش ہوگا، اس میں ان کو رائے لکھ دینی ہوگی۔ اور نیز ان ممبروں کو علی گڑھ میں واسطے اجلاس کے آنا بھی ضروری نہیں ہوگا، بلکہ ہر ممبر کے پاس جہاں کہ وہ ہوں گے کاغذ بھیجے جایا کریں گے اور ان کاغذوں کے ملاحظے کے بعد وہ اپنی رائے لکھ بھیجا کریں گے۔ کمیٹی کی آرزو ہے کہ آپ بھی کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ علوم دنیویہ کا ممبر ہونا منظور فرمائیں اور مجھ کو کمیٹی نے ہدایت کی ہے کہ میں آپ سے اس کمیٹی کی ممبری قبول فرمانے کی درخواست کروں۔ اس واسطے یہ عریضہ معہ قواعد کاروائی کمیٹی خدمت عالی میں روانہ کرکے امید وار ہوں کہ تاریخ پندرھویں مئی ۱۸۷۵ء تک اس عریضے کے جواب سے اطلاع فرمائی جاوے تاکہ در صورت منظوری آپ کا نام نامی فہرست ممبران کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ علوم دنیویہ میں مندرج کیا جاوے۔ زیادہ نیاز۔ والسلام فقط[1]

۱۔ جب میں یہ تینوں خط درج کر چکا تو اتفاقاً "خطوط سرسید" مرتبہ سر راس مسعود طبع دوم مطبوعہ ۱۹۳۱ء کے مطالعے کا موقع ملا۔ اس کے دیکھنے سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ یہ خطوط جو آغا محمد باقر صاحب مرحوم نے مجھے "غیر مطبوعہ" کہہ کر دیے تھے غیر مطبوعہ نہیں تھے بلکہ اس مجموعے کے صفحات ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ پر تینوں شائع ہو چکے ہیں جو ان کے بھائی آغا محمد طاہر نے سر راس مسعود کو اس مجموعے میں شامل کرنے کے لیے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

خاکسار
سید احمد
سیکرٹری کمیٹی خزینۃ البضاعۃ

۲۰ اپریل ۱۸۷۵ع[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
بھیجے تھے - غالباً یہ بات آغا محمد باقر صاحب مرحوم کو معلوم نہیں تھی ، اسی لیے انھوں نے مجھ سے بیان فرمایا کہ یہ تینوں خطوط غیر مطبوعہ ہیں - نہایت افسوس ہے کہ آغا صاحب کا ، جو پرانے بزرگوں کی یادگار تھے ، لاہور میں ۱۵ مارچ ۱۹۷۲ع کو انتقال ہو گیا -

۱- راس مسعود کے مرتبہ مجموعہ خطوط میں اس خط کی تاریخ ۲۵ اپریل ۱۸۷۵ع لکھی ہے -

۸۸

بنام خلیفہ سید محمد حسین
وزیر اعظم ریاست پٹیالہ

(مکتوبات آزاد ، مرتبہ آغا محمد طاہر مطبوعہ ۱۹۲۳ء ، صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳)

مشیر الدولہ ، ممتاز الملک ، آنریبل خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین ، مہاراجہ پٹیالہ کے وزیر اعظم اور علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی تھے - ۱۸۳۹ء میں بمقام سامانہ (ریاست پٹیالہ) پیدا ہوئے - ان کے والد حکیم سعادت علی ریاست پٹیالہ کے شاہی طبیب تھے - خلیفہ صاحب نے سرسید کی ہر موقع پر نہایت فیاضی سے مدد کی اوران کی ہر اصلاحی تحریک کے حامی رہے - آپ مشرقی تہذیب اور اسلامی اخلاق کا بہت اعلیٰ نمونہ تھے - قوم کی ہمدردی اور مسلمانوں کی بھلائی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی - نہایت فراخدل ، صلح جو اور وسیع القلب شخص تھے - ایک مرتبہ علی گڑھ کالج میں شیعوں اور سنیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ مسجدیں بننے کی تجویز پیش ہوئی - انھوں نے شیعہ ہونے کے باوجود اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور اسے پاس نہ ہونے دیا - سرچارلس ایچیسن لفٹنٹ گورنر پنجاب کے زمانہ میں ہندوؤں نے بڑے زور سے یہ تحریک چلائی کہ پنجاب کی عدالتوں میں اردو کی بجائے ہندی رائج ہونی چاہیے ، مگر خلیفہ صاحب

نے زبردست کوشش کے ساتھ اس تحریک کو ناکام بنا دیا ۔
''اعجاز التنزیل'' اور ترجمہ سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ان کے علمی
کارنامے ہیں ۔ ۱۹۰۸ء میں وفات پائی ۔

جناب مخدوم و مکرم بندہ دام حشمتہم !

بعد تسلیم سلام مسنون عرض یہ ہے کہ عنایت نامہ آپ کا مع خط مکرمی مولوی محمد حسین صاحب پہونچا اور ممنون یاد آوری فرمایا ۔

شکر شفقت ہائے تو چندانکہ شفقت ہائے تو

مولوی محمد حسین صاحب[1] سے اور میرے خاندان سے ایک ربط خاص ہے ۔ ان کے دادا اور میرے والد میں ایسی دوستی تھی کہ لوگ بھائی بھائی سمجھتے تھے ۔ اور ان کے والد مولوی محمد باقر صاحب سے مجھے اور خصوصاً میرے بڑے بھائی مرحوم سے بسبب ہم عمری کے ایسا ہی ارتباط تھا ۔ بس اگر سچ پوچھو تو مولوی محمد حسین صاحب میرے بھتیجے کے برابر ہیں ۔ مگر چونکہ علم و فضل اور نیکی اور لیک ذاتی میں مجھ سے زیادہ ہیں ، اس لیے میں ان کو مکرم معظم اپنا سمجھتا ہوں ۔ ''امداد الآفاق'' اور ''حمایت الاسلام'' ترجمہ کتاب سنگلسن میں نے ان کی خدمت عالی میں روانہ کر دیا ہے ۔ امداد الآفاق اور اخبار ''نورالآفاق لامع ظلمۃ اہل النفاق'' (یہ دونوں رسالے) خاص مولوی امداد علی صاحب کانپوری کے ہیں ۔ ان کو خود تو استعداد مطلق نہیں ہے مگر وہابی مولوی ان کے ہاں نوکر ہیں اور مستعد طالب علم ہیں ۔ وہ یہ سب تحریریں کرتے ہیں ۔ مولوی محمد حسین صاحب نے تحریر مضامین سے درحقیقت یہ ہی تائید کی ہے (۱) لباس شہنشاہ ایران بالکل انگریزی ہے ۔ حاجی محمد حسین خان بہادر امباسٹر[2] جو شاہ ایران کی جانب سے لنڈن میں متعین ہیں اور ان کے تمام ہمرائیان سے میری بہت ملاقات اور باہمی آمد و رفت ہے ۔ ان کا لباس بھی بالکل ویسا ہی ہے ۔ کلاہ ایرانی بہ نسبت سابق کے اب چھوٹی اور مناسب ہو گئی ہے ۔ سید حامد کو وہ ٹوپی نہایت پسند تھی اور ایران کے امباسٹر نے ایک ٹوپی ان کو دی تھی اور وہ اکثر پہنتے تھے ۔ چنانچہ ان کی ایک تصویر اسی ٹوپی کی آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں ۔ ترکی ٹوپی سے زیادہ عمدہ معلوم ہوتی ہے ۔ جو قواعد بود و باش

۱ - مراد مولوی محمد حسین آزاد دہلوی ۔
۲ - Ambassador

طالب علمانِ مدرسۃ العلوم میں ممبروں نے تجویز کیے ، در حقیقت ناقص ہیں ۔ میرے دل میں آیا تھا کہ ان سے اختلافِ رائے کروں اور دل کھول کر گفتگو کروں ۔ مگر پھر میں نے مناسب نہ سمجھا ، چپکا ہو رہا ۔ مشق سواری اسپ و نشانہ بندوق ، ورزش جسمانی اور تعیناتی طبیب و ڈاکٹر کا قصداً ممبروں نے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ ان امورات کی نسبت کسی نے کچھ اعتراض نہیں کیا ہے ۔ ان ممبروں نے اسی قدر دست اندازی کی ہے جس قدر کہ اعتراضات معترضین کے رفع ہو جاویں ۔ حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ معترضین کے اعتراضات کچھ نیک نیتی سے نہیں ہیں ۔

آپ کی صحت و سلامتی کی خبر سے بے انتہا دل کو خوشی ہوئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ صحیح و تندرست و سلامت رکھے ، جن کی ذات سے ہم مسلمانوں کو فخر ہے ۔ مگر آپ غافل نہ رہیں ۔ ہمیشہ علاج میں مصروف رہیں ۔ موسم جاڑے کا نہایت اچھا ہے ۔ کسی ڈاکٹر سے صلاح لے کر "کاڈ ۔ لول ۔ آیل"[1] یعنی مچھلی کے تیل کا استعمال کیجیے ۔ نہایت مفید ہوگا ۔

خدا ان کے دل میں رحم ڈالے اور قومی ہمدردی سکھلاوے ۔ تعجب یہ ہے کہ میری ذاتی برائی اور بدی (کو دیکھ کر) خواہ (وہ) کفر و ارتداد کے سبب (ہو) قوم کے ساتھ کیوں دشمنی کرتے ہیں ؟ اب اس عریضے کو دعائے صحت و سلامتی و ترقیِ جاہ و حشمتِ دارین پر ختم کرتا ہوں ۔ والسلام

آپ کا دلی نیازمند

۱۲ اکتوبر ۱۸۷۲ع　　　　سید احمد خاں

جس وقت یہ خط خلیفہ محمد حسین صاحب کے پاس پہنچا ، اُسی وقت انھوں نے اس خط کو مولوی محمد حسین آزاد کے پاس لاہور بھیج دیا اور اس خط کی پشت پر خود بھی ان کو ایک خط اپنی طرف سے لکھ دیا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

جناب مولانائے معظم و مخدوم و محترم من سلامت

تسلیم ۔ یہ خط سید احمد خاں صاحب کا ہے جو میرے اس خط کے جواب میں ہے جس میں میں نے آپ کا سب سے پہلے

---

۱ ۔ Cod-Liver Oil

والا خط بجنسہ ان کی خدمت میں بھیج دیا تھا ۔ ان میں اکثر امور میرے خط کے جوابات ہیں ۔ میں قلتِ فرصت کی وجہ سے جو اخباریں آیا کرتی ہیں ان کے سب پرچے علی الترتیب نہیں دیکھ سکتا ۔ شاید اس وجہ سے یا بسبب تساہل ایڈیٹر 'کوہ نور' کے اب تک مضامین موعودہ میری نظر سے نہیں گزرے ۔ اگر براہ کرم مطلع فرمایا جائے کہ فلاں نمبر کے اخبار میں چھپے ہیں تو عنایت پر عنایت ہے ۔ میں خیریت سے ہوں ۔ کتابِ مطلوبہ جو میں نے ارسالِ خدمت کی تھی اغلب ہے کہ مدت سے پہنچ چکی ہوگی ۔ بسلسلۂ کتبِ درسیۂ شیعہ جو آپ نے تجویز فرمایا تھا ، میں پہلے یہ لکھنا بھول گیا تھا کہ وہ سید احمد صاحب کے پاس بھائی صاحب نے جب ہی بھیج دیا تھا ۔ ہنوز اس کا کچھ جواب نہیں آیا ۔ غالباً کمیٹی میں بامکان اجوبۂ دیگر حضرات شیعہ ممبروں کے کچھ تصفیہ ہوا ہوگا ۔ بھائی سید محمد کاظم تسلیم عرض کرتے ہیں اور ''ملل و نحل'' کی خرید کے لیے یاد دہانی کرتے ہیں ۔ کونسل جنرل ایران جو یہاں آئے تھے ، میں نے ان کے لباس کا مع لباس شاہ ایران ذکر لکھا تھا کہ سب فرنگیانہ ہے ۔ یہ کونسل صاحب قوم سے سید تھے ، اور مومن پابند نماز وغیرہ اور سر پر کلاہ پاپاق تھی ۔ باقی سب طرح خیریت ہے ۔

بندہ سید محمد حسین عفی عنہ

۱۷ اکتوبر ۱۸۷۳ء روز جمعہ ۔ پٹیالہ

۸۹

بنام محمد حسین بی ۔ اے

(رسالہ ''نیشنل کانگرس کے متعلق مسلمانوں کی رائے''
شائع شدہ ۱۸۹۳ع مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور، صفحہ ۸)

سرسید نے اپنے انتقال سے پانچ سال پہلے سول سروس کا امتحان ہندوستان میں ہونے کے متعلق ہندو کانگرس کے رزولیوشن کی سخت مخالفت کی اور تمام مسلمانوں کو اپنے ساتھ اس مسئلے میں شامل ہونے کی تحریک کی ۔ اس سے متاثر ہو کر مدراس کے مسلمانوں نے اپنے ہاں ایک عظیم الشان جلسہ کرکے سرسید کے خیال کی پُر زور حمایت کی ۔ محمد حسین نامی ایک صاحب نے بذریعہ تار اس کی اطلاع سرسید کو دی تو انھوں نے جواب میں یہ تار بھیجا :

مکرمی !

آپ کو اور (تمام) مسلمانان مدراس کو (اس) کامیاب جلسے پر (دلی جوش اور انتہائی مسرت کے ساتھ) مبارک باد (پیش کرتا ہوں) ۔

علی گڑھ

سید احمد
۳۰ اگست ۱۸۹۳ع

۹۰

بنام محمد حسین علی خاں

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ ، حصہ انگریزی ، صفحہ ٦٧)

یہ صاحب علی گڑھ کے رئیس اور رسالہ دار تھے ۔ جب سرسید علی گڑھ میں سائنٹفک سوسائٹی کی عمارت بنوانے لگے تو منجملہ دیگر روساء اور امرا کے ان کو بھی چندے کے لیے یہ خط لکھا تھا ۔

جناب محمد حسین علی خاں رسالہ دار سلمہ

چونکہ اس ضلع کے رئیسوں نے واسطے بھلائی اور بہبودی ہندوستانیوں کے ایک مکان علی گڑھ میں چندہ سے بنانا شروع کیا ہے ، بلکہ قریب الاختتام ہے ، اور مقصود اوس سے یہ ہے کہ ہمیشہ ہندوستانی (اصحاب) اوس میں جمع ہوا کریں اور واسطے ترقی علم اور بہبودی ہندوستانیوں کے علمی گفتگوئیں ہوا کریں ، اور اس کام کے لیے اس ضلع کے رئیسوں اور بلند شہر کے رئیسوں اور (دیگر) بہت سے لوگوں نے چندہ دیا ہے ، مگر ہنوز پورا چندہ جو تعمیر مکان کے لیے درکار ہے ، جمع نہیں ہوا ۔ چونکہ یہ کام ہندوستانیوں کے لیے نہایت فائدہ مند ہے اور اس ضلع کے رئیسوں کو جن کے خاص ضلع میں یہ مکان تعمیر ہوا ہے اوس کی مدد کرنا اور اوس کے پورا کرنے کے لیے چندہ دینا نہایت فائدہ مند ہے ، اس لیے آپ کو بھی اطلاع کی جاتی ہے کہ اگر آپ کو بھی اس مکان کے پورا کرنے کے لیے کچھ روپیہ بطور چندہ دینا منظور ہو تو آپ بھی دیجیے ، کیونکہ ایسے نیک کام میں آپ کا بھی شریک ہونا نیک اور بہتر ہے ۔

۲۹ جولائی ۱۸٦۵ء   سید احمد

۹۱

بنام نواب سردار محمد حیات خاں صاحب

نجم الهند خان بہادر نواب سردار محمد حیات خاں صاحب سی - ایس - آئی پنجاب کے سربرآوردہ رؤسا اور سرکاری حکام میں بہت بلند پایہ ، با رسوخ اور معزز بزرگ تھے - جب سرسید لاہور آئے تو انھوں نے نہایت ذوق و شوق اور دلی محبت و خلوص سے اُن کا شاندار استقبال کیا اور چندے کی فراہمی اور جلسوں کے انعقاد میں اُن کی بے حد مدد کی - ایسے ہی اصحاب کے پُر خلوص تعاون سے خوش ہو کر سرسید نے یہاں کے لوگوں کو "زندہ دلانِ پنجاب" کا خطاب دیا تھا - واقعہ یہ ہے کہ اگر خان بہادر جیسے معززین سرسید کی خدمت اور اعانت نہ کرتے تو ہرگز سرسید کو یہاں اتنی زبردست کامیابی نہ ہوتی جتنی ہوئی -

سردار صاحب تمام تعلیمی تحریکوں اور علمی سرگرمیوں میں سرسید کے زبردست معاون اور مددگار رہے - وہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور مجلس خزینۃ البضاعۃ علی گڑھ کی مجلس عاملہ کے سرگرم ممبر اور پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بانیوں میں سے تھے - چونکہ اُنھیں مسلمانوں کی تعلیم اور اُن کی ترقی کا خاص خیال تھا ، اس لیے اُنھوں نے سرسید کے ساتھ مل کر اس معاملے میں قوم کی بڑی مخلصانہ

خدمات انجام دیں اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے ہر ایک کام میں بڑھ چڑھ کر عملی حصہ لیا ۔ اللہ تعالیٰ نے جو رتبہ ، جو درجہ اور جو منصب اُنھیں عطا کیا تھا اُس کو اُنھوں نے مسلمانوں کی بھلائی میں استعمال کیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانانِ پنجاب اُن کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ وہ اُن بزرگوں میں سے تھے جنھوں نے عمر بھر بہت ہی دلی جوش کے ساتھ مسلمانوں کی بہبودی و بھلائی اور عروج و ترقی میں کوشش کی ۔ وہ پنجاب کے اُن ممتاز رئیسوں میں سے تھے جنھیں انگریزی گورنمنٹ بھی نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتی تھی اور عوام میں بھی وہ مقبول و ہر دل عزیز تھے ۔

سردار صاحب صرف رئیس ، نواب اور سرکاری افسر ہی نہ تھے ، بلکہ نہایت ذی لیاقت اور صاحبِ علم و فضل بھی تھے ۔ وہ فارسی کے بہت اچھے شاعر تھے ۔ اُن کے وہ خطوط جو عجائب گھر لاہور میں محفوظ ہیں ، اُن کی ادبی قابلیت کے شاہد ہیں ۔ وہ مصنف بھی تھے ۔ "حیاتِ افغانی" اُن کی مشہور تالیف ہے جس میں اُنھوں نے سرحدی اقوام کے تاریخی حالات نہایت جامعیت اور تفصیل کے ساتھ قلم بند کیے ہیں ۔

سردار صاحب بمقام "واہ"[۱] ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے ۔

۱۔ "واہ" جو سردار صاحب کا آبائی وطن ہے ، قصبۂ حسن ابدال کے قریب ، راولپنڈی سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ آج کل فوجی چھاؤنی اور اسلحہ کی فیکٹری کے لیے مشہور ہے ۔ شیر شاہ سوری کے عہد کی ایک باولی اور اُس کے قریب ٹیکسلا یہاں کی قدیم تاریخی عمارتیں ہیں ۔ "واہ گارڈن" نہایت پُرفضا اور فرحت افزا باغ ہے جس میں شیریں اور ٹھنڈے پانی کے چشمے بڑی روانی سے بہہ رہے ہیں ۔ یہاں کی جامع مسجد خوشنائی اور خوبصورتی میں اپنا جواب نہیں رکھتی ۔ آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے ۔ پانی نہایت میٹھا اور ٹھنڈا ہے ۔ تمام آبادی نہایت فراخ اور کھلی ہوئی ہے ۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

شروع ہی سے اُن کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی ۔ عربی ، فارسی اور اردو کے علاوہ اُن کو قرآن مجید بھی اُن کے والد نے بڑے شوق سے حفظ کروانا شروع کیا تھا ۔ مگر بچپنے ہی میں ایک ایسا سخت حادثہ پیش آ گیا جس سے حفظ قرآن کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا ۔ یعنی اُن کے والدِ محترم سردار کرم خاں کو اُن کے چھوٹے بھائی سردار فتح خاں نے ذاتی عداوت کے باعث قتل کر دیا جس سے ان کے سارے خاندان پر غم و الم کی گھٹا چھا گئی ۔ مگر اس سخت صدمے کے باوجود اُن کی والدہ نے اُن کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور یہ یتیم بچہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا ۔ اُس وقت ملک میں سکول قائم تھے نہ کالج جاری تھے ، اس لیے سردار صاحب کی تمام تعلیم پرائیویٹ طور پر ہوئی ۔

یہ وہ پُر آشوب زمانہ تھا جب سکھ تمام پنجاب پر چھائے ہوئے تھے اور بالکل طوائف الملوکی کا دور تھا ۔ اس دور میں نہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ تھیں نہ مال ۔ نہ عزت اور نہ مذہب ۔ چنانچہ سردار صاحب کے والد سردار کرم خاں کے مکانات کو ایک سکھ فوجی سردار اوتار سنگھ کے حکم سے مسمار کر دیا گیا اور بیچارے منہ دیکھتے رہ گئے ۔

ان حالات سے مجبور ہو کر اور زمانے کا رخ دیکھتے ہوئے سردار صاحب اور اُن کے خاندان نے سکھوں کے خلاف انگریزوں کی (جن کا اثر اور رسوخ اُس وقت ترقی پذیر تھا) بہت زبردست فوجی مدد کی ۔ مسلمانوں کے وہ تمام معزز خاندان بھی ، جو سکھوں کے مظالم سے نالاں تھے ، انگریزوں کے ساتھ ہو گئے جس کے نتیجے میں سکھ حکومت ختم ہو گئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غرض ایسی خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے یہ شہر بسایا گیا ہے کہ دیکھ کر طبیعت بے حد خوش ہوتی ہے ۔ اور بے اختیار دل چاہتا ہے کہ اس کنج عافیت میں کچھ دلوں امن و اطمینان کی زندگی بسر کی جائے ۔ مجھے تو یہ مقام کوہ مری سے بھی زیادہ خوش گوار معلوم ہوا ۔

اور سارے پنجاب پر انگریز مسلط ہو گئے ۔

سکھ فتنہ کے فرو ہونے کے بعد ۱۸۵۷ع کے طوفان میں بھی سردار صاحب کے خاندان نے کافی جمعیت کے ساتھ انگریزوں کی بھرپور مدد کی ۔ نوجوان سردار محمد حیات خاں اُس وقت انگریز جنرل نکلسن کے ایڈیکانگ تھے ۔ نکلسن اس جنگ میں سخت زخمی ہوا اور بچ نہ سکا ۔ سردار صاحب اس تمام عرصے میں نہایت وفاداری اور ہمدردی کے ساتھ اُس کی خدمت اور تیمارداری کرتے رہے ۔ جنرل نکلسن نے مرتے وقت اپنے خون سے ایک تحریر لکھی جس میں سردار صاحب کی خدمت ، اطاعت اور خلوص کا کھلے دل سے اعتراف کیا اور اعلیٰ حکام سے ان کی سفارش کی ۔ اُس کی یہ تحریر آج بھی انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے ۔ چنانچہ گورنمنٹ انگریزی نے اُن کی خدمات کی قدر کرتے ہوئے اُنھیں ستارۂ ہند کا تمغہ ، نواب کا خطاب اور اسسٹنٹ کمشنر کا عہدہ عطا فرمایا ۔ وہ سیشن جج ہو کر ریٹائر ہوئے اور وائسرائے کی کونسل کے ممبر بھی رہے ۔ وہ انگریزوں کی وفاداری کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کے بھی سچے ہمدرد اور غم گسار تھے ۔ چنانچہ اُنھوں نے اُس زمانے میں جب وہ وائسرائے کی کونسل کے ممبر تھے ، مسلمانوں کی جائدادوں اور زمینوں کو ناواجب طور پر غیر مسلموں کے قبضے میں جانے سے بچانے کے لیے ایک قانون نافذ کروایا اور اس طرح مسلمان خاندانوں کی خاص خدمات انجام دیں ۔ یکم جون ۱۹۰۱ع کو سرسید کے اس دلی دوست اور مسلمانوں کے محسن نے داعیِ اجل کو لبیک کہا ۔ سردار سکندر حیات خاں آپ ہی کے نامور فرزند تھے جن کے صاحب زادے سردار شوکت حیات خاں صاحب ہیں ۔

(۱)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، مورخہ یکم اگست ۱۸۷۳ع)

جناب خانصاحب والا مناقب عالی مناصب مخدوم بندہ سلامت !

بعد سلام مسنون عجز و نیاز مشحون التماس ہے کہ نوازش نامہ مورخہ ۸ جولائی ۱۸۷۳ع میرے پاس پہونچا اور نہایت عزت بخشی ۔ میں نے اپنا جان و مال واسطے بھلائی مسلمانوں کے وقف کر دیا ہے ۔ میں کسی مخالف کی بدگوئی سے رنجیدہ نہیں ہوتا اور اپنے کام میں دل و جان سے مشغول ہوں ۔ میری کمال آرزو ہے کہ میں پنجاب میں آؤں ۔ لاہور میں ایک بڑا جلسہ ہو اور اس میں گفتگو[1] کروں مگر جب تک کوئی شخص ذی وجاہت لاہور میں اس بات کا انتظام نہ کرے اور رئیسان لاہور کو جمع نہ کرے (اُس وقت تک) یہ کام انجام نہیں ہو سکتا ۔ شاید ہفتہ سے کچھ کم ہوا کہ اسی باب میں میں نے مجد برکت علی خاں صاحب کو بھی خط لکھا ہے ۔ اب تک جواب نہیں آیا ۔ آپ بھی خاں صاحب ممدوح سے خط و کتابت کریں اور اگر انجام جلسہ کی بھی کوئی معقول تدبیر ہو سکے تو میں فی الفور رخصت لے کر وہاں حاضر ہوں ۔ اور جب کہ آپ کی مانند لوگ اس کام میں مددگار ہوں گے تو ہر طرح کی بہبودی کی توقع ہے[1] ۔

کل جناب لارڈ نارتھ بروک صاحب کی چٹھی آئی ہے جس میں نہایت افسوس سے ممدوح ارقام فرماتے ہیں کہ اب تک مسلمانوں نے چندہ دینے میں بہت کوتاہی کی ہے ۔ والسلام

از بنارس ۔[2] عریضہ کمترین

سید احمد

۱۔ تقریر سے مراد ہے ۔

۲۔ خط پر کوئی تاریخ درج نہیں لیکن چونکہ یہ یکم اگست کے اخبار میں شائع ہوا ہے ، لہذا یہ خط سرسید نے ماہ جولائی ۱۸۷۳ع میں لکھا ہے ۔

(۲)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۷ ستمبر ۱۸۸۹ع)

ملاذا دام ظلکم !

میرٹھ یا الہ آباد نہایت مناسب مقامات جلسے کے لیے تھے ، مگر وہاں جلسہ ہونے کی یا کسی ایسے شخص کے بہم پہونچنے کی ، جس کو روپیہ دیا جاوے اور وہ صرف اہتمام جلسہ کرے ، اُمید نہیں ہے ۔ اگرچہ میرے نزدیک اگر کوئی مستعد ہو جاوے تو بآسانی الہ آباد میں انتظام ہو سکتا ہے ۔ راولپنڈی میں گو آپ سب طرح سے فیاضی کر سکتے ہیں لیکن رخصت لے کر جانا کسی طرح پسند ہونے کے لائق نہیں ہے ۔ پس علی گڑھ کے سوا کوئی جگہ نہیں ہے ۔

میں دل سے اس بات پر متفق ہوں کہ محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا جلسہ اس سال علی گڑھ میں ہو اور میں خود سب سے مہانداری کے اخراجات کا چندہ ہاتھ پھیلا کر لوں گا تاکہ آئندہ اور لوگوں کو نظیر ہو اور جو شرم اس قسم کا چندہ لینے میں لوگوں کو ہے وہ ٹوٹ جاوے ، مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ سال بھی علی گڑھ ہی میں جلسہ ہو ۔ مجھے خدا سے اُمید ہے کہ آئندہ سال میں سنٹرل ہال مدرسۃ العلوم کا طیار ہو جائے گا اور اگر میری زندگی باقی ہے اور سب احباب کو (بھی) خدا صحیح سلامت رکھے تو میرا ارادہ نہایت دھوم سے اس کے افتتاح کا جلسہ کرنے کا ہے ، اور وہ جلسہ سوائے دسمبر کی تعطیلوں کے اور کسی وقت بھی نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے دونوں جلسے ایک ساتھ اور ایک مقام میں ہونے لازم ہوں گے ، اور مجھے نہایت خوشی ہو گی کہ سب دوست اس جلسہ میں شریک ہوں ۔ پس آپ اجازت دیجیے کہ علی گڑھ میں جلسہ ہونے کا اشتہار دیا جاوے ۔ والسلام

علی گڑھ
۴ ستمبر ۱۸۸۹ع .

خاکسار
سید احمد

(۴)

("سرسید کے خطوط" ، مرتّبہ مولوی سید وحید الدین سلیم ،
مطبوعہ ۱۹۰۴ع ، صفحہ ۹۶)

مائی ڈیر حیات !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ بعد برسات پٹیالہ[۱] جانا ہوگا ۔ آپ کی ملازمت[۲] کو بھی دل چاہتا ہے اور سرہند میں حضرت مجدد[۳] (الف ثانی) کے مزار کی زیارت کا بھی ارادہ ہے ۔ کیا عجب ہے کہ (اس سلسلے میں) ملتان[۴] تک آنا ہو جائے ۔ ملتان میں کن کن بزرگوں کی زیارت ہے[۵] ؟ اُن سے اجازت لے لیجیے اور یہ بھی دریافت فرما لیجیے کہ کیا عنایت ہوگا ۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ۲۶ جون ۱۸۹۰ع

۱۔ خلیفہ سید محمد حسین وزیراعظم ریاست پٹیالہ سے ملنے کے لیے ۔
۲۔ یہاں ملازمت سے مراد سرسید سے ملاقات ہے ۔
۳۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ عہدِ عالم گیری کے مشہور بزرگ تھے ۔ ۱۱۳۴ ہجری مطابق ۱۶۳۲ عیسوی میں آپ نے وفات پائی ۔ آپ کا مزار سرہند میں مرجع خواص و عوام ہے ۔ سرسید کو ان سے بڑی عقیدت تھی مگر اُن کے مزار پر حاضری کا اُنھیں کبھی موقع نہ ملا ۔
۴۔ اُس وقت سردار محمد حیات خاں ملتان میں سرکاری ملازم تھے ۔
۵۔ سرسید کا مطلب یہ ہے کہ ملتان کے بڑے بڑے لوگ کون ہیں ، جن سے کالج کے لیے چندہ ملنے کی امید ہو سکتی ہے ؟ مگر سرسید اس سفر پر نہ آ سکے ۔

۹۲

بنام محمد سعید خاں

محمد سعید خاں سرسید کے بہت پرانے دوستوں میں تھے ۔ سرسید سے ان کے تعلقات اُس وقت سے تھے جب وہ غدر سے پہلے ۱۸۵۵ع میں بجنور کے صدر امین ہو کر گئے تھے ۔ اس وقت یہ وہاں کلکٹری میں ناظر تھے ۔ بعد میں ان کا تبادلہ مراد آباد میں ہو گیا ۔ خاں صاحب بہت بے ریا اور مخلص السان ہونے کے علاوہ فن تعمیر کے بہت اچھے ماہر بھی تھے ۔ سرسید نے جب علی گڑھ کالج کی عمارتیں بنوانی شروع کیں تو ان کو مراد آباد سے بلوا کر تعمیرات کا مہتمم مقرر کیا اور انھوں نے آخر تک نہایت مستعدی اور دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے ۔ سرسید انھیں مزاحاً ''گڑھ کپتان'' کہا کرتے تھے ۔ سرسید سمجھتے تھے کہ وہ علی گڑھ کالج کی عمارات علم کا گڑھ (قلعہ) ہیں ۔ اسی مناسبت سے انھوں نے ان کا لقب ''گڑھ کپتان'' تجویز کیا تھا ۔ یہ لقب اتنا دلچسپ اور پُرلطف تھا کہ سارے کالج کے طلباء اور ملازمین میں فوراً مقبول ہوگیا اور لقب کے آگے لوگ بھول گئے کہ ان کا اصلی نام کیا ہے ۔ قدیم کالج کی جس قدر مشہور اور عالی شان عمارتیں ہیں مثلاً اسٹریچی ہال ، سرسید کورٹ (مشرق اور شمالی) وکٹوریہ گیٹ ، ظہور گیٹ ، ظہور وارڈ اور مڈلس بوئین کلب وغیرہ سب ان ہی

کے اہتمام اور انتظام میں تعمیر ہوئی تھیں - ۱۹۰۶ء میں ان کا انتقال ہوا ان کی صاحب زادی کا نکاح حکیم مولوی منصور علی خاں سے ہوا تھا جو پہلے علی گڑھ کالج میں نائب ناظم دینیات رہے اور پھر حیدر آباد جا کر طبیہ کالج کے پرنسپل ہو گئے تھے - محمد سعید خاں کے نام کے مندرجہ ذیل تینوں خط پروفیسر ہارون خاں شیروانی کو مولوی منصور علی کے صاحب زادے نواب مقصود جنگ حکیم مقصود علی ناظم محکمہ طبابت اور طبیب خاص نظام حیدر آباد کے ہاں سے ملے ہیں - اور انھوں نے یہ خطوط رسالہ "فکر و نظر" علی گڑھ جلد نمبر ۳ بابت ماہ جولائی ۱۹۶۰ء میں شائع کرائے تھے - ہمیں یہ تینوں خط پروفیسر ڈاکٹر وحید قریشی ایم - اے ، پی ایچ - ڈی ، ڈی - لٹ ، مدیر اعزازی رسالہ صحیفہ لاہور کی مہربانی سے دستیاب ہوئے ہیں جنھوں نے بہت معقول رقم خرچ کرکے رسالہ "فکر و نظر" کے فائل خریدے اور نہایت فیاضی کے ساتھ مجھے نقل کرنے کے لیے مرحمت فرما دیے -

ان تینوں خطوط کا اسلوب تحریر یہاں اصل خطوط کے مطابق رکھا گیا ہے تاکہ ناظرین کرام کو سرسید کے اپنے تحریر کردہ رسم الخط سے اور اس وقت جو طرز الفاظ اور فقرات لکھنے کی عام طور پر رائج تھی ، اس سے ایک گونہ واقفیت ہو جائے - سرسید یائے معروف اور یائے مجہول میں کوئی فرق نہیں کرتے - یعنی یائے معروف کی بجائے یائے مجہول اور یائے مجہول کی بجائے یائے معروف بلا تکلف لکھ جایا کرتے تھے - مثلاً آتی ہیں کو "آتے ہیں" اور "جاتے ہیں" کو "جاتی ہیں" لکھ ڈالنے میں وہ کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے - نون غنہ کے پیٹ میں ایک نقطہ لگا دیا کرتے تھے - لفظ "آؤ" لکھنے میں نہ الف پر مد بناتے اور نہ واؤ پر ہمزہ لگانا ضروری سمجھتے تھے - دو چشمی ھ عبارت میں کہیں استعمال نہیں کرتے تھے - اکثر الفاظ کو ایک دوسرے سے ملا کر لکھتے تھے - مثلاً "اندنوں" اور "کیطرف" "تمنے ، تمسے" ملکر وغیرہ - سوسائٹی کو سوسیٹی لکھا کرتے تھے - "اس کا"

کو ''اوسکا'' رقم فرماتے تھے ۔ خط میں رہوؤں کی تعداد عربی رقم میں لکھا کرتے تھے جسے اب لوگ بھول چکے ہیں ۔ اور ''کرکے'' کو ''کر کر'' تحریر کیا کرتے تھے ۔ کوما ، فل سٹاپ وغیرہ عبارت میں کچھ نہیں لگاتے تھے ۔ بس لکھتے چلے جاتے تھے ۔ لفظوں پر اضافت لگانے کی بھی انھیں عادت نہیں تھی ۔ مندرجہ ذیل تینوں خطوط میں ان سب باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ نقل بالکل مطابق اصل رہے ۔

(۱)

(رسالہ فکر و نظر جلد ۱ نمبر ۳ بابت ماہ جولائی ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۰۲)

سرسید مراد آباد (یو ۔ پی) میں صدر الصدور تھے ۔ ۱۲ مئی ۱۸۶۲ء کو ان کا تبادلہ غازی پور کا ہو گیا ۔ وہاں پہنچنے اور اپنے عہدے کا چارج لینے کے بعد انھوں نے مندرجہ ذیل خط محمد سعید خاں کو لکھا تھا ۔

خان صاحب شفیق دلی سلامت !

تمہارا خط پہونچا درحقیقت تم مجکو یاد کرتے ہوگے ۔ ۔ ۔ ۔ میں ضرور آتا اگر تم اوگی تو تمسی ملکر نہایت خوش ہونگا تمی بہت اچھا کیا کہ جو نپتہ ہو دی۱ کے روڑکی۲ کی بھیجدی چھاپہ خانہ۳ جاری ہو گیا ہی مگر کیس نہیں ہیں اسی سبب سے بڑا ہرج ہوتا ہی جس قدر کیس طیار تھی اوسی کام نہیں چلتا تم مولوی جعفر علی صاحب وکیل سی ملو اور دریافت کرو کہ اگر بگھی کی قیمت وصول ہوی ہو تو جلد میری پاس بھیجدیں کیونکہ مجھی الدنوں روپیہ کی کی ضرورت ہی حامد و محمود و محمد احمد کی طرف سی سلام پونہچی میں یہاں بہت

۱۔ یہ فقرہ پڑھا نہیں گیا ۔ اصل کے مطابق لکھ دیا گیا ہے ۔

۲۔ اس نام کا صحیح تلفظ 'رڑکی' ہے ۔

۳۔ غازی پور میں سرسید نے ایک پریس بھی جاری کیا تھا جس میں چھاپی ٹائپ کی ہوا کرتی تھی ۔ اس پریس میں وہ اپنی مصنفہ کتابیں چھاپا کرتے تھے ۔

خوش ہوں خواجہ بخش اور کریم اللہ نجاران سے میرا سلام کہو اور پوچھو کہ اگر دو مہینہ کی لئی وہ یہاں اویں تو میں اونکو بلا لوں کہ چھاپہ خانہ کے کیس وغیرہ طیار کر جاویں یہاں کاریگر نہیں ملتی والسلام

سید احمد
یکم جون سنہ ۱۸۶۲ع غازیپور

(۲)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ ، جلد نمبر ۳ ، بابت جولائی ۱۹۶۰ع صفحہ ۱۰۲)

مندرجہ ذیل خط میں خاص بات یہ ہے کہ اس میں سرسید نے محمد سعید خاں کو اس امر سے مطلع کیا ہے کہ اخبار سائنٹی فک سوسائٹی (جس کا انگریزی نام علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ تھا) کا پہلا پرچہ کس تاریخ کو جاری ہوگا - یہ اردو اور انگریزی کا وہ مشہور اخبار تھا جس کے ذریعے سرسید نے علم اور ادب کی بڑی خدمت کی ہے -

خان صاحب مشفق مہربان کرمفرمائے مخلصان مظہر عنایت محمد سعید خان صاحب سلامت !

بعد اشتیاق ملاقات بہجت ایات واضح رائے شریف ہووے (کہ) عنایت نامہ مع ایک پارسل پہلوہ کے وصول شادمانے لایا میں نہایت ممنون ہوا میں بخیریت ہوں اور برخورداران محمد حامد اور محمود ہیے بخیر و عافیت ہیں اطمنان رکھنا آپکے خیرو عافیت اور برخوردار محمد حسین خان اطال اللہ عمرہ کے لوشتخوالد کا حال دریافت ہوئی سے بہت مسرت ہوئی برخوردار مذکور کو بہت بہت دعا کہدیجیے اور ہمیشہ اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہو[1] کہ باعث طانیت ہے -

---

۱- ''دعا کہدیجیے'' اور ''اطلاع دیتے رہو'' اس قسم کے متضاد فقرے اپنے خطوں میں اکثر استعمال کرنے کی سرسید کو عام عادت تھی اور وہ ایک ہی خط میں اور ساتھ ساتھ ضمیروں کے ان اختلافات کو فصاحت کے خلاف نہیں سمجھتے تھے -

مکرر واضح ہو کہ سوسیٹی[1] سے ایک اخبار ہفتہ وار مسمی ''اخبار سین ٹیفک سوسیٹی'' علی گڑھ جاری ہوتا ہے - پہلا پرچہ اوسکا ۳۰ مارچ ۱۸۶۶ع کو جاری ہوگا - چنانچہ اپکے پاس بہی پہلا پرچہ اوسکا بہیجا جاویگا - قیمت اخبار کی ۱۵ روپے[2] ہوگی - اوس پرچہ کو آپ لوگوں کو دکھلائیے اور جو صاحب امادہ خریداری ہوں اونکو امادہ کر کر اطلاع دینا - باقی خیریت ہے - والسلام

خاکسار
سید احمد
از علی گڑھ، ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ع

(۲)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ، جلد ۱، نمبر ۳، بابت جولائی ۱۹۶۰ع، صفحہ ۱۰۴)

یہ تیسرا خط سرسید نے اپنے دوست محمد سعید خاں کو اُس وقت لکھا ہے جب وہ ولایت کے سفر سے واپس علی گڑھ پہنچے - اس وقت محمد سعید خاں مراد آباد میں تھے -

شفیق عنایت فرمائے حال بندہ سلامت!

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آخر اکتوبر (۱۸۷۰ع) میں بتقریب دربار جناب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دو تین روز کے لیے میں مراد آباد اونگا اور تمسی انشاء اللہ تعالی ملاقات ہوگی - والسلام

خاکسار سید احمد
۱۱ اکتوبر ۱۸۷۰ع

۱- سوسیٹی سے مراد علی گڑھ سائنٹیفک سوسائٹی ہے -
۲- اصل خط میں ۱۵ روپے عربی رقم میں لکھے ہوئے ہیں -

۹۳

بنام مولوی محمد علی

ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ

(۱)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ٦ اپریل ۱۸۹٦ء)

احیائے علوم اسلامی اور اتحاد بین المسلمین کی غرض سے ۱۸۹۳ء میں علمائے کرام کا ایک جلسہ مجلس ندوۃ العلماء کان پور کے زیر اہتمام ہونا قرار پایا ۔ اس جلسے کے انعقاد کی اطلاع جب سرسید کو پہنچی تو انھوں نے مہتمم جلسہ کو یہ خط لکھا ۔

جناب مولوی صاحب مخدوم و مکرم من مولوی محمد علی صاحب مہتمم جلسہ ندوۃ العلماء !

بعد سلام مسنون التماس یہ ہے کہ کاغذات جلسہ مدرسہ فیض عام کان پور معہ پرچہ اطلاعی انعقاد جلسہ ندوۃ العلماء آپ کا دستخطی مرسلہ حافظ الٰہی بخش صاحب مہتمم مدرسہ فیض عام کانپور میرے پاس بحیثیت ایڈیٹر "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسا جلسہ جس میں ہمارے زمانے کے علماء و اکابر واسطے فلاح مسلمانوں کے جمع ہوں گے ، منعقد ہونے والا ہے ۔ ندوۃ العلماء کے اغراض جن کو میں نہایت عمدہ اور مفید خیال کرتا ہوں ، یہ بیان ہوئے ہیں کہ "علوم اسلامی گیوں کر زندہ رہ

سکتے ہیں اور مسلمانوں کا نفاق باہمی کس طرح رفع ہو سکتا ہے اور آئندہ کون سے طریقے اختیار کیے جاویں جس[1] سے اسلام اور نیز مسلمان اچھی حالت میں قائم رہ سکیں'' - یہ مقاصد نہایت عمدہ ہیں اور خدا تعالیٰ ان میں کامیاب کرے - اور خدا تعالیٰ ہمارے زمانے کے علماء کو سلف صالح کی پیروی نصیب کرے - اور اختلافی مسائل میں ایک دوسرے کی عداوت ان کے دل سے دور کرے -

مگر ایک اور امر جو سب سے ضروری اور مقدم ہے ، میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا گذرا ہے جس میں بجز تحصیل علوم دین کے اور کسی علم سے (اُن کو) سروکار نہ تھا ، جس کے سبب علوم دین کی ہزاروں کتابیں ، حدیث ، تفسیر ، فقہ ، اسماے رجال ، اصول حدیث ، اصول فقہ وغیرہ موجود ہوگئیں - اس کے بعد ایک زمانہ آیا جس میں حکمت و فلسفہ یونان کا مسلمانوں میں رواج ہوا اور اس کے سبب سے عقائد مذہبی میں بہت کچھ خلل واقع ہوا یا واقع ہونے کا اندیشہ ہوا - اس وقت علماء نے مذہب اسلام کی تائید پر کمر باندھی اور علم کلام ایجاد گیا اور اسلام کی نصرت کی - مگر وہ زمانہ بھی گیا اور جدید فلسفہ اور جدید حکمت اور جدید علوم حکمیہ پیدا ہوئے - اور اس کے مسائل اور جو تحقیقات علوم طبعی کی اس میں ہوئی ہے وہ بہت زیادہ مخالف مسائل موجودہ اسلام کی ہے - اور ان جدید علوم کا روز بروز زیادہ شیوع ہوتا جاتا ہے اور کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہو سکتا - اگلے زمانے کے عالموں نے بھی حکمت اور فلسفۂ یونان بلکہ منطق کے پڑھنے کو بھی حرام قرار دیا تھا مگر اس سے کچھ نتیجہ نہیں ہوا - ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس کو پڑھا اور لاچار خود علماء نے اس کی تحصیل کی اور علم کلام ایجاد کیا -

جو مسائل حکمت و فلسفہ و طبیعات کے علوم جدیدہ کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہیں ان کے لئے وہ علم کلام جو یونانی فلسفہ و حکمت کے مقابل بنایا گیا تھا ، کافی نہیں ہے اور تفاسیر قرآن مجید و حدیث شریف اور دیگر کتب مصنفۂ اہل اسلام میں اس کے متعلق کچھ پایا نہیں جاتا اور اس سبب سے الحاد و زندقہ مسلمانوں میں پھیلتا جاتا ہے جو نہایت سخت وبا ہے جس کی روز بروز ترقی ہونے کی امید قوی ہے - پس اس کا کیا علاج ہے ؟

امید ہے کہ آپ میرے اس عریضے کو ندوۃ العلماء کے سامنے پیش

۱- بجائے 'جس سے' یہاں 'جن سے' چاہیے -

فرماویں گے اور جو ہدایت علماء کی اس باب میں ہو اس کو مشتہر فرماویں گے تاکہ مسلمان اس آفت سے ، جس کی پناہ کسی جگہ نہیں معلوم ہوتی ، محفوظ رہیں ۔ والسلام[1]

علی گڑھ　　　　　　　　　　خاکسار
۲۷ رمضان المبارک　　　　　　　　سید احمد
۱۳۱۲ھ ، مطابق ۱۸۹۳ء

(۲)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی محمد علی صاحب ناظم ندوۃ العلماء !

بعد سلام مسنون عرض یہ ہے کہ آپ کا نوازش نامہ اور حصہ اول روئداد ندوۃ العلماء پہنچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ اُس پر ریویو لکھنا اور فرائض ریویو نویسی کو پورا پورا ادا کرنا کسی قدر مشکل اور نامناسب ہے ۔ ایک عمدہ کام شروع ہوا ہے ، اس کو چلنے دینا چاہیے ۔ خدا اس کا ایک نتیجہ پیدا کرے ۔ میں اس کی رسید اخبار میں چھاپوں گا اور نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی کانفرنس کے اجلاس میں ایک رزولیوشن پیش کریں گے اور جو آپ کا ارشاد ہے اس پیرایہ میں اُس کی تعمیل ہو جائے گی ۔ اگرچہ مجھ کو کچھ توقع نہیں ہے کہ باہم علماء کے اتفاق ہو ، الا کوشش ضرور ہو ۔ والسلام علیکم

علی گڑھ　　　　　　　　　　خاکسار
سید احمد
۲۱ دسمبر ۱۸۹۳ء

۱۔ سرسید نے اپنے اس تاریخی خط کا خلاصہ اپنی اس تقریر میں بھی پڑھ کر سنایا تھا جو انھوں نے بمقام علی گڑھ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے نویں سالانہ اجلاس میں کی تھی ۔

۹۴

بنام مولوی محمد فاروق چریا کوٹی

(رسالہ اردو ، کراچی ، جلد ۳۸ ، نمبر ۱ و ۲ ، بابت ماہ جنوری و اپریل ۱۹۵۹ع ، صفحہ ۱۰۵)

یہ ایک نہایت ممتاز اور نامور فاضل اور بڑے متبحّر عالم تھے۔ عربی اور فارسی گویا ان کی مادری زبانیں تھیں جن میں انھوں نے داد فصاحت دی ہے ۔ عربی و فارسی میں اشعار بھی بہت اچھے کہتے تھے اور صرف و نحو ، ہیئت ، منطق اور فلسفہ کے زبردست عالم تھے ۔ اُنھوں نے مختلف اوقات میں سینکڑوں لوگوں کو بڑی لیاقت اور قابلیت کے ساتھ ان علوم کی تعلیم دی ہے ۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرّف ہو چکے تھے ۔ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی ، ڈاکٹر انصاری اور اُن کے بھائی حکیم نابینا جیسے فاضل حضرات ان کے شاگرد تھے ۔ مولوی سید سلیمان ندوی نے بھی ان سے پڑھا ہے ۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۹ع کو وفات پائی ۔ عربی و فارسی کے متعدد رسائل اُن کی یادگار ہیں۔ اردو میں 'مسدس عوامی' کے نام سے 'مسدس حالی' کا جواب بھی لکھا تھا ۔ شمس العلماء مولوی محمد امین اور مولانا محمد مبین کیفی چریا کوٹی ان کے فرزند ہیں ۔

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولانا محمد فاروق صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مع خطبۂ عربی پہنچا[1] - ہمارے اعزاز کا باعث ہوا - درحقیقت آپ جیسے بزرگ فردِ زمانہ کا اس محبت سے پیش آنا ہمارے فخر کا باعث ہے - میں تو اس لائق نہیں ہوں کہ اس خطبے کی داد دوں ، مگر اس قدر عرض ہے کہ ہم کو آپ کی ذات پر نہایت فخر ہے - اب بھی ہماری قوم میں ہمارے اسلاف کے نمونے موجود ہیں اور ہم خوش ہیں بلکہ مغرور ہیں کہ جس طرح ہم اپنے گذشتہ بزرگوں پر فخر کرتے ہیں اسی طرح آپ کی ذات کے سبب موجودہ بزرگوں پر بھی فخر کر سکتے ہیں - خدا آپ کو زندہ و خوش و خرم رکھے - یہ سردی ختم ہوئی - آپ ضرور تشریف لائیے اور ہمارے مخدوم مولوی عنایت رسول صاحب[2] کو ضرور لائیے -

خاکسار
سید احمد[3]

۱- یہ خطبہ سرسید کے لڑکے سید محمود کے نکاح کا خطبہ تھا جو عربی میں لکھا گیا تھا اور اس صنعت کے ساتھ کہ اس میں کوئی نقطے والا لفظ نہیں آیا تھا - یہ خطبہ مع اردو ترجمہ میرے دوست پروفیسر محمد ایوب قادری نے اپنی مشہور کتاب ترجمہ ''تذکرہ علمائے ہند'' کے صفحہ نمبر ۳۶۳ پر بسلسلہ حالات مولوی محمد فاروق چریا کوٹی درج کیا ہے -

۲- مولانا عنایت رسول صاحب ، مولوی محمد فاروق صاحب کے بڑے بھائی تھے - اُن کے نام بھی سرسید کے کئی خط ہیں -

۳- اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے -

۹۵

بنام مولانا محمد قاسم نانوتوی

بانیِ دارالعلوم دیوبند

(بتوسط پیر محمد عارف صاحب)

(تصفیۃ العقائد ، مطبوعہ ۱۸۸۷ء ، صفحہ ۳ تا ۵)

عقائد اسلام کی تحقیق و تنقیح کے متعلق مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانیِ دارالعلوم دیوبند اور سرسید کے درمیان پیر محمد عارف نامی ایک صاحب کے توسط سے کچھ خط و کتابت ۱۸۶۰ء میں اُس وقت ہوئی تھی جب سرسید بنارس میں صدر الصدور تھے اور سرسید کی مذہبی و قومی مشغولیتوں کا ابتدائی زمانہ تھا ۔ اس سلسلے میں ہم کو سرسید کا صرف ایک ہی خط ملا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

مولوی محمد قاسم صاحب بڑے پائے کے فاضل تھے ۔ ۱۸۳۲ء میں بمقام نانوتہ (ضلع سہارن پور) پیدا ہوئے اور ۱۸۸۰ء دیوبند میں وفات پائی ۔ فقہ ، حدیث ، تفسیر ، منطق ، بیان اور علم کلام کی تعلیم دہلی میں مولوی مملوک علی اور حضرت شاہ عبدالغنی سے حاصل کی اور پھر ساری عمر درس و تدریس میں گزار دی ۔ عیسائیوں اور آریوں سے بڑے معرکۃ الآرا مباحثے کیے ۔

آپ بہت سی کتابوں کے مصنف اور دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں ۔

جناب پیر جی ۱ صاحب مخدوم مکرم سلامت !

بعد سلام مسنون کے عرض یہ ہے کہ بزرگان سہارنپور نے جو نوازش و دل سوزی میرے حال زار پر کی ، جس کا ذکر آپ نے مجھ سے فرمایا ، میں دل سے اُن کا شکر ادا کرتا ہوں ۔ اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لاویں تو میری سعادت ہے ۔ میں اُن کی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھوں گا ۔ مگر اس وقت مرزا غالب کا ایک شعر مجھے یاد آیا ہے :

حضرت ناصح جو آویں دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

جناب من ! میری تمام تحریریں (جن کے سبب میں کافر و مرتد ٹھہرا ہوں اور وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے ساتھ کفر جمع ہوا ہے جو میرے نزدیک محالات سے ہے) چند اصول پر مبنی ہیں ۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اُن اصولوں کو بزرگان سہارنپور کی خدمت میں بھیج دیں ۔ اگر اُن میں کچھ غلطی ہے تو بلاشبہ نصیحت ناصح کارگر ہوگی ، ورنہ ایسا نہ ہو کہ ناصح ہی مجھ جیسے نہ ہو جاویں ۔ اور وہ اصول یہ ہیں :

اول : خدائے واحد ذوالجلال ازلی و ابدی خالق و صانع تمام کائنات کا ہے ۔

دوم : اُس کا کلام اور جس کو کہ اُس نے رسالت پر مبعوث کیا ، اُس کا کلام ہرگز خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ نہیں ہو سکتا ۔

۱- پیر جی محمد عارف جن کی معرفت یہ خط سر سید نے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کو بھیجا ، سرسید کے بہت پرانے اور گھرے دوستوں میں سے تھے ۔ یو ۔ پی کے مشہور مردم خیز خطہ انبیٹہ کے پیرزادگان کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۔ ان کے والد حضرت شاہ ممتاز علی قصبے کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے ۔ پیر جی نے گورنمنٹ انگریزی کی طویل ملازمت کے بعد ۱۸۹۳ء میں پنشن پائی اور خانہ نشین ہوگئے ۔ سال وفات معلوم نہ ہو سکا ۔

سوم : قرآن مجید بلاشبہ کلامِ الٰہی ہے - کوئی حرف اُس کا نہ خلافِ حقیقت ہے اور نہ خلافِ واقعہ -

چہارم : قرآن مجید کی جس قدر آیات کہ ہم کو بظاہر خلافِ حقیقت یا خلافِ واقعہ معلوم ہوتی ہیں ، وہ دو حال سے خالی نہیں -

(۱) یا تو اُن آیات کا مطلب سمجھنے میں ہم سے غلطی ہوئی ہے -
(۲) یا جس کو ہم نے حقیقت اور واقعہ سمجھا ہے اس میں غلطی کی ہے - اس کے برخلاف کسی محدث یا مفسّر کا قول قابلِ تسلیم نہیں ہے -

پنجم : جس قدر کلام الٰہی جناب پیغمبر خدا صلعم پر نازل ہوا وہ سب بین الدفتین موجود ہے - ایک حرف بھی اس سے خارج نہیں ہے - اگر ہو تو کوئی آیت قرآن مجید کی بطور یقین حمل نہیں ہے ، کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی آیت خارج رہ گئی ہو جو آیات موجودہ بین الدفتین کے برخلاف ہو - فقط نہ ملنا کسی آیت کا اُس کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہو سکتا -

ششم : کوئی انسان (سوائے رسول خدا صلعم کے) ایسا نہیں ہے جس کا قول و فعل بلا سند قول و فعل رسول کے دینیات میں قابلِ تسلیم ہو ، یا جس کی عدم تسلیم سے کفر لازم آتا ہو - اس کے برخلاف اعتقاد رکھنا شرک فی النبوۃ ہے -
مقصود یہ ہے کہ جس طرح عام انسانوں اور پیغمبر میں تفاوت ہے ، اُسی طرح اُن کے قول و فعل میں بھی تفاوت ہے -

ہفتم : دینیات میں سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام کی اطاعت میں ہم مجبور ہیں اور دنیوی اُمور میں مجاز - اس مقام پر "سنت" کے لفظ سے میری مراد احکام دین ہیں - فقط -

ہشتم : احکامِ منصوصہ : احکام دین بالیقین ہیں اور باقی مسائل اجتہادی اور قیاسی سب ظنی ہیں -

نہم : انسان خارج از طاقت انسانی مکلف نہیں ہو سکتا - پس اگر وہ ایمان پر مکلف ہے تو ضرور ہے کہ ایمان اور اس کے وہ احکام جن پر نجات منحصر ہے عقل انسانی سے خارج نہ ہوں - مثلاً ہم

خدا کے ہونے پر ایمان لانے کے مکلف ہیں مگر اُس کی ماہیت ذات کے جاننے پر مکلف نہیں ۔

دھم : افعال ماموره فی نفسه حسین ہیں اور افعال ممنوعه فی نفسه قبیح ہیں ، اور پیغمبر صرف ان کے خواص حسن یا قبح کے بتانے والے ہیں ، جیسے کہ طبیب جو ادویہ کے ضرر و نفع سے مطلع کر دے ۔ اس مقام پر لفظ '' افعال'' گو ایسا عام تصور کرنا چاہیے جو افعال جوارح اور افعال قلب وغیرہ سب پر شامل ہو ۔

یازدھم : تمام احکام مذہب اسلام کی فطرت کے مطابق ہیں ۔ اگر یہ نہ ہو تو اندھے کے حق میں نہ دیکھنا اور سوجھاکے کے حق میں دیکھنا گناہ ٹھہر سکے گا ۔

دوازدھم : وہ قویٰ جو خدا تعالیٰ نے انسان میں پیدا کیے ہیں اُن میں وہ قویٰ بھی ہیں جو انسان کو کسی فعل کے ارتکاب کے محرّک ہوتے ہیں ، اور وہ قوت بھی ہے جو اس فعل کے ارتکاب سے روکتی ہے ۔ ان تمام قویٰ کے استعمال پر انسان مختار ہے مگر ازل سے خدا کے علم میں ہے کہ فلاں انسان کن کن قویٰ کو اور کس کس طور پر کام میں لاوے گا ۔ اُس کے علم کے برخلاف ہرگز نہ ہوگا ۔ مگر اس سے انسان اُن قویٰ کے استعمال یا ترک استعمال پر جب تک کہ وہ قویٰ قابل استعمال کے اُس میں ہیں مجبور نہیں متصور ہو سکتا ۔

سیزدھم : احکام دین اُن مجموع احکام کا نام ہے جو یقینی من‌اللہ ہیں ۔ فقط

چہاردھم : احکام دین اسلام دو قسم کے ہیں :

(۱) ایک وہ جو اصلی احکام دین کے ہیں اور وہ بالکل فطرت کے مطابق ہیں ۔

(۲) دوسرے وہ جن سے اُن اصلی احکام کی حفاظت مقصود ہے مگر اطاعت اور عمل میں اُن دونوں کا رتبہ برابر ہے ۔

پانزدھم : تمام افعال و اقوال رسول خدا صلعم کے سچائی تھے ۔ مصلحت وقت کی نسبت رسول کی طرف کرنی سخت بے ادبی ہے جس میں خوف کفر ہے ۔

مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگوں نے مصلحت وقت کے معنی سمجھے ہیں ؛ یعنی ایسے قول یا فعل کو کام میں لانا جو در حقیقت بے جا تھا مگر مصلحتِ وقت کا لحاظ کر کر اُس کو کہہ دیا یا کر لیا ۔

اگرچہ ان کے سوا اور چند اصول بھی ہیں مگر آج تک جو کچھ تحریر ہوا ہے وہ اکثر یا قریب کل کے سوائے ایک آدہ مسئلے کے انہی اصول پر مبنی ہے ۔ پس اگر بزرگان سہارنپور ان اصول کی غلطی سے مجھے مطلع فرمائیں گے ، میں دل و جان سے شکر ادا کروں گا ۔ والسلام

سید احمد

۹۶

بنام نواب سر محمد مزمّل اللہ خاں

آنریبل نواب سر محمد مزمّل اللہ خاں بھیکم پور ضلع علی گڑھ کے شروانی رئیسوں میں سے نہایت ممتاز بزرگ تھے - بڑے مخیّر، دریا دل اور فیاض السان تھے - قومی اداروں اور علمی مجالس کی دل کھول کر اعانت اور امداد کرتے رہتے تھے - بہت بے تعصب اور روادار شخص تھے - بے حد دولت مند ہونے کے باوجود منکسر المزاج اور خاکسارانہ طبیعت رکھتے تھے اور بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے - حج کعبہ اور زیارت مدینہ منورہ کا شرف بھی حاصل کر چکے تھے - تمام قومی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے - اس سلسلے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر بھی رہے - عربی، فارسی اور انگریزی کے فاضل تھے اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے - اُن کا فارسی مجموعۂ کلام چھپ گیا ہے - تقریر بھی نہایت شگفتہ ہوتی تھی اور تحریر بھی - ہر علمی مجلس، ہر ادبی محفل اور ہر قومی انجمن کے روح رواں تھے اور یہ مجالس اُن کی شرکت کے بغیر سونی رہتی تھیں - آپ نے مسلم یونیورسٹی کو گراں قدر عطیات دیے اور اُس کی ترقی میں ہمیشہ کوشاں رہے - ۱۸۶۴ع میں پیدا ہوئے اور ۷۴ برس کی عمر پا کر ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ع کو اس سرائے ناپائدار سے

عالمِ جاودانی کی طرف کوچ فرمایا اور دنیا ایک قابل، لائق
اور نامور انسان سے خالی ہو گئی ۔

(۱)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، بابت ۱۰ ستمبر ۱۸۸۹ء)

مخدومی مکرمی محمد سمیع اللہ خاں صاحب!

آپ کا عنایت نامہ در باب محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے پہنچا اور خدا کا بے انتہا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ضلع میں بھی ، جہاں میں نے قومی ہمدردی ، قومی بھلائی ، قومی ترقی کا باغ لگایا ہے ، ایسے نوجوان عالی ہمت رئیس پیدا کیے ہیں جو قومی ہمدردی کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں اور قومی بھلائی میں فیاضی کرنے کو مستعد ہیں ۔ خدا اس سے زیادہ ہمت و اقبال و عمر دراز آپ کو عطا کرے جو قومی کاموں میں صرف ہو ۔

آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کی مہمان داری کا کل خرچ آپ دینے کو موجود ہیں ، اس کا دل سے شکر گزار ہوں ۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ میں اس امر کے بالکل مخالف ہوں کہ کوئی خاص شخص ان اخراجات کو ادا کرے اور اس طریقے کو میں بالکل توڑنا چاہتا ہوں ۔ پس افسوس ہے کہ میں آپ کی یہ درخواست منظور نہیں کر سکتا ۔ مگر آپ نے جو سو روپے بطور چندہ کے مرحمت کرنا تجویز فرمایا ہے تو بحالت ضرورت اور موقع وقت پر شاید اس میں کچھ عذر نہ کروں ۔ مگر ابھی اس کے تصفیہ کا وقت نہیں آیا ہے ۔ اس میں کچھ شبہ نہیں رہا ہے کہ اس سال ایجوکیشنل کانگریس کا اجلاس علی گڈھ میں ہوگا ، اور کبھی توقع نہیں ہو سکتی کہ اس کثرت سے جیسے لکھنؤ یا لاہور میں لوگ جمع ہوئے تھے ، علی گڈھ میں جمع ہوں گے ۔ لکھنؤ میں زیادہ تر مجمع جناب منشی امتیاز علی صاحب کی وجاہت سے ہو گیا تھا ۔ لاہور میں جو اس سے بھی زیادہ مجمع اور بے انتہا خوبی و خوبصورتی سے اور شان و شوکت سے ہوا اس کا پہلا سبب تو یہ تھا کہ پنجاب کے لوگ زندہ دل ہیں ۔ ہمارے ملک کے لوگوں کی مانند مردہ دل نہیں اور ان میں قومی ہمدردی اور قومی بھلائی کی ایسی تحریک پیدا ہو گئی ہے کہ اگر وہ تحریک سیدھے راستے پر پڑ جاوے تو قوم کو بے انتہا فائدہ ہو ۔ وہ تحریک خواہ مخواہ لوگوں کو ایسے جلسوں میں گھسیٹ لاتی ہے ۔ اس کے علاوہ خان بہادر

محمد برکت علی خاں صاحب اور سردار محمد حیات خان بہادر سی - ایس - آئی اس مجلس کے افسران اعلیٰ میں سے تھے جن کی محبت اور قومی ہمدردی نے تمام پنجاب کو اپنا بنا لیا ہے اور جن کی وجاہت و عزت اور سرداری کا تمام پنجاب ادب کرتا ہے - مگر ہمارے ملک کا یہ حال نہیں ہے - نہایت لائق شخص بھی اپنی خود غرضی ہر قومی بھلائی کے کام کو دانستہ نقصان پہنچانے اور اگر زیادہ ضرورت ہو تو برباد کرنے کو حاضر ہے - ہزاروں لاکھوں میں ایک شخص کو بھی نہ پائیے گا جس کو قومی ہمدردی کا خیال ہو - ہاں کچھ کچھ لوگ اس لفظ کو زبان سے نکالنے لگے ہیں مگر یقولون ما لایفعلون کی گھاٹی سے آگے نہیں بڑھے - پس کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ اس ملک کے لوگوں کو اس جلسے میں گھسیٹ لاوے جس کو لغو وہ اور بے فائدہ سمجھتے ہیں - سال بھر میں صرف مسلمانوں کے باہم یک جا ہونے کو بھی لاحاصل جانتے ہیں - پس اس ملک کے لوگوں میں جو اس جلسے میں آویں نہایت قلیل تعداد ہوگی - ایک یا دو اور شاید تین تمام اودھ سے ، پانچ چار کانپور سے ، دو یا تین بہت سے بہت چار الہ آباد سے ، ایک نہایت دو بنارس سے ، دو تین دہلی سے ، دو تین میرٹھ سے ، ایک آدھ سہارن پور سے ، باقی بالخیر شما سلامت - اگر ان سب کی اعلیٰ تعداد شمار کی جاوے تو ۲۱ ہوتی ہے - علی گڈھ میں نے نہیں گنا ، اس لیے کہ سوائے آپ کے مجھے اور کوئی نہیں سوجھا - باقی رہا پنجاب ، وہاں کے لوگ بلا شبہ آویں گے - بہرحال بہت سے بہت مہمان جمع ہوں تو سو سے زیادہ نہیں ہو سکتے - پس یہ کچھ ایسا مجمع نہیں ہے کہ جس کے اخراجات مہمان داری کا زیادہ تردد کیا جاوے - مجھ کو جو فکر ہے وہ یہ ہے کہ کسی حیلے سے مسلمان طالب علموں کی امداد کا فنڈ جمع ہو جس کی از حد ضرورت ہے - اور روز بروز مجھ کو تجربہ بڑھتا جا رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی ترقی تعلیم ہو سکتی ہے تو ان کی تعلیم کے لیے امدادی فنڈ کے جمع کرنے سے ہو سکتی ہے اور اسی لیے چاہتا ہوں کہ اس مجمع کو ایک ذریعہ اس فنڈ کے جمع ہونے کا بنایا جاوے - و اللہ المستعان - دوبارہ آپ کی عنایت و مہربانی کا شکریہ کرتا ہوں - والسلام

علی گڈھ	خاکسار
۱۰ ستمبر ۱۸۸۹ع	سید احمد

(۲)

(رسالہ فکرونظر، علی گڑھ، جلد ۲، نمبر ۱، بابت جنوری ۱۹۶۱ء، صفحہ ۱۲۹)

نواب صاحب کے نام خطوط نمبر ۲، ۳، ۴ ڈاکٹر یوسف حسین خاں ایڈیٹر "فکر و نظر" کو مرحوم کے صاحب زادے نواب رحمت اللہ خاں سے حاصل ہوئے جو انھوں نے "فکر و نظر" میں شائع کیے۔ خط نمبر ۲ سرسید کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور خط نمبر ۳، ۴ کسی اور شخص کے قلم سے ہیں مگر آخر میں دستخط سرسید کے اپنے ہیں۔

مخدومی مکرمی محمد مزمّل اللہ خاں صاحب!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مولوی مہدی علی کے نام کا خط روانہ کر دیا۔ اُن کی طرف سے آپ کی عنایت کا شکر (ادا) کرتا ہوں۔ (اس کے بعد) اب میں خاص اپنی جانب سے بلکہ (ساری) قوم کی جانب سے آپ کی اُس عنایت کا شکر (ادا) کرتا ہوں جو آپ نے (ایک) سو روپے چندہ روشنی کے سامان (کے لیے) سنٹرل ہال میں دینا منظور فرمایا ہے۔ بہتر ہو کہ نقشہ بنگلہ مولوی مہدی علی (کے) پاس بھیج دیا جاوے تاکہ اُن کو معلوم ہو کہ کون سا کمرہ آپ رکھنا چاہتے ہیں اور کون سا اُن کو دینا ہے۔ جب آپ آویں گے تو میں نقشہ درست کر دوں گا۔ والسلام

خاکسار سید احمد
علی گڑھ ۲۸ اگست ۱۸۹۳ء

(۳)

(رسالہ فکر و نظر ، علی گڑھ ، جلد ۲ ، نمبر ۱ ، بابت جنوری ۱۹۶۱ ء ، صفحہ ۱۲۹)

مخدومی مکرمی محمد مزمّل اللہ خاں صاحب رئیس بھیکم پور ٹرسٹی ، مدرسۃ العلوم علی گڑھ !

جو تغلب کثیر مدرسے کے حسابات میں واقع ہوا ہے[۱] اوس کی بابت ۲ ستمبر سنہ ۱۸۹۵ ء کو گیارہ ٹرسٹی باہم مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے اور یہ صلاح قرار پائی کہ جس قدر ممکن ہو سکرٹری تمام حسابوں کو جانچ کر مفصل کیفیت مرتب کرے اور جو حساب کہ سکرٹری نے مرتب کیا ہو اوس کے جانچنے اور پرتالنے کے لیے دو ٹرسٹی اور اون کی امداد کے لیے ایک شخص انگریزی خواں مقرر کیا جاوے ۔ چنانچہ اون ٹرسٹیوں نے آپ کو اور مرزا عابد علی بیگ صاحب کو اس کام کے لیے منتخب کیا ہے اور سید ولایت حسین سیکنڈ ماسٹر کو بطور آپ کے مددگار کے قرار دیا ہے ۔ مرزا عابد علی بیگ صاحب ٹرسٹی اس مشورے کے جلسے میں شریک تھے اور انھوں نے حسابات مرتبہ سکرٹری جانچنا اور پرتالنا منظور کر لیا ہے اور اسی غرض سے یہاں مقیم ہیں اور امید ہے کہ آپ بھی اوس کو منظور کریں گے ۔ پس بعد مرتب ہونے حساب کے میں آپ کو اطلاع دوں گا اور امید ہے کہ آپ علی گڑھ میں تشریف لا کر بشراکت مرزا عابد علی بیگ صاحب اون حسابات کو جانچیں گے اور سید ولایت حسین انگریزی داں بطور مددگار کے آپ کے ساتھ شریک

۱۔ ایک لاکھ پانچ ہزار چار سو نو روپے کا یہ کثیر غبن کالج کے ٹرسٹیوں کی غفلت اور سرسید کے اُس غلط اعتبار کی وجہ سے ہوا جو انھوں نے شام بہاری لال ہیڈ کلرک علی گڑھ کالج پر کیا ۔ اگر سرسید اور ٹرسٹی باقاعدہ اور مسلسل حسابات کالج کی جانچ پڑتال کراتے رہتے تو اُس کو محاسبے کے خوف سے غبن کرنے کی جرأت نہ ہوتی ۔

اس غبن کی تفصیل سرسید نے مولانا حالی کو لکھی تھی جو اُن کے نام کے خطوط میں موجود ہے اور مولانا حالی نے خود بھی "حیاتِ جاوید" میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے ۔

ہوں گے ۔ فقط

سید احمد

علی گڑھ ۵ ستمبر ۱۸۹۵ع

لیف آنریری سکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم

(۴)

(رسالہ فکر و نظر ، علی گڑھ ، جلد ۲ ، نمبر ۱ ، بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ع
صفحہ ۱۳۰)

افسوس صد افسوس کہ اس وقت میں نے زبانی ڈاکٹر شفاعت اللہ کے سنا کہ دفعتاً آپ کی اہل خانہ مرحومہ کا انتقال ہو گیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون یہ صدمہ ناگہانی آپ پر ایسے رنج اور الم کا واقع ہوا ہے جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا ۔ مگر تقدیر سے کچھ چارہ نہیں ہے ۔ آپ کو یقین ہوگا کہ بسبب اُس محبت و یگانگت کے جو مجھ کو آپ سے ہے مجھ کو بھی نہایت درجہ کا رنج ہوا ہے ۔ میں آپ کے ساتھ اس رنج و الم میں شریک ہوں لیکن بجز صبر کے کچھ چارہ نہیں ہے ۔ خدا اوس مرحومہ کو جنت میں جگہ دے اور آپ کو صبر عطا کرے اور اطفال صغیر السن کو اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔ والسلام

سید احمد

علی گڑھ ، ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۹۷ع

بنام خواجہ محمد یوسف صاحب

خواجہ صاحب مرحوم کے نام کے یہ سارے خطوط مولوی مشتاق حسین صاحب اورینٹل اسسٹنٹ یونیورسٹی لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے رسالہ ''فکر و نظر'' میں شائع فرمائے تھے۔ سخت افسوس ہے کہ مولوی صاحب کا ۱۳ اپریل ۱۹۶۵ع کو انتقال ہو گیا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ان خطوط کی تمہید بھی ''فکر و نظر'' میں خود ہی لکھی تھی جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

''سرسید کے سات خط اس وقت پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ ساتوں خط خواجہ عبدالمجید مرحوم کے والد بزرگوار خواجہ محمد یوسف کے نام ہیں۔ خواجہ محمد یوسف علی گڑھ کے رئیس اور ایک ممتاز وکیل تھے۔ سرسید احمد خاں خواجہ محمد یوسف کی اہلیہ محترمہ کے حقیقی پھوپھا تھے۔ اس تعلق کی وجہ سے خواجہ صاحب کی عقیدت سرسید مرحوم سے اور بھی گہری ہوگئی تھی۔ خواجہ صاحب کا انتقال ۱۹۰۲ع میں ۶۳ سال کی عمر میں ہوا۔ وہ عرصے تک سائنٹیفک سوسائٹی کے نگران کار اور کچھ دن اس کے ایڈیٹر بھی رہے تھے۔

خواجہ محمد یوسف کا سلسلۂ نسب خواجہ عبیداللہ احرار (متوفی ۸۹۵ھ) سے ملتا ہے جو سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک ممتاز

رکن تھے ۔ اُن کے دادا خواجہ عبدالقادر ہندوستان آئے اور قصبہ ساسنی ضلع علی گڑھ میں سکونت اختیار کی ۔ خواجہ صاحب انگریزوں کے مخالف تھے اور فتح خاں قلعہ دار علی گڑھ (کی) جو انگریزوں سے نبردآزما تھا ، مدد بھی کی تھی ۔ فتح خاں کو شکست دینے کے بعد انگریزوں نے ساسنی کا رخ کیا مگر خواجہ عبدالقادر (کسی طرح) بچ بچا کر علی گڑھ پہنچ گئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی ۔ وہ یہیں فوت ہوئے اور (درگاہ) شاہ جمال میں مدفون ہیں ۔ اُن کے بیٹے یعنی خواجہ محمد یوسف کے باپ اور خواجہ عبدالمجید مرحوم کے دادا خواجہ تراب علی کا مزار بھی (درگاہ) شاہ جمال میں ہے ۔

یہ خطوط مسلم یونیورسٹی کے اُن پرانے کاغذات سے برآمد ہوئے ہیں جو حال ہی میں رجسٹرار آفس نے یونیورسٹی کے کتاب خانے میں منتقل کر دیئے ہیں ۔ راقم یونیورسٹی کے شکریے کے ساتھ یہ خطوط شائع کر رہا ہے ۔ یہ خطوط سرسید کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سرسید کے (خطوط کے) کسی مجموعے میں خواجہ یوسف کے نام کا کوئی خط موجود نہیں ہے ۔''

مولوی مشتاق حسین مرحوم کے پیش کردہ سات خطوط کے علاوہ مجھے خواجہ محمد یوسف کے نام کے چار اور خطوط بھی رسالہ ''فکر و نظر'' کے دیگر پرچوں میں ملے ہیں ۔ وہ چار خطوط بھی میں یہاں درج کر رہا ہوں ۔ اب خواجہ محمد یوسف کے نام سرسید کے خطوط کی تعداد گیارہ ہو گئی ہے ۔ اس سے پہلے خطوط سرسید کے کسی مجموعے میں خواجہ محمد یوسف کے نام سرسید کا کوئی خط شائع نہیں ہوا ۔

(۱)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ ، جلد ۴ ، نمبر ۱ ، بابت جنوری ۱۹۶۳ع
صفحہ ۱۱۸)

مکرمی مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب !

یہ خط[1] مدرسۃ العلوم کی فیل بک[2] میں لگایا جاوے گا اور چندہ کی کتاب نامرتب ہے ۔ جب آخر دسمبر ۱۸۷۸ع تک مرتب ہو جاوے گی تو جنوری ۱۸۷۹ع میں یہ چندہ تین سو روپے کا بمد تعمیر مندرج ہوگا ۔

سید احمد
۲ جنوری ۱۸۷۹ع

(۲)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ ، جلد ۴ ، نمبر ۱ ، بابت جنوری ۱۹۶۴ع ،
صفحہ ۱۱۸)

مکرمی مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب !

بل تنخواہ مدرسۃ العلوم بابت ماہ نومبر (۱۸۷۸ع) ''فیل بک'' میں سے نکال کر فی الفور میرے پاس بھیج دو ۔ میں نے جناب لائل صاحب[3] فارن سکرٹری سے در باب داخل کرنے وارڈ لڑکوں کے ذکر کیا تھا ۔ وہ اس (کام) میں مدد دینے کو نہایت مستعد ہیں ۔ سارے حالات متعاقب تحریر کروں گا ۔

کلکتہ
۱۳ جنوری ۱۸۷۹ع

خاکسار
سید احمد

۱۔ یہ خط نواب وقار الملک کا تھا اور انھوں نے خط کے ساتھ تین سو روپے کالج کی تعمیر کی مد میں بھیجے تھے ۔

۲۔ File Book ۔

۳۔ لائل کا پورا نام Sir Alfred Comyn Lyall ہے ۔ یہ ۱۸۳۵ع میں پیدا ہوا اور ۱۹۱۱ع میں مر گیا ۔ ۱۸۵۵ع میں I. C. S. کی حیثیت سے بنگال سول سروس میں داخل ہوا ۔ ۱۸۷۳ع اور ۱۸۷۴ع میں ہوم سکرٹری کی خدمات انجام دیں اور ۱۸۷۸ع سے ۱۸۸۲ع تک فارن سکرٹری رہا ۔ کچھ دنوں الہ آباد یونیورسٹی کا چانسلر بھی رہا ۔ (مشتاق حسین)

(۳)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ، جلد ۳ ، نمبر ۱ ، بابت جنوری ۱۹۶۳ع ، صفحہ ۱۱۸)

مکرمی مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب!

جو سوالات امتحان کے منصوری[1] پہاڑ کے چھاپہ خانہ میں چھاپے گئے تھے اُس کی بابت پندرہ روپے واجب الادا ہیں ۔ پس آپ مبلغ پندرہ روپے مسٹر سڈنس صاحب (کے) پاس بذریعہ اپنی . . .[2] بھیج دیجیے ۔ اور لکھیے کہ ہمالیہ کرانیکل پریس (مسوری)[3] میں جو سوالات امتحان چھاپا ہوئے تھے ، اُس کی بابت یہ روپیہ ہے ۔ والسلام

کلکتہ — خاکسار

۱۹ جنوری ۱۸۷۹ع — سید احمد

(۴)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ، جلد ۳ ، نمبر ۱ ، بابت جنوری ۱۹۶۳ع ، صفحہ ۱۱۹)

مکرمی مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب!

یہ عرضی جناب مولوی محمد سمیع اللہ خان بہادر کے ملاحظے سے گزرالو کہ انھوں نے ان دو طالب علموں کے اسکالر شپ مقرر کرنے سے کیوں انکار فرمایا ہے ؟ تیسری جماعت کا امتحان گورنمنٹ میں انگریزی میں نہیں ہوتا اور اس لیے ان کا دوبارہ امتحان لینا قرار پایا ۔ پس جو اس امتحان میں پاس ہووے گا وہ

۱- رسالہ 'فکر و نظر' میں اس مقام پر "منصوری" غلط لکھا ہے ۔ صحیح نام "مسوری" ہے جو اُس وقت گورنمنٹ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ کا گرمائی صدر مقام تھا ۔

۲- خط کا کاغذ نہایت بوسیدہ اور کرم خوردہ ہو گیا تھا ۔ اس جگہ سے بالکل نہیں پڑھا گیا ۔ (مشتاق حسین)

۳- Himalya Chronical Press Musoorrie .

بموجب دفعہ ۸۷ مجموعہ قواعد کے اسکالر شپ ہا سکتے ہیں ۔ الا کمیٹی کی رائے پر موقوف ہے کہ جس قدر مناسب سمجھے اسکالر شپ دے ۔

پس بہت جلد مطلع کرو کہ جناب موصوف اس تجویز سے متفق ہیں یا نہیں ؟ میں فہرست سکالر شپ واسطے پیش کرنے کے بخدمت ممبران کمیٹی تعلیم مرتب کر رہا ہوں ۔ پس جلد جواب آنا چاہیے ۔ والسلام

کلکتہ — خاکسار

۱۷ فروری ۱۸۷۹ء — سید احمد

(۵)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ، جلد ۴ ، نمبر ۱ ، بابت جنوری ۱۹۶۳ء ، صفحہ ۱۱۹)

مکرمی !

عنایت نامہ متعلق سوسیٹی[۱] کا جواب لکھتا ہوں ۔ اول میں آپ کا شکریہ (ادا) کرتا ہوں کہ آپ کی توجہ اور انتظام کے سبب بروز یک شنبہ اخبار کے ٹھیکے کا کام بند ہو گیا ہے ۔ جیسا کہ بابو درگا پرشاد نے لکھا ہے کہ اس انتظام سے بلاشبہ سوسیٹی کو بیس پچیس روپے مہینہ کا فائدہ ہوگا ۔ میں اجازت دیتا ہوں کہ حیدرآباد کے رسالے کا فرمہ یہاں نہ بھیجا جاوے ۔ بابو درگا پرشاد اس کا بخوبی معائنہ کر لیا کریں کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے اور آخر کو آپ خود اس کو دیکھ لیا کریں ، غرضیکہ صحیح ہو جاوے ۔ میری کتاب کے فرمے کی بھی اسی طرح صحت ہو مگر اوس کا ایک پروف مولوی سمیع اللہ خاں صاحب یا مولوی محمد اکبر صاحب بھی دیکھ لیا کریں ۔ میرے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں ۔

سید محمود ولایت جاتے ہیں ۔ اٹھارویں فروری (۱۸۷۹ء) کو یہاں سے روانگی بمبئی ہوگی[۲] ۔ میرا ارادہ بھی ہے کہ پندرھویں مارچ تک یہاں سے روانہ

۱۔ سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ (Scientific Society) سے مراد ہے ۔

۲۔ ''فکر و نظر'' کے ایک دوسرے شمارے میں اس عبارت کے الفاظ یہ ہیں : ''یہاں سے بمبئی روانہ ہوں گے ۔''

ہوں - ۱۹ فروری کو کونسل[1] کا اجلاس ہوگا - اُس وقت سب حال معلوم ہو جاوے گا - ہفتہ اول مارچ میں وائسرائے یہاں سے روانہ ہو جاویں گے اور غالباً کوئی اجلاس کونسل کا نہ ہوگا - پس دوسرے ہفتے میں میں روانہ ہوں گا - متعاقب سب ٹھیک حالات تواریخ (وار) لکھوں گا -

کلکتہ — خاکسار

۱۵ فروری ۱۸۷۹ع — سید احمد

(۹)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ، جلد ۳، نمبر ۱، بابت جنوری ۱۹۶۳ع، صفحہ ۱۲۰)

مکرمی مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب!

متعدد عنایت نامہ جات پہنچے، سب کا جواب لکھتا ہوں :

نصف لوٹ ہائے مرسلہ پہنچے - نصف بقیہ فی الفور روانہ ہو تاکہ . . . ۲ دی جاویں، فقط - بعد آ جانے نصف نوٹوں کے بسٹری جدید خرید کی جاوے گی - یہ نہیں لکھا کہ کتنی جلدیں خرید کرکے بھیجوں - فقط

العام کی کتابیں میں نے خرید لیں جن کی قیمت ایک سو پچاس روپیہ ہوتی ہے - فہرست اسکالر شپ اور مسودۂ روئداد جو واپس ہوا پہنچا - مولوی سمیع اللہ خاں صاحب نے تو ہم کو جلد باز قرار دیا ہے اور آپ ہم کو بمقابلہ مولوی سمیع اللہ کے اپنے دل میں بے وقوف خیال کرتے ہیں - اس لیے میری تحریر پر نہ وہ توجہ فرماتے ہیں نہ آپ - اے حضرت! فہرست مرسلہ واسطے اسکالر شپ ۱۸۷۹ع کے نہ تھی بلکہ واسطے ۱۸۸۰ع کے تھی - فہرست اسکالر شپ بابت

۱- سرسید پہلی مرتبہ لارڈ لٹن (Lytton) کی کوشش سے ۱۸۷۸ع میں وائسرائے کی لیجسلیٹو کونسل (Vicery's Legislative Council) کے ممبر مقرر ہوئے تھے - پھر لارڈ رپن کے زمانے میں منتخب ہوئے - مگر دوسری مرتبہ قبل از وقت مستعفی ہوگئے - سرسید ہی نے سب سے پہلے یہ تحریک کی تھی کہ قانونی کونسل میں ہندوستانیوں کو بھی شریک کیا جائے - (مشتاق حسین)

۲- یہاں کوشش کے باوجود لفظ پڑھا نہیں جا سکا - (مشتاق حسین)

۱۸۷۹ع اب روانہ کرتا ہوں۔ مولوی سمیع اللہ خان صاحب کو دے دو اور اُسی دن اُن سے رائے لے کر واپس بھیجو تاکہ حسب ضابطہ ممبران کمیٹی مدیران تعلیم کے پاس بھیجا جاوے۔

یہ فہرست مع قلیل اضافہ کے اُسی کے مطابق ہے جو مولوی سمیع اللہ خان نے تجویز کیا ہے اور امید ہے کہ اس کی منظوری میں اُن کو اختلاف نہ ہوگا اور فہرست اسکالرشپ ۱۸۸۰ع کے مطابق بھیجوں گا۔ والسلام

کلکتہ — خاکسار

۲۰ فروری ۱۸۷۹ع — سید احمد

(۷)

(رسالہ 'فکر و نظر' جلد ۴، نمبر ۱، بابت جنوری ۱۹۶۳ع، صفحہ ۱۲۱)

مکرمی!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کو اختیار ہے کہ اسی وقت علیم اللہ کو موقوف کر دیجیے میں بھی علیم اللہ سے خوش نہیں ہوں۔ بلاشبہ وہ کام درستی اور دل سے نہیں کرتا اور جب تک وہ سوسیٹی سے خارج نہ ہوگا (اُس وقت تک) کام درستی سے نہیں چلے گا۔ پس آپ کو اختیار ہے، جو انتظام آپ چاہیں وہ کریں۔ والسلام

علی گڑھ — خاکسار

۲ مئی ۱۸۷۹ع — سید احمد

(۸)

(از رسالہ 'فکر و نظر' حصہ انگریزی، صفحہ ۱۳۱)

مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خفگی نسبت سوسیٹی (سوسائٹی) کے میرے سر آنکھوں پر۔ مگر از راہ عنایت مندرجہ ذیل امور پر بھی خیال فرمائیے۔

ٹیپ میں نے بلا شبہ بے فوق کی جو منگایا۔ مگر سوسیٹی (سوسائٹی) میں کام اس قدر موجود ہے کہ بغیر ٹیپ کے کام چل نہیں سکتا تھا، اور اس وقت

اس قدر کام سوسائٹی کے پاس موجود ہے کہ اگر انجام ہو سکے تو تمام قرض ادا ہو جاتا ہے اور سوسیٹی امیر ہو جاتی ہے - اس کی تفصیل سنیے :

اخبار سوسیٹی ٹیپ میں چھپتا ہے - تہذیب الاخلاق ٹیپ میں چھپتا ہے - تصانیف احمدیہ ٹیپ میں چھپتی ہے - رسالہ ہائے حیدرآباد ٹیپ میں چھپتے ہیں - اگر پورا کام ہو تو اب بھی ٹیپ کم ہے مگر پورا کام نہیں ہوتا -

اب نسبت آمدنی کے سنیے :

قریب دو تین ہزار روپیہ کے بلکہ زائد صرف تصانیف احمدیہ و تفسیر کی چھپوائی میں مل سکتے ہیں ، جس کے نقد دینے کو میں موجود ہوں - جس قدر مہینے بھر میں چھاپ دیجیے ، نقد روپیہ لیجیے - مجھے کئی ماہ شملہ میں آئے ہوئے ہوئے - کے ورق اس کے چھپے ہیں ؟

''تہذیب الاخلاق'' جب کہ سال[1] ٹیپ میں چھپتا تھا ، ۱۰ آنہ صفحہ اُجرت تھی - اس کی اُجرت ۸ آنہ چھوٹے صفحہ کی کر دی ہے - وہ بھی نقد دینے کو موجود ہوں -

مولوی مہدی علی کا کسی نہ کسی طرح ماہواری رسالہ دو سو صفحہ کا چھاپ کر بھیج دیا کیجیے ، جس کی اُجرت تین سو ماہواری مل سکتی ہے - وہ نقد پیشگی دینے کو موجود ہیں مگر کیا علاج ہے کہ کچھ چھپ نہیں سکتا - تمام چھاپے خانے کام ملنے کو روتے پھرتے ہیں کہ کام نہیں ملتا - آپ کی سوسائٹی پاس اس قدر کام موجود ہے کہ جس کا بیان نہیں مگر کام نہیں ہوتا - اگر پورا کام جاری ہو تو اس قدر ٹیپ اور لینا پڑے - پس تقصیر معاف ہو - کام کیجیے ، دام لیجیے اور قرضہ وغیرہ سب ادا کیجیے - دوبارہ چٹھی صاحب ریذیڈنٹ کو لکھی تھی - جواب آیا ہے اور وہ ضرور ضرور توجہ کریں گے -

آپ کی تحریر کہ میں صرف خدمت کرنے والا ہوں اور حکم بجا لانے والا لغو محض - سوسیٹی کا معاملہ پھرتے پھرتے حق بہ مرکز قرار گرفت کا ہو گیا - جس طرح حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا تھا جب وہ خلیفہ ہوئے - آپ بھی پڑھیے اور صاف کہہ دیجیے کہ غاصبین سے خدا نے سوسیٹی کو چھڑایا - اور

۱- چھوٹے -

جس کا حق تھا اس کو پہونچا ۔ بس آپ جو چاہیں سوسائٹی کا انتظام کریں ۔ نہ کوئی اب دخل دینا چاہتا تھا ، نہ آئندہ دخل دینا منظور ہے ۔ والسلام

۲۰ اگست ۱۸۷۹ع

خاکسار
سید احمد

(۹)

(از رسالہ 'فکر و نظر' حصہ انگریزی ، صفحہ ۱۳۲)

مکرمی !

تبیین الکلام روانہ کرتا ہوں ۔ "تصانیف احمدیہ" کے ساتھ یہ بھی چھاپی جائے گی ۔ رسالہ "نمیقہ" اور ترجمہ دیباچہ "کیمیائے سعادت" کے چھپ چکنے کے بعد یہ چھاپی جائے گی ۔ اور کس قدر جلد ممکن ہوگا کہ آپ چھاپ سکیں گے ، اس لیے کہ اتنی ہی موٹی اس کی دوسری جلد بھی طیار موجود ہے ۔ اس کتاب میں جو انگریزی عبارت ہے ، وہ نہیں چھاپی جائے گی ۔ صرف اردو چھاپہ ہوگی ۔ سو صفحے سے کم میں یہ جلد ختم نہ ہوگی ۔ پس اگر میرے آنے تک یہ کل چھپ جائے تو مجھے بھی خوشی اور آپ کی سوسیٹی[1] کو بھی فائدہ ہوگا ۔

والسلام خاکسار
سید احمد

۱۲ ستمبر ۱۸۷۹ع

(۱۰)

(از رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ ، حصہ انگریزی ، صفحہ ۱۳۵)

مکرمی !

دو بلندے کاغذ کے کلکتہ سے روانہ ہوگئے ، پہونچے ہوں گے ۔ ایک بلندہ اور روانہ ہوا ہوگا ۔ تین بلندے کاغذ کے آپ کے پاس پہونچ جاویں گے ۔ مہدی علی کا خط آیا ہے ۔ وہ نہایت تاکید رسالوں کے باب میں کرتے ہیں ۔

۱- سوسائٹی ۔

اگر سو صفحہ کا ماہواری رسالہ برابر چھپے تو ایک سو پچاس روپیہ ماہواری سوسیٹی (سوسائٹی) کو مل سکتا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگر سوسیٹی میں بندوبست نہیں ہو سکتا تو دوسری جگہ کیا جاوے گا ۔ اُن کا ایک رسالہ جو قریب ڈھائی سو صفحہ کے ہوگا ، میں آتے ہی دوں گا ۔ اس کے چھپنے کا جلد بندوبست کیا جاوے ۔

ہر طرح پر یقین ہوتا ہے کہ میں دوسری تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوں گا اور چٹھی کو وہاں پہنچوں گا ۔ پس اب کوئی کاغذ یا پروف میرے نام یہاں روانہ کرنا ضروری نہیں ۔

بل قیمت کاغذ ملفوف ہے ۔ تیسرے بنڈل کا بل متعاقب آوے گا۔

والسلام

شملہ ، ۱۸ دسمبر ۱۸۷۹ء
سید احمد

(۱۱)

(از رسالہ 'فکر و نظر' ، حصہ انگریزی ، صفحہ ۱۳۹)

مخدومی مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب

میرے پاس مولوی سمیع اللہ خاں کے پاس ، راجہ جے کشن داس صاحب کے پاس اور آپ کے پاس اخبار بلا قیمت جاتا ہے ۔ آئندہ سے قیمت لی جاوے گی یعنی یکم جولائی ۱۸۸۷ء سے ۔ پس آپ مبلغ چھ روپے بابت ششماہی کے عنایت فرماویں ۔ والسلام

۵ جولائی ۱۸۸۷ء
خاکسار
سید احمد

۹۸

بنام نواب محمود خاں

روہیل کھنڈ کے رئیس اور بسولی اور شکوہ آباد کے جاگیردار عزت الدولہ دلاورالملک بہرام جنگ نواب دوندے خاں کے ہاں ایک روہیلہ نجیب خاں نامی آ کر ملازم ہوا ۔ آدمی ہوشیار اور چالاک تھا ۔ چند ہی روز میں اپنے گرد ایک جمعیت اکھٹی کرلی اور بجنور اور اس کے ملحقہ علاقے پر قبضہ کر لیا ۔ پھر کچھ جوڑ توڑ کر کے دہلی دربار سے بھی ”امیرالامرا نواب نجیب الدولہ“ کا خطاب منگوالیا ۔ یو ۔ پی کا مشہور قصبہ نجیب آباد اسی کا بسایا ہوا ہے ۔ جب ۱۷۷۰ع میں یہ مر گیا تو اس کا بیٹا ضابطہ خاں گدی نشین ہوا ۔ اُس کے مرنے پر اس کا لڑکا غلام قادر اُس کی جگہ بیٹھا ۔ یہی وہ ظالم انسان تھا جس نے قابو پاکر شاہ عالم بادشاہ دہلی کی آنکھیں نکالی تھیں اور اُس کے نتیجے میں خود بھی بہت بُری طرح ہلاک ہوا تھا ۔ اس کے ساتھ اُس کے بھائی معین الدین عرف بھنبو خاں کا بھی بہت برا حشر ہوتا مگر وہ بھاگ کر سکھوں کے پاس پنجاب چلا گیا ۔

جب انگریز اس علاقے پر قابض ہوئے تو اُنھوں نے بھنبو خاں کو نہایت اعزاز سے واپس بلا کر نجیب آباد اُس کے حوالے کر دیا اور پانچ ہزار روپے ماہوار اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا ۔

بھنبو خاں کے مرنے کے بعد محمود خاں اس کا بیٹا جانشین ہوا - یہی وہ شخص ہے جس کو سرسید سے واسطہ پڑا جو اُس وقت بجنور میں انگریزوں کے ملازم اور وہاں صدر امین کے عہدے پر فائز تھے -

محمود خاں پر انگریزوں نے بڑے بڑے احسانات کیے - اُس کی ، اُس کے بھائی اور اُس کی بہنوں کی بیش قرار پنشنیں مقرر کیں - اُس کے سارے خاندان کے افراد کو بڑے بڑے عہدے دیے اور اُن کی نہایت معقول تنخواہیں مقرر کیں جس کے باعث اُس کا سارا خاندان نہایت عزت کی زندگی گزار رہا تھا کہ اتنے میں ۱۸۵۷ء کا غدر ہو گیا ، جس پر محمود خاں نے معاً طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں اور کچھ جمعیت فراہم کرکے بجنور پر قبضہ کر لیا اور جتنے انگریز مرد ، بچے اور عورتیں یہاں تھیں سب کو تہ تیغ کرنا اور خزانۂ سرکار لوٹ لینا چاہا - ایسے ہولناک وقت میں جب کہ انگریزوں کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی اور وہ سب کے سب تلوار کی دھار پر تھے ، سرسید اُن کے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے - اُنھوں نے محمود خاں کو جو انگریزوں کے خون کا پیاسا تھا ، ایسا شیشے میں اُتارا کہ وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ سرسید کی پیش کردہ اس تجویز کو مان لے کہ انگریز کلکٹر ضلع مسٹر شیکسپئر کی طرف سے ایسے اس مضمون کا خط مل جائے کہ ہم بجنور کا انتظام تمھارے سپرد کرتے ہیں اور یہاں کا سارا خزانہ بھی تمھاری تحویل میں دیتے ہیں - ہم یہاں سے جا رہے ہیں ، تم ہماری طرف سے یہاں حکومت کرو -

ادھر انگریز کلکٹر نے اپنی اور بجنور میں مقیم تمام انگریزوں کی جانیں بچتی دیکھ کر سرسید کا نہایت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ تم ہی ہماری طرف سے محمود خاں کو خط لکھ دو - چنانچہ سرسید نے محمود خاں کو حسب ذیل خط اپنے قلم سے لکھ دیا -

(۱)

بنام محمود خاں صاحب

از جانب صاحب کلکٹر بہادر بجنور - تحریر کردہ سید احمد صدر امین بجنور مرقومہ شب مابین ہفتم و ہشتم جون ۱۸۵۷ع :

جوکہ بالفعل انتظام ضلع بجنور کا ، جب تک کہ سرکار کی مرضی ہو ، آپ کے سپرد ہوتا ہے (لہذا) آپ کو چاہیے کہ ہماری طرف سے ضلع کا بخوبی انتظام کرو اور جس قدر اسباب جناب کلکٹر بہادر اور جناب جنٹ مجسٹریٹ بہادر کا سرکاری کوٹھی میں ہے اور جس قدر مال و اسباب اور نقد و جنس دفتر سرکاری میں موجود ہے اُس کی بخوبی حفاظت کرو ۔[۱]

مرقوم ساتوں جون ۱۸۵۷ع

اس خط کے بعد راتوں رات سارے انگریز عورتیں اور بچے بجنور سے نکل گئے مگر سر سید وہیں رہے ۔ محمود خاں نے فوراً سارے خزانے پر قبضہ کر لیا جو ۲۶ ہزار دو سو ۷۰ روپے تھا اور صبح ہوتے ہی تمام بجنور میں اپنے نام کی منادی ان الفاظ میں کرائی : ''خلق خدا کی ، ملک بادشاہ دہلی کا ، حکم نواب محمود خاں کا'' اور فوراً بہادر شاہ ظفر کو اپنی کامیابی اور خود مختاری کی اطلاع دہلی بھیجی ۔ وہاں سے خوشنودی کا پروانہ آیا اور ''امیر الدولہ ، ضیاء الملک نواب محمد محمود خان بہادر مظفر جنگ'' کا خطاب ملا ۔

اب محمود خاں نے سر سید کو اپنے ساتھ ملانے اور انگریزوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ جس قدر اراضی ، جائداد اور جاگیر چاہو ، ابھی تمہارے نام ہمیشہ کے لیے لکھ دیتا ہوں ۔ جس قدر نقد روپیہ کی ضرورت ہو بلا تامل لے لو ۔ مگر سر سید نے بڑی دلیری کے ساتھ صاف انکار کر دیا اور اُسے سمجھایا کہ انگریزوں کی عمل داری ہرگز نہیں جائے گی اور تم بغاوت کر کے پچھتاؤ گے ۔

۱- حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ سرکشی ضلع بجنور'' مصنفہ سید احمد خاں صدر امین بجنور مطبوعہ ۱۸۵۸ع در مفصلات پریس آگرہ ، صفحہ ۲۹ ۔

اس پر محمود خاں سخت برہم ہوا ۔ اُس نے ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا ، اور ان کو بھی قتل کرنے کا ارارہ کیا ۔ مگر یہ کسی طرح سے بچ کر نکل گئے اور ہلدور پہنچ گئے جو اُس وقت انگریزوں کا اس علاقے میں مستقر تھا ۔

بعد میں جب انگریزوں نے دوبارہ اس علاقے پر قبضہ پایا تو محمود خاں کو نجیب آباد سے گرفتار کر کے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی ، مگر ابھی وہ روانہ نہ ہوا تھا کہ قید ہستی ہی سے آزاد ہو گیا ۔

یہ سارے حالات ''تاریخ سرکشی ضلع بجنور'' مصنفہ سید احمد کے مختلف مقامات سے لیے گئے ہیں ۔ سر سید ۱۸۵۵ء سے ۱۸۵۷ء تک بجنور کے صدر امین رہے ہیں ۔ وہ محمود خاں سے نہایت درجہ ناراض تھے اور اپنی تاریخ میں اُنھوں نے محمود خاں کو ہر جگہ ''نا محمود خاں'' لکھا ہے ۔

(۲)

بجنور پر قابض ہو کر جب محمود خاں نے لوٹ مار شروع کر دی تو آس پاس کے چودھریوں نے جمع ہو کر اُسے بجنور سے نکال دیا جس پر لاچار ہو کر اُس نے کمشنر میرٹھ کو خط لکھا کہ میں انگریزوں کی اطاعت کرتا ہوں ، مجھے چودھریوں سے بجنور واپس دلایا جائے ۔ کمشنر نے وہ خط برائے جواب سرسید کو بھیجا ۔ اُس پر سرسید نے محمود خاں کو یہ خط لکھا :

جناب نواب صاحب والا مناقب عالی مناصب عنایت فرمائے حال نیازمندان زادعنایتکم !

بعد ادائے سلام مسنون التماس یہ ہے کہ عنایت نامہ آپ کا ، جس کے لفافے پر تاریخ اکیسویں اگست لکھی تھی ، معہ نقل خط جناب صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور ، جوکہ صاحبان ممدوح نے آپ کے نام پر لکھے تھے ، آج بائیسویں اگست کو گیارہ بجے ہمارے پاس پہونچا ۔ آپ ارقام فرماتے ہیں کہ چودھری صاحبوں کو فہمائش کرو کہ یہ لوگ اپنے مکانوں پر رہیں اور اجتماع نہ ہو اور شر و فساد نہ کریں اور ہم کو کسی سے کسی طرح کا شر و فساد کرنا منظور نہیں ہے اور جو لوگ بمقام پورینی اور

ہرگن پور اور سواہیڑی اور ٹانگل اور بجنور جمع ہیں وہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر چلے جاویں ۔ چنانچہ ہم نے آپ کے ارشاد کے بموجب مضمون خط کا چودھری صاحبان کو سمجھا دیا ہے ۔ وہ لوگ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو کسی طرح کا شر و فساد کرنا نواب صاحب سے یا اور کسی سے منظور نہیں ہے اور نہ ہم کسی سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ کسی سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ کسی طرح کا کچھ دعویٰ رکھتے ہیں ۔ چنانچہ وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ بعد واقعہ شیرکوٹ اور بجنور کے ہم سب لوگ اپنے اپنے گھر کو چلے گئے اور جس قدر کہ جمعیت جمع ہوئی تھی وہ سب بعد اس کے متفرق کردی اور چودھری پرتاپ سنگھ بھی اپنے گھر اور چودھریان ہلدور اپنے گھر چلے گئے اور چودھریان بجنور بلا جمعیت اپنے اپنے مکانوں پر مقیم رہے ۔ مگر بعد اس کے متواتر یہ خبر چودھری صاحبوں نے سنی کہ آپ کا ارادہ بجنور اور تاجپور اور ہلدور پر یورش کا ہے اور آپ فوج اور جمعیت جمع کرتے ہیں اور تیاری توپوں میں مصروف ہیں اور دیہات قرب و جوار نجیب آباد یعنی موضع موسٰی پور اور شفیع آباد اور موہن پور اور نراین پور اور کارولی وغیرہ آپ نے پھونک دیے اور لوٹ لیے ، اس سبب سے ان لوگوں کو پھر اندیشہ اس بات کا ہوا کہ اگر ہم لوگ جمعیت نہ کریں گے تو انجام کی خرابی ہوگی ۔ ان وجوہات سے ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہم نے جا بہ جا جمعیت واسطے روکنے نواب صاحب کے یورش بجنور اور ہلدور اور تاجپور سے اور بنظر حفظ اپنے کے جمع کی ہے ۔ ہورہنی میں جمعیت ہونے کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ لتھو خاں اور مینڈھو خاں ملازمان آپ کے نگینہ میں مفسدہ کرتے ہیں اور ایک توپ کلاں واسطے لے جانے نجیب آباد کے تیار کرواتے ہیں اور تھانہ اور تحصیل کی ڈاک بجنور میں آنے نہیں دیتے اور جو احکام سرکاری جاری ہوتے ہیں ان کو روکتے ہیں اور ان کی تعمیل نہیں ہونے دیتے ۔ اور ان کو خبر پہونچی ہے کہ نجیب آباد میں آپ کے پاس قریب ہفت ہشت ہزار آدمی کے جمع ہیں ۔ اس سبب سے وہ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک نواب صاحب اپنی جمعیت متفرق اور موقوف نہیں کردیں گے اُس وقت تک ہم کو کسی طرح پر اطمینان نہیں ہو گا ۔ اور ان لوگوں نے ہم سے یہ بھی بیان کیا کہ بعد ان دونوں لڑائیوں کے ہم نے ایک خط بنام سعد اللہ خاں صاحب نجیب آباد میں بھیجا کہ کسی طرح ہم سے اور نواب صاحب سے صفائی ہو جاوے اور طرفین کا طرفین پر سے ارادہ یورش کا موقوف ہو جاوے ۔ اور پھر ہم نے دو خط بنام مفتی محمد اسحاق رئیس کیرت پور اس مضمون کے بھیجے کہ جس طرح ہو نواب صاحب سے صفائی

ہو جاوے ، اس طرح پر کہ نواب صاحب کی یورش کا اندیشہ جاتا رہے ۔ اور پھر تیسرا خط مفتی صاحب کے نام ان کے بلانے کو بھیجا تاکہ وہ ہماری طرف سے نجیب آباد کو جاویں اور آپ سے ہر طرح پر صفائی کر لیں ۔ پس اس صورت میں بیان چودھری صاحبان کا یہ ہے کہ ہم کو کسی طرح شر و فساد اور مقابلہ کرنا منظور نہیں ہے ۔ اگر نواب صاحب اپنی جمعیت اور فوج کو متفرق کر دیں اور توپوں کے بنوانے میں مصروف نہ ہوں اور ارادہ لڑائی کا موقوف کر دیں تو ہم سب لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے جاویں ۔

اور جو کہ ہم لیازمند بھی بدل و جان اس بات میں مصروف اور ساعی ہیں کہ کسی طرح شر و فساد نہ ہو ، اس واسطے آپ کی خدمت میں بہ خیر خواہی آپ کے التماس یہ ہے کہ آپ بھی جمع کرنا فوج کا اور تیاری توپوں کی موقوف فرما دیں ۔ اور ماڑے اور منیڈھو خاں وغیرہ مفسدان کو فساد سے باز رکھ کر اپنے قبضے میں رکھیں تو غالب ہے کہ چودھری صاحبان بھی سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جاویں گے اور سب طرح کا انتظام ضلع کا ہو جاوے گا اور مخلوق خدا اور رعایا سرکار کی امن و امان میں رہے گی ۔ اور پھر اگر کوئی شخص فساد شروع کرے گا تو اُس کی اطلاع مفصل بحضور جناب صاحب کمشنر بہادر کے کر دی جاوے گی اور اس کا نتیجہ بہت بد اس کے حق میں ہوگا ۔

اور یہ بھی آپ کو واضح ہو کہ متواتر حکم کے احکام والا مقام ہمارے نام پہنچتے ہیں ۔ چنانچہ صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر خود گنگا کنارہ پر تشریف لائے تھے اور اب بہ انتظار آنے فوج سرکاری کے میران پور میں مقیم ہیں ۔ اور جناب صاحب کلکٹر بہادر بھی کوہ منصوری سے اوتر کر میرٹھ میں تشریف لے آئے ہیں اور احکام جناب کمانڈرن چیف صاحب بہادر اور جناب گورنر بہادر واسطے روانگی فوج کے بجنور کو صادر ہو چکے ہیں کہ بہت جلد فوج معہ توپوں کے میران پور کے مقام پر پہنچتی ہے ۔ اور بعد اس کے جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر اور جناب صاحب کمشنر بہادر اور جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر بجنور میں تشریف لاتے ہیں ۔

۱۔ اس خط کے آخر میں کوئی تاریخ درج نہیں ہے ، مگر خط کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سید نے یہ خط ۲۲ اگست ۱۸۵۷ع کو لکھا تھا ۔ یہ خط سر سید کی کتاب "تاریخ سرکشی ضلع بجنور" مطبوعہ ۱۸۵۸ع کے صفحہ ۸۸ تا ۹۱ سے نقل کیا گیا ہے ۔

ہماری کمال آرزو ہے کہ تا تشریف آوری حکام والا مقام سب لوگ اپنے مکانوں پر بہ آسائش رہیں - بعد تشریف لانے حکام کے خود صاحبان ممدوح جس طرح پر مناسب جانیں گے بندوبست ضلع کا فرما دیں گے - والسلام

(سید احمد)

۹۹

بنام حاجی سید محی الدین رضوی

یہ صاحب مدراس کے رہنے والے اور ریاست حیدر آباد میں صدر تعلقہ دار تھے۔

مخدوما و ملاذا ! نامہ یافتم و متحیر گشتم ۔ خواندم و بر خواندم ۔ بلند پایگی نویسندہ اش را خود آن نامہ نشان می دارد ۔ تحیر در آن بود کہ مخاطب آن کیست ؟ بغلط خود را دانستم و باز برگشتم کہ آنچہ در آن نامہ مرقوم است سزاوار ہمچو منے دامن آلودہ ، کمترین مخلوقے ، ہیچ میرزے ، گم کردہ راہے نمیتواند شد ۔ بجز آن کہ اوصافِ حمیدہ و اخلاق پسندیدۂ شما شخص خیالی خود را با خود اوصاف خود را مخاطب ساختہ باشد ۔ سخنے دیگر قرار دادن نمی توانم ۔ و اگر ازیں فرو تر آیم و خود را مخاطب آن دانم ، حاشا کہ بدون اختیار مذہب وحدت وجود ایں چنیں توانم دانست تاکہ من کہ حجاب خودم از میان برخیزم و تفاوت من و تو و تو ومن از میان برافتد و ہمہ آنچہ نوشتہ آید خود شما مصداق آن باشید ۔ واللہ در من قال "تو خود حجاب خودی احمد از میان برخیز۔"

راست فرمودہ اندکہ "رضویت ذریعہ" یک گوہری ست نہ وسیلہ" یک جہتی" مگر الحمد للہ کہ با ما و شما یک گوہری و یک جہتی ہر دو محقق است ۔ گو ایں نسبت ہائے من با شما باعث ننگ و عار شما ست و مارا سبب عزت ۔ خدادالد کہ محبت پیشہ ام و بجز محبت در گشت سینہ ام نہ کاشتہ اند ۔

الطاف و عنایت شما را شکر گزارم و با ابن محبت جان نثار - مبلغ یک ہزار و پانصد روپیہ سکہ انگریزی کہ بجہت تعمیر بورڈنگ ہوس مرحمت فرموده اند رسید - قوم را عزت افزود و دلم را تقویت داد و ساعد سعی مارا قوت بخشید - سپاس آن ازیں قوم ناسپاس دشوار - مگر اجرکم علی اللہ صلہٗ آن کافی ست - من شکریہٗ آن عطیہ بجا می آرم و روزے می آید و آن دور نیست کہ تمام قوم و اخلافِ شان نسلاً بعد نسل بہ شکر گذاری ہمچو شما بزرگاں کہ در صلاح و فلاح قوم از قدم و قلم و درم دریغ نہ فرموده اند رطب اللسان و عذب البیان خواہد بود -

آنچہ برحال زارم دل سوختہ اند و حسرت فرموده ، مخدوما احسان شما ، مگر ہیچ جائے دل سوختن و حسرت نمودن نیست ؛

حسن شہرت ، عشق رسوائی تقاضا میکند
جرم معشوق و گناہِ عاشقِ بیچاره نیست

اگر قوم ما را چشم بصیرت بودے و مآل کار خود فہمیدے ما و شما ایں کوشش و کشاکش ضرور نہ بودے - ہر گاہ حال این است ، پس ازاں قوم بجز بد گوئی و افترا پردازی و نافہمی و از ما بجز صبر و تسلیم و رضا دیگر چہ توقع بود . . . . انصاف را از دست نمی دہم و با کسے بد ظنی روا نمی دارم - دوستان دشمن نمائے من بد نیستند - حق بجانب شان ہم ست - چہ آنہا سخنے می شنوند و راہے می بینند کہ گاہے از اسلاف خود شان نشنیده و ندیده بودند - دیرینہ غلطی ہائے ما رفتہ رفتہ استحکام آیات قرآنی بہم رسانیده بلکہ ازاں ہم مستحکم ترگشتہ - پس کسے کہ ایں اغلاط را وا نماید چگونہ از غیظ و غضب شان مصئون و از سب و شتم شان مامون تواند شد - آنہا از معارضات میان ملل دیگر کہ بر اہں غلط ہائے دیرینۂ ما وارد ساختہ آں را بہ اسلام نسبت میدہند - واقف نیستند و ازاں مشکلات کہ باعتبار علوم جدیده و تحقیقات حدیثہ بر اصول مقررۂ اسلاف ما از فقہا و محدثین و مفسرین واقع میشود نہ بر اصل اسلام ، اطلاع نہ دارند - بگوش شاں و بگوش اسلاف شاں بمقابل سخن ہائے خود شاں بجز کلمہ آمنا و صدقنا صدائے دیگر نہ رسیده - یک گونہ خلفشارے در عہد خلفائے عباسیہ بسبب تراجم فلسفہٗ یونان بہم رسیده بود - علمائے اسلام بمدافعت آن برخاستند - تعجب ایں کہ ہم خود معترض بودند و ہم خود مجیب - مخالفے بمقابل نہ داشتند - خود گفتند و خود شنیدند و دانستند کہ فتح یافتند - قبول می کنم کہ

فتح یافتند مگر حالا نہ آن مدعیان اند و نہ آن دعویٰ ، نہ آن جام است نہ آن ساقی ، نہ آن بادہ است نہ آن مینا ۔ خودِ آن فلسفہ از پادر افتادہ است ، و آن جام و مینا شکستہ ۔ بنائے نو بر اساس نو بپا شدہ ۔ پس کسے کہ دعویٔ اسلام دارد و اسلام را حق میداند و غلط را در آن امکان نمی پندارد چگونہ آن غلط ها را باور کند و اسلام و اسلامیان را رسوا سازد ۔ پس ایں در انکار آن و آنہا در تکفیر ایں معذور اند ۔ و ایں امرے ست کہ فطرت انسانی انسان را بر آن مجبور می سازد بہ ایں رہبر (یعنی دلیل) ۔ ما را واجب و لازم ست کہ ہمہ مکفران و لاعنین خود را معذور داریم و از سب و شتم شان رنجیدہ نہ شویم و صدق و صفا را پیشۂ خود داریم و ہمہ را معاف کنیم تا از مواخذۂ عقبیٰ و داوریٔ داور بے ہمتا ہم ایمن باشند ۔ اما مخالفت و افترا بہ مدرسۃ العلوم کہ کار صلاح و فلاح

مندرجہ بالا خط مکتوبات سرسید کے پہلے ایڈیشن میں مولانا حالی کی کتاب ”حیات جاوید“ سے نقل کیا گیا تھا ، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خط علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مورخہ ۶ ۔ اگست ۱۸۸۱ء کے صفحہ ۸۸۷ پر بھی شائع ہو چکا ہے اور دونوں خطوں کی عبارتوں میں باہم کچھ فرق ہے ۔

اول تو مولانا حالی نے اس خط کی تاریخ ۱۳ ۔ اگست ۱۸۸۱ء لکھی ہے ، مگر جب یہی خط انسٹی ٹیوٹ گزٹ کی ۶ ۔ اگست کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے تو پھر یہ تاریخ کس طرح صحیح ہو سکتی ہے ۔ لہٰذا صحیح یہی ہے کہ یہ خط ۱۳ ۔ اگست کو نہیں بلکہ ۳ ۔ اگست کو سرسید نے لکھا تھا ، اور اخبار میں جو یہ خط شائع ہوا تو اس میں ۳ ۔ اگست ہی تحریر ہے ۔

دوم ، خط کے دوسرے پیرے میں فقرہ ہے ”الحمدللہ کہ باما وشما“ ۔ اس کی بجائے اخبار میں شائع ہونے والے خط میں یہ عبارت ہے ”الحمدللہ ا ثم الحمدللہ کہ مابین ما و شما“ ۔

سوم ، مولانا حالی کے پیش کردہ خط میں فقرہ ”از ما بجز صبر و تسلیم و رضا دیگر چہ توقع بود“ کے بعد چند نقطے ہیں مگر اخبار میں شائع شدہ خط میں اس فقرے کے بعد یہ عبارت چھپی ہے :

”اوشان آن می کنند کہ من از اول می دانستم و من آن می کنم کہ مرا بایستی کرد :

من عہد تو سخت سست می دانستم — بشکستن آن درست می دانستم
ہر دشمنی اے دوست کہ بامن کردی — آخر کردی نخست می دانستم

قومی ست عفو آں بہ اختیار من نیست کہ حقوق عباد بر گردن شان است ۔ اوشان دانند و خدائے شان ۔ قل کفیٰ باللہ بینی و بینکم شهیدا یعلم ما فی السمٰوٰت و الارض والذین آمنوا بالباطل وکفروا باللہ اولئک هم الخسرون ۔ والسلام علیکم و رحمة اللہ و برکاته ۔

العبد المفتقر الی اللہ الصمد
سید احمد
علیگڈھ ۱۳ - اگست ۱۸۸۱ء

ترجمہ خطِ ہذا[۱]

(منقول از دربار ملی ، مترجمہ خواجہ عبدالحمید یزدانی ، صفحہ ٦٢ تا ٦٣)

یہ ترجمہ میرے نہایت ہی عزیز دوست ڈاکٹر وحید قریشی ایم ۔اے ، پی ایچ ۔ ڈی ، ڈی لٹ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی مہربانی سے حاصل ہوا ۔

محبی و مکرمی !

آپ کا گرامی نامہ تحیر و حیرانی کا باعث ہوا۔ کئی بار اسے پڑھا ۔ خود مکتوب اپنے لکھنے والے کی عظمت و بزرگی کا پتا دے رہا تھا ۔ حیرانی اس بات پر تھی کہ اس کا مخاطب کون ہے ؟ پہلے تو غلطی میں خود کو (اس کا مخاطب) سمجھا لیکن پھر خیال آیا کہ جو اس میں مرقوم ہے وہ مجھ ایسے گناہ گار ، حقیر پُر تقصیر ، کم ترین اور گم کردہ راہ کے بارے میں نہیں ہو سکتا ۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ نے اپنی کسی خیالی شخص کو یا خود اپنے اوصاف کو مخاطب کیا ہو ۔ اس کے علاوہ میں کوئی دوسری بات نہیں سوچ سکتا ۔ اور اگر اس سے ذرا فرو تر آؤں اور خود کو مخاطب سمجھوں تو یہ جبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ میں ''وحدت وجود'' کا مذہب اختیار کروں ۔ میں ''میں'' کہ خود اپنا حجاب ہوں ، درمیان سے اٹھ جاؤں اور ''من و تو'' اور ''تو و من'' کا فرق مٹ جائے اور جو کچھ بھی لکھا جائے اس کے مصداق خود آپ ہوں :

۱۔ یہ ترجمہ مولانا حالی کے پیش کردہ خط کا ہے ۔ ''السٹی ٹیوٹ گزٹ'' میں شائع شدہ خط کا نہیں ۔

تو خود حجاب خودی احمد از میاں برخیز
(تو اپنا حجاب آپ ہے احمد درمیاں سے اٹھ جا)

یہ آپ نے بالکل بجا فرمایا کہ ''رضویت'' ''یک گوہری'' کا ذریعہ ہے۔ ''یک جہتی'' کا وسیلہ نہیں ، مگر الحمدللہ کہ ہمارے اور آپ کے معاملے میں یک گوہری اور یک جہتی دونوں طے شدہ ہیں، گو آپ کے ساتھ میری یہ نسبتیں آپ کے لیے باعث ننگ و عار ہیں اور میرے لیے سبب عز و افتخار۔ خدا جانتا ہے کہ میں ''محبت پسند'' ہوں اور قدرت کی طرف سے مجھے صرف محبت ہی کی دولت عطا ہوئی ہے۔ آپ کے الطاف و عنایات کا تہ دل سے شکر گزار اور اس الفت و محبت کا بے حد ممنون ہوں۔

بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر کے لیے آپ نے جو ڈیڑھ ہزار روپیہ ارسال فرمایا تھا ، مل گیا ہے۔ یہ خطیر رقم قوم کی عزت افزائی اور میرے دل کی تقویت کا باعث بنی اور اس سے ہماری سعی و کوشش میں اضافہ ہوا۔ اس ناسپاس قوم کی طرف سے آپ ایسوں کا شکریہ کار دشوار ہے۔ ہاں ''اجرکم علی اللہ'' ہی اس کا صلہ کافی ہو سکتا ہے۔ اس عطیے کے لیے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایک دن ایسا آئے گا (اور وہ دور نہیں) جب پوری قوم اور آیندہ نسلیں آپ ایسے بزرگوں کی شکر گزاری میں ہر گھڑی رطب اللسان رہا کریں گی جنھوں نے قوم کی اصلاح و فلاح کی خاطر تن من دھن کی بازی لگا دی۔

یہ جو آپ نے میرے حال زار پر اپنے دلی رنج و افسوس اور حسرت کا اظہار کیا ہے تو یہ آپ ایسے مخدوم کی ذرہ نوازی ہے ورنہ دلی رنج و تاسف اور حسرت کا کوئی موقع نہیں ہے کہ :

حسن شہرت ، عشق رسوائی تقاضا می کند
جرم معشوق و گناہ عاشق بیچارہ نیست

اگر ہماری قوم صاحب بصیرت اور عاقبت اندیش ہوتی تو پھر ہمیں اور آپ کو اس کوشش و سعی کی ضرورت در پیش نہ آتی۔ اب جب صورت حال یہ ہے تو اس قوم سے سوائے بدگوئی اور افترا پردازی اور نادانی کے ، اور ہم سے صبر اور تسلیم و رضا کے سوا اور کسی بات کی توقع ممکن ہے؟ - - - - میں انصاف کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور میرے نزدیک کسی سے بدظن ہونا اچھا نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے ''دشمن نما'' دوست بُرے نہیں ہیں۔ وہ بھی حق بجانب ہیں کیونکہ

وہ ایسی بات سن اور ایسی راہ دیکھ رہے ہیں جو انھوں نے اپنے اسلاف سے کبھی نہ سنی اور نہ کبھی دیکھی تھی ۔ ہماری دیرینہ غلط باتیں رفتہ رفتہ آیات قرآنی کا سا استحکام حاصل کر چکی ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ مستحکم ہو چکی ہیں ۔ لہٰذا جو بھی شخص اس قسم کی غلطیوں کو آشکار کرتا ہے وہ ان لوگوں کے غیظ و غضب اور سب و ستم سے کیوں کر محفوظ و مصئون رہ سکتا ہے ؟ یہ لوگ دوسری قوموں کے مناقشات سے آگاہ نہیں ہیں کہ جنھیں ہماری ان دیرینہ غلطیوں پر منطبق کر کے اسلام سے نسبت دی جاتی ہے اور نہ ان مشکلات ہی سے واقف ہیں جو جدید علوم اور تحقیقاتِ حدیثہ کے اعتبار سے ہمارے قدیم محدثوں ، مفسروں اور فقیہوں کے مقرر کردہ اصولوں پر ، نہ اصلِ اسلام پر ، واقع ہوتی ہیں ۔ انھوں نے اور ان کے اسلاف نے اپنی باتوں کے جواب میں ”آمنا و صدقنا“ کے سوا اور کوئی بات ہی نہیں سنی ہے ۔ عباسی خلفاء کے زمانے میں یونانی فلسفے کے تراجم کے باعث ایک خلفشار پیدا ہوا تھا جس کے سبب علما اسلام کی مدافعت میں اُٹھے تھے ۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ خود ہی معترض تھے اور خود ہی جواب دینے والے ۔ ان کی مخالفت میں کوئی نہ تھا ۔ چناں چہ انھوں نے خود ہی کہا اور خود ہی سنا ۔ اس پر بھی وہ یہ سمجھے کہ ”ہم نے فتح پائی ہے“ میں یہ مان لیتا ہوں کہ انھوں نے فتح پائی ، لیکن اب نہ وہ مدعی رہے اور نہ وہ دعویٰ — نہ وہ جام رہا نہ وہ ساقی ، وہ شراب نہیں ، وہ مینا ٹوٹ چکی — خود وہ فلسفہ بے جان ہو چکا ہے ، یعنی وہ جام و مینا ٹوٹ چکے ۔ اب تو نئی بنیاد پر نئی عمارت کھڑی ہو چکی ہے ۔ سو جو شخص اسلام کا دعوے دار بنتا ، اسے سچا مذہب جانتا اور اس میں کسی قسم کی بھی غلط بات کو ناممکن سمجھتا ہے وہ ایسی غلط باتوں کو کیوں کر باور کرے اور اسلام اور اہل اسلام کو کس طرح رسوا ہوتا دیکھے ؟ اس وجہ سے ایسا شخص ان باتوں کے انکار میں اور وہ لوگ اس (شخص) کی تکفیر میں معذور ہیں ۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جو انسانی فطرت کو اس پر مجبور کرتا ہے ۔ اس بنا پر ہمارے لیے یہ لازم ہے کہ ہم تمام لعن طعن کرنے اور کفر کا فتویٰ لگانے والوں کو معذور سمجھیں اور ان کی دشنام طرازی سے رنجیدہ نہ ہوں ۔ صدق و صفا کا پیشہ اختیار کریں اور سب کو معاف کر دیں تاکہ وہ آخرت کے مواخذہ اور اس وحدہ لاشریک کی گرفت سے بھی محفوظ رہیں ۔ جہاں تک مدرسۃ العلوم کی ، کہ جس میں قوم کی فلاح و بہبود مضمر ہے ، مخالفت کا تعلق ہے تو اس معاملے میں عفو و درگزر میرے بس میں نہیں ، کیونکہ حقوقِ عباد ان لوگوں

کی گردن پر ہیں لہٰذا وہ جالیں اور ان کا خدا ۔ ''قل کفٰی باللہ بینی و بینکم یعلم ما فی السموات و الارض و الذین آمنوا بالباطل و کفروا باللہ اولٰئک ھم الخسرون ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

علی گڈھ — اپنے بلند مرتبہ خدا کا نہایت ہی حقیر بندہ

۱۳ ۔ اگست ۱۸۸۱ع — سید احمد

۱۰۰

بنام مولوی مظہراللہ

مولوی مظہر اللہ کے نام سر سید کے مندرجہ ذیل تین خط مولوی نورالرحمان نے رسالہ ''فکر و نظر'' میں چھپوائے تھے اور ان کی تمہید بھی خود ہی لکھی تھی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے :

''سرسید کے یہ تین فارسی خطوط میرے دادا مولوی مظہر اللہ کے نام ہیں ۔ آپ کا وطن پھپھراؤں ضلع مراد آباد ہے ۔ پھپھراؤں مولویوں کی قدیم بستی ہے ۔ مولوی صاحبان کے وہاں دو خاندان آباد ہیں ۔ مولوی مظہر اللہ صاحب کے دادا زبدۃالموحدین مشیر الدولہ محقق الملک مفتی محمد نور اللہ خان بہادر مناظر جنگ ، مصنف نور مطلق شرح کلمۃ الحق ، لمعہ عشاق ، انوارالرحمٰن وغیرہ اعظم پور سے ترک سکونت کر کے پھپھراؤں آ گئے تھے ۔ پھپھراؤں کا دوسرا خاندان اس سے زیادہ قدیم ہے اور اس خاندان کے ایک فرد مولوی محمد علی صاحب سرسید کے زمانے میں اس سبب سے مشہور ہوئے کہ انھوں نے سرسید کی تفسیر کے رد میں کئی جلدیں شائع کیں ، اور کہا جاتا ہے کہ اس سے بہتر کوئی تصنیف اس موضوع پر نہیں ہے ۔ دوران غدر ۱۸۵۷ء میں سرسید بھی پھپھراؤں میں پناہ گزین رہے ۔

مولوی مظہر اللہ صاحب نے ابتدائی عمر میں بہت ہی معمولی سرکاری ملازمت اختیار کی اور بعد میں ترقی پا کر سررشتہ دار صدر ہوئے - اس وقت جب کہ سید احمد خاں صدر امین ہو کر بجنور آئے مولوی مظہر اللہ صاحب بجنور میں ان کی ماتحتی میں غالباً اسی اجلاس میں کام کرتے تھے اور یہی وہ زمانہ ہے کہ سرسید مولوی صاحب کی ذاتی صفات اور علمی قابلیت کے گرویدہ ہوگئے - اس زمانے کی بعض سرکاری تحریروں میں سرسید نے جن الفاظ میں مولوی مظہر اللہ صاحب کی تعریف و توصیف اور اعترافِ خدمات کیا ہے وہ ضابطے کی تحریروں اور دفتری کاغذات میں کم نظر آتا ہے - یہ تحریریں بھی محفوظ ہیں اور زیادہ تر سرسید کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی ہیں -

ہنگامۂ غدر میں مولوی مظہر اللہ صاحب نے انگریزوں کی ملازمت ترک کر دی لیکن کس عنوان سے اور کتنے عرصے کے لیے؟ اس کا صحیح علم نہیں ہے - مگر کچھ عرصہ بعد وہ اپنے عہدے پر بحال کیے گئے اور جلد ہی تحصیل دار چاند پور مقرر ہوگئے - وہاں سے مراد آباد کے قائم مقام ڈپٹی کلکٹر تبدیل ہو کر گئے -

اس عرصے میں سرسید کی تحریک شروع ہو چکی تھی اور روز بروز ترقی پکڑتی جاتی تھی - مولوی مظہر اللہ صاحب سرسید کی اس تحریک کے اور ان کے مذہبی خیالات اور انگریزی تعلیم کی ترغیب کے حامی نہ تھے - لیکن سرسید نے ہمیشہ ان کو اپنا سمجھا اور اسی لیے ان کے پاس اپنا تمام لٹریچر بھیجتے رہے - مولوی مظہر اللہ صاحب ''تہذیب الاخلاق'' کے بھی خریدار تھے اور سائنٹیفک سوسائٹی کے بھی غالباً ممبر رہے اس لیے کہ سوسائٹی کی سب مطبوعات ان کے کتب خانے میں موجود تھیں - وہ سید راس مسعود کی تقریب بسم اللہ میں بھی شریک ہوئے - غدر کے زمانے میں اور اس کے بعد سرسید کی زندگی میں جن انگریزوں کا بار بار نام آتا ہے مثلاً ''شکسپیئر'' کالون، پامر، الگزنڈر وغیرہ الہی لوگوں کا مولوی مظہر اللہ

صاحب سے بھی زمانہٗ ملازمت میں واسطہ رہا ہے اور ان کے خطوط آخر وقت تک ان کے پاس آتے رہے۔

مولوی مظہر اللہ صاحب نے اپنی ملازمت کی مدت پوری نہیں کی اور قبل از وقت پنشن لے کر جنرل اعظم الدین خان صاحب کے اصرار پر دو سال کے لیے ریاست رام پور چلے گئے جہاں اُن کو ''مؤلف قانون'' کا عہدہ دیا گیا اور انھوں نے ریاست کے قوانین مال وضع کیے، جو آخر زمانہ تک ریاست میں نافذ رہے۔ اس کے بعد علائق دنیوی سے کنارہ کشی اختیار کی۔ پنشن کے بعد تقریباً بائیس سال وہ زندہ رہے لیکن اب ان کی زندگی بدل چکی تھی اور ترک تعلقات کے بعد ان کا مشغلہ دن رات عبادت و ریاضت تھا۔ ۱۹۰۷ء میں بمقام مراد آباد ان کا انتقال ہوا اور لکھنو میں تحت قدم پیر و مرشد درگاہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن قدس سرہ میں دفن ہوئے۔''

(نورالرحمٰن، علی گڑھ)

(۱)

(رسالہ ''فکر و نظر'' علیگڑھ، جلد ۵، نمبر ۳، بابت جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۰۵)

بجنور کچہری کلکٹری

بخدمت عزیزی منشی مولوی محمد مظہر اللہ صاحب روبکار نویس کلکٹری سلامت فایز باد

از مراد آباد دویم اکتوبر ۱۸۵۸ء

بسم اللہ

عزیزی مولوی منشی مظہر اللہ صاحب سلامت

بعد سلام واضح باد کہ بروقت رسیدن این مکاتبہ استعفائے نوکری خود بحضور جناب صاحب کلکٹر بہادر بجنور بگزرانند۔ امروز جناب آقائے نامدار چٹھی بنام صاحب کلکٹر بہادر بجنور نوشتہ اند کہ استعفائے مظہر اللہ منظور نمایند و تا

رسیدن من در بجنور مقیم باشند ـ حکم شده که تا ده روز نزد خود داشته ترتیب گرده دہند پس رسیدن من در بجنور ده روز دیگر آن تحریر را لزدم ماندن خواہد شد، بعده ، ہمراه عرضی خود بحضور خواہم فرستاد منشی شش مبار کباد باقی سرگذشت بروقت ملاقات ـ والسلام ـ خاکسار سید احمد ـ دویم اکتوبر ۱۸۵۸ء

مقام مراد آباد از بنگله حضور ـ فردا انشاء الله تعالیٰ من ہم روانه خواہم شد ـ دو شنبه در تاجپور سیر خواہم کرد و علی الصباح روز سه شنبه انشاء الله تعالیٰ در بجنور خواہم رسید و در خانه شما یا ڈپٹی صاحب فروکش خواہم شد زیراکه از میر صاحب ضد و صید شده است ـ این نیاز نامه بملاحظه شان ہم بگزرانند ـ

سید احمد

(۲)

(رساله فکر و نظر ، علیگڑھ ، جلد ۵ نمبر ۳ بابت جولائی ۱۹۶۴ع ، صفحه ۱۰۶)

بخدمت شریف عزیزی مولوی مظہر الله صاحب منشی محکمه سیشن سلامت فائزه باد

از دہلی

۲۷ اکتوبر ۱۸۵۸ع

بسم الله

مولوی صاحب عزیز و شفیق فرمائے حال بنده سلامت !

بعد سلام مسنون الاسلام التماس اینکه سه قطعه خطوط آن شفیق رسیده بر مندرجه اطلاع دادند بدریافت خیر و عافیت آن شفیق و تقرر بر عہده منشی شش گہال خوشی حاصل شد ـ الله تعالیٰ مبارک کند ـ آنچه در خط اخیر حال مقدمات اسپشل کمشنر استفسار فرموده اند ہنگام رسیدن میرٹھ تحقیق خواہم ساخت و باطلاع خواہم پرداخت که بنده فردا انشاء الله تعالیٰ بتاریخ ۲۸ اکتوبر مع سواری ہائے زنانه از اینجا روانه خواہد شد و براه بجنور در مراد آباد خواہد رسید ـ میر بادشاه ہم ہمراه بنده خواہد آمد ـ اگر اتفاقیه تذکره آید از حضور جناب آغائے نامدار ہم عرض نمایند ـ باقی خیریت ـ والسلام

خاکسار

سید احمد

(۳)

(رساله فکر و نظر ، علیگڑھ ، جلد ۵ ، نمبر ۳ ، بابت جولائی ۱۹۶۳ع ، صفحه ۱۰۲)

بجنور

بخدمت شریف مولوی ش مظهر الله صاحب سر رشته دار کلکٹری سلامت فائز باد

عزیزی و محبی و مشفقی سلامت ـ بعد سلام مسنون الاسلام و اشتیاق ملاقات بهجت آیات التماس اینکه نامه محبت آگین آن عزیز مورخه ۱۹ ستمبر رسید ـ از محبت آن شفیق ممنون شدم ـ از اضطرابی که در آن مندرج بود پے بردم که گدامی امر مضطرب کننده نسبت بمن بغلط شنیده باشند ـ من و برخورداران حامد و محمود عالی مراتبها و جمیع همراهیان از عنایت الٰهی بهر نمط خوش و خرم و صحیح و تندرست و شادان و فرحان هستیم ـ آن محب دلی و محبوب قلبی خاطر خود را بهر نوع جمع دارند ـ رخصت پانزده روز بجهت سیر کلکته گرفته ام ـ انشاء الله تعالیٰ بتاریخ ۲۶ ستمبر ازینجا روانهٔ کلکته خواهم شد و بعد معاودت از آنجا در تعطیل دسهره انشاء الله العزیز روانه دهلی خواهم شد ـ اگر خواسته خداست برائے ملاقات آن عزیز و راجه پرتاب سنگه بهادر و ملازمت جناب مسٹر پامر صاحب بهادر برائے یک دو روز در بجنور و تاجپور هم خواهم رسید ـ اگرچه من از شما خفا هستم لیکن دل بمحبت شما هم چنان مرهون است ـ من از شما خفا باشم ، لیکن دل من گرو محبت شماست ـ بهرحال زنده باشید و خوش باشید و ماوا هم یکی از دعا گویان خود دانید ـ والسلام

از غازی پور ، ۲۳ ستمبر ۱۸۶۳ع

خاکسار
سید احمد

۱۰۱

بنام مولوی سید ممتاز علی

مولوی سید ممتاز علی صاحب، سید ذوالفقار علی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے فرزند، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد، شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ہم درس اور سرسید احمد خاں کے نہایت عزیز دوستوں میں سے تھے۔ حالی، شبلی، نذیر احمد، آزاد اور ذکاء اللہ سے اُن کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ عربی کے فاضل، فارسی کے عالم، انگریزی کے مترجم اور اردو کے مشہور ادیب تھے۔ اخبار "تہذیب النسواں" کی بدولت اردو صحافت کی تاریخ میں اُن کا نام ہمیشہ نمایاں رہے گا۔ ان کے آبا و اجداد کا وطن دیوبند تھا مگر اُن کی ساری عمر لاہور میں گزری۔ راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں وفات پائی۔ دیوبند میں دفن ہوئے۔ تاریخ ولادت ۲۸ ستمبر ۱۸۶۰ع ہے۔ سرسید سے پہلی ملاقات دسمبر ۱۸۷۹ع میں بمقام کلکتہ ہوئی اور اُس کے بعد سے تعلقات برابر بڑھتے رہے۔ ۱۸۸۴ع میں پنجاب ہائی کورٹ لاہور میں مترجم مقرر ہوئے۔ مگر ۱۸۹۱ع میں استعفیٰ دے دیا۔ ۱۸۸۸ع میں حمیدہ بیگم سے شادی ہوئی مگر اُن کا انتقال ۱۸۹۵ع میں ہو گیا، جس کے بعد دسمبر ۱۸۹۷ع میں دوسری شادی محمدی بیگم سے کی، جنھوں نے بعد میں ایک ادیبہ، شاعرہ اور

اور مصنفہ ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کی - ۱۸۹۸ع میں آپ نے ”رفاہِ عام پریس“ کے نام سے ایک مطبع اور ”دار الاشاعت پنجاب“ کے عنوان سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا - یکم جولائی ۱۸۹۸ع کو اپنی نگرانی میں عورتوں کے لیے ایک ہفتہ وار اخبار ”تہذیب النسواں“ کے نام سے جاری کیا - اخبار کا یہ نام سرسید کا تجویز کردہ تھا - یہ اعلیٰ درجے کا نسوانی پرچہ تقسیم ملک کے بعد تک نکلتا رہا - ۲ نومبر ۱۹۰۸ع کو آپ کی دوسری بیوی کا بھی انتقال ہو گیا جس کے بعد آپ نے تیسری شادی نہیں کی - ۱۳ - اکتوبر ۱۹۰۹ع کو آپ نے بچوں کے لیے اخبار ”پھول“ جاری کیا ، جو ۱۹۵۸ع تک شائع ہوتا رہا - ۱۹۳۴ع میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب ملا اور ۱۵ جون ۱۹۳۵ع کو آپ کا انتقال ہوگیا -

آپ کے تین اولادیں ہوئیں : (۱) حمیدہ بیگم (زوجۂ سر محمد یعقوب مراد آباد) جن کا انتقال ۱۹۱۷ع میں ہوا - (۲) حمید علی جن کا انتقال ۱۰ دسمبر ۱۹۶۷ع کو ہوا - (۳) امتیاز علی (تاج) جو مجلس ترقی ادب کے ناظم تھے - اُن کا انتقال نہایت دردناک حالات میں ۱۹ - اپریل ۱۹۷۰ع کو ہوا - ان کو کسی نے قتل کر دیا -

مولوی صاحب کی تالیفات و تراجم کے نام یہ ہیں : (۱) حقوقِ نسواں (۲) سبیل الرشاد (۳) ثبوتِ واجب الوجود (۴) خزینۃ الاسرار (۵) شیخ حسن (۶) تذکرۃ الانبیاء (۷) ترجمہ زاد المعاد (۸) ترجمہ المنقذ من الضلال (۹) خیر المقال (۱۰) محاکمہ ولادتِ مسیح (۱۱) رد الملاحدہ (۱۲) فارسی آموز (۱۳) تفصیل البیان فی مقاصد القرآن ۷ جلد (۱۴) پرائمری کے لیے اردو ریڈریں (۱۵) مڈل کے لیے نصابی کتابیں (۱۶) بچوں کو ہندسے سکھانے کا نقشہ -

مکتوبات سرسید مطبوعہ ۱۹۵۹ع میں مولوی ممتاز علی کے نام سرسید کے صرف ۶ خط میں نے درج کیے تھے - مگر اس موجودہ مجموعہ میں بے انتہا تلاش کے بعد میں نے ۱۰۷ خط مہیا کیے ہیں - اتنی تعداد میں سرسید کے خطوط کسی اور کے نام نہیں -

(۱)

(رسالہ نقوش ، بابت اپریل ، مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۹۱)

مشفق و عنایت فرمائے بندہ !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ وہ قبل فائل میں لگایا گیا ہے ۔ ان سب شبہات کی نسبت جو کچھ میری رائے ہے وہ موقع بہ موقع تفسیر میں آوے گی ۔ حروف مقطعات کا ذکر تو اول ہی آیا ہے ۔ جہاد کی نسبت آپ نے دو جداگانہ مطلبوں[۱] کو یکجا کر دیا ہے ۔ ایک مطلب ہے کہ اصل میں حکم جہاد کیا ہے ۔ دوسرا مطلب ہے کہ اس پر زمانہٗ اولین میں (عمل) کیسا ہوا ۔ آپ نے جو باتیں (عام طور سے مشہور تھیں) ان پر خیال کر لیا ۔ بہرحال یہ ایسے امور نہیں ہیں کہ خطوط میں طے ہوں ۔ آپ کے دل میں جو شبہات آویں آپ تحریر کرکے بھیجتے جاویں ۔ میں ان کا جواب بالتحقیق ، جو میرے دل میں ہے ، تفسیر میں بہ مقاماتِ مناسب لکھوں گا مگر علیحدہ جواب لکھنے کی مجھے فرصت نہیں ہے ۔ تفسیر کا کمپوز شروع ہو گیا ، اس ہفتہ میں قریب جزو دو جزو کے چھپ جاوے گی اور برابر چھپتی رہے گی ۔ آپ کو اگر اس میں حصہ لینا ہے اور جس کو لینا ہے وہ روپیہ بھیج دے ۔ اگر وہ چاہے کہ جو فرمہ چھپے وہ بھیجا جایا کرے تو یہ بھی ممکن ہے ۔ صرف طالب کو محصول دینا پڑے گا ۔ والسلام

علی گڑھ ، ۲۴ دسمبر ۱۸۷۷ع وقت شب

خاکسار
سید احمد[۲]

(۲)

(رسالہ نقوش، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۹۱)

جناب مکرمی !

عنایت نامہ آپ کا پہونچا ۔ تمام امور پر جو آپ نے ارقام فرمائے ہیں ، انشاء اللہ تعالیٰ غور ہوگی ۔ وہ کچھ مشکل نہیں ہیں ۔ جو مجھ کو مشکل معلوم

۱۔ نقل مطابق اصل ۔

۲۔ اس تحریر کے وقت سرسید اپنی عمر کے ۶۰ ویں سال میں اور مولوی سید ممتاز علی سترھویں سال میں تھے ۔

ہوتے ہیں وہ اور ہیں ۔

تفسیر کی قیمت کا یہ حال ہے کہ صرف سو نسخے چھاپے جاتے ہیں ۔ اس سبب سے لاگت بہت زیادہ پڑتی ہے ۔ فی روپیہ چارجز سے کم لاگت ہوتی ہے ۔ پس جو لاگت واقعی لگے گی وہی ہر ایک شریک سے لی جاوے گی ۔ بالفعل ہر شریک کو دس روپیہ پیشگی عنایت فرمانے ہوں گے ۔ . . .[1] دس روپیہ ہی طلب ہوں گے ۔ حساب بتا دیا جاوے گا کہ واقعی یہ خرچ ہوا ہے ۔ جس وقت ایک مناسب حصہ طیار ہو جاوے گا (تو) شریکوں کو اطلاع دی جاوے گی ، جو طلب کرے گا اس کو صرف ایک آنہ یا دو آنہ بھیجنے ہوں گے اور فی الفور حصہ تیار شدہ اس کی خدمت میں روانہ ہوگا ۔ . . . .[2] اب تک چھپ چکا ہے ۔

والسلام

علی گڑھ ، ۳۱ دسمبر ۱۸۷۷ء ، وقت شب

خاکسار
سید احمد

(۳)

(نقوش ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۹۲)

شفیق بندہ !

آپ کے عنایت نامہ جات ایسے سوالات پر مبنی ہوتے ہیں کہ ہر ایک کے جواب میں رسالہ لکھا جاوے ۔ اگر زندگی ہے تو تفسیر چھپتے تک صبر کیجیے ۔ سب کچھ اس میں ملے گا ۔ تفسیر بہت آہستہ چھپتی ہے ۔ روپیہ چاہیے ، جب سب کام ہوتا ہے ۔ والسلام

علی گڑھ ، ۱۴ مئی ۱۸۷۸ء

خاکسار
سید احمد

۱- یہاں سے اصل خط کی عبارت اڑ گئی ہے ۔ پڑھی نہیں جاتی ۔

۲- یہاں سے بھی اصل خط کی عبارت اڑ گئی ہے ۔

(۴)

(نقوش ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۹۲)

مکرم و معظم شفیق من !

عنایت نامہ مع آرٹیکل نوشتہ مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب پہنچا - مجھے آپ کی نسبت اور جو شخص کہ مثل آپ کے قدردان میری بے قدر تصانیف کے ہوں اُن سے قیمت کے بطور اقساط لے لینے میں کچھ عذر نہیں ہے - دس روپے آپ کے آ چکے ہیں - آئندہ بطور قسط ارسال فرماتے رہیں - جیسا کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے ، اجزائے مطبوعہ مرسل خدمت ہیں - آئندہ بھی مرسل ہوتے رہیں گے -

مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب نے جو آرٹیکل لکھا ہے ، اس کو خود مجھے چھاپنا مناسب نہیں ہے - وہ تو اس لائق ہے کہ جب میں مر جاؤں گا ، اس کے بعد میری لیف (لائف) اگر تحریر ہو تو اس میں مندرج ہو - میں ان کی عنایت کا نہایت شکر گزار ہوں - اور اگر درحقیقت اسلام کو میری تحریر سے کچھ فائدہ ہوا ہے اور مسلمانوں کے دل میں یا ایک ہی مسلمان کے دل میں عظمت اسلام نے جگہ پائی ہے تو میری مراد حاصل ہو گئی - والسلام

علی گڑھ ، ۱۵ اگست ۱۸۷۸ع
خاکسار
سید احمد

(۵)

(نقوش ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۹۲)

قال اللہ تعالیٰ لرسولہ علیہ السلام
و اخفض جناحک للمومنین

مکرمی !

عنایت نامہ پہنچا - ممنون عنایت کیا - قرآن مجید کے تمام مضامین ایک دوسرے سے کسی نہ کسی قسم کا علاقہ رکھتے ہیں - سب کا حل اگر ایک جگہ کیا جاوے تو مشکل ہے -

آپ نے جو مضمون نسبت اجنحہ لکھا ہے اس کا شکر گزار ہوں اور موقع پر اس سے فائدہ اٹھاؤں گا -

تفسیر اور قریب ایک جزو کے چھپ گئی ہے[1] ۔ قصہ موسیٰ و غرق فرعون چھپ رہا ہے ۔ خیال ہے کہ اس کے چھپ جانے کے بعد اجزا روانہ کروں گا ۔

مدرسۃ العلوم کی نسبت جو کچھ استفسار کرنا ہو ، مجھ سے فرمائیے ۔ ایک روپیہ دینے پر مجموعہ قوانین اور تین روپیہ دینے پر رپورٹ سال گزشتہ مل سکتی ہے جن میں تمام امور بالتصریح مندرج ہیں ۔ والسلام

علی گڑھ ، ۱۰ ستمبر ۱۸۸۸ع — خاکسار
سید احمد

(۹)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

محب دلنواز من !

آپ کا عنایت نامہ مع مضمون کے پہنچا جس کے پڑھنے سے میری دلنوازی ہوئی ۔ میرے دل کو تقویت ہوئی ۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے ۔ میں نے ایک جلسے میں کہا تھا کہ میری یہ آرزو ہے کہ ہماری قوم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھے اور ترقی پاوے اور اگر یہ یقین جاتا رہا تو وہ ہماری قوم نہیں رہی ۔ پھر اگر وہ آسمان کے تارے ہو جائیں تو ہم کو کیا ۔ ایک محض حماقت کی سمجھ ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ میں کوئی علاحدہ فرقہ قائم کرتا ہوں ۔ یہ تو میرے مقصد کے خلاف ہے ۔ (میں تو) جو فرقے اسلام سے باہر جانا چاہتے ہیں ان کو ملا رکھنا چاہتا ہوں ۔

آپ کا مضمون جو کہ خاص میری نسبت تھا میں (نے) ہرچند چاہا کہ اس کے چھاپنے کا قصد نہ کروں مگر (وہ) ایسا دل میں بیٹھ گیا اور اس کی سچائی کا ایسا دل پر اثر ہوا کہ چھاپنے پر مجبور ہوا ۔ شاید آپ نے میرے دل کو تراش کر یہ مضمون لکھا ہے جس میں میری دلی کیفیت ہے ۔ انشاء اللہ اس شنبے کے بعد جو شنبہ ہوگا اس دن کے اخبار میں چھپے گا ۔ تفسیر اور تصانیف

۱۔ سرسید کا مطلب یہاں "اور" سے یہ ہے کہ تفسیر مزید ایک جزو چھپ گئی ہے ۔

احمدیہ اس قدر تاخیر سے نہیں چھپیں گی جیسا کہ آپ حساب لگاتے ہیں۔ اتفاقات سے کمپوزیٹر بیمار ہو گئے اور چلے گئے۔ ایک مصحح مر گیا۔

یہ شہر نہایت چھوٹا ہے۔ الہ آباد سے کمپوزیٹر طلب ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تفسیر و جملہ کتب دو برس کے عرصے میں اگر زندگی ہے تو چھپ جاویں گی۔ تفسیر کا بہت بڑا کام ہے اور اس کی مشکلات ظاہری کا حل کرنا اور واقعی و اصلی بات کا بتانا ذرا مشکل پڑ جاتا ہے۔ بہر حال خدا کی مدد چاہیے :

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

تصویر اپنی خدمت اقدس میں بھیجتا ہوں۔ کلکتہ جا کر دوسری بھیجوں گا۔ دو تصویریں بھیجتا ہوں۔ جون سی پسند ہو رکھ لیں۔ چاہے دونوں رکھ لیں۔ نذر جناب ہیں۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۹ نومبر ۱۸۶۸ع

(۷)

(نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۹۳)

محبی و مشفقی !

تہذیب الاخلاق میں حسب دستور سابق سب کچھ ہوگا اور متعدد دوست حسب سابق اس میں مضمون لکھیں گے ۔ صرف صورت میں فرق ہوگا ۔ اب کی دفعہ ایسی تدبیر ہے کہ آخر کو کتاب کی صورت ہو جاوے اور رفتہ رفتہ تصانیف احمدیہ کا تصور ہو ۔ مولوی مشتاق حسین ، منشی ذکاء اللہ صاحب کا مضمون (ہوگا) ۔ منشی ذکاء اللہ صاحب نے ''فطرت'' کے نام سے مضمون لکھنا شروع کیا ہے اور چند نمبروں میں ختم ہوگا ۔ جو طرز اس کا تجویز کیا ہے نہایت ہی عمدہ ہے ، اگر اسی عمدگی سے ختم جاوے ۔ میں دسویں یا گیارھویں

کو یہاں سے چلوں گا ۔ رات کو انبالہ پہنچوں گا ۔ صبح کو روانہ شملہ ہو جاؤں گا ۔ بر وقت مراجعت شملہ انشاءاللہ تعالیٰ لاہور میں بھی آؤں گا اور آپ سے ملاقات ہوگی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۵ مئی ۱۸۷۹ء

(۸)

(رسالہ کہکشاں لاہور، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء)

مجبی و مشفقی !

چوتھی مئی کا عنایت نامہ میرے پاس ہے جس کا جواب لکھتا ہوں ۔ پندرھویں مئی کو یہاں سے روانہ ہوں گا اور سیدھا شملہ چلا جاؤں گا ۔ بر وقت معاودت ضرور آپ سے ملاقات ہوگی ۔ انجمن اسلامیہ لاہور میں جو آپ نے گفتگو کی اس کا میں شکر گزار ہوں، مگر حال یہ ہے کہ میں ایک واعظ مذہب بننا نہیں چاہتا ۔ لہ ایسے جلسوں میں جو مذہبی نام سے ہوں شریک ہونا یا ان میں لکچر دینا پسند کرتا ہوں ۔ صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ اپنے احباب کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کروں تاکہ ان کو اس پر غور کرنے کا اور جو نقص اس میں ہو اس کی اصلاح کا موقع ملے اور مجھ کو بھی فائدہ پہنچے ۔ پس اس کام کے لیے کوئی عام مجلس کی ضرورت نہیں ہے ۔ بہرحال موسم سرما میں جو ہوگا وہ ہوگا ۔ اس وقت اس کی گفتگو بے فائدہ ہے ۔ تہذیب الاخلاق چھپنا شروع ہو گیا ۔ چار ورق چھپ چکے ہیں ۔ بقیہ اور چھپ جائیں تو بخدمت احباب روانہ ہوگا ۔ ایک مضمون میرا ہے ۔ ایک مولوی مشتاق حسین کا اور ایک منشی ذکاءاللہ صاحب کا ۔ منشی ذکاء اللہ صاحب نے ''نیچر'' پر سلسلہ وار آرٹیکل لکھنے شروع کیے ہیں اور اس کے متعدد نمبر ہوں گے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۱۳ مئی ۱۸۷۹ء

(۹)

(نقوش لاہور، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ء، صفحہ ۹۴)

محبی و مشفقی!

آپ کا کوئی عنایت نامہ شملہ پر نہیں آیا - 'تہذیب الاخلاق' آپ کے پاس پہنچا ہوگا - اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہوا - اگر مناسب ہو تو آپ 'سفیرِ ہندوستان' امرت سر، پنجابی اخبار اور انجمن پنجاب سے راہ و رسم پیدا کریں اور آپ ہر پرچہ' تہذیب الاخلاق کا ریویو تحریر کر کر ان اخباروں میں چھپوا دیا کریں اور بے تامل اس کے نقائص، جو آپ کے دل میں آئیں، ریویو میں لکھا کریں - اس میں دو فائدے ہیں - اول تو آپ کو اگرچہ اب بھی مضمون نگاری کی مشق ہے، اور بھی زیادہ ہو جاوے گی اور مجھ کو اور لوگوں کو یہ فائدہ ہوگا کہ مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق کے حسن و قبح پر دوسروں کی رائے معلوم ہوگی - والسلام

خاکسار

شملہ پارک ہوٹل، ۲۹ مئی ۱۸۷۹ء سید احمد

(۱۰)

(نقوش لاہور، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ء، صفحہ ۹۵)

محبی وشفیقی!

میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا وقت ایسے لغو کاموں میں یعنی مولوی محمد حسین صاحب[۱] (بٹالوی) کے رسالہ ''اشاعت السنہ'' کے جواب لکھنے میں صرف نہ کیجیے - اس سے کچھ فائدہ نہیں -

مجھ کو تفسیر لکھنے کی کافی فرصت ہے اور میں کونسل کے صرف ان ہی کاموں میں مشغول ہوں گا جن کی سلیکٹ کمیٹی میں شامل ہوں یا جن کو خود

۱- مولوی محمد حسین بٹالوی جماعتِ اہلِ حدیث کے مشہور لیڈر تھے - حاشیہ خط نمبر ۴۲ میں اس قصے کی تفصیل درج ہے -

پیش کرنا چاہوں ۔ باقی کاموں پر زیادہ توجہ کی کچھ ضرور نہیں ہے اور اس تدبیر سے فرصت بہت نکل آئی ہے ۔ شملہ کے قیام میں امید ہے کہ بہت کچھ لکھ لوں گا ۔ آپ کے عنایت نامہ کا شکر کرتا ہوں ۔ آپ کی طبیعت جو علیل ہو گئی تھی اس کا افسوس ہوا ۔ شکر خدا کا کہ صحت ہوگئی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
شملہ ، پارک ہوٹل ، ۳۱ مئی ۱۸۷۹ع

(۱۱)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

مشفقی و محبی!

آپ کا عنایت نامہ و نوٹ بیس روپیہ بابت خریداری تہذیب الاخلاق پہنچا ۔ ممنون عنایت کیا ۔ اصل (بات) یہ ہے کہ میں نے تہذیب الاخلاق صرف آپ کے شوق کے سبب سے مکرر جاری کر دیا ہے ۔ اس بات کی کچھ پروا نہیں ہے کہ بقدر خرچ خریدار ہوں گے یا نہیں ۔ میرا روپیہ ایسی ہی لغو باتوں میں تمام عمر ضائع ہوتا رہا ہے ۔ آپ میرے نقصان کا کچھ خیال نہ کریں ۔ محمد برکت علی خاں صاحب[1] تو دوست قدیم ہیں مگر اور کسی غیر شخص (سے) اصرار کرنا اور لجاجت اس کی خریداری پر کرنا کچھ ضرور نہیں ہے ۔ حقیقت میں تہذیب الاخلاق کا بند ہونا نامناسب تھا ۔ گویا تحریر مضامین اور خیالات سب بند ہو گئے تھے ۔ اس کے سبب بُرا یا بھلا تحریر کا لگا لگا ہی رہے گا ۔ بعض بعض مضمون قابل پڑھنے کے تحریر ہوتے ہیں ۔ بعضے صرف معمولی ہیں ۔ بہرحال ایک امر جاری رہنے سے امید ہے کہ کوئی عمدہ مضمون بھی آ جائے گا ۔ منشی مولوی چراغ علی ، منشی ذکاء اللہ صاحب، مولوی الطاف حسین حالی ، منشی مشتاق حسین نے مضامین بھیجنے کا وعدہ کیا ہے ۔ اور ایک اور صاحب ہیں جو مولوی مستعد ہیں اور تمام خیالات تہذیب الاخلاق و تفسیر کے ان کے دل میں بھر گئے ہیں اور تمام

۱۔ خان بہادر محمد برکت علی خاں سے مراد ہے جو لاہور کے رئیس اور سر سید کے گہرے دوست تھے ۔

پچھلی تعلیم کو بھلا دیا ہے ۔ وہ بھی وعدہ تحریر مضامین کرتے ہیں مگر نام ظاہر کرتے ہوئے کانپتے ہیں ۔ بہرحال اس کا جاری رہنا بہتر ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
شملہ ، پارک ہوٹل ، ۱۲ جون ۱۸۶۹ع

(۱۲)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

مجبی و شفیقی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ مضمون مرسلہ چھپنے کو بھیج دیا ۔ تصانیف احمدیہ چھپ رہی ہے ، مگر 'تہذیب الاخلاق' کے چھپنے سے کام زیادہ ہو گیا ہے ۔ اس سبب سے اور نیز اس سبب سے کہ اس کے پروف میرے پاس شملہ پر آتے ہیں ، تاخیر سے چھپتی ہے ۔ شملہ پر میں نے کام تفسیر کا بہت کیا ہے ۔ سورہ بقر کی کل تفسیر قریب ختم ہونے کے ہے ۔ نہایت مشکل مشکل مقام جو ظاہرا معلوم ہوتے تھے ، نہایت صفائی اور خوبی سے حل ہوئے ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہی مطلب قرآن کا ہے جو میں نے بیان کیا ہے ۔[۱] میں آپ کی عنایت و محبت کا ہمیشہ شکر گزار ہوں اور آپ سے ایک خاص محبت اس خیال پر رکھتا ہوں کہ مجھ کو آپ سے قومی فائدے پہنچنے کی توقع ہے ۔ خدا آپ کو زندہ رکھے اور بوڑھا کرے اور میرا جو خیال آپ کی نسبت ہے اس کو پورا کرے ۔[۲] آپ کے والد ماجد آپ کے ان خیالات کی نسبت کیا کہتے

۱۔ مگر تفسیر سے سرسید کے نہایت ہی گہرے اور جگری دوست بھی مطمئن نہ تھے ، جس کا اظہار محسن الملک نے اپنے خطوط میں اور مولانا حالی نے ''حیات جاوید'' میں کر دیا ہے ۔

۲۔ سرسید کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا ۔ چنانچہ آگے چل کر مولوی ممتاز علی صاحب نے ادب ، علم اور مذہب کی بڑی خدمات انجام دیں اور قومی بھلائی کے کاموں میں آخر وقت تک برابر مشغول رہے ۔ گورنمنٹ انگریزی نے ان کی قدیمی اور ملی اور اسلامی خدمات کی قدر شمس العلماء کا خطاب دے کر کی اور عوام آج تک ان کو نیکی سے یاد کرتے ہیں ۔

ہیں ۔ پسند کرتے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ میرا نوعمر بیٹا بگڑ گیا ۔ بر وقت مراجعت شملہ کسی مقام پر اب ضرور ملاقات ہونی چاہیے ۔ پنجاب میں جو قانون مالگذاری اور قانون لگان جاری ہے وہ غالباً اردو زبان میں لوگوں نے چھاپے ہوں گے ۔ ایک کاپی اگر ان کو دستیاب ہو تو مرحمت فرمائیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
شملہ ، ۱۳ جولائی ۱۸۷۹ع

(۳)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

محبی و مشفقی !

ایک خط ملفوف ہے ۔ اس کو پڑھ کر اور دوسرے لفافے میں رکھ کر کاتب خط کے نام روانہ فرما دیجیے ۔ آپ کی تحریر (اخبار) "سفیر ہند" میں پڑھ کر نہایت خوش ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پہلو اور باریکیاں ان مسائل کی بخوبی آپ کے پیش نظر ہیں اور ہر ایک کو کماحقہ غور کیا ہے ۔ مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کا دماغ اس قسم کے مضامین سمجھنے کے مناسب نہیں ہے ۔ ان پر کیا موقوف ہے ، ہمارے علماء کی قوت دماغی ان ہی معمولی کتابوں کے پڑھنے میں صرف ہو جاتی ہے ۔ پھر طاقت مطالب دیگر پر غورکی باقی نہیں رہتی ۔ رسالہ "اشاعۃ السنہ" میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ "فطرت" کے لفظ پر کیسی لغو اور غیر مناسب تقریر لکھی ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق وہ نہیں سمجھتے ۔ والسلام

دو رسالے نسبت مزارعان پنجاب پہنچے جن کا نہایت دلی شکریہ قبول ہو ۔

فقط خاکسار
سید احمد
شملہ ، پارک ہوٹل ، ۲۰ جولائی ۱۸۷۹ع

(۱۴)

(رسالہ کہکشاں لاہور، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء)

محبی و مکرمی!

عنایت نامہ پہنچا ـ نماز فی حد ذاتہ نہایت مناسب فطرت انسانی کے ہے ـ ارکان معینہ اس فطرت کے محافظ ہیں اور اس لیے بمنزلہ اس کے جزو کے ہیں ـ باقی رہا تعین ارکان ہیئت موجودہ، اس کی نسبت جو شبہ کیا جائے وہی شبہ بعینہ اس ہیئت پر بھی وارد ہوگا جو اور طرح پر قرار دی جائے ـ اس لیے یہ شبہ از قبیل شبہ عامۃ الورود ہوگا جو مقبول نہیں ہو سکتا ـ ہاں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہیئت موجودہ کی خوبی اور عمدگی کا ثبوت چاہیے جو علانیہ ظاہر ہے ـ

آپ کا مضمون چھاپہ خانہ والوں نے 'تہذیب الاخلاق' کے ساتھ چھاپنا تجویز کیا ہے ـ مگر تعجب یہ ہے کہ 'تہذیب الاخلاق' ماہ رجب بھی اب تک نہیں آیا ـ معلوم نہیں کیا آفت پڑی ہے ـ والسلام

آپ کا نیازمند

سید احمد

شملہ، پارک ہوٹل، ۲۷ جولائی ۱۸۷۹ع

(۱۵)

(رسالہ کہکشاں لاہور، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء)

محبی و عزیزی!

تمہارا مضمون 'تہذیب الاخلاق' کی نسبت متعدد دفعہ میں نے پڑھا ـ اس وقت بھی پڑھ رہا ہوں ـ جو بات میرے دل میں آئی آپ کو لکھتا ہوں ـ

شکر ہے خدا کا کہ ہماری قوم میں تم سا نوجوان لائق پیدا ہوا ـ خدا تم کو زندہ سلامت رکھے ـ مضمون کی عمدگی، اس کا طرز بیان، اس کی ترتیب، اس کے شستہ الفاظ بے انتہا تعریف کے لائق ہیں ـ جو بات خدا نے ہم کو ڈاڑھی سفید ہو جانے کے بعد دی وہ خدا نے تم کو اس عمر میں دی کہ شاید ابھی پوری ڈاڑھی بھی نہ نکلی ہوگی:

بالائے سرش ز ہوش مندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

خدا تم کو زندہ رکھے اور جیسی مجھ کو امید تمھاری ذات سے قوم کی بھلائی کی ہے ، خدا اس کو پورا کرے۔! انگریزی علوم علی الخصوص لٹریچر کی تحصیل میں زیادہ محنت کرو۔ معلوم نہیں کہ تمھاری شادی ہوگئی ہے یا نہیں۔ اگر نہ ہوئی ہو تو جلدی مت کرنا۔ یہ ایسا پیچ ہے کہ انسان کو مشکلات میں پھنسا دیتا ہے۔ والسلام

آپ کا دلی ترقی خواہ
خاکسار
سید احمد
شملہ ، پارک ہوٹل ، ۲۔ اگست ۱۸۷۹ع

(۱۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۹۷)

عزیزی و محبی سید ممتاز علی صاحب !

جو اشتہار گورنمنٹ کا انڈین سول سروس کے باب میں چھپا ہے ، وہ تم نے دیکھا ہوگا۔ اگرچہ آپ کے والد سے اور مجھ سے ملاقات نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ تم سول سروس میں منتخب ہو جاؤ۔ اگر آپ کے والد ماجد کو تمھارا انگلستان بھیجنا واسطے تکمیل بقیہ تعلیم کے منظور نہ ہو تو تمھارا منتخب ہو جانا ممکن ہے۔ اس باب میں کیا خیالات ہیں۔ ان سے مطلع ہونا چاہتا ہوں۔ زیادہ صلاح اس باب میں بغیر ملاقات و زبانی گفتگو کے نہیں ہو سکتی۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
شملہ ، پارک ہوٹل ، ۶ ستمبر ۱۸۷۹ع

۱۔ جو الفاظ سرسید نے یہاں مولوی ممتاز علی کے متعلق تحریر کیے ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بوڑھے سرسید نے نوجوان سید ممتاز علی کو کیسا حوصلہ افزا خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

(۱۷)

(رسالہ نقوش ، بابت اپریل ـ مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۹۸)

محبی و شفیقی !

غالباً میں یہاں سے دوسری تاریخ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور تیسری تاریخ کو انبالہ میں دن کے دو بجے تک ٹھہرا رہوں گا ـ اگر ممکن ہو تو کیمپ انبالہ کے ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کرو ـ والسلام

خاکسار
سید احمد

شملہ ، پارک ہوٹل ، ۲۶ ستمبر ۱۸۷۹ء

(۱۸)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت جولائی ۱۹۱۹ء)

محبی و شفیقی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ـ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میرا خط آپ تک نہیں پہنچا ـ میں نے ایک مفصل خط آپ کو لکھا ہے ـ جو خیالات آپ کے دل میں گزرے ہیں وہ سب غلط ہیں ـ میں اپنے دوستوں کا جاں نثار اور خاک پا ہوں ـ قصور کیسا ، معافی کیسی ، آزردگی کیسی ـ ایسے خیالات کبھی میری طرف وہماً بھی نہ فرمائیے ـ مولوی سمیع اللہ خان صاحب مع اپنی صاحبزادی کے اپریل میں ولایت جاویں گے ، نہایت خوشی ہو کہ آپ بھی ساتھ جاویں ، مگر قبل از روانگی اپنے تئیں انڈین سول سروس میں منتخب کرا لو ـ یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے ـ جس طرح ہو تم مجھ سے ملو ـ میں شروع دسمبر میں کلکتہ چلا جاؤں گا ـ اخیر دسمبر کی تعطیل۱ میں تم بھی کلکتے چلے آؤ ، میرے پاس رہو ـ سب طرح (کی) آسایش اور میرے دل کو راحت ہوگی ـ طالیت سے سب باتیں طے ہوں گی ـ مسودہ درخواست مرتب ہو جاوے گا اور سب تدبیریں میں

۱ـ اس زمانے میں کرسمس کی تعطیلات دس بارہ دن کی ماہ دسمبر کے آخر میں ہوا کرتی تھیں ، سرسید کا مطلب ان سے ہے ـ

بتا دوں گا ۔ کلکتہ آنا کچھ مشکل نہیں ۔ سیر بھی کرو گے ، ملاقات بھی ہوگی ۔ دل (بھی) خوش ہوگا ۔ کیا امر تم کو کلکتہ آنے کو مانع ہے ؟ میں تم کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں ۔ جو بات ہو مجھ کو لکھو ۔ اگر کلکتہ آنے میں کسی امر کی ضرورت ہو (تو) مجھے لکھو ، میں اس کا انجام کر دوں گا ۔ تمھاری عمر اس وقت ایسی ہے کہ الٹھن سول سروس کے لیے ابھی تدبیر ہو سکتی ہے ۔ چند روز بعد تدبیر ہاتھ سے جاتی رہے گی ۔

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۶ نومبر[۱]

(۱۹)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

مکرمی و محبی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ اگرچہ مجھ کو آپ کے تشریف لانے سے نہایت خوشی ہے مگر برابر چار روز کا سفر کرنا ، جو آپ کو تکلیف دے گا، اُس کا افسوس ہے ۔ بہرحال ملاقات ہونے کے بعد سب کچھ مبدل بخوشی ہو جائے گا ۔ آتے وقت علی گڑھ مت ٹھہرنا ۔ جب یہاں آؤ گے تو مولوی خواجہ محمد یوسف

۱۔ اس خط پر صرف ۱۶ نومبر کی تاریخ سرسید نے لکھی ہے ۔ سنہ لکھنا بھول گئے ۔ خط کے شروع میں سرسید نے تحریر کیا ہے کہ ”مولوی سمیع اللہ خاں صاحب اپریل میں ولایت جائیں گے ۔ سرسید کے اس فقرے سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ پتہ لگ جائے کہ مولوی سمیع اللہ کب ولایت گئے تو بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کہ یہ خط کس سنہ کا لکھا ہوا ہے ۔ چنانچہ تلاش کے بعد پتہ چلا کہ وہ انگلستان کے سفر پر علی گڑھ سے ۱۶ اپریل ۱۸۸۰ع کو روانہ ہونے تھے (رسالہ تہذیب الاخلاق ، علی گڑھ ، جلد دوم (دور سوم) بابت ۱۲۹۷ھ ، صفحہ ۷) اس حوالے سے معلوم ہوگیا کہ یہ خط مولوی سمیع اللہ کے ولایت جانے سے ٹھیک پانچ ماہ پہلے ۱۶ نومبر ۱۸۷۹ع کو سرسید نے لکھا تھا ۔

صاحب بھی یہاں ہوں گے ۔ ان سے ملاقات ہو جاوے گی اور ہر وقت مراجعت شاید ساتھ بھی ہوگا اور مدرسۃ العلوم کی بھی علی گڑھ میں خوب سیر ہوگی اور مراجعت کے وقت تک مدرسہ بھی کھل جاوے گا ۔ اگر رستے میں سے اپنے پہنچنے کا ٹھیک وقت بذریعہ تار برق بتلا دو گے تو میں آدمی و سواری سٹیشن پر بھیج دوں گا ۔ شاید کچھ غلطی ہو جائے اس لیے لکھتا ہوں کہ میرے محلے کا انگریزی نام تو آپ کو معلوم ہے مگر گاڑی والے یہ نام کمتر سمجھتے ہیں ۔ اس محلے کو ہندوستانی "باہمنی چھتہ" کہتے ہیں ۔ پس اگر شاید میرا آدمی نہ ملے تو جس گاڑی بان سے کہوگے ، برابر لے آئے گا ۔ اسٹیشن پر کثرت سے گاڑیاں کرائے کی حاضر و موجود رہتی ہیں ۔ یہ سب باتیں احتیاطاً لکھ دی ہیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
کلکتہ ، ۱۵ دسمبر ۱۸۶۹ع

(۲۰)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۹۹)

مشفقی و محبی !

عنایت نامہ پہنچا ۔ اس کام میں چنداں جلدی نہیں ہے ۔ مہینہ دو مہینہ کا بھی عرصہ گزر جاوے تو کچھ مضایقہ نہیں ہے ، بلکہ میری دانست میں مناسب ہے کہ اگر موقع ملے تو آپ کے والد ماجد سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے کچھ تذکرہ کریں اور ان کی رائے ٹٹولیں ۔ حمید اللہ خاں کے خاندان کا حال باعتبار مناصب دلیاوی بہت اچھا ہے ۔ نبی اللہ کے خاندان کا حال باعتبار شرافت خاندانی و اعلیٰ درجے پر اپنے ضلع میں موقر ہونے میں نہایت اچھا ہے ۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ گورنمنٹ نے خاندانی درجے کی کیا اسکیل تصور کی ہے ۔ کیفیت خاندان ان ہی دونوں کے مربیوں سے طلب ہوئی تھی ۔ انھوں نے بھیج دی ۔ اب شاید اپنے طور پر گورنمنٹ کچھ تحقیق کرے ، اگر اس کو درخواست کا منظور کرنا منظور ہو ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
کلکتہ ، ۲۵ دسمبر ۱۸۶۹ع

(۲۱)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

عزیزی و محبی !

تمھارے تین خط پہنچے ۔ پہلا خط جو شکریے کا تھا اس کی کچھ ضرورت نہ تھی ۔ مجھ کو تم سے دلی محبت ہے اور ہر طرح ترقی کا خواہاں ہوں ۔

پچھلے دو خطوں کو پڑھ کر افسوس ہوا ۔ ولایت جا کر تعلیم حاصل کرکے ہندوستان میں وجہِ معاش حاصل کرنے کے ، جو بغیر ولایت جائے حاصل نہیں ہو سکتی ، صرف تین کام ہیں ۔ بیرسٹری ، انجینری ، ڈاکٹری ۔ اول کام کو تم بھی ناپسند کرتے ہو اور میں بھی چنداں پسند نہیں کر سکتا ۔ صرف بیرسٹری کے بعد دو امر کی ضرور امید ہے ۔ ایک یہ کہ بذریعہ بیرسٹری ، گو وہ کیسی ہی کم ہو ، تین چار سو روپیہ مہینہ ضرور ملے گا اور اس سے زیادہ ترقی ہو جانی تقدیری بات ہے ۔ دوسری یہ کہ بعد واپسی ہندوستان کوئی ابتدائی عہدہ عدالت کا ضرور مل سکے گا اور اسی سلسلے میں جلد ترقی کرنے کا موقع ملے گا اور ہندوستان کے امتحانوں سے نجات ملے گی ۔ بارسٹری میں اس سے زیادہ توقع نہیں ہے ۔ انجینٹری میں داخل ہونے کو ان وجوہات سے ، جو آپ نے لکھی ہیں ، بلاشبہ نہایت مشکل اور نہایت دقت ہے ۔ ڈاکٹری میں بھی وہ دقت پیش آوے گی ۔ معہٰذا ڈاکٹری اس لیے زیادہ نامناسب ہے کہ ہندوستانیوں کو سول سرجن کا عہدہ ملنا انگریز اور لیڈیاں پسند نہیں کرتیں اور اس لیے ہندوستانی فوجی ڈاکٹری پر پھینک دیے جاتے ہیں ۔ پس درحقیقت تمھارے لیے کوئی ایسا موقع نہیں ہے کہ بعد واپسی ولایت سے ایسا عہدہ پا سکو جو یہاں کی تعلیم سے حاصل نہ ہو سکتا ہو ۔ پس آپ کا ولایت جانا دو امر کی توقع پر ہو سکتا ہے :

اول بارسٹری کے لیے جس سے ان فوائد کے سوا ، جو اوپر مذکور ہوئے ، اور کسی بات کی توقع نہیں ۔ شاید یہ ہو کہ عدالت کے ابتدائی عہدے ملنے میں ولایت کی تعلیم کے سبب کچھ آسانی ہو ۔ دوسرے بغرض عمدہ تعلیم حاصل کرنے کے ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزی میں عمدہ تعلیم ہندوستان میں حاصل ہونی ناممکن ہے اور ولایت میں جو عمدہ انگریزی تعلیم حاصل ہو جاوے گی وہ لازوال دولت ہے اور ولایت سے واپس آنے کے بعد اسی تعلیم کے ذریعے سے چار پانچ سو روپیہ ماہواری ہر صورت سے کما سکتے ہو ۔

تمام حالات پر غور کرنے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ اگر تم چار برس کے لیے بھی ولایت جا سکتے ہو تو جاؤ - فی الفور جاتے ہی کسی یونیورسٹی میں داخل ہو جاؤ اور لٹریچر کی شاخ اختیار کرو ، برس روز تک کسی چیز کا بجز محنت کے ترقی تعلیم پر خیال مت کرو - برس روز کے بعد "لنکن ان" میں باسٹری کے لیے داخل ہو جاؤ - تعلیم بدستور یونیورسٹی میں جاری رکھو اور صرف لکچر کے زمانے میں "لنکن ان" میں آ کر لکچر سن جایا کرو - دو برس بعد امتحان دینا ہوگا - چند روز پہلے امتحان کے لیے اپنے تئیں تیار کر لو - اور اگر "لنکن ان" میں یہ قاعدہ اب بھی ہو کہ جو شخص تین برس تک لکچر سنے اس کو امتحان کی ضرورت نہیں ہے تو امتحان کا خیال بھی مت کرو - تین برس تک برابر لکچر سنتے جاؤ اور یونیورسٹی کی تعلیم میں اس قدر محنت کرو کہ بی - اے کی ڈگری حاصل کر لاؤ - یہ دولت ایسی ہوگی جس سے مسلمانوں کو تمھاری ذات پر فخر ہوگا اور ہمیشہ کو تمھاری ذاتی اور دلی خوشی کا باعث ہوگا - اگر یہ امور تمھاری دالست میں اور تمھارے والد ماجد کی دالست میں کافی معاوضہ ولایت جانے کا اور چار برس تک صعوبات سفر اختیار کرنے کا اور سب سے زائد روپیہ خرچ کرنے کا نہ ہو تو ارادہ موقوف کرو - تن بہ تقدیر یہاں تعلیم میں کوشش کرو - تم کو انگریزی لٹریچر میں ترقی کی بہت حاجت ہے اور اس پر بہت زیادہ کوشش درکار ہوگی - والسلام

تمھارا خیر طلب
سید احمد
کلکتہ ، ۱۶ فروری ۱۸۸۰ع

(۲۲)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۰۱)

عزیزی و محبی !

آپ کا عنایت نامہ علی گڑھ ہو کر شملہ میں میرے پاس پہنچا - میں چند روز سے شملہ پر ہوں اور ایک ہفتہ میں یہاں (سے) واپس علی گڑھ جاؤں گا -

آپ کا خط بہت مدت بعد آیا - امید ہے کہ آئندہ اس قدر تاخیر خط و کتابت میں نہ ہوگی - تفسیر کے بعض مقامات ، جو آپ نے پسند کیے ، اس سے

نہایت خوشی ہوئی - امید ہے کہ آپ تھوڑا انتظار فرماویں اور ولادت و معجزات حضرت مسیح کی نسبت جو میرا خیال ہے وہ جلد آپ کے ملاحظے سے گذرے گا۔

مسودہ قانون وقف کی نسبت میرا ارادہ ابھی کونسل میں پیش کرنے کا نہیں ہے - قاضی بل اور ویکسی نیشن بل امید ہے کہ جلد پاس ہو جاویں گے - علی گڑھ پہنچ کر آپ کو مفصل خط لکھوں گا - والسلام

خاکسار

سید احمد

ہارڈنگ ہوٹل ، شملہ ، ۱۷ جون ۱۸۸۰ء

(۲۳)

(رسالہ نقوش ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۰۱)

عزیزی و محبی !

آپ کا محبت نامہ پہنچا - مولوی محمد حسین[۱] صاحب کو غل مچانے دیجیے اور میری شکایت نادہندی چھاپنے دیجیے - ایسی باتوں کی کچھ پرواہ نہیں ہے - کیا وجہ ہے کہ بے طلب رسالہ بھیجیں اور پھر قیمت طلب کریں - مجھے یاد پڑتا ہے کہ اول ہی میں نے خط لکھا تھا کہ نہ بھیجیں - اس کا جواب بھیجا کہ صرف ملاحظے کے لیے بلا قیمت بھیجتا ہوں - شاید وہ خط کہیں پڑا ہو - اخبار والوں کا نہایت غلط خیال ہے کہ اشتہار دینے کی دھمکی سے ڈر کر دوسرا شخص بدنامی کے خوف سے قیمت ادا کر دیتا ہے - ایک مرتبہ مصر سے بھی ایک ایڈیٹر صاحب نے مجھے بلا طلب عربی اخبار بھیجنا شروع کیا - جب (انھوں نے) قیمت مانگی (تو) میں نے انکار کیا کہ طلب ناواجب ہے اور نہ دی -

میں چاہتا ہوں کہ اخبار والوں کی یہ بدعادت دور کی جاوے اور ہرگز بلا طلب اخبار بھیجنے پر قیمت نہ دی جاوے - پس آپ اس کا کچھ فکر نہ کیجیے اور مولوی محمد حسین صاحب کا جو دل چاہے ان کو کرنے دیجیے -

مسودہ وقف کچھ مخالفت کے اندیشے سے پیش کرنا ملتوی نہیں کیا - اس پر تو اس قدر مخالفت نہیں ہوئی جس قدر کہ ویکسی نیشن بل پر مخالفتیں ہوئیں اور

۱- مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ سے مراد ہے -

لفٹنٹ گورنر بھی برخلاف تھے۔ اس کا تو میں نے اندیشہ نہیں کیا اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ نویں تاریخ کے اجلاس میں وہ پاس ہو جاوے گا۔

میری میعاد ممبری کی ۱۴ جولائی کو ختم ہو جاوے گی۔ ممکن ہے کہ دوبارہ انتخاب ہوگا مگر اول تو بہ سبب چلے جانے لارڈ لٹن کے دوبارہ انتخاب نہایت مشتبہ ہے اور بالفرض اگر ہو بھی تو غالباً میں منظور نہیں کرتا ۔[1] کیونکہ اپنے ذاتی کام اور تصنیف کتب اور کاروبار مدرسہ میں نہایت حرج پڑتا ہے اور اس ممبری سے کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ میری عمر چولسٹھ برس کے قریب ہو گئی (ہے)۔ اب کہاں تک جیوں گا۔ مجھ کو اپنی ہمت اس میں مصروف کرنی چاہیے کہ جو خیالات میرے دل میں ہیں، ان کو بذریعہ تحریر و تصنیف لوگوں میں چھوڑ جاؤں۔ لہ یہ کہ کونسل کی ممبری میں اپنے اوقات صرف کروں۔ مسودہ وقف کے ملتوی کرنے کی یہی وجہ ہے کہ اس قدر مہلت باقی نہ تھی کہ میرے زمانۂ ممبری میں اس پر بحث ہوتی۔ آپ یقین کریں کہ میں اپنی تفسیر کا ایک صفحہ لکھنا کونسل کی ممبری سے بہت زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ اس وقت تک یہ ارادہ ہے کہ دسویں جولائی کو یہاں سے روانہ ہوں۔ اگرچہ آپ سے ایک لمحے کے لیے بھی ملاقات ہونے سے دل کو سرور ہوتا ہے، مگر آپ انبالہ آنے کی ہرگز تکلیف نہ فرماویں۔ میں وہاں ٹھیرنے کا نہیں۔ اور برسات کے سبب معلوم نہیں کہ وقت معینہ پر پہنچا جاوے یا نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔ والسلام علیکم و قلبی لدیکم

خاکسار
سید احمد
ہارڈنگ ہوٹل، شملہ، ۷ جولائی ۱۸۸۰ء

خلق طیر کی بابت کافی تشفی نہیں ہوئی ہے، دو ایک کتابیں منگائی ہیں۔

۱- یہاں فقرہ "منظور نہیں کروں گا" ہونا چاہیے تھا مگر اصل خط میں یوں ہی لکھا ہے۔

(۲۴)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل مئی ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۰۲)

محبی و مشفقی !

آپ کا عنایت نامہ اور منی آرڈر تعدادی پندرہ روپیہ کا پہنچا ۔ آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا ۔ میں اسی تفسیر کے لکھنے میں مصروف ہوں ۔ سورہ آل عمران کی تفسیر چھپنی بھی شروع ہو گئی ہے ۔ ولادت حضرت مسیح کی بابت میں سب کچھ لکھ چکا (ہوں) ۔ میرے نزدیک قرآن مجید سے ان کا بے باپ ہونا ثابت نہیں ہے ۔ اور . . . عیسائی و یہودی سب حضرت مسیح کو یوسف کا پسر جائز سمجھتے تھے ۔ اس کی سندیں بھی نکال لی ہیں ۔ پس میں نے یہی لکھا ہے کہ وہ حسب فطرت بشری پیدا ہوئے تھے اور یوسف ان کے والد تھے ۔ نہایت لمبا مضمون ہے ۔ عنقریب چھپ کر آپ کے ملاحظے میں آوے گا ۔ نسبت خلق طیر اس کے لیے بہت کچھ تلاش کرتا ہے ، جو کہ سورہ مائدہ میں زیادہ صریح الفاظ ہیں اور اس کے ساتھ تمام باتیں متعلق حضرت عیسیٰ جو معجزات کہلاتی ہیں ، مذکور ہیں ۔ اس لیے اس کی بحث سورہ مائدہ کی تفسیر پر منحصر کی ہے ۔

ہم لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ ہمارے کالج کا اورینٹل ڈیپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی (سے) الفلیٹ کر دیا جاوے ۔ آپ کی اس میں کیا رائے ہے ۔ صرف اورینٹل ڈپارٹمنٹ الفلیٹ ہوگا — آج محمد اسماعیل صاحب وکیل پنجاب کا خط آیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مجھ پر قیمت رسالہ (کے متعلق) نالش کرنے کی اجازت دی ہے ۔ میں نے جواب لکھ دیا کہ نالش کریں ۔ جواب دہی کی جاوے گی ۔ پس جب نالش ہوگی تو آپ کو (ہی) وکیل مقرر کر دیجیے گا ۔ وکالت نامہ بھیجوں گا اور جواب دعویٰ (کا) مسودہ بھی بھیج دوں گا[1] ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۷ ۔ اگست ۱۸۸۰ء

۱۔ اس قصے کی دلچسپ کیفیت یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث کے مشہور لیڈر مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۷۸ء میں لاہور سے ''اشاعت السنۃ النبویہ'' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(۲۵)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

مجبی و مشفقی !

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے - آپ کی عنایت کا شکرگزار ہوا - میں بخیریت ہوں اور اپنے کام میں دن رات مشغول ہوں -

نسبت آرٹیکل کے جو آپ نے لکھا ہے اس کا ترجمہ انگریزی میں ہونا نہایت دقت کی بات ہے - شاید وہ انجام نہیں ہو سکنے کا - کوئی ایسا لکھنے والا یہاں نہیں ہے جو اس کو اسی خوبی سے انگریزی میں لکھ دے -

در حقیقت جو لوگ یونیورسٹی پنجاب کے طرف دار ہیں وہ اس سے ناخوش ہوئے ہوں گے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ تمام پنجاب کے اخبار اس کی تردید کریں گے - وہ آرٹیکل خاص پنجاب کی یونیورسٹی پر نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کی پالیسی پر ہے - اُن میں جن کتابوں کے نام ہیں اس کا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ پنجاب یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہیں بلکہ علوم مشرق کے ذکر میں ان کا نام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کے نام سے ایک ماہوار رسالہ اردو میں جاری کیا تھا - اس میں سرسید کے خلاف بہت کچھ لکھا جاتا تھا - مگر سر سید نے کبھی جواب نہیں دیا - مولوی صاحب کی عادت تھی کہ لوگوں کے پتے حاصل کرکے بلا طلب ان کو رسالہ بھیجتے رہتے تھے اور سال گزرنے کے بعد قیمت کا مطالبہ ہوتا تھا اور بار بار ہوتا رہتا تھا - اگر پھر بھی کوئی قیمت نہیں دیتا تھا تو اسے اپنے وکیل کی معرفت نالش کی دھمکی دی جاتی تھی اور لوگ مقدمہ بازی کی مصیبت سے بچنے کے لیے بالعموم قیمت ادا کر دیتے تھے - سرسید کے ساتھ بھی انھوں نے یہی حرکت کی کہ بلا طلب ان کو اپنا رسالہ بھیجنا شروع کر دیا - جب قیمت مانگی تو سرسید نے لکھ دیا کہ میں نے کب آپ کے رسالے کی خریداری قبول کی تھی - آپ رسالہ بھیجنا بند کردیں - میں قیمت نہیں دوں گا - مگر رسالہ بند نہ ہوا اور مولوی صاحب نے انھیں بھی اپنے وکیل کی معرفت نوٹس دے دیا - اسی نوٹس کے متعلق سرسید نے یہ خط مولوی سید ممتاز علی صاحب کو لکھا تھا - (اسماعیل)

آیا ہے ۔ اگر کسی کو اس قدر بھی سمجھ نہ ہو تو اس کی بھی زیادہ تشریح کا کوئی مضمون چھاپنا محض بے فائدہ ہے ۔ یہ میں جانتا ہوں کہ وہاں ان کتابوں کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے جو انگریزی سکیم میں ہیں ۔ ان کی نسبت میں نے لکھ دیا ہے کہ پرانی تدبیر ہے جو ناقص قرار پا کر چھوڑ دی گئی ہے ۔ معہذا ترجموں سے ترقی اعلیٰ درجے کی ناممکن ہے ۔ بس میرے نزدیک اس مضمون کے لکھنے پر زیادہ تر صرف اوقات محض فضول ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی کالج ضرور یونیورسٹی ہو جائے گا ۔ لارڈ رپن کی ایسی ہی پالیسی ہے بلکہ اکثر حکام کی ۔ افسوس یہ ہے کہ خود ہندوستانی اپنا بھلا برا نہیں سمجھتے ۔ اب ہم اس قابل ہوں تو کچھ مشکل نہیں ہے ۔ گورنمنٹ کی کچھ بھی پالیسی ہو ، ہم کو وہ کرنا چاہیے جو ہمارے لیے فی الواقع مفید ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۸ دسمبر ۱۸۸۰ء

(۲۶)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ء)

محبی و مشفقی عنایت فرمائے من !

دو قطعہ عنایت نامہ مع دو قطعہ کرنسی نوٹ ایک پچاس روپے کا بابت چندہ اور دوسرا بیس روپے کا بابت تفسیر پہنچا ۔ آپ کی عنایت و محبت کا شکرگزار ہوں ۔ تفسیر سورہ آل عمران کی ختم ہوگئی ہے ۔ عنقریب تقسیم ہوگی ۔ اس کی تفسیر میں بھی چند مشکل مقام تھے جن کو اپنے یقین و علم کے موافق حل کیا ہے ۔ حضرت مسیح کی ولادت کی نسبت میرے دل میں کچھ شبہ نہیں ہے ۔ قاضیوں کی تعلیم کے لیے مدرستہ العلوم میں جاعت کا قائم ہونا محض غلط ہے ۔ حامد علی خاں (کا) پتہ مندرجہ ذیل ہے :

Hamid Ali Khan Esqr c/o Major Henry S. King & Co.
65, Corn Hill, London (England)

والسلام
آپ کا محب قلبی
سید احمد
۳ مارچ ۱۸۸۱ء

(۲۷)

(رسالہ کہکشاں لاہور، ماہ جولائی ۱۹۱۹ع)

محبی و مشفقی!

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے۔ آپ کی عنایت و یادآوری کا شکر گزار ہوں۔ تفسیر زرد کاغذ کی معدود باقی ہے۔ ایک جلد حسب طلب روانہ کی ہے۔ میں فضل الٰہی سے بخیریت ہوں۔ گرمی کے موسم میں حسب معمول میری طبیعت کسی قدر علیل ہو جاتی ہے۔ ویسے ہی اس گرمی میں بھی ہوئی ہے مگر کوئی خاص علالت نہیں ہے۔ معمولی بات ہے۔ آپ کے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے۔ اگر تعطیل میں چند روز (کے لیے) یہاں چلے آؤ تو آپ کی محبت و عنایت کے اور میری دلی لحاظ کے بالکل مناسب ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ کے خلق طیر کی نسبت کوئی اور بات آپ کے خیال میں آئی ہے جس کے دریافت کرنے کا میں بہت مشتاق ہوں۔ پس جو تقریریں اس کی نسبت آپ کے خیال میں ہوں ان سب کو لکھ کر میرے پاس بھیج دیجیے۔ والسلام

آپ کا نیازمند

سید احمد

علی گڑھ، ۲ مئی ۱۸۸۱ع

(۲۸)

(رسالہ کہکشاں لاہور، بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ع)

محبی و مشفقی!

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۸۔ مئی پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے دل خوش ہوا۔ تعطیل میں جو آپ نے قصد تشریف آوری کیا ہے، اس سے نہایت مسرت ہوئی ہے۔ جس قدر خوشی مجھ کو آپ کے ملنے سے ہوگی، بیان نہیں ہو سکتی۔

منی آرڈر پہنچ گیا ہے۔ شرح قانون شہادت و خطبات آج روانہ خدمت ہوئی ہیں۔

حاجی محمد اسماعیل خان صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ کو ، جو میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے ہیں ، یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ منجملہ مکانات مدرسۃ العلوم کے ایک مکان اس چندہ سے میری ناچیز کوششوں کی یادگار کے نام سے بنایا جائے ۔ میں تو ایسی بات کو اپنی نسبت پسند نہیں کرتا مگر میں خاموش رہا ، اس نیت سے کہ اگر مدرسۃ العلوم کا کوئی مکان اس بہانے سے بن جائے تو ازیں چہ بہتر ۔ آپ نے اور جناب مخدومی محمد برکت علی خاں صاحب نے جو اس پر توجہ کی اس کا بھی میں شکر گزار ہوں ۔ اصل یہ ہے کہ مدرسۃ العلوم کو غیرمتوقع ترقی ہو گئی ہے ۔ اس وقت دو سو سے زیادہ مسلمان پڑھتے ہیں اور قریب پونے دو سو کے بورڈر ہیں ۔ اگر یہ مدرسہ قائم نہ ہوا ہوتا تو ان میں سے ایک کے پڑھنے کی بھی توقع نہ تھی ۔ اس ترقی کے سبب حاجات مدرسۃ العلوم بھی زیادہ ہو گئی ہیں اور زیادہ تر تائید کا محتاج ہو گیا ہے ۔ پس جو امر کہ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب نے پیش کیا ہے گو وہ حق بجانب نہ ہو اور نہ کوئی میری ایسی کوشش ہے جس کا صلہ ایسا دیا جائے مگر اس سے مدرسۃ العلوم کی حاجتوں کو بہت تائید ملے گی ۔ پس اس کو بھی منجملہ تائیدات مدرسۃ العلوم تصور کرکے کوشش کرنی زیبا ہے اور میرے نام کو اس میں بطور حرف غلط کے سمجھنا چاہیے ۔

مولوی محمد حسین صاحب کچھ ہی کہتے اور لکھتے ہوں ، ہمارا اور ہمارے دوستوں کا طریقہ ان کے ساتھ اخلاق اور ادب کا رہنا چاہیے ۔ وہ ذی علم اور قابل ادب ہیں اور کوئی ایسی بات جس سے ان کے دل کو رنج پہنچے ، نہ ہونی چاہیے ۔ ہمارا مشرب محبت ہے ۔ ہمارے دل میں رنج کو جگہ ہی ہونی نہ چاہیے ۔ تحریرات میں جو وہ بدتہذیبی کرتے ہیں اس سے ہمارا کیا نقصان ہے ۔ بلکہ اگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو بٹہ لگاتے ہیں۔[1] نسبت خلق طبع کے جو آپ نے تحریر کیا اس کا شکر کرتا ہوں مگر وہ چسپاں نہیں ہے ۔ میں ابھی تک اس قابل نہیں ہوں کہ اس کا فیصلہ لکھ سکوں ۔ شاید چند روز

۱۔ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر "اشاعت السنہ" سرسید کے بہت مخالف تھے اور اپنے رسالے کے ہر شمارے میں سرسید کو برا بھلا لکھتے رہتے تھے ۔ مگر سرسید کا اعلیٰ اخلاق دیکھیے کہ کس محبت اور کس جوش سے مولوی ممتاز علی صاحب کو اُن کے خلاف لکھنے سے منع کرتے ہیں ۔

بعد ہو جاؤں مگر نہایت مشکل ہے ۔ اب تک قرآن مجید کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا ۔ ان دونوں مقاموں پر جہاں وہ ذکر ہے ایسی آیات واقع ہیں کہ ان کا ربط دینا نہایت مشکل ہے ، مگر خدا اس کے حل میں مدد دے گا ۔

بعالی خدمت جناب خان بہادر محمد برکت علی خان صاحب کو میرا سلام نیاز پہنچا دیجیے گا ۔ مخدومی محمد حیات صاحب کے مقدمے کا نہایت رنج و افسوس ہے ۔ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے ۔ خدا فضل کرے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۰ مئی ۱۸۸۱ع

(۲۹)

(منقول از رسالہ رومان لاہور ۱۹۳۵ع)

محبی و مشفقی !

عنایت نامہ پہونچا اور حالات مندرجہ سے اطلاع ہوئی ۔ آپ کی ملاقات کو دل چاہتا تھا ۔ اس تعطیل میں نہ آنا بہتر ہوا ۔ موسم اچھا نہیں ہے ۔ تعطیل دسمبر میں ضرور تشریف لائیے گا ۔ ملنے ، بیٹھنے ، باتیں کرنے ، سیر کرنے ، سب کے لیے اچھا موسم ہو گا ۔ کیا عجب ہے کہ اس زمانے میں کوئی جلسہ کمیٹی کا بھی ہو ۔

ہم ہندوستانیوں کی تمام مجلسیں بے جان ہیں ۔ یا تو اُن میں کچھ کام نہیں ہوتا یا کسی یورپین افسر کے ہاتھ فروخت ہو جاتی ہیں ۔ یہ قوت ہم میں نہیں ہے کہ ہم اپنا کام اپنی رائے اور اپنی قوت سے چلاویں ۔ ہم سے اور مسٹر کمیسن صاحب ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن سے نہایت ناموافقت تھی ۔ ملاقات اور صاحب سلامت بھی نہ ہوتی ۔ ہمارے تمام کاموں کے وہ برخلاف تھے ۔ سبب صرف یہ تھا کہ اُن کی خواہش تھی کہ سین ٹیفک سوسائٹی اور مدرسۃ العلوم اُن کے قبضے میں ہو اور ہم صرف اُن کے ہاتھ میں بطور ایک آلہ کے ہوں ۔ ہم نے (اُنھیں) نہایت استقلال سے کسی بات میں دخل نہیں دینے دیا اور خود آپ اور اپنی رائے سے اور اپنے مقاصد (کے لحاظ) سے کام چلایا اور میں اپنے دوستوں کو کئی دفعہ بطور وصیت کے کہہ چکا ہوں کہ میرے بعد مدرسۃ العلوم کا جو

کچھ حال ہو سو ہو مگر ایسا نہ کرنا کہ (مدرسہ) قوم کے ہاتھ سے نکل کر اور لوگوں کے قبضے میں چلا جائے ۔ بری طرح یا بھلی طرح ہماری قوم ہی اس کی چلانے والی ہو ۔ لوگ عام فائدے کے کاموں میں حکام کے سامنے بھی اپنا وسوخ چاہتے ہیں ۔ مگر حقیقت میں اپنی عزت کھو بیٹھتے ہیں ۔ ہم اس ضلع کے حکام کا نہایت ادب کرتے ہیں ۔ تمام جلسوں میں اُن ہی کو افسر[۱] بناتے ہیں ۔ انعام اُن ہی کے ہاتھ سے تقسیم کراتے ہیں مگر ہمارے کام میں اُن کو ایک نقطہ برابر بھی مداخلت نہ ہوئی ۔ وہاں کے حالات نہایت افسوس کے قابل ہیں مگر "خود کردہ را درمان نیست" ۔ جس کام سے قوم کا فائدہ متصور تھا اپنے ہاتھوں اس کو قوم کے لیے زہر بنا لیا ۔ ہمارا کالج فضل الٰہی سے نہایت ترقی پر ہے ۔ مکانات کی نہایت قلت ہوگئی اس لیے داخلہ روک دیا گیا ورنہ اس وقت چار سو سے زیادہ طالب علم ہوتے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ ، ۸ اگست ۱۸۸۱ء

(۳۰)

(رسالہ کہکشاں ، بابت ماہ نومبر ۱۹۱۹ء)

مخدومی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ دسمبر پہنچا ۔ آپ کی علالت کا حال سن کر سکتے کی حالت میں رہ گیا ۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ مرض موذی سے نجات اور حملہ ہائے بخار سے عقب گزاری کا حال اُسی خط میں مذکور تھا ، اور جو صدمہ کہ میرے دل پر ہوا تھا وہ بہت جلد رفع ہوگیا ۔ الحمد للہ علی ذالک ۔ ضعف جو باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد رفع ہو جاوے گا مگر پرہیز و احتیاط سے تغافل کرنا نہ چاہیے ۔ مجھ کو کئی دفعہ خیال آیا کہ کیوں آپ کا عرصہ سے عنایت نامہ نہیں آیا ۔ مگر سہل خیالات پر وہ خیال رفع ہوتا رہا ۔ یہ نہ معلوم تھا کہ اُس کا ایسا برا و سخت سبب ہے جس سے آئندہ ہمیشہ خدا تعالیٰ آپ کو محفوظ

۱- سرسید کا مطلب یہاں صدر بنانے سے ہے ۔

رکھیے - ان اطراف میں بھی بخار کی کثرت رہی - میں بھی اس عارضے میں مبتلا ہو گیا تھا - اب بفضل الٰہی صحت ہے - آپ سے ملاقات کو دل چاہتا ہے - شروع مارچ میں مدرسہ میں جدید عمارات مدرسہ کے کھولے جانے کا جلسہ ہوگا - نہایت خوشی ہو گی اگر آپ بھی اس جلسے میں شریک ہو سکیں - سوسیٹی کا چھاپہ خانہ ایک ابتر حالت میں ہے - سورۂ مائدہ کی تفسیر طیار ہے - جس قدر تاخیر ہوتی ہے ، چھاپہ خانہ کے سبب سے ہوتی ہے - خلق طیر ، احیاء اموات وغیرہ سب کی تفسیر اس میں ہے - مجھے اُمید ہے کہ آپ بہت جلد اس کو اور خدا نے چاہا تو تمام قرآن کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں گے - آپ پر بھی فرمائش ہے کہ اپنی صحت مزاج سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں - والسلام

خاکسار
دعا گوئے شما
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۳ دسمبر ۱۸۸۱ع

(۳۱)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ع)

مجبی و مشفقی !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ . . . مقام لاہور میرے پاس پہنچا - آپ کی صحت اور تندرستی سے نہایت خوشی ہوئی - خدا تعالیٰ آپ کو صحیح و تندرست رکھے - اُمید ہے کہ روز بروز صحت و تندرستی و قوت زیادہ ہوتی جائے گی - آب و ہوا کا تبدیل کرنا نہایت مناسب ہوا اور سیر سے اور مقامات مشہور کے دیکھنے سے دل کو فرحت ہوئی ہوگی -

معلوم نہیں کہ اخیر روئداد کمیٹی یادگار منشی مشتاق حسین صاحب نے آپ کے پاس بھیجی یا نہیں - غالباً نہ بھیجی ہوگی ، اس لیے اُس کی ایک کاپی میں بھیجتا ہوں - اس کو پڑھ کر آپ خوش ہوں گے - اگر عمارت مجوزہ بن جائے تو کالج کو نہایت مفید ہوگی اور بہت سی مشکلات رفع ہو جاویں گی - تفسیر آہستہ آہستہ چھپتی ہے - ''السارق و السارقۃ فاقطعوا ایدیھما'' کی تفسیر (میں) ذرا مشکل پیش آئی ہے - اس کے حل کی بھی بعض ضروری

کتابیں دیکھنی ہیں ۔ کونسل میں اگرچہ کام ہے مگر میں تفسیر کے لکھنے یا اُس کے متعلق کتابوں کے دیکھنے سے کبھی غفلت نہیں کرتا ۔ والسلام

آپ کا ترقی خواہ
خاکسار سید احمد
۲۳ - جنوری ۱۸۸۲ع ، کلکتہ ۲۵ تھیٹر روڈ

(۳۲)

(رسالہ کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ع)

مجبی و مشفقی مولوی سید ممتاز علی صاحب

کل کی ڈاک میں میرے پاس رسالہ ''محاکمہ ولادت مسیح'' پہنچا ۔ اُسی وقت میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا اور رات کو ختم ہوا ۔ اس کے پڑھنے سے اس وجہ سے خوشی نہیں ہوئی کہ میری رائے کی اُس میں تائید کی گئی ہے ، بلکہ اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ نہایت عمدگی و ترتیب و صفائی سے لکھا گیا ہے ۔ جس لیاقت و قابلیت سے وہ رسالہ لکھا گیا ہے اس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا ۔ جو کچھ مجھ سے لکھنا رہ گیا تھا وہ اس میں پورا کر دیا گیا ہے ۔ ابن مریم (کے) مشہور ہونے کا سبب نہایت عمدہ بالکل صحیح مطابق واقعہ تحریر ہوا ہے ۔ مجھ کو یہ خیال نہ تھا کہ یوسف کا انتقال ہوچکا تھا ۔ اس کے سوا اور بھی بعض عمدہ و جدید باتیں ہیں ۔ اگر میری تفسیر کا دوسرا ایڈیشن ہوا تو آپ کے رسالے میں سے چند باتیں اُس میں اضافہ ہونی ضروری ہوں گی ۔ ایک آدھ جگہ جناب مولوی محمد حسین صاحب کی نسبت سخت لفظ ہیں ۔ اگر وہ بھی نہ ہوتے تو نہایت بہتر ہوتا ۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ ، ۸ - اپریل ۱۸۸۲ع

(۳۳)

(رسالہ کہکشاں لاہور، بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء)

محبی و مشفقی شفیق عالم!

آپ کا عنایت نامہ مقام پٹیالہ سے پہنچا ۔ آپ کی عنایت کا اور آپ نے جو سید محمود کے تقرر پر مبارکباد دی ہے، اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ میرا ارادہ شملہ جانے کا ہے اور صرف چار پانچ روز وہاں رہوں گا ۔ پنجاب یونیورسٹی بل پر جب سلکٹ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوگی، اُس زمانے میں جاؤں گا ۔ ابھی معلوم نہیں کہ کب پیش ہو گی ۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ تاریخ پیشی سے ایک ہفتہ قبل مجھ کو اطلاع مل جائے گی ۔ جس وقت تاریخ روانگی مقرر ہوگی، میں آپ کو اطلاع دوں گا ۔

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ، ۲۰ جون ۱۸۸۲ع

جلد دوم تفسیر لغایت آخر سورہ مائدہ طیار ہوگئی اور چھپ گئی ۔ اس کو مرتب کرنا ہے ۔ بہت جلد تقسیم ہوگی ۔ (سید احمد)

(۳۴)

(رسالہ کہکشاں لاہور، بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء)

محبی، مکرمی، مشفقی!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ آپ کی صحت اور تندرستی سے اس قدر خوشی ہوئی ہے جس کو میرا دل جانتا ہے ۔ خدا تعالیٰ تم کو ہمیشہ تندرست و صحیح مطالب پر کامیاب رکھے ۔ آمین!

بقیہ اوراق جلد اول تصانیف چند روز ہوئے کہ روانہ کیے ہیں ۔ یاد نہیں کہ کس پتے پر ۔ اگر نہ پہنچے ہوں تو مطلع فرمائیے کہ دوبارہ بھیج دونگا ۔

تفسیر جلد دوم کاغذ زرد اور اوراق جلد سوم تا نمبر ۶۸ آج روانہ کیے جاتے ہیں ۔ انجمن پر بحث جو مجھ کو لکھنی تھی اسی سورہ انعام میں بہ امعشرالجن

کی تفسیر میں لکھ دی ہے ۔ وہ بحث چھپ رہی ہے ۔ پروف میں نے دیکھ لیا ہے ۔ عنقریب چھپ جاوے گی ۔ اگر زیادہ شوق ہو تو اس بحث کا مسودہ بھیج دوں ۔ حشر کی بحث آئندہ ہوگی ۔

میرا ارادہ ہے ماہ دسمبر میں پنجاب آنے کا ۔ مقصد صرف خلیفہ محمد حسن صاحب سے پٹیالہ میں ملنے کا اور گورداسپور میں سردار محمد حیات خاں سے ملنے کا اور لاہور میں آپ سے اور محمد برکت علی خاں صاحب سے ملنے کا ہے ۔ غالباً ہمارے دوست محمد اسمعیل خاں صاحب بھی ساتھ ہوں گے ۔ سید محمود آج علیگڑھ پہنچیں گے ۔ جب وہ یہاں سے اپنے علاقہ ڈسٹرکٹ ججی واپے بریلی ہو چلے جائیں گے اور کالج کے طالب علموں کی یونیورسٹی کے امتحان کے لیے الہ آباد اور کلکتہ کی روانگی کا بندوبست ہو جاوے گا ، اُس وقت میں کوئی تاریخ روانگی مقرر کروں گا اور آپ کو اطلاع دوں گا ۔ میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ میرے وہاں آنے کی بابت کچھ زیادہ چرچا کیا جائے ۔ میں مثل ایک معمولی آدمی کے تفریح طبع اور دوستوں سے ملنے کے لیے آتا ہوں ۔ اس کی دھوم دھام کیا ۔ ہاں اگر کالج کے لیے کچھ چندہ مل سکے تو جو دھوم چاہو کرو ۔ مگر اس کی توقع نہایت کم ہے ۔ پھر دھوم دھام سے کیا فائدہ ۔ آئندہ جو تمھاری خوشی ہو ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ ، ۲۱ نومبر ۱۸۸۳ع

(۳۵)

(نقوش ، مکاتیب نمبر)

مشفقی و محبی مکرمی ممتاز علی صاحب[۱]

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ آپ کے تمام حالات اور خصوصاً (حال) علالت[۲]

---

۱ - رسالہ نقوش "مکاتیب نمبر" شمارہ ۶۵ - ۶۶ ، بابت نومبر ۱۹۵۷ع جلد اول صفحہ ۶۰ - ۶۱ میں اس خط کا فوٹو شائع ہوا ہے ۔ وہیں سے لے کر یہاں نقل کیا گیا ہے ۔

۲ - فوٹو میں سے یہ لفظ نہیں پڑھا گیا ۔ خیال ہے کہ لفظ 'علالت' ہو گا ۔

طبع ہے ، جس سے میں عض ناواقف تھا ، نہایت افسوس و رنج ہوا ۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب صحت ہے ۔ نقاہت کی وجہ سے آرام کرنا نہایت ضرور ہے ۔ افسوس ہے کہ معالج آپ کو کتاب پڑھنے کو منع کرتے ہیں ۔ مگر آپ زبانی لوگوں سے بے سود بک بک جھک جھک کرتے ہیں ۔ جیسا کہ آپ کے عنایت نامہ سے معلوم ہوتا ہے آپ کو اپنی طبیعت کو آرام دینا لازم ہے ، نہ لوگوں سے مباحثہ میں مصروف ہونا ۔ اول تو حالت صحت میں بھی مباحثہ ایک لغو اور محض بے سود چیز ہے ۔ ہمیشہ انسان کو اُس سے علاحدہ رہنا چاہیے اور لغو و بے سود بات کو اختیار کرنا کچھ عقل کی بات نہیں ہے ، اور حالت نقاہت میں اور بھی مضر صحت ہے ۔ جہاں تک ہو سکے (اپنے آپ کو) آرام دینا چاہئے ۔ اب کی موسوم[1] سرما میں میرا ارادہ پنجاب میں آنے کا مصمم ہے اور خدا نے چاہا تو ضرور آؤں گا ۔ تفسیر قرآن مجید جلد سوم چھپنی شروع ہو گئی ہے اور تصانیف احمدیہ کی جلد اول قریب اختتام ہے ۔ بعض ایسے مکرہات پیش آ گئے تھے جن کے سبب چھپنا بند ہو گیا تھا مگر اب بدستور جاری ہے ۔

آپ کے بی ۔ اے پاس نہ ہونے کا بلاشبہ نہایت رنج ہوا ہے ۔ زرد کاغذ کی تفسیر جلد اول باقی نہیں رہی ۔ جلد دوم کے چند نسخے باقی ہیں اگر آپ فرماویں تو صرف جلد دوم روانہ کر دوں ۔

جب تک موسم ٹھنڈا[2] نہ ہو جاوے اور طاقت بخوبی نہ آ جاوے سفر کسی طرف نہ کرنا چاہیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ یکم دسمبر ۱۸۸۳ع

(۳۹)

(کہکشاں لاہور ، بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ع)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ میں نے اوراق تفسیر وغیرہ اس لیے نہیں روانہ کیے تھے کہ شبہ تھا کہ اس وقت آپ کہاں ہیں ۔ آج روانہ کیے ہیں ۔

---

۱ ۔ فوٹو میں 'موسوم' ہی لکھا ہے ۔ غالباً سرسید 'موسم' لکھنا چاہتے تھے ۔
۲ ۔ فوٹو میں یہ لفظ نہیں پڑھا گیا ۔ میں نے اندازاً 'ٹھنڈا' لکھ دیا ہے ۔

مولوی اقبال علی صاحب نے "سفرنامہ پنجاب" مرتب کرکے بھیج دیا ہے جو چھپ رہا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس میں جناب سردار دیال سنگھ بہادر کا حال اضافہ کروں ۔ آپ اُن کے خاندان کا مختصر حال ہے ، اُن کے زمانہ سفر ولایت وغیرہ امور سے جو قابل اندراج ہوں ، تحریر فرما کر ارسال فرمائیں ۔ اور جس اس کی تحقیق کی ضرورت ہو ، سردار صاحب سے مل کر دریافت کر لیں ۔ اُنھوں نے مدرسۃ العلوم پر بہت احسان کیے ہیں ۔

دوسرے یہ کہ مرزا ارشد صاحب نے جو اشعار ولکم کے یونیورسٹی ہال کے جلسے میں پڑھے تھے ، وہ بھی اُن سے لے کر بھیج دیجئے ۔

اپنی خیر و عافیت سے ہمیشہ مطلع فرماتے رہیں ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علیگڑھ ، ۷ اپریل ۱۸۸۴ع

(۳۷)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۰۹)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کی طبیعت بہ نسبت سابق کے زیادہ تر اچھی ہے ، نہایت خوشی ہوئی ہے ۔ خدا آپ کو ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے ۔ "سفر نامہ پنجاب" چھپ رہا ہے ۔ چھیانوے صفحے چھپ چکے ہیں ۔گورداسپور کے حالات گویا ختم ہو گئے ۔ امرت سر دوبارہ پہنچنے کے حالات چھپ رہے ہیں ۔ رسالہ نہایت دلچسپ ہے ۔ مولوی اقبال علی صاحب نے حقیقت میں اس کی تحریر میں بہت بڑا کام کیا ہے ۔ جزو کے جزو زبانی لکچروں کے لکھوا لیے ہیں ۔ میں نے کل رسالہ پر نظرثانی کی ہے اور زیادہ تر درست کر دیا ہے ۔

آپ بہت قریب آ گئے ہیں ۔ ضرور یہاں آئیے ۔ آپ نے جو ارادہ یہاں تشریف آوری کا لکھا ہے ، میں ممنون ہوا اور شکر کرتا ہوں ۔ ساتویں اور بارھویں مئی کے درمیان شاید میں کہیں جاؤں یا کوئی دوست یہاں آوے ۔ پس بعد بارھویں مئی کے جس وقت آپ کا دل چاہے تشریف لائیے اور چند روز یہاں قیام فرمائیے ۔ نہایت خوشی ہو گی اور میں آپ کا ممنون ہوں گا ۔ تاریخ تشریف آوری

سے مطلع فرمائیے ۔ تین روپے سات آنے پہنچ گئے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۶ - مئی ۱۸۸۶ع

(۳۸)

(رسالہ نقوش لاہور، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع، صفحہ ۱۰۹ -
نیز رسالہ اُردو کراچی، بابت اپریل ۱۹۶۷ع)

محبی و مکرمی!

آپ کا عنایت نامہ مع خط ملفوفہ کے پہنچا ۔ آپ کی عنایت کا شکر ادا کرتا ہوں ۔ جب میں نے خط ملفوفہ کا پہلا حصہ پڑھا تو مجھے اس بات سے تو خوشی ہوئی کہ راقم خط (نے) کس قدر لغو و مہمل و بے سرو پا باتیں لکھی ہیں، مگر اس بات پر نہایت افسوس ہوا کہ خدا تعالیٰ نے راقم خط کا دل کیسا بنایا ہے کہ تمام لوگوں (کو) ایسی بدگمانی سے دیکھتا ہے ۔ یہ اس شخص کے دل (میں) یقین ہے کہ دنیا میں ہر ایک شخص شیطان سے زیادہ بدتر ہے ۔ ایسے دل کے شخص سے شبہات کا رفع کرنا نا ممکن ہے ۔ میں تو اس خط کے پہلے حصے کی نسبت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ سب صاحب خط کے دل کی خوبیاں ہیں جو انھوں نے طالب علموں کو ایسا تصور کیا ہے ۔ جس مبالغے اور زور شور سے انھوں نے اس مضمون کو لکھا ہے، خود اُسی سے اس کی وقعت ظاہر ہے ۔ وہ محض لاعلم ہیں کہ مولوی محمد اکبر صاحب منیجر بورڈنگ ہوس کون شخص ہیں ۔ ان کو صرف ملازم نہ سمجھنا چاہیے ۔ وہ مثل ہمارے اعضا کے ہیں ۔ اگر مہتمم ہر، مولوی سمیع اللہ خاں پر کوئی شخص بددیانتی کا الزام لگا سکتا ہے تو مولوی محمد اکبر پر بھی لگا سکتا ہے ۔ صاحب خط مطلق ان کے حال سے واقف نہیں ہے یا جیسا کہ خدا نے ان کے دل کو بنایا ہے، کسی کی نسبت نیک خیال ان کے دل میں نہیں آتا ۔ بورڈنگ ہوس کے گودام پر ایک محرر متعین تھا جو تمام اشیاء بازار سے خرید کر لاتا تھا ۔ اس کی نسبت کئی مہینے سے شبہ ہوا کہ اس کے نرخ میں بے ایمانی کی ہے اور کچھ تغلب کیا ہے ۔ اس کی تحقیقات کی گئی اور اصلیت پائی گئی ۔ دو تین مہینے سے وہ موقوف کیا گیا اور تمام حساب زیر تحقیقات ہے ۔ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب اس کی تحقیقات کرتے ہیں اور بندوبست خرید اشیاء دوسری طرح پر کیا گیا ہے ۔

وہ خط جو آپ نے بھیجا ، اس قابل نہیں تھا کہ اس کی طرف التفات کیا جاوے ۔کوئی بات بھی اس میں درست نہیں ، (اس سے) اور زیادہ ان کی ناواقفیت اور بدگمانی ظاہر ہوتی ہے ۔ مگر میں مجبور ہوا کہ کسی قدر اس کی نسبت لکھوں ۔ اس لیے یہ چند کلمے لکھے ہیں ۔ کیا آپ ان الفاظ کو ایک معمولی دل کے انسان سے نکلتا ہوا سمجھ سکتے ہیں ۔ قولہ : ''اب یہ دستور ہے کہ لڑکے ایک دوسرے کے کمرے میں جا کر جو کچھ چاہے کر آئیں'' ۔ ان کے دل میں ذرا خیال نہیں آیا کہ یہ الفاظ کس بنیاد پر انھوں نے لکھے ہیں ۔ بالفرض اگر لڑکوں کا یہ حال ہے تو اس کا بندوبست نہ خدا سے ہوا ، نہ رسول سے ، نہ کسی انسان سے ۔ ان کے دل کے خیالات پر نہایت افسوس ہے ۔ خیر جیسا ان کا دل ہو ویسا ہی وہ سب کی نسبت خیال کریں ۔ اس سے کچھ بحث نہیں ہے ۔ مگر جو آپ نے دریافت کیا ہے اس کا جواب لکھتا ہوں ۔

۱ ۔ مغرب کی نماز کے بعد وقت معین پر حاضری لینے کا قاعدہ غیر مفید ثابت ہوا ہے ۔ اب وقت معین پر حاضری نہیں لی جاتی ، بلکہ منیجر جس وقت چاہے اور جس طرح پر چاہے مخفی طور پر حاضری لیتا ہے ۔ حاضری کا یہ دستور ہے کہ کسی لین[1] کو منیجر جا کر دیکھتا ہے ، کسی لین کو اسسٹنٹ ۔ کبھی منیجر ایک چوکیدار کو بھیج کر دریافت کرتا ہے کہ فلاں لین کے لڑکے موجود ہیں یا نہیں ۔ اس طریقے سے چند لڑکے ایسے پکڑے گئے جو غیر حاضر تھے ، اور ان کو سزا دی گئی ۔ یہ طریقہ پہلے طریقے سے زیادہ مفید ہے ۔ اب جو چار دیواری بورڈنگ ہوس کی تعمیر ہو رہی ہے اور قبل افتتاح مدرسہ تعمیر ہو جاوے گی ۔ پھر تو کسی کے غائب ہو جانے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا ۔

۲ ۔ مولوی مشتاق حسین نے نہایت تشدد سے یہ بات جاری کی تھی کہ رات کو کوئی شخص دوسرے کمرے میں نہ جاوے ۔ اس پر وہ نہایت تشدد کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ ایک بھائی اگر دوسرے بھائی کے کمرے میں گیا تو مواخذہ کرتے تھے ۔ اس شدت کے کوئی معنی نہ تھے ، اور اس قسم کی بدگمانیاں خود لڑکوں کے اخلاق کو بد راہ بتاتی تھیں ، اور بہت سے شریف لڑکوں کو رنج تھا کہ ہم پر ایسی بدگمانی کرنے کی کیا وجہ ہے ۔ اگر لڑکے بد ہیں تو ان باتوں سے ان کی بدی جاتی نہیں بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے ۔ جو کوئی شخص

۱۔ اس کے معنی لائن یا صف کے ہیں ۔

نالائق حرکت کرے ، اگر سزا کے قابل ہے (تو) سزا دو ۔ اگر وہ زیادہ نالائق ہے (تو) بورڈنگ ہوس سے خارج کر دو ۔ مگر یہ قید کہ ایک دوسرے (سے) بات نہ کرے ، دوسرے سے ملے نہیں ، نہ مفید ہے اور نہ اس کا عمل درآمد ہو سکتا ہے ۔

۳ ۔ یہ تجویز ہوئی ہے کہ جو بورڈر قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں ہیں وہ بعد نماز صبح تھوڑا تھوڑا قرآن یاد کر لیا کریں ۔ پچھلے سال یہ تجویز ہوئی اور کسی قدر اس کام کے لیے خاص روپیہ جمع ہو گیا ۔ (چنانچہ) پچھلے سال اس پر عمل درآمد رہا (مگر) اس سال اس کام کے لیے کچھ روپیہ جمع نہ ہو سکا ۔ اس لیے حافظ نوکر نہیں رکھے گئے ۔ بالفعل سو روپے اس کام کے لیے آئے ہیں ۔ بقدر اس کے بعد تعطیل حافظ نوکر ہوں گے ۔ اگر اس کام کے لیے خاص امداد نہ ہو تو یہ کام نہیں ہو سکے گا ۔ کیونکہ کسی (مد) میں اس کا خرچ ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ کمیٹی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی جس سے اصل مقصد تعلیم کا فوت ہو ۔ اس کالج کا مقصد مسلمانوں کو انگریزی علوم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم (دینی) کا اور مذہبی تعلیم کا صرف بقدر عقائد و مسائل روزمرہ نماز روزے کے ہے ۔ پس وہ اس مقصد کو کسی حال میں کھو نہیں سکتے ۔

۴ ۔ حامد علی لظیر بیگ کی نسبت جو کچھ انھوں نے لکھا ہے ، محض جھوٹ و افترا ہے ۔ تین ساڑھے تین برس کا عرصہ ہوا کہ ایک لڑکے نے لظیر بیگ کو ایک عشقیہ رقعہ لکھا ۔ لظیر بیگ نے وہ رقعہ ہمارے پاس بھیج دیا ۔ پس راقم رقعہ اسی وقت مدرسے سے اور بورڈنگ ہوس سے خارج کر دیا گیا ۔

منیجر صاحب کی نسبت میں اوپر لکھ چکا ہوں ۔

چھٹے سوال کا مطلب میں نہیں سمجھا ۔ خارج شدہ طالب علموں سے کیا مراد ہے ۔ جو شخص بورڈنگ ہوس سے خارج کیا جاتا ہے ، وہ ایک منٹ بھی بورڈنگ ہوس میں نہیں رہ سکتا ۔ نہ بورڈنگ ہوس میں آ سکتا ہے ۔

پٹنہ کے طالب علم ایک دفعہ (جس کو دو برس سے زیادہ ہوئے) نہایت کثرت سے چلے آئے تھے ، جن سے پہلے ہی سے توقع تھی کہ وہ رہنے والے نہیں ہیں ۔ (چنانچہ) چند اُن میں سے تھوڑے دنوں بعد چلے گئے ۔ چند در حقیقت نہایت

سخت بیمار ہو کر چلے گئے ۔ چند نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد کالج چھوڑ دیا ۔ کوئی نوکر ہے ، کوئی پڑھتا ہی نہیں ۔ چند اب تک موجود ہیں ۔

افسوس ہے کہ فضل احمد صاحب نے ایسا لغو و مہمل خط آپ کو لکھا ہے ، جس سے نہایت افسوس ہے ۔ میں نے آپ کا خط اور ان کا خط مولوی سمیع اللہ خاں صاحب (کے) پاس بھیج دیا ہے ۔ فضل احمد صاحب ہم کو بھی تو بے ایمان و دغا باز سمجھتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ دکھانے کے دالت اور ہیں ، جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب جھوٹ باتیں خلاف واقعہ بیان کرتے ہیں ۔ لعنت خدا کی اس پر جو قوم کی بھلائی کے لیے کام کرے اور قوم کو دھوکا دے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
۱۹ جون ۱۸۸۴ع ، علی گڑھ

(۳۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۱)

محبی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ انبہ سہارن پور، جو از راہِ عنایت (آپ نے) بھیجے تھے وہ بھی پہنچے ۔ دونوں عنایتوں کا شکریہ قبول ہو ۔

انبہ نہایت عمدہ حالت میں پہنچے اور نہایت خوشی سے حقیقت میں دل کی خوشی سے کھائے گئے ۔ اس خیال نے کہ وہ آپ کے بھیجے ہوئے ہیں ان کا لطف بہت زیادہ کر دیا تھا ۔

تفسیر لکھنے کا کام شروع ہوگیا ہے اور بہت سی لکھ ڈالی ہے ۔ اس سورۃ میں مشکل مشکل مقام ہیں ۔ دنیا کی پیدائش چھ یوم میں (اور) عرش و حاملان عرش کی بحث اسی میں ہے ۔ دونوں بحثیں عمدگی سے لکھی گئی ہیں ۔ مگر اب تک دو آیتیں حل طلب باقی ہیں جو متعلق عرش و حاملان عرش ہیں ۔ ان کی اصبت کتابیں اُلٹ پلٹ رہا ہوں ۔ مجھے اُمید ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کی

طبیعت اچھی و خوش ہے[1] - کب تک آپ دیو بند میں رہیں گے اور لاہور کب جاویں گے ؟

آپ اس بات (کے سننے) سے خوش ہوں گے کہ سجاد حسین خلف الطاف حسین صاحب حالی بی - اے میں پاس ہوگئے -

مدرسۃ العلوم میں سول سروس کلاس کھولنے کے لیے بروز یک شنبہ کارروائی ہوگی - وہ سب روئداد کل کے اخبار میں چھپے گی - آپ کے پاس بھیج دوں گا - اگر فرصت ہو اور طبیعت اچھی ہو تو اس پر اپنی رائے لکھیے گا اور اخبار انجمن پنجاب میں چھپوا دیجیے گا -

محرم علی چشتی نے جو طریقہ اختیار کیا ہے (اس کا) مجھے نہایت رنج اور افسوس ہے - محرم علی ایک خلوص سے ہم لوگوں سے ملاقات رکھتے ہیں - بس ان سے جو بات نامناسب (صادر) ہوتی ہے ، ضرور ہے کہ ہم لوگوں کو اس کا رنج ہو - مگر بجز افسوس و رنج کے اور کچھ چارہ نہیں - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۳ جولائی ۱۸۸۳ع

(۳۰)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۲)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

تفسیر کا مسودہ لکھتے لکھتے ایک شعر کا مضمون اتفاقیہ خیال میں آیا - اس وقت طبیعت اس طرف متوجہ ہو گئی - چھ شعر حسب حال قلم سے نکلے - اُن کو بھیجتا ہوں - اُمید ہے کہ آپ پسند کریں گے - اگر آپ کا دل چاہے تو اُن کو اخبار ''انجمن پنجاب'' میں چھپنے کے لیے بھیج دیجیے - والسلام

خاکسار
سید احمد
۷ جولائی ۱۸۸۳ع

---

۱ - ''ہوگی'' کی بجائے یہاں سرسید سے سہواً ''ہے'' لکھا گیا ہے -

(۳۱)

(عکسی خط مطبوعہ نقوش ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۳۶)

محبی مکرمی مخدومی !

دو قطعہ عنایت نامہ جات پہنچے ۔ اول شکریہ اس اصلاح کا کرتا ہوں جو میرے شعر میں[1] جو آپ نے کر دی ۔ نہایت عمدہ اصلاح ہوئی ۔ بلکہ لفظ ''اینچیں'' سے تمام شعر میں جان تازہ آگئی ہے ۔

دوسرا شکر اس آرٹیکل کا ہے جو نسبت بورڈنگ ہوس کے لکھا ہے ۔ جس قدر وہ چھپا ہے وہ بھی بہت ہے ۔ منشی شمس الدین صاحب کا نہایت شکر ہے کہ اس قدر لمبا آرٹیکل انھوں نے اپنے اخبار میں چھاپ دیا ۔

چار دیواری بورڈنگ ہوس کے گرد پوری ہو گئی ہے ۔ صرف ایک دروازہ آمد و رفت رہا جس پر پہرہ مقرر کیا جاوے گا اور کسی لڑکے کا کسی وقت غیر حاضر ہو جانا ناممکن ہو جاوے گا ۔

ابھی میں سوچ رہا ہوں کہ اس آرٹیکل کا ہمارے اخبار میں چھاپنا مناسب ہوگا یا نہیں ۔ اگر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کی رائے بھی متفق ہوگی تو چھاپوں گا ۔

میرا خیال ہے کہ ہمارے اخبار میں چھپنے سے اس کی قوت کم ہو جاوے گی اور لوگ سمجھیں گے کہ ہمارے لکھوانے سے لکھا گیا ہے ۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ سوسائٹی کا اخبار آپ کے پاس نہیں جاتا ۔ مدت ہوئی میں نے کہہ دیا تھا کہ ایک پرچہ بلا قیمت آپ کی خدمت میں روانہ ہوتا رہے ۔ آج میں نے پھر تحریری حکم بھیج دیا ہے ۔ آئندہ سے برابر ایک پرچہ آپ کے پاس پہنچا کرے گا ۔ اس پرچے میں گو مضامین عمدہ نہ ہوتے ہوں ، مگر مدرستہ العلوم کے ہر قسم کے حالات چھپتے ہیں اور ایسے دلی دوستوں کو اور مدرستہ العلوم کے دلی خیر خواہوں کو جیسے کہ آپ ہیں اس کے حالات کا معلوم رہنا ضرور ہے ۔ پس وہ پرچہ ہمیشہ برابر آپ کے پاس پہنچتا رہے گا ۔

تفسیر پر بہت مصروف ہوں ، مگر ہود ، عاد ، ثمود ، صالح حضرات نے

---

۱ ۔ یہاں سرسید لفظ ''جو'' دو دفعہ لکھ گئے ہیں ۔

نہایت دق کر رکھا ہے ۔ مفسرین و مورخین پر خدا رحمت کرے کیسی کیسی لغو و مہمل باتیں لکھی ہیں ۔ جوکہ یہ واقعات خاص عرب کے لوگوں کے ہیں ان کی صحت کی بہت کم مدد ملتی ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ واقعات بالکل صاف اور تاریخانہ طرز پر لکھ دیے جاویں ۔

ایک اور آفت یہ ہوئی کہ اصل مسودہ اُردو "خطبات احمدیہ" کا گم ہوگیا ہے ۔[1] دستیاب نہیں ہوتا ۔ خدا جانے منشی ذوالفقار خاں مرحوم نے کہاں غارت کر دیا ۔ اب بھائی محمد علی (نے) جب حالات انگریزی خطبات احمدیہ سے منتخب کر دیئے ہیں تو کام چلتا ہے ۔[2]

میری ٹانگ کا درد بالکل نہیں گیا ، البتہ تخفیف ہے ۔ ایک ہفتہ ہوا کہ درد میں شدت ہو گئی تھی ۔ تین دن شدت رہی ۔ کچھ کام نہیں کر سکا ۔ اب بہت تخفیف ہے ۔ کسی قدر کسک باقی ہے ۔

ایک جلد "سفرنامۂ پنجاب" کی ہدیۃً آج آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے ۔[3] اس نذر کے قبول فرمانے سے مجھ کو عزت اور میرے دل کو خوشی بخشیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۲۳ جولائی ۱۸۸۳ع

نوروز نبوی خدا آپ کو اور تمام امت محمدیہ کو مبارک کرے ۔ آمین

---

۱ ۔ یہاں اصلی خط میں عبارت مٹی ہوئی ہے ۔ صاف پڑھی نہیں جاتی ۔ غالباً یہاں "باوجود تلاش کے" لکھا ہوا ہے ۔

۲ ۔ "خطبات احمدیہ" کا یہ گم شدہ مسودہ نہایت تلاش کے بعد مل گیا تھا اور اسے سرسید نے ۱۸۸۷ع میں چھاپ کر شائع کر دیا تھا ۔ میرے کتب خانے میں ایک نسخہ موجود ہے ۔

۳ ۔ یہ سفرنامہ اس سفر کی مفصل روئداد ہے جو ۱۸۸۴ع کے شروع میں سر سید نے پنجاب کا کیا تھا اور جسے سید اقبال علی شاہ نے سرسید کی منشاء سے مرتّب کیا تھا ۔ اب عام طور پر نہیں ملتا ۔ میرے پاس ایک کاپی ہے جس کو میں نے نئے سرے سے بہت اضافوں کے ساتھ مرتب کیا ہے اور مجلس ترقی ادب لاہور نے اسے شائع کردیا ہے ۔

(۴۲)

(منقول از رسالہ رومان لاہور ۱۹۳۵ع)

مجبی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ جس جوش محبت سے آپ نے وہ عنایت نامہ لکھا ہے اُس کا دل سے شکر گزار ہوں ۔ سول اسٹیشن میں مطلقاً بیماری نہیں ہے اور شہر میں بھی نہایت کم ہے ۔ گو ہم لیچری ہیں لیکن ہم کو خدا پر مولویوں سے زیادہ بھروسہ ہے ۔ میں تفسیر لکھنے میں بہت مشغول ہوں اور نہایت مشکل مشکل مقام لکھ چکا ہوں ۔ آپ دیو بند میں کب تک قیام کریں گے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۶ اگست ۱۸۸۴ع

(۴۳)

(منقول از رسالہ رومان لاہور ۱۹۳۵ع)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ تفسیر کا کام ابھی تک شروع نہیں ہوا ۔ رپورٹ مال ، تمام بحث مرتب کر چکنے کے بعد شروع کروں گا ۔ جو مضامین تفسیر کے آپ نے پسند کیے وہ باعث میرے اعزاز کا ہے ۔ حیدر آباد کی جو خبریں آپ نے سنیں سب غلط ہیں ۔ میں صرف نواب سالار جنگ کی ملاقات کو گیا (تھا) ۔ مل کر چلا آیا ۔ ۲۵۰ روپیہ ماہانہ کالج کا جو اضافہ ہوا تھا اُس کی منظوری حضور نظام سے ابھی تک نہیں ہوئی تھی ۔ میرے جانے پر اُس کی منظوری ہوگئی ، دیگر ہیچ ۔ قرآن مجید اور اس کی کنکارڈلس دونوں کے ٹیٹل پیج کی نقل بھیجتا ہوں ۔ تصانیفِ احمدیہ سال تصنیف کی ترتیب سے چھپی ہیں ۔ رسالہ ''طعامِ اہلِ کتاب'' چھپ رہا ہے ۔ اس کے بعد ''خطباتِ احمدیہ'' چھپنی شروع ہو گی ۔ اس سفر میں مجھ کو بہت تکلیف ہوئی ۔ میں بیمار ہوگیا تھا ۔ ابھی تک ایک شمہ تکان یا بیماری کا باقی ہے ۔ بڑا فکر یہ ہے کہ سنٹرل ہال کا چندہ پورا ہونے کو اٹھائیس نام باقی ہیں ۔ اُن کا پورا ہونا نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے ۔ دن

رات ہی تکر ہے ۔ دو یورپین پروفیسر کالج کے لیے کیمبرج سے بلائے گئے ہیں ۔ اُمید ہے کہ یکم اکتوبر تک آ جاویں گے ۔ خدا سے اُمید ہے کہ آپ بفضلہ صحیح و تندرست اور ہم نیازمندوں کے حال پر مہربان ہیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ ، ۱۰ اگست ۱۸۸۵ع

(۴۴)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۳)

مجبی و مکرمی مخدومی مولوی محمد ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مشعر مبارک باد نوروز نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام پہنچا ۔ خدا آپ کو بھی مبارک کرے اور تمام مسلمانوں کو مبارک ہو ۔ درحقیقت اسلام کا اور مسلمانوں کا یہی نوروز ہے ۔ آپ کو بہت سے ایسے نوروز خوشی و خرمی و مبارکبادی کے ساتھ (دیکھنے نصیب) ہوتے رہیں ۔

میں خود چند روز سے آپ کے حالات دریافت کرتا تھا اور متامل تھا کہ خط کہاں بھیجوں ۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی دوست کے ذریعے سے آپ کا حال معلوم ہوا ، جس کا مجھ کو بہت افسوس تھا ۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آپ لاہور سے دیو بند چلے گئے ہیں ۔ مگر طبیعت ایسی سست ہو گئی تھی کہ خط لکھنے میں بھی سستی ہو گئی ۔ بہرحال آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا ۔

ان دنوں میں مسودہ ''خطبات احمدیہ'' صاف ہو رہا ہے ۔ اگر اس سے غفلت اور زیادہ کی جاتی تو ضائع (ہو) جاتا ۔ ایک مہینے سے کم میں اس سے فراغت ہو جاوے گی ۔ پھر تفسیر پر متوجہ ہوں گا ۔

جس وقت آپ کا دل چاہے علی گڑھ تشریف لائیے ۔ آپ کے تشریف لانے اور ملاقات سے نہایت خوشی ہو گی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۵ جولائی ۱۸۸۶ع

(۳۵)

(رسالہ نقوش ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۳)

محبی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ آپ کی صحت و سلامتی سے خوشی ہوئی ، مگر لاکمٹی امتحان کا سخت افسوس ہے ۔

میں ان دنوں میں کسی قدر زیادہ علیل ہو گیا تھا ۔ اب فضل الٰہی سے بالکل صحت ہے ۔

میں نے تفسیر لکھنی شروع کر دی ہے ۔ سورۂ انفال کی پہلی گیارہ آیتیں جو نہایت مشکل و دقت طلب تھیں ، ان کی تفسیر تو چھپ بھی چکی ہے ۔ دو تین روز کے عرصے میں مع اوراق خطبات جس قدر چھپے ہیں ، خدمت میں روانہ کروں گا ۔

اس وقت آپ کے سامنے دو قسم کے امتحان ہیں ۔ مقابلہ و بی اے ۔ (ان میں سے) جس میں آپ کو زیادہ کامیابی کی امید ہو توکل علی اللہ اس کو اختیار کیجیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۷ ۔ اگست ۱۸۸۶ع

(۳۶)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۳)

محبی مکرمی شفیق من !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ آپ کو مخدومی جناب مولوی سید محمد صاحب سے میری بیماری کے شدائد سن کر زیادہ تردد ہوا ۔ یہ صرف آپ کی محبت کا باعث ہے ، مگر در حقیقت میری طبیعت اس درجہ پر علیل نہ تھی جس درجہ پر دوستوں نے اپنی محبت سے خیال کیا تھا ۔ لوگوں کو شبہ ہوا کہ مجھ کو دل کی بیماری شروع ہو گئی ، اور یہی بات ان بزرگوں کے زیادہ تر تردد و گھبراہٹ کی ہوئی

مگر الھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ خدا نے میرا دل ہی ایسا نہیں بنایا جس میں کوئی بیماری ہو یا ہو سکے ۔

بہرحال بیماری زیادہ تھی یا کم ، خدا کا شکر ہے کہ اب بالکل صحت ہے ۔ تفسیر کا لکھنا شروع کر دیا ہے ۔ سورہ انفال کی جس طرح تفسیر لکھی ہے ، امید ہے کہ آپ پسند فرماویں گے ۔ دو تین دن میں کہ فرمہ ہائے مطبوعہ درست ہو جاویں ، آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا ۔ خدا تعالیٰ (سے) آپ کی صحت و کامیابی (کی) ہمیشہ آرزو ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۶ ستمبر ۱۸۸۶ع

(۴۷)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۵)

محبی و مکرمی !

میں ۱۳ ۔ دسمبر روز دو شنبہ کو نو بجے یہاں سے روانہ ہوں گا اور قریب پانچ بجے کے دیو بند اسٹیشن پر پہنچوں گا ۔ وہاں آپ سے ملنے کی نہایت خوشی ہوگی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۱ دسمبر ۱۸۸۶ع

(۴۸)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ صفحہ ۱۱۵)

محبی و مکرمی !

عنایت نامہ پہنچا ۔ میری طبیعت فضل الٰہی سے اب اچھی ہے ۔ تفسیر کا کام ابھی شروع نہیں ہوا ہے اور نہ اگست میں شروع ہوگا ۔ موسم معتدل ہو جائے تب شروع کروں گا ۔

جو مسلمان طالب علم پنجاب سینٹ کی یونیورسٹی سے خارج ہوا ہے ، جب تک کہ وہ صفائی حاصل نہ کرے ، کسی یونیورسٹی کالج میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی یونیورسٹی اس کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتی ہے اور نہ ایسے لوگ ، جو مسلمانوں کو اس طرح بدنام کریں ، کسی ہمدردی کے قابل ہیں ۔

ہم اپنے کالج میں ایسے بدنام شخصوں کو کسی طرح داخل نہیں کر سکتے اور اس کا نتیجہ بجز کالج کی بدنامی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۷ جولائی ۱۸۸۷ء

(۴۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۱۵)

محبی مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ منشی محمد رمضان صاحب کی علالت طبع (کا حال معلوم کرکے) افسوس ہوا ۔ خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اب ان کو صحت کامل ہو گئی ہوگی ۔ آپ ان کی خیر و عافیت سے جلد تر مجھ کو مطلع فرماویں ۔ میں اب دو ہفتہ نہایت تین ہفتہ کے لیے نینی تال جاتا ہوں ۔ آپ منشی محمد رمضان کی خیر و عافیت کا خط مندرجہ ذیل نشان پر بمقام نینی تال روانہ فرمادیں ۔

No. 198 Edwinistonie, Naini Tal

تصانیف کا چھپنا ختم ہوگیا ۔ آپ خاطر جمع رکھیں کہ بعد واپسی نینی تال تمام تر ہمت تفسیر پر ہوگی ۔ اب سوائے تفسیر کے میرے پاس کوئی کام نہیں ہے ۔

منشی محمد رمضان صاحب کو میرا بہت بہت سلام پہنچے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۳ ستمبر ۱۸۸۷ء

(۵۰)

(رسالہ نقوش لاہور، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۶)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ کی خیر و عافیت سے طمانیت اور مکرمی منشی محمد رمضان صاحب کی صحت سے زائد از حد خوشی ہوئی -

میں اب تک نینی تال میں ہوں - ۱۷ - اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور ۱۹ - اکتوبر کو انشاء اللہ تعالیٰ علی گڑھ پہنچ جاؤں گا -

مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ آپ لاہور میں کیوں رہتے ہیں اور وہاں قیام کرنے کا کیا سبب ہے - میری نہایت آرزو ہے کہ کچھ عرصے تک آپ میرے پاس رہیں - آپ کی ملاقات اور یکجا رہنے سے میرے دل کو نہایت خوشی ہوگی اور تفسیر کے اختتام میں بھی نہایت مدد پہنچے گی -

فراغت کامل حاصل ہونے میں ذرا سی بات باقی تھی ، یعنی ۱۵ - نومبر کو بمقام کلکتہ پبلک سروس کمیشن کا اجلاس ہوگا اور غالباً آخر نومبر تک ختم ہو جاوے گا - شروع دسمبر میں میں علی گڑھ آ جاؤں گا - اگر کچھ ہرج اور کوئی امر مانع نہ ہو تو آپ بھی دسمبر میں علی گڑھ آ جاویں اور کم از کم جاڑے بھر میرے پاس رہیں - اگر میری یہ درخواست آپ منظور فرماویں تو مجھ کو زائد از حد خوشی اور بے انتہا احسان مندی ہوگی - بہت سی باتیں کہنی جاویں گی اور بہت سے کام پورے ہو جاویں گے - اخیر دسمبر میں دو چار دن کے لیے لکھنؤ چلنا ہوگا - وہ تماشا بھی دیکھ لیجیے گا - والسلام

خاکسار
سید احمد
نینی تال ، ۱۴ - اکتوبر ۱۸۸۵ع

(۵۱)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۶)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مع نصف نصف دو قطعہ نوٹ تعدادی چالیس روپے پہنچا ۔ منشی رمضان کی علالت طبع سے نہایت رنج ہے ۔ خدا ان کو جلد صحت بخشے ۔ میں نے ابھی ان کے نام بھی خط لکھا ہے ۔ آپ ان کی صحت مزاج سے بمقام علی گڑھ مجھ کو مطلع فرماویں ۔ آپ نے حالت بیماری میں ان سے روپے کیوں لیے ۔ اُن کو تکلیف نہ ہو ۔ اگر نامناسب نہ ہو تو واپس کر دو کہ پھر مناسب وقت پر دے دیں گے ۔

میں کل یہاں سے روانہ ہوں گا اور ۱۹ ۔ اکتوبر کو علی گڑھ پہنچوں گا ۔ اس سے پہلے جو خط میں نے لکھا ہے ، امید ہے کہ اس کا جواب علی گڑھ میں ملے گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
نینی تال ، ۱۲ اکتوبر ۱۸۸۸ع

(۵۲)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۷)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اور تار پہنچا ۔ منشی محمد رمضان صاحب کی نسبت جو نہایت تردد تھا رفع ہوا ۔ اللہ تعالیٰ ان‌کو صحت کامل عطا فرمائے ۔ آپ کا حال نسبت ناکامی امتحانات مقابلہ پہلے سے معلوم تھا ، جس کی نسبت نہایت افسوس ہے ۔ جدید امر جو معلوم ہوا وہ مترجمی کا ہے ۔ میں ہرگز آپ کو رائے نہیں دیتا کہ آپ بغیر اس کے کہ دوسری جگہ کوئی سہارے کی توقع ہو ، تعلق ترجمی کو ترک کریں ۔ خصوصاً صرف علیگڑھ میں آنے اور چند روز رہنے اور ملنے کے خیال سے ۔ اس تعلق کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے ۔ ہرگز ایسا مت کرنا ۔ میں نے جو آپ کو یہاں آنے اور چند روز رہنے کو لکھا تھا اس خیال پر مبنی تھا

کہ آپ محض بے تعلق وہاں پڑے ہیں۔ روزگار اس زمانے میں ملنا نہایت دشوار ہوگیا ہے۔ تمہارے والد کیا کوشش کر سکتے تھے۔ روزگار کے بھی قیود اس قسم کے ہیں کہ کوشش چل نہیں سکتی۔ اگر آپ کہیں تو میں بعض احباب حیدرآباد کو آپ کے حالات اور آپ کی لیاقت وغیرہ سے اطلاع دوں کہ اگر کوئی موقع ہو اور آپ سے[1] لائق آدمی کی ان میں سے کسی کو ضرورت ہو تو آپ کا خیال رکھیں۔ اگرچہ حالات حیدر آباد کے بالکل دوسرے ہوگئے ہیں لیکن ان لوگوں کو بہ مجبوری بعض اوقات ایسے آدمی کی، جیسےکہ آپ ہیں، ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ ہاں[2] سب سے زیادہ موثر کرنل مارشل ہیں۔ مگر مجھ کو ان سے واقفیت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ عزیز مرزا بی اے، جس نے کالج کے تمام احسانوں کو فراموش کیا۔ اور پچھلے فساد کا سب سے اول سرغنہ اور اخباروں میں آرٹکل لکھنے والا تھا، اتفاق سے حیدر آباد چلاگیا۔ مولوی مہدی حسن کو لائق آدمی کی ضرورت تھی۔ انھوں نے اس کو کسی کام پر، اور معلوم نہیں کس قدر تنخواہ پر، نوکر رکھ لیا۔ میں نے کہا کہ میں خوش ہوں اگر وہ نوکر ہو جاوے۔ جو اس نے بدی اور کالج کی احسان فراموشی اس نے[3] کی، یہ اس کا خبثِ طینت تھا۔ اگر میں بھی اس کی برائی چاہوں تو مجھ میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ ابھی چند روز ہوئے مولوی مہدی حسن مجھ سے ملنے آئے تھے۔ میں نے اس کی لیاقت و قابلیت کی بہت تعریف کی۔ درحقیقت اس میں بہت عمدہ لیاقت ہے۔ اب یہ اس کا کام ہے کہ اس لیاقت کو نیکی اور نیک کاموں میں صرف کرے یا بدی اور بد کاموں میں۔

اس واقعے کے لکھنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ گو حیدر آباد کے حالات کیسے ہی تبدیل ہوگئے ہوں مگر بعض وقت ان لوگوں کو بہ مجبوری کسی لائق آدمی کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ پس اگر آپ کے حالات سے بھی مولوی مہدی علی، مولوی مشتاق حسین اور مولوی مہدی حسن کو اطلاع رہے گی تو بروقت ضرورت وہ ضرور اس کا خیال رکھیں گے۔ باقی امور جو متعلق بُعدِ مسافت

۱۔ آجکل اس موقع پر ''آپ جیسے'' بولتے ہیں۔

۲۔ عبارت کا قرینہ بتلا رہا ہے کہ اس جگہ لفظ ''وہاں'' ہونا چاہیے تھا لیکن اصل خط میں ''ہاں'' لکھا ہوا ہے۔

۳۔ اصل خط میں ''اس نے'' دو جگہ لکھا ہوا ہے۔

اور وہاں کے سوشل برتاؤ سے متعلق ہیں ، ان پر آپ بخوبی غور کرکے اور اپنی حالت و مزاج و طبیعت پر خیال کرکے فیصلہ کر سکتے ہیں ۔ بہر حال اگر آپ پسند کریں گے تو میں آپ کے حالات سے ان تینوں صاحبوں کو مفصل اطلاع دوں گا ۔

مناسب ہے کہ میں اپنی رائے سے بھی آپ کو اطلاع دوں ۔ وہ یہ ہے کہ میں چیف کورٹ کی مترجمی کو ، اگر اس میں ڈیڑھ سو[1] روپے مل جاتے ہیں تو ، حیدرآباد کے کسی سررشتہ سرکاری یا دیگر قسم کی نوکری پر ، جس کی تنخواہ چار سو پانسو تک بھی ہو ، زیادہ ترجیح دیتا ہوں ۔ یہ میری خاص رائے اور طبیعت ہے ۔

میں آپ کو مکرر رائے دیتا ہوں کہ علیگڑھ آنے کے خیال سے آپ مترجمی کے تعلق کو ترک نہ کیجیے گا ۔

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ ، ۵ نومبر ۱۸۸۷ء

بقیہ نصف نوٹ چالیس روپے کے پہنچ گئے ۔ فقط

تفسیر جس قدر چھپ چکی ہے ، اس کے بعد سے کام بند ہے[2] ۔ اکثر نا درست رہتی ہے ۔ پوری صحت نہیں ہوئی ۔ گو کوئی خاص بیماری نہیں ہے ، نہ کام کرنے سے مجبور ہوں ۔ فقط والسلام

(۵۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع)

محبی و مکرمی (و) شفیقی مولوی ممتاز علی صاحب !

میں نے جو خط منشی محمد رمضان مرحوم کے بیٹے کی بابت بجواب آپ کے عنایت نامہ کے بھیجا تھا ، وہ آپ کو پہنچا یا نہیں ، اور اس کی بابت کیا ٹھہرا ؟

۱۔ بجائے ''ڈیڑھ'' کے یہاں سرسید نے ''دیر سو'' لکھا ہے ۔
۲۔ کاغذ کی شکستگی کے سبب اصل خط میں یہاں کی عبارت مٹ گئی ہے ۔

میں یہاں سے ۲۰ - اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور سیدھا دہلی جاؤں گا ، اور اخیر اکتوبر تک علی گڑھ واپس آ جاؤں گا -

اُمید ہے کہ اپنی خیر و عافیت سے اور جو امر طے ہوا ہو اس سے مطلع فرمائیے (گا) -
والسلام

خاکسار
سید احمد
نینی تال ، ۲ - اکتوبر ۱۸۸۸ع

(۵۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۱۸)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - فہرست ممبران موجودہ اجلاس اول اب تک میرے پاس نہیں پہنچی - امید ہے کہ خان بہادر بھیج دیں گے -

ماہ فروری میں مولوی مہدی علی خان بہادر ہمراہ سر آسمان جاہ براہ الہ آباد ، کلکتہ جاویں گے - یا وہ مجھ سے ملنے علی گڑھ آ وینں گے یا میں ان سے ملنے الہ آباد جاؤں گا - اور کیا عجب ہے کہ صورتِ اخیر میں سر آسمان جاہ سے بھی ملاقات ہو - میں تمہارا تذکرہ دونوں صاحبوں سے کروں گا - اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے -

مولوی مشتاق حسین صاحب کو صحت ہو گئی ہے - وہ بمبئی سے حیدرآباد گئے ہیں - مگر نہایت ضعیف اور کمزور ہیں - اُمید ہے کہ تندرست جلد ہو جاویں گے -

میرے پاس امام غزالی کا کوئی مجموعہ نہیں ہے - صرف رسالہ تفرقہ ہے جو علیٰحدہ چھپا ہوا ہے - اور رسالہ "تہافۃ الفلاسفہ" ہے - جو مجموعہ وہاں ہے اطلاع فرمائیے کہ اس میں کیا کیا کتابیں ہیں - شاید مجھ کو بھی کسی کتاب کی نقل درکار ہو -

ان دنوں میں "میں مدرسۃ العلوم کے لیے ٹرسٹیوں کا قانون بنانے میں مصروف ہوں۔ خواہش ہے کہ اس کے لیے بھی باضابطہ ٹرسٹی مقرر کیے جاویں اور گورنمنٹ (کی جانب سے) ایک خاص ایکٹ مختص المقام اس کے لیے صادر ہو۔ یہ کام سب سے مقدم ہے۔ دو تین ہفتہ میں انجام ہوگا۔

اس کے بعد ظاہرا تفسیر کی طرف توجہ (کرنے) کی فرصت ملے گی۔

کوڈ تعلیم جو سررشتہ تعلیم سے جاری ہوا ہے، اس کی ایک جلد انگریزی اور ایک جلد اُردو خرید کر فی الفور روانہ کردو۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۲۲ جنوری ۱۸۸۹ع

(۵۵)

(رسالہ نقوش لاہور، بابت اپریل۔ مئی ۱۹۶۸ع)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب!

آپ کا خط پہنچا۔ انگریزی و اُردو کوڈ تعلیم پنجاب بھی پہنچا۔

علی گڑھ میں مولوی مہدی علی صاحب کے آنے کی کوئی تاریخ معلوم نہیں۔ جب وہ کلکتہ سے روانہ ہونے کا انتظام کریں گے، اس وقت کوئی تاریخ عتق ہوگی۔ ابھی تو وہ حیدرآباد سے روانہ ہی نہیں ہوئے۔ میرا الہ آباد جانا نہیں ہوسکتا۔

امام غزالی کے مجموعے میں سے ان اوراق کو جن میں مسئلہ رؤیت باری، مسئلہ استوا علی العرش اور بعض متفرق لصائح ہیں، میرے لیے نقل (کروا دو) اور بعد مقابلہ و صحت میرے پاس بھیج دو۔

قانون ٹرسٹی[1] سے ابھی فرصت نہیں ہوئی۔ جس وقت فرصت ہوگی اور کام تفسیر شروع ہوگا آپ کو فی الفور اطلاع دوں گا۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۱۲ فروری ۱۸۸۹ع

۱- در اصل قانون ٹرسٹیان ہونا چاہیے مگر اصل خط میں ٹرسٹی ہی لکھا ہے۔

(۵۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۱۹)

محبی و مکرمی منشی محمد ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ، ممنون ہوا - میری دانست میں ابھی رخصت لینے میں تامل چاہیے - اگر نظام معد[1] سر آسمان جاہ و مہدی علی وغیرہ کے نیل گری پہاڑ پر گئے تو میری دالست میں اس وقت تک سب لوگ حیدر آباد واپس آویں - حیدر آباد جانا مناسب نہ ہوگا - ہاں اگر اس درمیان میں مہدی علی کی خواہش تمھارے وہاں جانے کی مجھے معلوم ہوئی تو میں فی‌الفور تم کو اطلاع دوں گا - اور کیا عجب ہے کہ اس معاملہ (میں) وہ خود مجھ کو کچھ لکھیں -

شہر بغداد کا نام زوراء بھی ہے - میں نے سنا ہے کہ امام غزالی کا کوئی رسالہ زوراء بھی ہے - زیادہ اس سے معلوم نہیں - غالباً شہر بغداد کا حال اس میں ہو - یا یہ کہ زمانۂ قیام بغداد میں کسی مضمون پر لکھا ہو -

سوائے تفسیر کبیر کے اور کوئی کتاب امام رازی کی میرے پاس نہیں ہے - آیۂ نور کی نقل ، جو آپ نے کی ہے ، اس کا شکر ہے - آرٹیکل آپ کا جب آوے گا نہایت خوشی سے اخبار میں چھاپوں گا -

رسالہ 'روحیہ' کی نسبت میں نے خط حیدر آباد لکھا ہے - 'تفہیمات الٰہیہ' میرے پاس ہے - بمشکل ایک کتاب ملی تھی - اس کی نقل نہایت جلدی میں لے لی ہے - وہ اصل کتاب ہی غلط تھی اور نقل شاید اور غلط ہو - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲ - اپریل ۱۸۸۹ء

۱- مرحوم نے ہمیشہ 'مع' کی بجائے 'معہ' ہی ہر خط میں لکھا ہے -

(۵۷)

(رسالہ نقوش ، لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۰)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب (بٹالوی) نے مجھ کو اطلاع دی ہے کہ امام غزالی کی جس قدر کتابیں ان کے پاس تھیں آپ نے نقل کے لیے لے لی ہیں ۔ آپ مہربانی سے اطلاع فرماویں کہ کون کون سی کتابیں آپ نے ان سے لی (ہیں) ۔ ان کے نام بہ صحت پورے پورے طور پر لکھ بھیجو اور تحریر فرماؤ کہ ان کی نقل و مقابلہ و صحت کی کیا تدبیر کی گئی (ہے) ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۳ ۔ اپریل ۱۸۸۹ع

(۵۸)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۰)

محبی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب ،

افسوس ہے کہ آپ نے اس وقت تک اپنی اسپیچ نسبت رزولیوشن نمبر ۶ ، جو ایجوکیشنل کانگریس کے اجلاس میں بر وقتِ پیشی اس رزولیوشن کے کی تھی ، نہیں بھیجی ۔ اور نہ گورنمنٹ پنجاب کا رزولیوشن نمبر ۱۴۳ مورخہ ۲۵ ۔ جون ۱۸۸۷ع ۔ اس سبب سے نہایت حرج ہوا ہے اور رپورٹ کا چھپنا بند ہو گیا ہے ۔ اب براہ مہربانی ڈاک اپنی اسپیچ لکھ کر ارسال فرماویں ۔ اگر رپورٹ میں اسپیچ نہ چھپی تو نہایت شرم کی بات ہے ۔

امید (ہے) کہ فی الفور چند سطریں لکھ کر روانہ کر دو (گے) ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۴ ۔ جون ۱۸۸۹ع

(۵۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۰)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - مخدومی مجد برکت علی خاں صاحب کی رائے پہنچ گئی ہے - اگر ممکن ہو تو نواب نوازش علی خاں صاحب سے بھی جواب حاصل کرنا چاہیے - چشتی صاحب اور مجد برکت علی خاں صاحب سے اگر صفائی ہو جاوے (تو) چشم ما روشن - چشتی صاحب مولوی سمیع اللہ خاں کے اختلاف سے اگر فائدہ اٹھاویں تو اس میں چارہ کیا ہے -

"تہذیب الاخلاق" اگر آپ لاہور میں اپنے اہتمام سے جاری کر دیں (تو) نہایت بہتر ہے - میں باقاعدہ مضمون لکھنے کا وعدہ نہیں کرتا - میرا شوق اس طرف سے ٹھنڈا ہو گیا ہے - اس لیے مضمون برجستہ لکھے جانے مشکل ہیں - مگر پھر بھی جب دل چاہے گا کوئی مضمون لکھ بھیجوں گا - مگر مجھ پر بھروسہ مت کرو - یہ بھی غور کرو کہ بہ سبب ملازمت کے تم مجاز پرچہ نکالنے کے ہو یا نہیں - یہ بھی سمجھ لو کہ اول نقصان ہے اور برابر رہنا یا فائدہ بعد کو ہے - عرصے تک سب باتیں سوچ کر کام کرو -

منشی مجد رمضان مرحوم کی بابت آپ نے غلطی کی ہے - منشی مجد رمضان مرحوم نے مجھ کو سو روپے نہیں دیے تھے - صرف ساٹھ روپے دیے تھے - حساب میں ساٹھ روپے مندرج ہیں - پس اگر یہ صحیح ہے تو آپ کو باقی روپے منشی فضل الٰہی کو واپس دینے لازم ہیں - اس خط کا جواب آنے پر میں منشی فضل الٰہی کو خط لکھوں گا -

جرمن کا چھپا ہوا قرآن مع نجوم الفرقان[۱] میرے پاس بھیج دو - شروع ماہ آئندہ میں اڑتیس روپے بھیج دوں گا - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۰ جون ۱۸۸۹ع

۱- یعنی قرآن مجید کے الفاظ کی ڈکشنری جس سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں لفظ قرآن کریم میں کہاں کہاں آیا ہے -

(۹۰)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۱)

محبی !

رزولیوشن گورنمنٹ پنجاب کی نقل انگریزی میں بھیجنی چاہیے کہ بغیر اس کے درخواست گورنمنٹوں میں نہیں روانہ ہو سکتی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۲ جون ۱۸۸۹ع

(۹۱)

(رسالہ نقوش ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۲۸ع ، صفحہ ۱۲۱)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

دوستان پنجاب نے سوائے سردار مجد حیات خاں کے اور کسی نے نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیاں بہ سبب سہل انگاری کے جواب نہیں بھیجا ، حالانکہ جواب جلد آنے کی ضرورت ہے ۔

آپ بہ مجرد پہنچنے اس خط کے خان بہادر مجد برکت علی خاں (کے پاس) جاویں اور فی الفور ان سے جواب لے کر بھیج دیں ۔

علاوہ ان کے نواب نوازش علی خاں صاحب ، فقیر جمال الدین صاحب ، نواب عبدالمجید خاں صاحب بھی ممبر ہیں ۔ ان کے پاس بھی کاغذات اور خط (بھیجے گئے تھے) ۔ ان سے بھی اگر ممکن ہو تو جواب لکھوا کر بھیج دو ۔ جواب (جلد) بھیجو تا کہ انتظار نہ رہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۷ جون ۱۸۸۹ع

(۹۲)

(رسالہ نقوش ، لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۲۲)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - میں نے تفسیر کے خریداروں کا حساب دیکھا - منشی محمد رمضان مرحوم نے پہلی دفعہ یک مشت ساٹھ روپے دیے تھے - دو دفعہ کرکے نہیں دیے- ضرور اس کے بعد چالیس روپے اور آئے ہوں گے - اور ان کی تحریر سے یاد آتا ہے غالباً اس حساب میں ، جس کا آپ نے نشان دیا ہے ، چالیس روپے آئے تھے - پس سو روپے کا وصول ہونا صحیح ہے - پس اب آپ کوئی روپیہ واپس نہ فرمائیے اور جس مضمون کا خط آپ کہیں ، میں لکھ بھیجوں- محمد برکت علی خاں صاحب اس وقت تک لاہور پہنچ گئے ہوں گے - میں نے ان کی خدمت میں نیاز نامہ لکھا ہے - آپ بھی ان کو یاد دلائیے گا نواب لوازش علی خاں صاحب، نواب عبدالمجید خاں صاحب اور فقیر سید جمال الدین سے نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیان بات چیت کرکے رائے بھجوادیں - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۱۹ - جولائی ۱۸۸۹ء

(۹۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۲۲)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ نے جو مبارکباد دی ہے ، اس کا شکر کرتا ہوں - غزالی کی کتابوں کی تلاش میں جس قدر ہو سکے کوشش کرو - سہ شنبہ حال کے اخبار[۱] میں بہت لمبی فہرست چھپی ہے ، اُس کو ملاحظہ کرو -

مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ نے ''المنقذ من الضلال'' کا ترجمہ کیا ہے - میں اس ترجمے کو نہایت خوشی سے پڑھوں گا جب تم بھیجو گے -

---

۱- اخبار سے مراد یہاں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ہے -

قیمت تفسیر بقدر سو روپے طلب کرنا صحیح نہیں ہے ۔ اس کا حساب یہ ہے کہ فی روپیہ تین جزو کے حساب سے قیمت لی جاوے ، علاوہ قیمت جلد بندی کے ۔ یہ مناسب قیمت ہے ۔ مجھے یاد نہیں کہ منشی محمد رمضان نے کس قدر روپیہ میرے پاس بھیجا (تھا) ۔ حساب دیکھنے سے معلوم ہوگا ۔ اگر انھوں نے پورا سو روپیہ بھیج دیا ہو تو چار جلدوں کی قیمت بشرح مذکورہ نکال کر جس قدر روپیہ باقی رہے ، وہ مجھ سے واپس لو ۔ کیونکہ معاہدہ یہی ہے کہ بحساب فی روپیہ تین جزو کے قیمت لی جاوے گی ۔ سو روپے علی الحساب پیشگی لیے گئے تھے ۔

مولوی مہدی علی صاحب میرے پاس آئے تھے اور میں نے تمھارا سب حال اور جو محبت مجھے تم سے ہے اور سب سے زیادہ تمھاری لیاقت اور سعادت مندی اور نیکی کا ان سے ذکر کیا ۔ وہ نہایت خوشی سے اپنے دفتر میں تم کو جگہ دیں گے ۔ اس بات کو انھوں نے بھی پسند کیا کہ آپ چند روز کی رخصت لے کر حیدر آباد (دکن) جاویں ۔ ان سے ملیں ۔ دونوں میں واقفیت ہو اور جو امر طے پانا ہو وہ (طے) ہو جاوے ۔ مگر یہ بات کہ آپ وہاں رہنا پسند کریں گے اور یہ کہ جو تنخواہ وہ تجویز کریں ، آپ اس کو کافی سمجھیں گے ۔ یہ اس وقت بھی ہو سکے (گا) جب آپ وہاں جاویں اور سب امور طے ہوں ۔

محمد برکت علی و منشی محرم علی چشتی کی بابت جو آپ نے لکھا ہے ، مجھے درحقیقت نہایت افسوس ہے کہ میں نے وہ خط برکت علی خاں کے پاس کیوں بھیج دیا ۔ اگر اس میں برکت علی خاں صاحب کا ذکر نہ ہوتا ، جس سے مجھے فی الجملہ تردد ہوگیا تھا ، کہ کیا واقعہ گزرا ، تو میں اس خط کو ہرگز نہ بھیجتا ۔ اتنا مجھے یقین کامل ہے کہ منشی محرم علی چشتی صاحب نے جو خط مجھ کو بھیجا تھا اس کا انگریزی لفافہ جس شخص کے ہاتھ کا لکھا (ہوا) تھا ، کچھ شبہ نہیں کہ دوسرے خط کا لفافہ بھی اسی شخص کے ہاتھ کا تھا ۔ میری رائے بالکل آپ سے متفق ہے بلکہ میرے نزدیک قسم ہی واہیات ہے ۔ ایک شخص جب مجمع میں کہتا ہے کہ میں نے نہیں لکھا (تو) اس کے قول کو تسلیم کرنا چاہیے گو اس نے جھوٹ کہا ہو ۔ شرعاً بھی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ جب بجز قیاس و گمان کے کہ وہ خط محرم علی چشتی کا ہے ، کوئی ثبوت یا شہادت نہیں ملی تو اس صورت میں اس کا انکار کافی ہے اور قابل تسلیم ہے ۔

قطع (نظر) اس معاملے کے اوقاف کا حساب جناب خان صاحب (کو) چھپوانا اور مشتہر کرنا ضرور ہے ۔ محرم علی کا معاملہ قطع نظر کرکے حساب کا علانیہ

مشتہر کرنا اور روئداد انجمن اسلامیہ میں چھاپنا واجبات سے ہے - مگر شرائط صلح میں اس شرط کا (اندراج) کہ خان صاحب حساب دیں ، نامناسب ہے - خان صاحب قبل کسی صلح کے اور بغیر کسی کے کہے سنے جس قدر جلد ممکن ہو ایک اجلاس انجمن اسلامیہ کا مقرر کریں اور کل حساب پیش کر کے ممبروں سے منظوری حاصل کریں - یہ امر خود انجمن کا فرض ہے - کسی صلح کی شرط پر اس کا قرار دینا ناواجب ہے - میں نہایت خوش ہوں کا اگر یہ جھگڑا طے ہو جاوے - مگر مجھے افسوس ہے کہ ہمارے دوست منشی محرم علی چشتی صاحب کی طینت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنی باتوں سے باز نہیں آنے کے - نہایت افسوس کی بات ہے -

حیدر آباد کی نسبت جو تمھارا ارادہ ہو اس سے اطلاع دو - کیونکہ میں آپ کو اطلاع دوں گا کہ کون سا زمانہ وہاں جانے کا آپ کے لیے مناسب ہے -

والسلام

خاکسار سید احمد

علی گڑھ ، ۲ جولائی ۱۸۸۹ع

(۶۴)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ، مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۳)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - منشی فضل الٰہی صاحب کے نام کا خط ملفوف ہے - ان کو دے دیجیے - میں ۱۵ - اگست کو یہاں نہیں ہونے کا اور دو ہفتے تک علی گڑھ سے غیر حاضر رہوں گا - آپ کے عہدے سے علیحدہ ہونے کا افسوس ہے - میں نے آج ہی ایک خط مولوی مہدی علی صاحب کو آپ کی بابت لکھا ہے - اس کا جو جواب آوے گا ، اس سے آپ کو مطلع کروں گا - میں نے ان کو یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تمھاری مرضی ہو تو وہ وہاں آوہی (اور) تم سے ملیں - اُن کو دیکھو - اس کے بعد جو (مناسب) ہو وہ کرو - امید ہے کہ دس بارہ دن میں جواب آوے (گا) - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۴ - اگست ۱۸۸۹ع

(۹۵)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۲۳)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

میں ان دنوں میں الہ آباد میں ہوں - آخر ماہ تک یہاں رہوں گا - میں نے مسائل خاص امام غزالی پر ایک خاص طرز سے ریویو لکھنے شروع کر دیے ہیں جو "مرسورگزٹ" میں چھپیں گے - ترجمہ رسالہ "المنقذ من الضلال" بصیغہ رجسٹری میرے پاس بھیج دو - تم گوالیار میں کب تک رہو گے -

حیدر آباد سے جواب آیا - میں نے پڑھ کر نہایت افسوس کیا اور تم بھی نہایت افسوس کرو گے -

خاکسار
سید احمد

الہ آباد - مکان آنریبل جسٹس سید محمود ، ۱۷ ستمبر ۱۸۸۹ء

(۹۶)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۲۳)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کے دو عنایت نامے اور قرآن مجید و ترجمہ "المنقذ" پہنچے - آپ کا شکر کرتا ہوں - قرآن مجید کی قیمت میں بھول گیا کہ آپ نے کیا لکھی تھی - دوبارہ ارقام فرمائیے -

آپ کے ترددات کا مجھے نہایت افسوس ہے اور زیادہ تر افسوس اس بات کا ہے کہ آپ کو ایسے زمانے میں تردد ہوا ہے جس زمانے میں ہمارے دوستوں کو بھی نہایت تردد ہو رہا ہے - خدا سب کے ترددات کو رفع کرے - ترجمہ المنقذ کو میں کسی وقت دیکھوں گا - نومبر و دسمبر میں تو فرصت نہیں ملنے کی اور اس کے بعد فرصت ہو جائے گی - دسمبر کی تعطیل میں امید ہے کہ ضرور آؤں گے -

میں نے خط لکھنے میں اس لیے دیر کی کہ تمہارا خط لاہور سے آ جاوے ، لیکن اب یہ خط دیوبند بھیجتا ہوں ، جیسا کہ تم نے لکھا ہے - مگر (تم) مترجمی

کی اسامی پر لاہور اب تک کیوں نہیں گئے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۷ نومبر ۱۸۸۹ع

(۹۷)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۳)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب!

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۲۲ ۔ فروری کو پڑھ کر مجھے تعجب (ہوا) کہ تم کو بھی میری طرف سے یہ خیال گزرا کہ میں کہیں تمھاری طرف سے آشفتہ خاطر تو نہیں ہوگیا ۔ توبہ کرو اور استغفار کرو کہ ایسا غلط ، بے جا ، ناممکن خیال تمھارے دل میں کیوں آیا ۔ میں خود تم کو معذرت تحریر جوابات کے تاخیر کی لکھنے کو تھا ۔ تمھارے خط ڈھونڈ رہا تھا ۔ کہاں پڑے ہوئے ہیں ، وہ دستیاب نہیں ہوئے ۔ ابتداءً جلسہ ایجوکیشنل کانگرس کے انتظامات میں اور قانون ٹرسٹیان کی روئداد لکھنے میں سر گردانی رہی ۔ ہر دفعہ بعد اختتام جلسہ الہ آباد یا لکھنؤ چلا گیا ۔ ایک مہینے سے زیادہ سفر میں گزر گیا ۔ تمام کام ابتر ہوگئے ۔ خطوط کا ایک انبار میز پر ہے اور روئداد اجلاس قانون ٹرسٹیان اور علاوہ اس کے اردو و انگریزی قانون ٹرسٹیان اور کاغذات محمڈن ایجوکیشنل کانگرس چھپوا رہا ہوں ۔ الہ آباد یونیورسٹی میں ایک معاملہ پیش ہو گیا ہے ، اور بعض مکروہات پیش ہیں جن کے سبب سے ایک دم کی فرصت نہیں تھی ۔ ایسے خلفشار میں تمھارے خطوط کا جواب رہ گیا ۔

آپ کی ہمشیرہ کی شادی سے خوشی ہوئی ۔ منشی احمد شفیع کو بھی کوئی خط نہیں لکھا ۔ یہ سب اسباب جمع ہو گئے تھے ۔ پس آپ میرا عذر قبول فرماویں گے اور قصور عدم تحریر جوابات کو معاف کریں گے ۔

خطوط سابق میں اگر کوئی امر جواب طلب آپ نے لکھا ہو تو پھر دوبارہ اس کو تحریر فرمائیے ۔ قرآن مجید معہ "نجم الفرقان" جو آپ نے بھیجی تھی پہنچ گئی تھی ۔ اس کی قیمت مجھے یاد نہیں رہی ۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے حافظے میں بہت فتور ہو گیا ہے ۔ بات یاد نہیں رہتی ۔ اگر کوئی چیز کہیں رکھ دیتا ہوں

تو بھول جاتا ہوں کہ کہاں رکھی ہے ۔ بہرحال میرے حال پر خیال فرما کر میرا عذر قبول و قصور معاف فرماویں ۔

قانون ٹرسٹیان جو انگریزی میں چھپ گیا ہے ، مع ایک اسپیچ کے (جو) میں نے یونیورسٹی الہ آباد میں کی تھی ، آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور جس قدر کاغذات اور چھپیں گے وہ بھی بھیجوں گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۴ فروری ۱۸۹۰ع

(۹۸)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۵)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

''تہافۃ الفلاسفہ'' کہیں گئی ہوئی ہے ۔ یا تو قاضی سید رضا حسین صاحب نے منگائی ہے یا جناب خلیفہ صاحب پٹیالہ نے یا مولوی شبلی صاحب کے پاس ہے ۔ پہلے دونوں صاحبوں کے نام خط لکھے ہیں اور مولوی شبلی گھر گئے ہوئے ہیں ۔ جس وقت پتہ لگا فی الفور بھیجوں گا ۔

مسودہ اصحاب کہف چھپنے کو گیا ہوا ہے ۔ موجود نہیں ہے ۔ ایک اور رسالہ نسبت ذوالقرنین کے لکھ دیا ہے ۔ وہ بھی آجکل میں چھپنے کو جاوے گا ۔ چار قصے جو سورۂ کہف میں ہیں نہایت غور طلب ہیں ۔ چاروں کو لکھنا منظور ہے ۔ جو ایک جزو تفسیر کے ہو جاویں گے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۴ جون ۱۸۹۰ع

(۶۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۵)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - مضمون جو آپ نے بھیجا تھا ، وہ اخبار میں چھاپنے کو دے دیا ہے - صرف ایک سطر کو ، جس میں مولوی محمد حسین آزاد کی بیماری کا ذکر تھا ، کاٹ دیا ہے - اس کی کچھ ضرورت نہ تھی -

قصہ اصحاب کہف چھپ رہا ہے - کل کاپیاں تحریر ہوگئی تھیں - ہفتہ عشرہ میں آ جاوے گا -

قصہ ذوالقرنین چھپ رہا ہے - اخبار میں جو چھپا ہے وہ پورا نہیں ہے - رسالہ میں پورا چھاپا گیا ہے -

کتاب تہافۃ الفلاسفہ مل گئی ہے - اگر خواہش (ہو تو) بھیج دوں - مگر جلد فراغت کرکے واپس کرنا - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۶ جون ۱۸۹۰ع

(۷۰)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۶)

محبی و مکرمی

مجموعہ تہافۃ الفلاسفہ مرسل خدمت ہے - جب فارغ ہو تو بذریعہ رجسٹری واپس بھیجنا - مشکواۃ الانوار مجھ کو اب تک نہیں ملی ہے - وہ بھیج دو تاکہ امام غزالی کے مجموعہ کے ساتھ رہے -

بشارات پر جو کچھ مجھ کو لکھنا ہے ، تفسیر میں لکھوں گا -

آپ کی کچہری میں کبھی تعطیل بھی ہوتی ہے یا نہیں - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۳۰ جون ۱۸۹۰ع

(۷۱)

(رسالہ نقوش لاہور ، ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ ع ، صفحہ ۱۲۶)

محبی و مکرمی ممتاز علی صاحب !

مجموعہ تہافۃ الفلاسفہ ، رسالہ مشکواۃ الانوار غزالی اور عنایت نامہ پہنچا ، ممنون ہوا - جو کہ[1] میں غزالی کی جس قدر کتابیں ملیں ، اچھی ہوں یا بری ، جمع کرنی چاہتا ہوں ، پس کتاب ''مکاشفۃ القلوب'' غزالی جو آپ کو دستیاب ہوئی ہے ، ضرور بھیج دیجیے - میرے پاس نہیں ہے -

آپ کی میعاد ملازمت جو ۱۵ - اگست کو ختم ہو جاوے گی ، اس کا کسی قدر افسوس ہوا - مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نوکری خود آپ کو ناگوار تھی - مجھ کو اس بات کی (بڑی خواہش ہے کہ) آپ اور میں چند روز ایک جگہ رہیں - نہایت ضرورت ہے - ایسا موقع ضرور نکالنا چاہیے - تفسیر القرآن میں متعدد مقامات ایسے ہیں جس میں انگریزی کتابوں اور توریت کی شرحوں وغیرہ میں سے بہت کچھ دیکھنا ہے - میرے پاس کوئی دوست انگریزی داں نہیں -

علاوہ اس کے ایک ایسے سمجھ دار آدمی کی ضرورت ہے جو اُن انگریزی کتابوں کو دیکھ کر یہ بھی سمجھ سکتا ہو کہ کیا امر مطلوب ہے اور کن مضامین کی مجھے اطلاع کرنی چاہیے - پس اگر ایسا موقع ہو کہ میں اور آپ ہفتہ دو ہفتہ ایک جگہ رہ سکیں تو سب کام آسان ہو جاویں اور شاید تفسیر بھی ختم ہو سکے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۷ - اگست ۱۸۹۰ع

۱- سرسید اپنے خطوط اور مضامین میں ہمیشہ ''چونکہ'' کی بجائے ''جو کہ'' لکھتے ہیں -

(۷۲)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۲۶)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ جو خبر آپ نے سنی ، کسی قدر اُس کی اصلیت ہے ۔ مگر جو آپ نے سنا اُس میں بہت سا مبالغہ تھا ۔ ایک شخص کو میں نے پیش کیا جو بی ۔ اے تھا مگر گورنمنٹ نے دوسرے کو جو ایم ۔ اے تھا ، منتخب کیا ۔ اب وہ شخص منتخب شدہ کا میپیشن کا معہ دیگر امیدواران امتحان دے گا ۔ نتیجہ جو ہو ۔

حیدر آباد میں آپ کے لیے پہلے بھی لکھا تھا ۔ پھر دوبارہ لکھنے کو موجود ہوں ۔ مولوی مہدی علی کی حالت اچھی نہیں ہے ۔ شاید زائد ایک سال سے ایک شخص بھی اُن کی تجویز سے مقرر نہیں ہوا ۔ بہرحال مجھے کچھ تامل نہیں ہے اور مہدی علی سے بھی جو کچھ ہو سکے گا وہ دریغ نہ کرے گا[1] ۔

''تھافتہ الفلاسفہ'' پہنچ گئی ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۳ ۔ اگست ۱۸۹۰ء

(۷۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۲۷)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

''خیر المقال'' اور ''مکاشفۃ القلوب'' پہنچی ۔ سب کام چھوڑ کر ''خیر المقال'' کو اول سے آخر تک پڑھا ۔ جزاک اللہ ! نہایت عمدہ طور پر اور متانت ، سمجھ اور خوبی اور صفائی (سے) قابل فہم عبارت میں (آپ نے) اس ترجمے کو حواشی سے زیب و زینت دی ہے ۔ اگر میرے ناپاک نام سے جا بجا اس کتاب کو گندہ نہ

۱۔ غالباً سرسید ''نہ کریں گے'' لکھنا چاہتے تھے مگر قلم سے '' نہ کریگا '' لکھا گیا ۔

گرتے تو غالباً زیادہ مفید ہوتی ۔ افسوس کہ شاید میرا مجس نام اس کی اشاعت کا مانع ہو جس کا مجھے افسوس ہے ۔

ایک مسئلہ اس میں آپ نے لکھا ہے ، اس میں مجھ کو شبہ ہے اور میرا یقین اس کے برخلاف ہے ۔ شاید غلط ہو ، لیکن اگر غلط ہو تو بھی میں اس غلطی سے خوش ہوں ۔ آپ نے حاشیہ صفحہ ۳٦ میں لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین کرنا ضرور ہے ، مگر کیا اس یقین کے لیے ایسے قطعی دلائل مل سکتے ہیں جیسے اس دعوے کے ثبوت کے لیے کہ مثلث کے دو ضلع مل کر تیسرے ضلع سے بڑے ہوتے ہیں ۔" میں کہتا ہوں کہ ہاں ایسا ہی ثبوت بلکہ اس سے بھی زیادہ خدا کے وجود پر ہے بلکہ ایسا جیسے کہ دو اور دو چار (ہوتے ہیں) ۔ پہلا ثبوت ایک مہندس کے لائق ہے اور دوسرا عالم ، مہندس ، محاسب اور جاہل سب کے لائق ۔ مگر ثبوت وجود شے ایک چیز ہے (مثلاً میں لفظ شے بولا ہوں ۔ خدا ہر شے کا اطلاق نہیں ہو سکتا) اور علم اس شے کی ماہیت و حقیقت کا دوسری چیز ہے ، اس لیے خدا کی صفات کا ثبوت بطور قیاس لازمی کے ہے اور اس کے وجود کا ثبوت برہان قطعی سے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲ فروری ۱۸۹۱ء

(۸۴)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹٦۸ء ، صفحہ ۱۲۷)

مجبی و مکرمی !

عنایت نامہ پہنچا ۔ مولوی مہدی علی غالباً حیدر آباد پہنچ گئے ہوں گے ۔ میں نے ایک نسخہ "خیر المقال" کا معہ اپنے خط کے ، جس میں تمھارا خط بھی جو میرے نام پر ملفوف ہے ، بھیج دیا ہے ۔ ان کا حال اس وقت چوں مد حساب الدر ہے ۔ باوجود اس علم کے میں نے ان کو لکھا ہے ۔

بھائی ممتاز علی ! تم نے جو ریویو لکھنے کی فرمایش کی ہے ، میں کیا لکھوں ۔ اول تم نے اس کتاب کی پیشانی مثل میرے اعمال نامے کے سیاہ کر دی ہے ۔ پھر جابجا مجھ کو فخر الاسلام لکھ دیا ہے ۔ کاش حرف فاء کو حذف کرکے لکھتے ۔

ایسی حالت میں میرا قلم تو خود تم نے توڑ دیا ۔ میں لکھوں تو کیا لکھوں ۔ مگر میرا دل اس کا ریویو خود اپنے پر آپ لکھ رہا ہے ۔ جس متانت اور خوبی سے (تم نے) وہ کتاب لکھی ہے ، میرا دل اس خوبی کی داد دے رہا ہے -

تفسیر کی جلد پنجم جس قدر چھپی ہے روانہ کی ہے ۔ بنظر اصلاح اس کو دیکھو ۔ قصہ لوط میری دانست میں منجملہ ان مشکلات کے تھا جن مقامات قرآن مجید کو میں مشکل سمجھتا ہوں ۔ مگر میرا یہ یقین ہے کہ جو تفسیر علمائے اسلام نے کی ہے ، وہ تو یقینی خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہے ۔ جو میں نے لکھا ہے ، ممکن ہے کہ وہ بھی ویسی ہو ، مگر ہر شخص اپنے یقین پر مجبور ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۴ فروری ۱۸۹۱ع

خیال ہے کہ شاید میں چند روز کے لیے حیدر آباد (دکن) جاؤں ۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم بھی چلو گے ؟ فقط (سید احمد)

(۷۵)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۸)

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے سرسید کو ایک خط لکھا تھا ۔ سر سید نے اسی خط پر اپنے قلم سے چند ضروری باتوں کا جواب دے کر واپس کر دیا ۔ یہ خط اسی صورت سے شائع کیا جاتا ہے ۔ اصل خط مولوی ممتاز علی صاحب کا ہے ۔ درمیان میں کہیں کہیں قوسین میں اس کا جواب سرسید کی طرف سے ہے جس کی نشان دہی ان کا نام لکھ کر کر دی گئی ہے ۔

مولانا و مرشدنا !

بعد لوازم عبودیت آنکہ نامۂ عالی پہنچا ۔ مشکور و ممنون فرمایا ۔ علی گڑھ گزٹ میں جو انتخاب میرے بعض حواشی سے کیا ہے ، اس کا بھی شکر کرتا ہوں ۔ امام غزالی صاحب ایک ایسے مصنف ہیں جن کی تصنیف کو نئے اور پرانے خیالات کے لوگ سب پسند کرتے ہیں ۔ لیکن کتاب کا نام حضور کے نام

اہداء ہوتا ضرور مانع اشاعت ہوگا ۔ مگر ہوتے دیجیے ۔ کیا میں چار کوڑی کی طمع کے لیے اپنے کانشنس پر جبر کرکے یہ خیال کر سکتا تھا کہ ان خیالات کا قدر شناس اور ان خیالات کا اصل موجد بجز حضور کے اور کون ہے؟ ہرگز نہیں ۔ کیا حضور مجھے ایمانًا کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہیں کہ حضور کے نام کی بجائے اس کے نام اس کا ہدیہ ہونا زیادہ مناسب ہوتا ۔

(کسی کے نام اہداء کرنے کی ضرورت نہ تھی ۔ سید احمد)

میں نہایت مشکور ہوں کہ حضور نے پھر جناب مولوی مہدی علی صاحب کو میرے متعلق تحریر کیا ہے ۔ کیا مناسب ہے اور حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنا حال کسی قدر مشرح براہ راست ان کی خدمت میں تحریر کروں؟

(میں ابھی الہ آباد سے واپس آیا ہوں ۔ آپ ضرور اپنا مفصل حال مولوی مہدی علی کو لکھیں ۔ سید احمد)

حضور اگر حیدر آباد تشریف لے جاویں تو میں ضرور انشاء اللہ ہم رکاب ہوں گا ، بشرطیکہ دس پندرہ روز قبل حضور مجھے آگاہ فرماویں ۔

(میں انشاء اللہ تعالیٰ عشرہ اخیر مارچ میں حیدر آباد (دکن) جاؤں گا ۔ تاریخ روانگی سے مطلع کروں گا ۔ سید احمد)

تفسیر کو پڑھا اور خوب لطف اٹھایا ۔ دوسرے خط میں اس کی نسبت کسی قدر زیادہ تفصیل سے لکھوں گا ۔ والسلام مع الاکرام

خاکسار
ممتاز علی
از لاہور ، ۱۳ فروری ۱۸۹۱ء

(۷۶)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۲۹)

عزیزی و محبی!

اگر مباحث جدید مندرجۂ تفسیر کو آپ نے پسند کیا ہے تو مجھے نہایت خوشی ہے ۔ مگر وہ مباحث بہت کچھ نکتہ چینی کے قابل ہیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۸ فروری ۱۸۹۱ء

(۷۷)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع صفحہ ۱۲۹)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

ہمارا جانا حیدر آباد کا ٹھیر گیا ہے - میں بسبب ضرورت اجلاس کونسل کے مارچ کے عشرۂ دوم میں الہ آباد جاؤں گا اور وہیں ٹھیرا رہوں گا - اور الہ آباد ہی سے ۲۷ مارچ کو روانہ حیدر آباد ہوں گا - جو دوست کہ ساتھ چلنے والے ہیں ، وہ تاریخ روانگی سے ایک دن پہلے الہ آباد میں مل جاویں گے -

ہم چاہتے ہیں کہ ایسی گاڑی ریزرو کریں جس میں نصف گاڑی سیکنڈ کلاس کی ہو اور نصف فرسٹ کلاس کی اور سب دوست ساتھ کے ساتھ آرام سے جاویں اور واپس آویں -

پس آپ سے یہ سوال ہے کہ آپ نہایت پختہ طور پر فرماویں کہ حیدر آباد چلیں گے یا نہیں ؟ اگر چلنا ہو تو پختہ وعدہ ہو تاکہ ہم اسی حساب سے گاڑی کا بندوبست کریں ، اور نیز اگر چاہیں تو آپ کو چھبیسویں مارچ تک الہ آباد میں پہنچ جانا لازم ہوگا - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۳ فروری ۱۸۹۱ع

(۷۸)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۹)

محبی مکرمی !

روانگی حیدر آباد کے فیصلے میں ایک خط کے جواب کا انتظار ہے - پس جب تک میرا تار یا خط تمہارے پاس نہ پہنچے ، لاہور سے بقصد حیدر آباد روانہ مت ہونا - میں الہ آباد سے تمہارے نام تار یا خط جیسا موقع ہو بھیجوں گا -

والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ع

(۷۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۲۹)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

حیدر آباد (دکن) کا جانا بالفعل بلحاظِ موسم ملتوی ہو گیا اور یہ قرار پایا کہ بماہ جولائی جو سب سے عمدہ موسم حیدر آباد میں ہوتا ہے ، آنا مناسب ہوگا ۔

میں الہ آباد آیا ہوا تھا ۔ آج یہاں سے روانہ علی گڑھ ہوتا ہوں ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

الہ آباد ، ۲۷ مارچ ۱۸۹۱ع

(۸۰)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۰)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کو شاید میں نے لکھ بھیجا ہے کہ حیدر آباد کا جانا جولائی تک ملتوی ہوگیا ۔ دس قطعہ اشتہار انعامی خدمتِ عالی میں مرسل ہیں ۔ جن لوگوں کو مناسب سمجھیں تقسیم کردیں ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۸ مارچ ۱۸۹۱ع

(۸۱)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۰)

عزیزی محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

تمہارا خط شملہ سے آیا ۔ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ تمہاری طبیعت درست ہوتی جاتی ہے ، نہایت خوشی ہوئی ہے ۔ خدا تعالیٰ تم کو صحیح و تندرست

بصحت و قوت کامل زندہ رکھے ۔ ہفتے میں ایک دفعہ اپنی صحت کا خط ضرور لکھ بھیجا کرو تا کہ طانیت ہوتی رہے ۔ ہر وقت تمھاری طرف خیال لگا رہتا ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۶ جولائی ۱۸۹۱ع

(۸۲)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۰)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ آیا ۔ آپ کے مزاج کی صحت سے نہایت خوشی ہوئی ۔ زندہ باشی و خوش باشی ۔ گرانی سر طاقت زیادہ آنے سے سب جاتی رہے گی ۔ کوئی مقام تردد نہیں ہے ۔ اگرچہ میں ڈاکٹر نہیں ہوں ، مگر میری رائے یہ ہے کہ اگست و ستمبر و نصف اکتوبر تک تم پہاڑ پر سے مت اترو ۔ شملہ پر رہو یا مسوری پر ۔ میں سنتا ہوں کہ مسوری (کی) آب و ہوا شملہ سے اچھی ہے ۔ تمھارے لیے سب سے عمدہ علاج یہی ہے کہ ہلکی غذا کھاؤ ، پہاڑ پر رہو اور کسی قدر پیادہ پھر لیا کرو ۔ دماغی کام کوئی نہ کرو ۔ نہ کتاب پڑھو ۔ ایسے کھیل کھیلو جن سے دماغ پر کچھ قوت نہ پڑے ۔ میں ان دنوں الہ آباد آیا ہوا ہوں اور ارادہ یہ ہے کہ بعد عشرۂ محرم حیدرآباد جاؤں ۔ بہت سے بہت ایک ہفتہ اس سفر میں لگے گا ۔ جب میں علی گڑھ آ جاؤں تو تم میرے پاس چلے آؤ ۔ یعنی نصف اکتوبر یا شروع نومبر میں تم علی گڑھ آؤ اور کئی ہفتے تک میرے پاس رہو ۔ خدا ان سب خیالوں کو پورا کرے اور (میں) تم کو بہت موٹا تازہ تندرست دیکھ کر خوش ہوں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
الہ آباد ، ۲۷ جولائی ۱۸۹۱ع

(۸۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۱)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - گو کہ بعض حالات رنج دہ اس میں لکھے ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ اب آپ کو کسی قدر صحت ہے اور نیز خدا نے گھوڑے پر سے گرنے کے صدمے سے بچا لیا -

جب مجھے آپ کے دوبارہ بیمار ہونے اور سہارن پور جانے کی خبر ملی تو مجھے نہایت رنج و تردد ہوا - زیادہ خیال اس بات کا تھا کہ میں کیا کروں اور کیا لکھوں -کسی طرف رائے قرار نہیں پاتی تھی - قبل عود مرض یقین تھا کہ آپ علی گڑھ میں آ کر ایک مدت تک رہیں گے - اس یقین نے اور بیماری کے عود کرنے کی خبر نے حیران کر دیا تھا - اخیر رائے یہ قرار پائی کہ بعد جلسہ کانفرنس میں ایک دن کے لیے سہارن پور آ کر تم سے ملوں اور اصلی حالات اور تمہاری مرضی اور خوشی دریافت کروں - یہ میرے خیالات تھے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا - مولوی سید عبداللہ صاحب سے تو آپ کا دور کا رشتہ ہے - مگر مجھ سے اور آپ سے روحانی رشتہ ہے ، جو تمام رشتوں سے زیادہ اقرب ہے - پس جو کچھ مجھ سے آپ کی خدمت تیمارداری ہو سکے گی - میں اس کو اسی طرح ادا کروں گا جو روحانی رشتے کا مقتضا ہے -

میرا خیال ہے کہ تم کو کچھ بیماری نہیں ہے - دل پر بسبب کمزوری کے کچھ خیالات جم گئے ہیں جو ملول اور افسردہ کرتے ہیں اور طاقت آنے نہیں دیتے - اس کا سب سے بڑا علاج دل کا خوش رکھنا ہے -

امید ہے کہ میرے پاس رہنے سے تمہارا دل خوش رہے گا اور سب توہمات دور ہو جاویں گے - میری کوٹھی ظاہرا خوش فضا ہے - ہمیشہ دو کمرے عمدہ معہ تمام ضروریات متعلقہ کے خالی رہتے ہیں - سب چیز تمہارے آرام کی موجود ہے - خانساماں جو ہوشیار آدمی ہے ، موجود ہے - گائے میرے ہاں موجود ہے - ہر وقت تازہ دودھ موجود ہے - تازہ انڈا موجود رہتا ہے - خانساماں نہایت عمدہ سوپ جس قسم کا چاہو بناتا ہے - وقت معین پر جیسی مرضی ہو کھانا طیار موجود ملے گا - دو وقت ہوا خوری کو گاڑی جوڑی بھی موجود ہے - کرایہ پر منگانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے - بعض میرے نہایت دلی دوست

خصوصاً مولوی زین العابدین میرے مکان کے نہایت متصل رہتے ہیں - آپ ان سے مل کر نہایت خوش ہوں گے اور آپ کا دل خوش رہےگا - مولوی محمد شبلی صاحب بھی اسی طرح قریب رہتے ہیں - مدرسہ میرے مکان سے نہایت قریب ہے - غرضکہ ہر طرح دل بہلا رہنے کا موقع ہے اور خدمت گاروں کا آپ کے ساتھ آنا مناسب ہے - ان کو اپنی خوراک کا انتظام کرنا ہرگز ضرور نہیں ہے - جس طرح میرے خدمت گار رہتے ہیں اسی طرح وہ بھی رہیں گے - غرضکہ آپ علی گڑھ کو بلا تکلف اپنا گھر سمجھیں گے اور کسی قسم کا خیال دل میں نہ لا ویں گے - میں علی گڑھ میں موجود ہوں یا بسبب ضرورتوں کے الہ آباد یا کہیں اور جاؤں ، آپ کے آرام اور آسائش اور تمام چیزوں کے مہیا ہونے میں کچھ بھی فرق نہیں ہونے کا -

یہاں سول سرجن موجود ہے - مجھ سے ملاقات بھی ہے - چند ہفتے سے یہاں آیا ہے - ظاہرا خوش مزاج بھی ہے اور یقین ہے کہ اپنے فن میں دستگاہ رکھتا ہوگا - علاوہ اس کے سنتا ہوں کہ اسسٹنٹ سول سرجن جو یہاں ہے وہ بھی ہوشیار ہے - ایک آرام یہ ہے کہ مدرسے میں ہندوستانی ڈاکٹر ہے اور سب دوائیں موجود رہتی ہیں اور نہایت دھیان سے دوائیں طیار ہو کر مل سکتی ہیں - قیمت ان کی دے دی جاتی ہے جو مدرسے میں بحساب شفاخانہ جمع ہو جاتی ہے - میں بھی اسی طرح کرتا ہوں اور سوائے بورڈروں کے کالج افسر بھی جب دوا لیتے ہیں اسی طرح کرتے ہیں -

اس وقت صرف اس قدر دقت ہے کہ بسبب جلسہ کانفرنس اور سالانہ جلسہ ٹرسٹیان کے بہت سے لوگ آنے والے ہیں اور دو انگریز بھی آویں گے ، جو میری کوٹھی میں دو دن ٹھیریں گے - میں بھی اپنی کوٹھی کو چھوڑ دوں گا اور چار پانچ دن مدرسہ کے احاطے میں ڈیرہ میں رہوں گا - پس اگر آپ قبل اختتام جلسہ کانفرنس تشریف لاویں تو چار پانچ دن میرے ساتھ ڈیرہ میں رہنا ہوگا - اور بجز ڈیرہ میں رہنے کے آپ کے اور کسی اوقات میں اور غذا میں کچھ فرق نہیں ہونے کا - سب بدستور مہیا و موجود ہوگی - پس اگر چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے آپ اپنی طبیعت پر کچھ حرج نہ تصور فرماویں تو آپ فی الفور یہاں چلے آویں - اور اگر ڈیرہ میں رہنا طبیعت پر کچھ حرج ڈالے تو آپ ۳۰ تا ۳۱ دسمبر کو یعنی بعد اختتام جلسہ تشریف لاویں - اس وقت تک جو مہمان کوٹھی میں ٹھیریں گے ، چلے جاویں گے - مگر میں سمجھتا ہوں کہ ڈیرہ میں رہنے اور کانفرنس کے جلسہ کے قریب رہنے سے آپ کی طبیعت بہلی رہے گی -

اگر آدمیوں کی کثرت سے پریشان نہ ہو یا چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے کچھ تکلیف نہ ہو تو فی الفور جواب لکھیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۱۸ دسمبر ۱۸۹۱ء

یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ڈیرہ میں رہنے سے طبیعت پر کچھ ہرج ہو تو چار پانچ دن کے لیے آپ ایک پختہ بورڈنگ ہوس میں ، جو میرے ڈیرہ کے قریب ہے ، قیام فرماویں ۔ فقط (سید احمد)

(۸۴)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۲)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

میں لکھنؤ سے واپس آ گیا ۔ آج آپ کا خط ملا ۔ آپ کی لڑکی کی علالت سے افسوس ہوا ۔ شکر ہے کہ (اب) آرام ہے ۔ امید ہے کہ صحت ہو جاوے گی اور آپ جلد تشریف لاویں گے ۔

مولوی شبلی صاحب سے آپ کا سلام کہا ۔ انھوں نے سلام کا تو جواب نہیں دیا مگر یہ پوچھا کہ کب آویں گے ۔

مولوی زین العابدین اس وقت نہیں ہیں ۔ ان کا سلام امانت ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۱۱ مارچ ۱۸۹۲ء

(۸۵)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۲)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ چند احباب نے باہم مل کر یہ ارادہ کیا ہے کہ بعض کتابیں ، جو اُن کے نزدیک اس زمانۂ رواجِ علومِ جدیدہ میں

اسلام کے مناسب ہیں اور جن سے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا ، انگریزی میں ترجمہ ہو کر مثل دستور مشتریوں کے شائع ہوں ، اور بعض کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہو کر شائع ہوں - اس کمیٹی احباب کا میں بھی ممبر ہوں ، اور اس کے اخراجات کا باہم کچھ بندوبست ہے -

میں تو اس بات کو مناسب سمجھتا ہوں کہ بالفعل تم اس کمیٹی کا کام کرو - پچاس ساٹھ روپیہ مہینہ تم کو مل سکے گا اور بدستور تم میرے ساتھ جس طرح اب رہتے ہو رہو گے - کوئی تکلیف اور کوئی خرچ زائد تم پر نہ پڑے گا - اگر بالفرض الہ آباد میں گورنمنٹ دفتر مترجمی مل جاوے ، بہ نسبت اس کے یہاں تم کو زیادہ آرام رہے گا - کام بھی وقت بے وقت (جیسی) اپنی خوشی ہو کر سکو گے - صحت بھی تمہاری درست رہے گی اور جب تمہاری صحت یقین کے طور پر بالکل درست رہے اور تم کو خواہش سرکاری ملازمت کی (بھی) ہو تو میں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے میں اس میں کوشش کروں گا کہ ہائی کورٹ الہ آباد میں مترجمی یا مثل خوانی مل جاوے جس میں چند سال کام کرنے کے بعد منصف بھی ہو سکتے ہو -

یہ سب باتیں میں نے اس لیے لکھی ہیں کہ اگر تم اس تجویز کو پسند کرو تو یہ رقعہ تم اپنے والد کے پاس بھیج دو اور ان کی مرضی اور رائے لے لو -

والسلام

خاکسار

سید احمد

۲۳ اپریل ۱۸۹۲ء

(۸۶)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۳)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

انتظار بسیار کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی - ایسی کمیٹی جس کا ذکر ہوا ،گورنمنٹ نظام کی طرف سے قائم نہیں ہو سکتی - باقی رہی احباب حیدر آباد کی شرکت ، وہ اس سے بھی زیادہ غیر مستقل ہوگی جتنی کہ یہاں کے احباب کی شرکت سے ہے -

میں نے وہ امر صرف اس خیال سے پیش کیا تھا کہ سر دست خالی بیٹھے رہنے سے کچھ مشغلہ ہو جاوے - کیونکہ خالی بیٹھے رہنا میرے نزدیک تمھارے لیے مفید نہیں ہے - بہرحال شملہ (کی) آب و ہوا بلاشبہ تم کو مفید ہوگی - مولوی الطاف حسین غالباً شملہ پہنچ گئے ہوں گے - میرے نام تو ان کا کوئی خط نہیں آیا - البالہ سے تمھارے نام ایک کارڈ آیا تھا ، وہ میں نے دیوبند فارورڈ کر دیا تھا اور نیز چند منی آرڈر - تعجب ہے کہ آپ کے پاس نہیں پہنچا -

مولوی شبلی صاحب کے پاس سے کوئی خط نہیں آیا -

عزیزی زبیر کا حال بدستور ہے - نہ کمی ہے نہ زیادتی - وہ عنقریب نینی تال جانے والا ہے -

آپ کی تحریر کے مطابق خطبات احمدیہ کی جلد مرسل ہے - مگر تعجب ہے کہ میری ناپاک کتاب اس مقدس کتب خانے میں کیونکر رکھی جاوے گی - امید ہے کہ آپ اپنے حالات سے مطلع فرماویں گے - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۹ مئی ۱۸۹۲

(۸۷)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۳)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

جب تم علی گڑھ میں ہمارے پاس نہ رہے اور شملہ چلے گئے تو پھر کیوں ہمارا حال پوچھتے ہو - ہم بھی نہیں بتلاتے - مولوی زین العابدین اور کپتان صاحب کو کچھ لکھنا ہو تو خود ان کو لکھو - ہم تمھارا پیغام کسی تک نہ پہنچا ویں گے - جب ہماری تمھاری کٹی[۱] ہو گئی تو پھر کیا رہا - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۵ جون ۱۸۹۲ع

۱- دہلی کے محاورے میں کٹی کے معنی ہیں دوستی ختم ہو جانی ، راہ و رسم منقطع ہو جانی ، لڑائی ہو جانی ، بول چال بند ہو جانی - یہاں سر سید نے یہ لفظ نہایت محبت اور پیار کے ساتھ مزاحاً استعمال کیا ہے -

(۸۸)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۴)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی !

میں الہ آباد میں ہوں - دو ایک روز میں علی گڑھ جاؤں گا - آپ کا خط یہاں پہنچا - آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا - خدا کرے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر آپ کی مرضی کے لائق کوئی عہدہ دے دیں - خالی اور بے کام رہنے سے طبیعت کلفت ہو جاتی[1] ہے -

افسوس ہے کہ محمد زبیر کا انتقال ہو گیا جس کا سخت صدمہ حاجی اسمعیل خاں کو ہوا ہے -

ان دلوں میں کوئی خاص شغل میرے ہاتھ میں نہیں ہے - یوں ہی اوقات ضائع ہوتی ہے - اپنے حالات اور اپنی خیریت مزاج سے برابر مطلع کرتے رہو کہ تعلق خاطر رہتا ہے - والسلام

خاکسار
سید احمد
الہ آباد ، ۱۸ اگست ۱۸۹۲ع

(۸۹)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۴)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - زمینداری کا جو کام (تم) کرنا چاہتے ہو اس میں میری رائے آپ کے والد صاحب کی رائے (سے) متفق ہے - تمھاری طبیعت ، تمھارے قویٰ ، تمھاری نیکی و سچائی اس کام کے مناسب نہیں ہے - جس قدر بکھیڑے و مشکلات زمینداری کے کام میں (پیش) آ جاتے ہیں وہ اسی وقت معلوم ہوتے ہیں جب کام کیا جاتا ہے - پہلے سے اندازہ نہیں ہو سکتا - کارندے پر کام چھوڑنا خود کام کو خراب کرنا ہے - کارندوں کی بددیانتی کا علاج نہایت

۱- نقل مطابق اصل -

مشکل ہے ۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ دو ہزار پانسو بیگھہ زمین اس قدر ہے کہ کسی حال میں وہ رہے شاید اس کی آمدنی گذارے کے لیے کافی ہو مگر کسی قدر تنگی سے ۔ مطالعۂ کتب کا بھی موقع مل سکتا ہے ، مگر زمین کی آمدنی پر بھروسا نہیں ہو سکتا ۔

لوکری ایسی چیز ہے جس کی آمدنی معین ہے ۔ مگر الہ آباد کی لوکری سے ، جو فرض کرو کہ سو روپیہ تک ہو جاوے گی ، میری دالست میں نہایت مشکل سے گذارہ ہوگا ۔ اگر معہ اہل خانہ ، الہ آباد میں رہے تو اور بھی مشکل ہو گی ۔ مکان کا کرایہ جو وہاں بہت گراں ہے ، سواری کا خرچ ، اپنا و گھر کا خرچ ، ان سب اخراجات کو کافی نہیں ہونے کا ۔ تمہارے خط پر جہاں میں نے سرخ حلقہ کر دیا ہے اس سے مجھ کو کلی اتفاق ہے ۔ ایسے امورات میں جو تم نے پوچھے ہیں خود تمہاری رائے کو جس کو تمہارا دل قبول کرے سب سے (زیادہ) وقعت ہونی چاہیے ۔ بس دونو امر کی بھلائی برائی (میں نے) تمہارے سامنے پیش کی ہے ۔ مگر تصفیہ وہ کرو جو حقیقت (میں) تمہارا دل چاہتا ہو ۔ کیوں کہ تم کو اپنے دل سے کام پڑے گا نہ دوسرے کے خیال سے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۵ اگست ۱۸۹۲ء

(۹۰)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۵)

محبی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب !

میں بریلی گیا ہوا تھا بسبب اجلاس کونسل ۔ وہاں سے فارغ ہو کر الہ آباد آیا اور دو تین دن میں علی گڑھ جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر تم کو علی گڑھ میں بلاؤں گا بعض ضروری صلاح کے لیے ۔ اور اسی وقت حیدر آباد لکھوں گا ۔ بعض اسباب سے ابھی تک مناسب نہیں سمجھا ۔ کونسل میں ہر دفعہ جانے سے تکلیف ہوتی تھی ۔ خرچ زائد پڑ جاتا تھا اور مصیبت بھی اور کسی قدر کالج کے کاموں (میں) ہرج پڑتا تھا ، اس لیے میں نے کونسل کی ممبری سے استعفا دے دیا ۔

سکوت علمائے دیوبند کا اس تفسیر پر غنیمت ہے - جب آپ علی گڑھ آویں گے آپ کو اختیار ہوگا کہ تفسیر کی جلدیں دیو بند بھیج دیں - مجھے کچھ عذر نہ ہوگا -

سید محمود کا خیال زمانہ رخصت میں ولایت جانے کا ہے - مگر ابھی پختہ طور پر گوئی امر طے نہیں ہوا ہے - روس صاحب ان کے بڑے دوست ہیں - صرف ان سے ملنے کو جانا اور ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ ان کے پاس رہنا چاہتے ہیں - اس کے سوا اور کوئی مقصد ولایت جانے سے نہیں ہے - والسلام

خاکسار

سید احمد

الہ آباد ، ٦ اپریل ۱۸۹۳ء

(۹۱)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۵)

مخدومی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب ! ممبر مینجنگ کمیٹی محمدن ایجوکیشنل کانفرنس

میں آپ کی خدمت میں روئداد ہفتم محمدن ایجوکیشنل کانفرنس روانہ کرتا ہوں - اس کے آخر میں قواعد کارروائی کانفرنس کے بھی مطبوعہ موجود ہیں - اس کی دفعہ ۱۱ سے معلوم ہوگا کہ ہر سال ایک کمیٹی مقرر کی جاتی ہے جو آئندہ اجلاس کے لیے متعدد کاروائیاں کرتی ہے - منجملہ ان کاروائیوں کے اسی کمیٹی کی رائے پر منحصر ہے کہ اس بات کو تجویز کرے کہ آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس مقام پر ہو - پس آپ مہربانی سے بمشورہ دیگر ممبران مینجنگ کمیٹی مذکور اور نیز بمشورہ اس مقام کے رئیسوں کے جہاں تک آپ کے نزدیک اجلاس کا ہونا مناسب ہو ، جس قدر جلد ممکن ہو مجھ کو اس بات سے اطلاع دیجیے کہ آپ کی رائے میں آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس شہر میں ہونا مناسب ہے -

والسلام

سید احمد

سیکرٹری محمدن ایجوکیشنل کانفرنس

علی گڑھ ، ۸ مئی ۱۸۹۳ء

(۹۲)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۶)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

مدت دراز کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ کی خیریت اور صحت سے خوشی ہوئی - میں بھی فضل الٰہی سے اچھا ہوں - مالائہ کاروبار مدرسہ کے سبب ان دنوں کام کی بہت کثرت ہے -

سید محمود[1] بھی خدا کی عنایت سے اچھی طرح صحیح و تندرست ہیں - مولانا حالی بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں - مولوی مہدی علی صاحب[2] بھی یہاں رونق افروز ہیں - آپ بھی چند روز کو تشریف لائیے تو بہتر ہے - والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۲۰ اگست ۱۸۹۲ء

(۹۳)

(عکسی خط مطبوعہ نقوش بابت اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۶)

محبی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب !

آپ کا محبت نامہ پہنچا - آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی - خانہ نشینی بھی جس کا دوسرا نام قناعت ، اگر ہو سکے تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے - بشرطیکہ انسان خالی خولی بے فائدہ عمر نہ گنوائے - بہتری قوم کی نسبت جو کام اُس سے ہو سکے وہ کرتا رہے - بس اب فرمائیے کہ اگر خانہ نشینی اختیار کی ہے تو قومی بھلائی کا کیا کام اختیار کیا ہے -

ان دنوں میں میں نے بھی کچھ نہیں کیا ہے - ابن حزم پر ریویو بھی ناتمام رہا - اس کے مسودے خدا جانے کہاں رکھ دیے ہیں جو دستیاب نہیں ہوتے -

---

۱- جسٹس سید محمود سے مراد ہے جو سر سید کے فرزند اور ہائی کورٹ کے جج تھے -

۲- مہدی علی : نواب محسن الملک کا نام ہے جو پہلے شیعہ تھے اسی لیے مہدی علی ان کا نام تھا -

سید محمود کی طبیعت فضل الٰہی سے بالکل اچھی ہے - مولوی زین العابدین کا حال بدستور ہے ، نہ ساون ہرے نہ بھادوں سوکھے -

مولانا حالی اب تک علی گڑھ میں ہیں -

نئی بات یہ ہے کہ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب نے جو میری لیف (لائف) منشی سراج الدین سے لکھوائی تھی ، وہ مسودہ انھوں نے مولوی الطاف حسین صاحب کو دے دیا - اب مولوی الطاف حسین بطور خود میری لیف (لائف) لکھیں گے اور خود ہی چھپوائیں گے اور جو چاہیں گے کریں گے - میں بھی اس پر راضی ہو گیا ہوں کہ مولوی الطاف حسین جو لکھیں چھاپی جاوے - الا مولوی سراج الدین نے جو کچھ لکھا تھا وہ چھاپہ ہونے کے قابل نہ تھا - بعض واقعات اس میں صحیح نہ تھے اور طرز بیان درست نہ تھا - لیف (لائف) ایک مدح نامہ نہیں ہوتی بلکہ ایسی ہونی چاہیے کہ اس شخص کی بھلائی برائی سب کا نمونہ ہوں اور الفاظ مدح و ذم اس سے زائد معنوں پر دلالت کرنے والے نہ ہوں جو درحقیقت اس میں ہو - میری نسبت لکھ دینا کہ بہت ذی علم و فاضل اکمل ہیں کیسی غلط بات ہے -

آپ سے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے - جس وقت موقع ہو ضرور تشریف لائیے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء

(۹۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۳۷)

عزیزی و مکرمی !

دو ہفتے سے میری طبیعت بھی علیل ہے ، مگر اب افاقہ ہے - کسی قدر سست اور مضمحل ہے - میں نے سنا ہے کہ آپ کی طبیعت بھی علیل ہو گئی تھی- شکر ہے آپ کو اب صحت ہے - آپ کی ملاقات کی توقع رہتی ہے - مگر افسوس ہے جو ایسے امور ہوئے کہ اب تک ملاقات نہیں ہوئی - امید ہے کہ جلد تر ملاقات ہوگی - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۳ء

(۹۵)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۲)

مخدومی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا خط ماتم زدہ پہنچا جس کو پڑھ کر سخت افسوس ہوا - آپ کے بھائی کا انتقال بلاشبہ سخت صدمہ ہے جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا - خصوصاً آپ کے والد ماجد کو اس پیرانہ سالی میں ایسا صدمہ عظیم ہے جو برداشت ہی نہیں ہو سکتا - مگر ایسے مواقع پر بجز صبر کے اور کیا علاج ہے -

انا للہ و انا الیہ راجعون

اس صدمہ جانکاہ سے آپ کا اجلاس کانفرنس میں نہ شریک ہونا نہایت افسوس ہے - آپ کا رزولیوشن کاٹ دیا گیا ہے - لیکن وہاں بیٹھے رہنے اور ہر دم رنج میں پڑے رہنے سے کیا فائدہ ہے - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۱۸ دسمبر ۱۸۹۳ع

(۹۶)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۲)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت (نامہ) اور سو روپیہ عطیہ جو مسجد کی تعمیر میں صرف ہوں گے (پہنچا) - مسجد کی تعمیر شروع ہے اور کام تعمیر جاری ہے - اس بات کے معلوم ہونے سے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ پنجاب تشریف لے چلیں گے ، نہایت خوشی ہوئی ہے - اخبار سے آپ کو ہماری روانگی کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے - پس آپ فرمائیے کہ آپ یہاں آویں گے اور ہمارے ساتھ چلیں گے یا کسی اسٹیشن سے ساتھ ہو لیں گے اور کس اسٹیشن سے ؟ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۳ مارچ ۱۸۹۴ع

(۹۷)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۸)

محبی و مکرمی !

نہایت خوشی ہے کہ آپ ۱۳ تک ضرور یہاں آ جاویں گے - تہذیب الاخلاق کے نمبر اول میں جگہ نہیں رہی - آپ مضمون ضرور بھیجیں - آئندہ نمبر میں مندرج ہوگا - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲ اپریل ۱۸۹۳ع

(۹۸)

(سالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۸)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اور نوٹ تعدادی پینتیس روپے پہنچے اور وہ روپیہ حسب تفصیل ذیل جمع کیا گیا :

بابت اخراجات سفر پنجاب — پندرہ روپے پانچ آنے

بابت چندہ تہذیب الاخلاق — اٹھارہ روپے

چندہ تعمیر مسجد — ایک روپیہ گیارہ آنے

اب کے آپ کا آنا اور نہ آنا دونوں برابر ہوگئے - اول تو علی گڑھ میں کوئی موقع بات چیت کا آپ سے نہیں ملا - بعد اس کے تمام وقت پنجاب کے سفر میں صرف ہوا اور دفعتاً آپ کا پنجاب سے آنا ہوا - پس میں چاہتا ہوں کہ آپ جون کے ماہ میں جبکہ بارش ہو جاوے اور موسم ٹھنڈا ہو جاوے تو آویں اور چند روز رہیں تاکہ طالیت سے بات چیت ہو - خدا کا شکر ہے کہ آپ کے صاحبزادے کی طبیعت اچھی ہوگئی - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۱ مئی ۱۸۹۳ع

(۹۹)

(یہ خط قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے)

محبی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - جس جوش محبت سے آپ نے وہ عنایت نامہ لکھا ہے اس کا دل سے شکرگزار ہوں - سول اسٹیشن میں مطلق بیماری نہیں ہے اور شہر میں بھی نہایت کم ہے - گو میں لیچری ہوں مگر ہم کو خدا پر مولویوں سے زیادہ بھروسہ ہے -

میں تفسیر لکھنے میں بہت زیادہ مشغول ہوں اور نہایت مشکل مشکل مقام لکھ چکا ہوں - آپ دیوبند میں کب تک قیام کریں گے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۶ اگست ۱۸۹۳ع

(۱۰۰)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۸)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ اطلاع فرمائیے کہ آپ کس دن یہاں پہنچیں گے - کانفرنس کے اجلاس میں آپ کا تشریف لانا ضرور ہے - گو کہ آپ کے کسی کاروبار کا حرج ہو ، مگر تشریف آوری نہایت ضرور ہے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۰ دسمبر ۱۸۹۳ع

(۱۰۱)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۹)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

چند روز ہوئے آپ کا عنایت نامہ پہنچا تھا - میں حسابات دیکھنے اور جانچنے میں مصروف تھا اس لیے تحریر جواب میں توقف ہوا - آپ کی اہل خانہ کی علالت سے نہایت افسوس ہے - بخار نے طوالت پکڑلی ہے - خدا تعالیٰ صحت کامل عطافرماوے -

زبیر مرحوم کی حالت دوسری تھی - اس کا ریہ۱ ماؤف ہوگیا تھا - آپ کے اہل خانہ کی حالت دوسری ہے - ان کو تپ کہنہ ہے - خدا چاہے تو جاتی رہے گی - شام بہاری لال (نے) جو جعل سازی تصرف کیا وہ زر کثیر کا ہے - میں اس کی رپورٹ تیار کر رہا ہوں - آپ کے گھر میں آرام ہو جاوے ، تب دو ایک روز کے لیے یہاں تشریف لاویں - تب مفصل حالات سنیے گا - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۸ ستمبر ۱۸۹۵ع

(۱۰۲)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۹)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ جنوری پہنچا - آپ کے اہل خانہ کے انتقال سے نہایت افسوس ہوا - اور کچھ شک نہیں کہ آپ کے دل کو بہت صدمہ پہنچا ہوگا ، جس کے ساتھ میں بھی ہمدردی کرتا ہوں - مگر تقدیر الٰہی سے کچھ چارہ نہیں - صغیر السن بچوں کی ایسی حالت میں پرورش نہایت مشکل ہوتی ہے - مگر خدا کوئی نہ کوئی تدبیر نکال دیتا ہے - مگر تم اگر اس غم میں زیادہ پڑے رہو گے تو تمہاری صحت کو نہایت صدمہ پہنچے گا - پہلے ہی سے تمہاری طبیعت

۱- ریہ کے معنی پھیپھڑے کے ہیں -

کی ایسی حالت ہے کہ اس کی حفاظت اور نگرانی مشکل ہوتی ہے اور اگر اس غم میں تم پڑے رہے تو لا علاج امر ہو جائے گا ۔ جو خدا کی مرضی ہے اس پر آدمی کو صبر کرنا لازم ہے ۔ اور جو شخص صبر نہیں کرتا وہ تقدیر سے تو لڑ نہیں سکتا ۔ پھر ہار کر صبر کرنا پڑتا ہے ۔ بہرحال خدا تعالیٰ تم کو صبر اور صبر کرنے کی طاقت دے ۔

میری طبیعت بھی بعد مراجعت شاہجہان پور علیل ہو گئی تھی مگر اب فضل الٰہی سے اچھی طرح اور قریب صحت ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۲۷ جنوری ۱۸۹۶ع

(۱۰۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۰)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ درحقیقت بیوی کا انتقال ہو جانا درحالیکہ چھوٹے بچے ہوں اور ان کی پرورش کرنی پڑے ، انسان کے لیے سخت مشکل ہے ۔ خدا تمام مشکلات میں تمھاری مدد کرے ۔ اُس کے انتظام کی دو صورتیں جو تم نے لکھی ہیں ، اس میں سے پہلی صورت کا تصفیہ خود آپ ہی کو کرنا چاہیے ،کیونکہ وہ ایسے تعلقات پر مبنی ہے جس کا تصفیہ دوسرا شخص نہیں کر سکتا ۔ دوسرا امر کہ انّا وغیرہ رکھ کر بچوں کی پرورش کی جاوے ، شاید قصبات میں معیوب ہو ، مگر شہروں میں کوئی معیوب نہیں ہے ۔ مگر انا وغیرہ سے اس طرح پر پرورش نہیں ہو سکتی جس طرح کوئی عزیز قریب پرورش کر سکتا ہے ۔ مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ زوجہؑ ثانی زوجہؑ اول کی اولاد کو مثل اپنی اولاد کی پرورش کرے ۔ غرضکہ ہر طرح پر مشکل ہے اور بعد غور کامل تمام حالات کے جو خدا دل میں ڈالے ، اس طرح عمل کرنا چاہیے ۔ تعجب ہے کہ تفسیر جلد پنجم آپ کے پاس نہیں پہنچی ۔ اس بات سے اطلاع فرمائیے کہ اور جلدیں جو آپ کے پاس پہنچی ہیں وہ مجلد ہیں یا غیر مجلد ۔ اور امید ہے کہ جلد ششم آپ کے پاس پہنچ گئی ہوگی ۔ آپ نے اخیر خط میں لکھا ہےکہ مجلد تفسیر بھیجی جائے ۔ مگر مجھ کو شبہ ہے کہ آپ نے بجائے جلد ششم کے جلد پنجم لکھ دی ہے ۔

اب مکرر ارقام فرمائیے کہ جلد ششم آپ پاس پہنچ گئی یا نہیں ، اور درحقیقت جلد پنجم ہی آپ نے مانگی ہے ۔

آپ کی ملاقات کو بے انتہا دل چاہتا ہے مگر آپ نہایت جھمیلے میں پھنس گئے ہیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۶ اپریل ۱۸۹۶ع

(۱۰۳)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ع ، صفحہ ۱۳۰)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۸ اپریل پہنچا ۔ آج دفتری بسبب کسی بیماری کے نہیں آیا ۔ وہ آوے تو جس قدر جلدیں آپ پاس تفسیر کی نہیں ہیں وہ سب روانہ کروں گا ۔

پرچہ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوئے تیسرا برس ہے ۔ اس کا سال یکم شوال سے شروع ہوتا ہے ۔ اس سال کے دو پرچے اور مقدمہ مولوی کرامت حسین صاحب کا ویلیو بے ایبل آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے ۔ تہذیب الاخلاق کا ایک سال کا چندہ ویلیو بے ایبل میں شامل ہے ۔ تہذیب الاخلاق کے پرچے پچھلے دو سال کے بہ ترتیب موجود ہیں ۔ اگر آپ چاہیں گے تو وہ بھی مل سکیں گے ۔

آپ نے بسبب مکروہاتِ زمانہ علمی امور سے بالکل کنارہ کشی کر لی ہے اور اس سبب سے آپ کو معلوم نہیں کہ تفسیر کی جلد ششم بھی چھپ کر تیار ہو گئی ہے اور جلد ہفتم کا مسودہ بھی تیار ہے ۔ مکروہاتِ زمانہ ہر شخص کو پیش آتے ہیں ۔ ان کو برداشت کرنا چاہیے اور جو علمی اور قومی کام ہیں ان سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۰ اپریل ۱۸۹۶ع

(۱۰۵)

(رسالہ نقوش لاہور ، بابت ماہ اپریل - مئی ۱۹۶۸ء ، صفحہ ۱۰۱)

محبی و مشفقی !

اسی وقت آپ کا عنایت نامہ پایا - جو امر آپ نے لکھا ہے یعنی بالفرض لاکامی امتحان اٹرانس میں ، یہ امر فی نفسہ تو ولایت جانے کے لیے اور وہاں تعلیم پانے کے لیے ہارج نہیں ہے - مگر میں جو آپ کا ولایت جانا چاہتا ہوں اور صلاح دیتا ہوں ، وہ دوسرے امر پر مبنی ہے - الڈین سول سروس کے قواعد آپ نے دیکھے - ہم اُس میں اس قدر اور اضافہ چاہتے ہیں کہ (جو) جوان لڑکا ولایت میں جاکر اپنی تعلیم کی تکمیل بغرض حصول عہدہ الڈین سول سروس کرنا چاہے تو گورنمنٹ اُس سے وعدہ کرے (کہ) بعد واپسی انگلینڈ و تحصیل علم اُس کو عہدہ الڈین سول سروس دیا جاوے گا -

اس میں نہایت بحث ہے کہ گورنمنٹ ایسا وعدہ کرے گی یا نہیں - یہاں کے احباب سے گفتگو کے بعد یہ ٹھہرا کہ لفٹنٹ گورنر اگر ایسا وعدہ کرنا چاہیں (تو) قواعد الڈین سول سروس (میں) کوئی ایسا امر نہیں ہے جو مانع ہو - لفٹنٹ گورنروں کو بلاشبہ خیال ہے کہ ایسا وعدہ وہ کر سکتے ہیں یا نہیں - جب تک کہ اس امر کی نسبت کوئی معاملہ نہ پیش ہو طے نہیں ہو سکتا -

اس امر کی بھی ایک درخواست حمید اللہ خاں کی روانہ ہوئی ہے کہ میں ولایت جا کر اپنی تعلیم کامل کرنی چاہتا ہوں - مجھ سے وعدہ ہو کہ بعد واپسی عہدہ الڈین سول سروس دیا جاوے گا -

اور ایک درخواست سید نبی اللہ برادر زادہ مولوی فرید الدین خان بہادر کی (بھی) اس مضمون کی بھجوائی ہے - اگر لفٹنٹ گورنر بہادر ان دونوں درخواستوں کو اس بنا پر - - - - -

(خط کا آگے کا حصہ دستیاب نہیں ہوا - اسماعیل)

(۱۰۶)

(منقول از کتاب "حقوق نسواں" مصنفہ مولوی سید ممتاز علی مطبوعہ ۱۸۹۸ع ، صفحہ ۵۵)

محبی و مشفقی مولوی ممتاز علی صاحب!

آپ کا ایک لمبا پرائیویٹ خط کئی دن سے میرے سامنے رکھا ہوا ہے - میں اس کے جواب لکھنے کی فرصت ڈھونڈ رہا تھا - اس وقت اس کا جواب لکھتا ہوں - میری نہایت دلی آرزو ہے کہ عورات کو بھی نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجے کی تعلیم دی جاوے مگر موجودہ حالت میں گنواری عورتوں کو تعلیم دینا اُن پر سخت ظلم کرنا اور ان کی تمام زندگی کو رنج و مصیبت میں مبتلا کر دینا ہے - کنواری لڑکیاں تمام عمر بے شادی کے بلحاظ حالات کے نہیں رہ سکتیں اور نہ ان کی زندگی بسر ہو سکتی ہے - پس ضرور ان کی شادی کرنی ہو گی - ہماری قوم کے لڑکوں کی جو ابتر و خراب حالت ہے اور (جو) بد عادتیں اور بد افعال اُن کے ہیں اور بداخلاق اور بد طریقہ اُن کا اپنی جوروؤں کے ساتھ ہے وہ اظہر من الشمس ہے - اس وقت تمام اشراف خاندانوں میں ایک لڑکا بھی نیک چلن اور خوش اخلاق ، مہذب اور تعلیم یافتہ نہیں نکلنے کا جو اپنی جورو کو ایک انیس غم گسار سمجھے - کل خاندان کے لڑکوں کا یہ حال ہے - جوروؤں کو لونڈیوں سے بدتر سمجھتے ہیں اور کوئی بد اخلاق ایسی نہیں جو جوروؤں کے ساتھ نہیں برتتے - اب خیال کرو کے تربیت لڑکی پر یہ مصیبت صرف ایک حصہ ہے - اُس کو خود خیالات عمدہ و تہذیب کے نہیں ہیں - اس کو اپنے خاوند کی بد اخلاق صرف بقدر ایک حصہ کے رنج و مصیبت میں رکھتی ہے - اور جب کہ وہ اپنے تمام ہم سروں کا یہ ہی حال دیکھتی ہے تو کسی قدر تسلی پاتی ہے اور اس کے ماں باپ جب اس کی حمایت کرتے ہیں تو اس کے دل کو زیادہ تشفی ہوتی ہے - مگر جب وہ خود شائستہ و مہذب و تربیت یافتہ اور عالی خیال ہو تو یہ تمام معلومات[۱] اس کی روح کو بہت زیادہ رنج دیتے ہیں اور اس کی زندگی بلائے جان ہو جاتی ہے - عورات کی تعلیم قبل مہذب ہونے مردوں کے نہایت ناسوزوں اور عورتوں کے لیے آفت بے درماں ہے - یہ ہی باعث ہے کہ میں

۱- یہاں بجائے "معلومات" کے "صدمات" چاہیے -

نے آج تک عورات کی تعلیم میں کچھ نہیں کیا - شائستہ و تربیت یافتہ مرد کو ناتربیت یافتہ جوان عورت ملنے سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہے - وہ اپنی تہذیب کے سبب اپنی جورو سے محبت کرتا ہے اور اس کو مہذب و شائستہ بنا لیتا ہے - مگر عورت ایسا نہیں کر سکتی - اس وقت دو ایک مثالیں خاندان میں ایسی موجود ہیں کہ انھوں نے اپنی بیویوں کو ایسا پڑھا لکھا لیا ہے اور تعلیم یافتہ کر لیا ہے کہ بلاشبہ وہ عورتیں ایس غم گسار ہونے کے لائق ہو گئی ہیں - پس بالفعل عورتوں کو ایسا رکھنا چاہیے کہ اگر اُن کے شوہر مہذب ہوں تو اُن کو مہذب کر سکیں اور اگر نامہذب ہوں تو اُن کی بیویاں بھی ویسی ہی ہوں - فقط!

خاکسار

سید احمد

(۱۰۵)

(از "حقوقِ نسواں")[۱]

جب مولوی سید ممتاز علی صاحب مرحوم نے ۱۸۹۸ع میں لاہور سے عورتوں کے لیے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کرنا چاہا تو سر سید کو لکھا کہ میرا ارادہ یہ ہے - آپ اخبار کا کوئی نام تجویز کر دیں - اُس کے جواب میں سر سید نے یہ خط لکھا - اس خط کو لکھے ہوئے بمشکل دو ہفتے ہوئے ہوں گے کہ سرسید کا انتقال ہو گیا - اُن کے انتقال کے تقریباً تین مہینے بعد مولوی صاحب مرحوم نے سرسید کے تجویز کردہ نام ہی سے اخبار جاری کیا - یہ خط مولوی سید ممتاز علی نے اپنی کتاب "حقوق نسواں" میں شائع کیا تھا - وہیں سے لے کر یہاں درج کیا جاتا ہے -

مشفقی و محبی مولوی سید ممتاز علی!

عنایت نامہ ملا - اگرچہ آپ نے مجھ سے اس باب میں مشورہ نہیں لیا کہ آیا اخبار جاری کرنا مناسب ہے یا نہیں ؟ بلکہ صرف اُس کے نام کی بابت دریافت

۱- اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں -

گیا ہے - لیکن چاہے آپ میرا مشورہ پسند نہ کریں مگر میں یہی کہوں گا کہ آپ عورتوں کے لیے اخبار جاری نہ کریں - آپ یقین کریں کہ آپ اسے جاری کر کے پچھتائیں گے اور تکلیف ، نقصان اور سخت بدنامی کے بعد بند کرنا پڑے گا - لیکن اگر آپ ان سب باتوں کو سمجھ لینے کے بعد (بھی) جاری کریں تو جو نام آپ نے مجھے لکھ کر بھیجے ہیں اُن میں سے مجھے کوئی بھی پسند نہیں آیا - میری رائے میں اگر کوئی اخبار مستورات کے لیے جاری کیا جائے تو اُس کا نام ''تہذیبِ نسواں'' ہونا چاہیے -

خاکسار
سید احمد[۱]
علی گڑھ (۱۳ مارچ ۱۸۹۸ع)

۱- اس خط پر اگرچہ کوئی تاریخ درج نہیں مگر یہ خط حسب بیان مولوی ممتاز علی ، سرسید نے اپنی وفات سے صرف دو ہفتے پہلے لکھا تھا جس کے بعد ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ع کو سرسید کا انتقال ہو گیا -

۱۰۲

بنام شیخ میراں بخش

شیخ میراں بخش صاحب بی - اے ، ایل ایل - بی ، سرسید احمد خاں کے بڑے معتقد اور اُنیسویں صدی کے بڑے قابل اور لائق شخص تھے - اُس زمانے میں لاہور کے بہت مشہور بیرسٹروں میں اُن کا شمار ہوتا تھا اور آپ تمام قومی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے - بیسویں صدی کے شروع میں انھوں نے وفات پائی -

مخدومی مکرمی شیخ میراں بخش صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷ - اگست ۱۸۹۷ع پہونچا - آپ کی عنایت اور مہربانی کا ممنون ہوا - آپ نے جو شبہ ارقام فرمایا ہے وہ بلا شبہ ہر ایک مسلمان کے دل میں آتا ہوگا اور میں خوش ہوں کہ آپ کے دل میں بھی شبہ گزرا - مگر ہر ایک مسلمان دل سے یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کو خدا و رسول کی اطاعت فرض ہے اور ہر ایک شخص سمجھتا ہے کہ خدا کی اطاعت تعمیل احکام قرآن مجید میں اور رسول کی اطاعت اس کے اقوال اور افعال کی پیروی میں ، جو حدیثوں میں پائی جاتی ہے ، منحصر ہے - قرآن مجید کے باللفظ خدا کا کلام ہونے اور واجب التعمیل ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے - پس قرآن مجید تو بموجب مذہب مسلمانوں کے ایک امر مسلّم ہے جس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا - باقی رہی حدیث ، اس باب میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ احادیث قریباً کل کے

بالمعنی روایت ہوئی ہیں نہ باللفظ ۔ یعنی اُن کے الفاظ بعینہ وہ نہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے بلکہ جو کچھ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اس مضمون کو راویوں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے ۔[1] پس احادیث میں دو امر کی تنقیح لازم آتی ہے :

اول یہ کہ جو کچھ حدیث میں بیان ہوا ہے کیا وہ درحقیقت رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا ؟

دوم یہ کہ جو الفاظ ان حدیثوں میں بیان کیے گئے ہیں وہ اس مضمون اور مفہوم کو ادا کرتے ہیں یا نہیں جو رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا ؟

تیسری ایک اور بات بھی ہے (وہ یہ) کہ جو قصص اور حکایات یہودیوں یا عیسائیوں یا اوروں کے مشہور تھے اور اُن کو راویوں نے خواہ آنحضرت صلعم سے یا اور کسی سے سنا اور یہ سمجھ کر کہ اصلی فرمودہ رسول خدا صلعم کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف منسوب کر دیا ہے یا نہیں ۔

غرض کہ احادیث خواہ بخاری کی ہوں خواہ مسلم کی ، قرآن مجید کے برابر نہیں ہیں اور اُن سے بجز ظن کے کوئی امر یقینی پیدا نہیں ہوتا ۔ پس ہر ایک مسلمان کا کام ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے احادیث کو جانچنے کی کوشش کرے ۔ محدثین کے حالات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے حدیث کے جمع کرنے میں بے انتہا کوشش کی ہے ۔ خداوند تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے ۔ مگر سب کا دارومدار یہاں تک کہ بخاری اور مسلم کا بھی راویوں کے معتمد اور غیر معتمد سمجھنے پر رہا ہے ۔ جس راوی کو نامعتبر سمجھا اس

۱۔ ممکن ہے بعض احادیث ایسی بھی ہوں جو بالمعنی روایت ہوئی ہوں مگر ایسی احادیث نہایت کثرت کے ساتھ ہیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بالکل ان ہی الفاظ میں روایت کی ہیں جو حضور علیہ السلام کے دہن مبارک سے نکلے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ راوی نے کہا ''یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ فرمایا تھا یا یہ لفظ ؟ مجھے یاد نہیں رہا'' ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کتنی زبردست احتیاط اس امر کی کرتے تھے کہ بعینہٖ اور جوں کے توں وہی الفاظ نقل کریں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے اور جہاں راوی کو شک ہوا ہے وہاں اُس نے صفائی کے ساتھ اس کا اظہار کر دیا ہے ۔ (مرتب)

کی حدیث کو معتبر نہ جانا ۔ مگر یہ بات غور کرنے کی ہے کہ صحیح بخاری ہو یا موطا امام مالک کی ، اُن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم تک تین تین چار چار راوی ہیں اور حضرت امام مالک نے یا محمد اسماعیل بخاری نے اس راوی کے سوا جس نے وہ حدیث نقل کی ہے ، اوپر کے راویوں کو نہیں دیکھا تھا ۔ پس اس بات پر یقین کرنا کہ تمام راوی معتمد تھے اور نیز اُنہوں نے اس مضمون کے بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ، نہایت مشکل ہے ۔ علاوہ اس کے اسماے رجال کی جو کتابیں ہیں وہ اور مشکلات پیدا کر دیتی ہیں یعنی ایک کتاب میں ایک راوی کو معتبر لکھا ہے اور دوسری کتاب میں اسی راوی کو نامعتبر ۔ پس ہم کو اس بات کے کہہ دینے سے کہ "راوی اس کے معتبر ہیں" کوئی طمانیت اور یقین نہیں ہو سکتا ۔ حدیثوں کے جانچنے اور صحیح قرار دینے کے لیے ظاہرا یہی طریقے معلوم ہوتے ہیں جو اگلے محدثین نے اختیار کیے ہیں ۔ مگر ایک اور طریقہ بھی ان سب سے اسلم ہے جس کا نام درایت ہے ۔ یعنی نفس حدیث پر غور کرنی اور سمجھنا کہ (کیا) وہ شان نبوت کے مناسب ہے ؟ اور فی نفسہ صحیح بھی ہو سکتی ہے یا کہ نہیں ؟ جامعین حدیث نے راویوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے پر زیادہ تر خیال کیا ہے اور درایت پر بہت کم خیال کیا ہے بلکہ نہیں کیا ۔ پس اگر ہم درایت کو چھوڑ دیں مثلاً بخاری و مسلم کی حدیثوں کو اس خیال سے کہ اس کے جمع کرنے والے نہایت بزرگ اور عالی درجہ تھے تسلیم کر لیں اور بلا درایت کے مان لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم بجائے ابوحنیفہ اور مالک اور شافعی اور حنبل رحمہم اللہ کے امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کرتے ہیں ۔ پس ہم کو اُن ائمہ کی تقلید میں کیا برائی تھی کہ اُن کو چھوڑ کر امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کرنے لگے ۔ میں حدیث کا خصوصاً بخاری اور مسلم کی حدیثوں کا نہایت ادب کرتا ہوں مگر ان پر درایت سے کام لینے کو ضروری خیال کرتا ہوں ۔

جو لوگ ایک ادنیٰ حدیث کی بھی تحقیر کرتے ہیں میں اُن کو نہایت لالائق سمجھتا ہوں ، کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو ۔ حدیث کی تحقیر کرنا دوسری چیز ہے اور کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ، دوسری چیز ہے ۔ اور لوگوں کو اختیار ہے کہ ہماری بات کو مانیں یا نہ مانیں ۔

علمائے حدیث نے بھی حدیث کی تنقیح کے لیے بہت سے اصول درایت کے قائم کیے ہیں ۔ مگر ان کو صحاح ستہ کی حدیث پر کام میں نہیں لائے ۔ ان کے

سوا اور حدیثوں پر کام میں لاتے ہیں ۔ مگر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ انھی اصولوں کو صحاح ستہ کی حدیثوں پر کیوں کام میں نہیں لاتے ۔ آپ کا یہ تحریر کرنا کہ ''میں بڑے بھاری رکن اسلام یعنی حدیث کو اکھاڑنا چاہتا ہوں'' معاف کیجیے یہ آپ کی غلطی ہے ۔ مگر احادیث کو مثل قرآن مجید کے بلا شبہ نہیں سمجھتا ۔ محدثین رحمہم اللہ نے حدیث کے جمع کرنے میں جو کچھ محنت کی ہے ، تمام مسلمانوں کو اُن کا شکرگزار ہونا واجب ہے ۔ انھی کی بدولت ہم اقوال و اعمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوئے ہیں ۔ مگر اس کے ساتھ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم اس بات کی تنقیح کریں کہ در حقیقت وہ قول یا فعل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں ؟ اگر ہم کو یقین ہو کہ در حقیقت وہ قول و فعل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو بغیر چون و چرا کے اُس کے آگے سر جھکا دیں ۔

جس شخص میں محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگزیں ہوگی ، نہ زید و بکر کی ، وہ تو اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کا میں نے بیان کی ۔

غرضکہ جو مسئلہ آپ نے پوچھا ہے وہ بہت عمیق اور غور طلب ہے اور بہت زیادہ وسیع تقریر اُس کے لیے چاہیے ۔ ایسے مختصر خطوں میں اس کے لکھنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ۹ اگست ۱۸۹۷ع

۱۰۳

بنام مولانا سید میر حسن سیالکوٹی

(شمس العلماء) مولانا سید میر حسن ، سیالکوٹ کے سکاٹ مشن کالج میں پروفیسر تھے۔ عربی و فارسی کے جیّد فاضل ، نہایت با اخلاق ، کریم النفس اور با وضع بزرگ تھے ۔ اُن کی شہرت زیادہ تر اس وجہ سے ہے کہ وہ علامہ اقبال کے اُستاد تھے ۔ (اور علامہ ہی کی سعی سے اُن کو "شمس العلماء" کا خطاب ملا تھا) ۔ ۸ اپریل ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوئے اور ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو وفات پائی ۔ (محمد اسماعیل)

(۱)

(از "خطوط سر سید" مرتبہ سر راس مسعود مرحوم)

مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔ پہلا عنایت نامہ خطوط میں مل گیا ہے ۔ اس وقت تلاش کیا ، پر نہیں ملا ۔ جو کچھ آپ نے اس عنایت نامے میں پوچھا ہے ، اس کا مفصل حال آپ کو "تہذیب الاخلاق" کے اخیر پرچہ ماہ رمضان[۱] سے واضح ہوگا۔

میری تصویر کمیٹی مدرسہ میں موجود ہے اور دو روپیہ قیمت کو

۱- یعنی رمضان ۱۲۹۳ ہجری جس کے بعد تہذیب الاخلاق بند ہوگیا ۔ (اسماعیل)

فروخت ہوتی ہے۔

افسوس ہے کہ سوسائٹی کا اخبار[1] جس کا میں خود ایڈیٹر ہوں وہاں[2] نہیں جاتا ۔ اُس میں اکثر مضامین قابل دیکھنے کے ہوتے ہیں ۔ پندرہ روپیہ سالانہ قیمت ہے ۔ اگر دو تین احباب مل کر منگوالیں تو چنداں مشکل نہیں ہے ۔ الّا قیمت (سالانہ یا ششماہی) پیشگی[3] بھیجنی ہوگی ۔ فقط والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، یکم نومبر ۱۸۷۷ء

(۲)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، مورخہ ۲ مارچ ۱۹۱۰ء ، صفحہ ۷ ـ ۸)

مولوی سید میر حسن صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید کی ایک آیت کا مطلب سرسید سے پوچھا تھا ۔ سر سید نے انھیں مفصل جواب دیا تھا ۔ وہ خط ان کے پاس محفوظ تھا مگر کہیں شائع نہیں ہوا تھا ۔ اتفاق سے وہ ایک مرتبہ لاہور آئے تو مولوی احمد بابا مخدومی نے وہی شبہ جو آیت قرآنی کے متعلق مولوی میر حسن کے دل میں گزرا تھا ، ان کے سامنے پیش کیا اور آیت کی وضاحت چاہی جس پر مولوی میر حسن صاحب نے فرمایا کہ اس مسئلے پر سرسید کا ایک خط میرے پاس ہے ، وہ تمھیں بھیج دوں گا ، جس سے تمھارا سارا شبہ دور ہو جائے گا ۔ جب مولوی میر حسن صاحب نے سیالکوٹ جا کر سرسید کا وہ خط مولوی

۱۔ ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' مراد ہے جس کا دوسرا نام ''اخبار علی گڑھ سائنٹیفک سوسائٹی'' تھا ۔
۲۔ ''وہاں'' سے سید صاحب کا مطلب سیالکوٹ سے ہے ۔
۳۔ اُس زمانے میں اخبار کی قیمت مابعد بھی لینے کا دستور تھا جو اکثر ادا نہیں ہوتی تھی ۔

احمد بابا مخدومی کو بھیج دیا تو انھوں نے مولانا حالی کو خط لکھا کہ سرسید کے اس خط کو ''حیات جاوید'' کے آیندہ ایڈیشن میں درج ہونا چاہیے ۔ مولانا حالی نے اس کا مثبت جواب دیا ۔ اس پر ساری خط و کتابت مولوی احمد بابا مخدومی نے مرتب کرکے ایڈیٹر صاحب ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' کو بھیج دی اور انھوں نے اپنے ۹ مارچ ۱۹۱۰ء کے پرچے میں شائع کردی ۔ اتفاق سے یہ پرچہ میرے کاغذات میں محفوظ تھا اور اب میں اسے اس مجموعے میں شائع کر رہا ہوں ۔

جناب ایڈیٹر صاحب علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ !

خطوط ذیل کی نقل آپ کی خدمت میں بھیج کر مترصد ہوں کہ از راہ مہربانی انھیں ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' میں چھاپ دیں ، تاکہ تفسیر القرآن سرسید احمد خاں کے قدردان (جو ان کے استدلالات کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں) ان کو پڑھ کر لذت روحانی پائیں اور فائدہ اٹھائیں ، بلکہ تفسیر کے حاشیے پر بمقام مناسب نقل کرکے اس کو آئیندہ نسلوں کے واسطے مضبوط و محفوظ کردیں ۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ والسلام

خاکسار احمد بابا مخدومی
باروت خانہ ، لاہور

بخدمت عالی جناب حالی سلمہ اللہ تعالیٰ

مخدوم و مطاع من !

سرسید احمد خاں (ہائے سرسید !!) علیہ الرحمہ و الغفران کے ایک خط کی نقل خدمت شریف میں روانہ کرتا ہوں ۔ ''حیات جاوید'' میں میرے ولادت مسیح والے خط کے ساتھ درج کرنے کے قابل ہے ۔

خط نقل کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ظاہر کردوں کہ یہ گرامی نامہ (جو درحقیقت تفسیر القرآن کا ایک جزو ہے) مجھ تک کیونکر پہنچا ۔

تفسیر القرآن میں آیت ''و ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیدا ۔'' کا ترجمہ کیا ہے : ''اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر یہ کہ یقین کرے ساتھ اس کے (یعنی حضرت عیسیٰ کے مارے جانے کے) قبل اپنے مرنے کے (یعنی بعد اپنے مرنے کے وہ جان لے گا کہ صلیب پر حضرت عیسیٰ کا مرنا غلط تھا) اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے (یعنی اہل کتاب کا اپنی زندگی میں جو عقیدہ تھا اس کے برخلاف گواہی دیں گے) ۔ سورۂ نساء آیت ۱۵۷ ۔

اس ترجمے سے میرے دل میں کئی شکوک پیدا ہوتے تھے جن کی تفصیل سرسید کے جواب میں موجود ہے ۔ پس میرے لیے ان شکوک کا یہاں بیان کرنا محض تطویل محل ہے ۔

سید میر حسن صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے ایک واجب التعظیم بزرگ اور میرے بڑے مہربان ہیں ۔ وہ جب کبھی (۹۸ سے جو سال رحلت سرسید ہے اور میرے لیے عام الحزن ۔ مولوی امام الدین صاحب گجراتی و شیخ ولی اللہ صاحب گجراتی اور میر صاحب موصوف سے بہ سبب اتحاد خیالات مذہبی تعارف اور تعارف سے الفت و محبت پیدا ہوگئی) لاہور تشریف لاتے ہیں تو اپنے قدوم میمنت لزوم سے میرے کلبۂ احزان کو رشک گلستان بناتے ہیں ۔ ان سے میں نے اس ترجمے کی تشریح کی استدعا کی ۔ میر صاحب نے فرمایا کہ سیالکوٹ جا کر سرسید کا جو خط میرے ایسے ہی شبہات کے جواب میں آیا تھا نقل کر کے بھیج دوں گا ۔ میں نے یاددہانی کے ذریعے سے نقل خط ان سے منگوائی ۔ میر صاحب کے خط کی نقل کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے ، کیونکہ سرسید کے جواب نے اس سے مستغنی کر دیا ہے ۔ اس خط کو پڑھ کر میری عجب کیفیت تھی ۔ میں نے میر صاحب کو لکھا کہ میرے تمام تر شبہات دلی کے جوابات خدا نے بطور الہام سرسید کے

قلم سے لکھوا کر میری خاطر آپ کے پاس بطور ودیعت رکھوا دیے تھے - پس اب وہ امانت حق دار کو مل گئی -

خاکسار

احمد بابا مخدومی ، از باروت خانہ لاہور

[آیت زیر بحث کا مطلب پوری طرح واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سلسلے کو بیان کیا جائے - خداوند تعالٰی اوپر سے یہود پر عذاب نازل کرنے کی وجہ بیان فرماتا چلا آتا ہے - ازاں جملہ ایک وجہ یہ بیان فرماتا ہے کہ ولیکفرھم و قولھم علٰی مریم بھتاناً عظیما و قولھم انا قتلنا المسیح عیسٰی ابن مریم رسول اللہ'' - یعنی (ہم نے ان پر عذاب نازل کیا) ''ان کے کفر کی وجہ سے ، اور ان کے مریم پر بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے ، اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسٰی ابن مریم رسول خدا کو قتل کر ڈالا'' - اس کے بعد خداوند تعالٰی قتل مسیح کے متعلق یہود و نصاریٰ کے عام خیال کی تردید اور اصل واقعے کی توضیح کرکے فرماتا ہے : ''وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً'' اس آیت کا ترجمہ اور تفسیر لکھنے کی حاجت نہیں ، کیونکہ خود سرسید کے خط میں موجود ہے - البتہ یہ بتا دینا لازمی ہے کہ اس آیت سے دل میں جو شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند تعالٰی کا منشا ہے کہ تمام اہل کتاب کو اپنے مرنے سے قبل اس پر (یعنی مسیح پر) ایمان لے آنا چاہیے - حالانکہ حقیقی مفہوم آیت کا کچھ اور ہے جیسا کہ سرسید کے خط سے واضح ہو جائے گا - ایڈیٹر]

خط سرسید

۱۲ جنوری ۱۸۶ء

مخدومی !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا ، ممنون کیا ۔ میں کسی قدر بیمار ہو گیا تھا ۔ اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں ۔ جو ترجمہ آیت کا آپ نے بطور مثبت بحذف دونوں لفیوں کے کیا ہے اور جو ترجمہ میں نے کیا ہے دونوں لفیوں کو قائم رکھ کر دونوں ترجموں کا مطلب واحد ہے ۔ "سب کے سب اہل کتاب اس پر ایمان لاویں گے بیشتر اپنے مرنے کے ۔" شبہ جو آپ کو واقع ہوا ہے "بہ" کی ضمیر راجع کرنے میں ہوا ہے ۔ اس آیت سے پہلی آیت میں "وقولھم انا قتلناالمسیح" ہے۔ بہ کی ضمیر راجع ہے قوالھم کی طرف مع ان کے مقولے کے ، نہ حضرت مسیح کی طرف ۔ اب معنی یہ ہوئے کہ سب کے سب اہل کتاب حضرت مسیح کے قتل پر یقین کریں گے بیشتر اپنے مرنے کے ۔ اس کے آگے ہے : "و یوم القیامۃ یکون (عیسیٰ) علیھم شھیدا" ۔

'علیٰ' کا لفظ واسطے جرح یا نقصان یا خلاف کے آتا ہے ۔ پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ برخلاف ان کے یقین کے شاہد ہوں گے ۔ لون ثقیلہ مع لام تاکید اس فعل کے وقوع کو زمانہ' مستقبل میں لازمی و ضروری کر دیتا ہے ، مگر زمانہ' موجودہ میں بھی اس فعل کے وقوع کی نفی اس کو لازم نہیں ۔ "فلاں شخص اس بات کو ہرگز نہیں مانے گا ۔ وہ کہے گا کہ حضرت مسیح کو مار ڈالا ہے" اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اب نہیں کہتا ۔ ایسے مواقع پر مضارع کے صیغے سے فائدہ استمرار کا دیتے ہیں ۔ یعنی کہے جاوے گا ۔ کبھی اس کو مانے گا نہیں ۔ اردو ترجمے میں جو کسی فعل کو مستقبل بنایا جاتا ہے اور "گا" اس سے شامل کیا جاتا ہے لو کوئی لفظ دونوں کو ملانے کے لیے بڑھایا جاتا ہے ۔ جیسا آپ نے "ایمان لاویں گے" میں "لاویں" کا لفظ داخل کیا ہے ، مگر یہ صحیح نہیں ۔ لانے کا لفظ اردو زبان میں ظاہر کرتا ہے کہ پہلے وہ شے نہ تھی ، حالاں کہ قرآن کے الفاظ سے اس شے کا موجود نہ ہونا ظاہر نہیں ۔ ایمان کے لفظ سے معنی خاص سمجھنا ہی غلط ہے ۔ خصوصاً جب کہ "بہ" کی ضمیر "قولھم" کی طرف ہے ، نہ حضرت مسیح کی طرف ۔

'یومنون' کا ترجمہ یقین کریں قرآن مجید کے سیاق کے میری دانست میں نہایت مناسب ہے۔ معلوم نہیں کہ لفظ ''کرے'' کو آپ نے کیا سمجھا ہے۔ وہ تو معنی استقبال کے دیتا ہے اور استمرار کا اشارہ بتاتا ہے جو خاص سیاق آیت کا ہے۔

''یہ'' کا لفظ اردو زبان کے محاورے میں فائدہ تاکید کا بھی دیتا ہے۔ اس لفظ کا استعمال کس کس طرح پر ہوتا ہے، لکھنا طویل بات ہے۔ اگر ترجمے میں لفظ (یہ گہ) وہی فائدہ دیتا ہے جو لام تاکید و نون ثقیلہ نے دیا ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اپنی بات پر تمام عمر یقین کریں گے کہ انھوں نے عیسیٰ کو مار ڈالا۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۱۲ جنوری ۱۸۸۶ء

(جواب از مولانا حالی سلمہ اللہ الوالی)

جناب مولوی احمد بابا مخدومی دام مجدھم !

عنایت نامہ پہنچا۔ اس خاص عنایت کا شکریہ قبول ہو۔ بلاشبہ سرسید علیہ الرحمۃ کی یہ تحریر اس قابل ہے کہ ''حیات جاوید'' میں آپ کے خط کے ساتھ اس کو درج کیا جاوے۔

لیکن چونکہ اب امید نہیں ہے کہ ''حیات جاوید'' کو میں تیسری بار چھپوا سکوں اس لیے سردست اس کتاب میں درج ہونا غیر ممکن ہے۔ پہلے دونوں ایڈیشن اب تک ڈپوٹی شاپ میں پڑے ہوئے ہیں۔ پھر کس امید پر تیسرے ایڈیشن کے چھاپنے کی کوئی جرأت کر سکتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی کتاب میں اور میں اپنے نسخے میں حاشیے پر اس عبارت کو درج کر لوں۔ اس کے سوا کچھ تدارک نہیں ہو سکتا۔ زیادہ نیاز۔

خاکسار
الطاف حسین حالی، از پانی پت

مولانا حالی مدظلہ' کی تحریر سے یہ معلوم کر کے نہایت افسوس ہوتا ہے کہ "حیات جاوید" کی اشاعت خاطر خواہ نہیں ہوئی ، حالاں کہ سرسید کی لائف اور وہ بھی مولانا حالی جیسے اہل قلم کی لکھی ہوئی اس قابل ہے کہ ہر گھر میں اس کی کم از کم ایک کاپی ضرور موجود رہنی چاہیے -

(ایڈیٹر "علی گڑھ السٹی ٹیوٹ گزٹ")

(۳)

(از "خطوط سرسید" مرتبہ سر راس مسعود)

مخدوم و مکرم بندہ !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا - آپ کی اہل خانہ (کے انتقال) کی خبر سے اور اُس رنج و تردد پرورش اطفال کا حال سن کر جو آپ نے لکھا ہے ، سخت افسوس ہوا - خدا تعالیٰ آپ کا مددگار ہو -

دنیا میں علی الخصوص تأہل میں اس قسم کے رنج و الم پیش آ جاتے ہیں - دوست تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صبر کرو - مگر ایسے واقعات پر صبر کرنا بھی مجبوری (کی وجہ سے) ہے ، (آدمی) صبر نہ کرے تو کیا کرے -

تفسیر (القرآن کے چھپنے) کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے ، درحقیقت مجھ کو بھی (اس کا) افسوس ہے - (تفسیر کے چھپنے میں) تاخیر کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ کارخانہ (میں) چھاپہ خانہ (کا سامان) نہایت مختصر ہے - اخبار[۱] سے جب فرصت ہوتی ہے ، چھاپتے ہیں - (پھر یہ بھی ہے کہ) میں بھی اس تاخیر کو غنیمت سمجھتا ہوں ، اس لیے کہ (تفسیر کی) اُجرت چھاپہ کا یکمشت زیادہ روپیہ نہیں دے سکتا - تفسیر فروخت بھی نہیں ہوتی - اس سبب سے جس قدر کہ میں اپنی جیب سے رو پیہ خرچ کر سکتا ہوں اُس سے زیادہ نہیں چھپوا سکتا - چند روز سے کام تفسیر بالکل بند ہوگیا تھا - مگر آپ خوش ہوں گے کہ پھر جاری ہوگیا

۱- اخبار علی گڑھ سائنٹیفک سوسائٹی سے مراد ہے جو اسی مطبع میں چھپا کرتا تھا - (اسماعیل)

ہے ۔ سورۂ انفال کی تفسیر چھپ رہی ہے اور بہت جلد اُس کے اوراق تقسیم ہونے شروع ہوں گے ۔

میں ان دنوں میں بیمار ہوگیا تھا مگر اب بفضلِ الٰہی صحیح و تندرست ہوں ۔ اور آپ کی عنایتوں کا ، جو میرے حال پر ہیں ، شکر ادا کرتا ہوں ۔
والسلام

خاکسار
سید احمد
علیگڑھ ، ۳۱ ۔ اگست ۱۸۸۶ع

(۴)

(خطوط سرسید ، مرتبۂ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی !

آپ کے نوازش نامے کا نہایت شکر ہے ۔ پانچ روپیہ چندہ بھی پہونچے ۔ اس کا بھی شکر ہے ۔ مجھے بھی نہایت افسوس ہے کہ تفسیر لکھنے میں ہرج پڑ جاتا ہے ، مگر جب موقع ملتا ہے لکھتا ہوں ۔ تفسیر سورۂ یوسف بھی تمام ہوگئی ہے اور چھپ رہی ہے ۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں ۔ اگر ان کے نزدیک اُن کو الہام ہوتا ہے بہتر ۔ ہم کو اس سے کیا فائدہ ۔ نہ ہمارے دین کے کام کا ہے نہ دنیا کے ۔ اُن کا الہام اُن کو مبارک رہے ۔ اگر نہیں ہوتا اور صرف اُن کے توہمات اور خللِ دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے ۔ وہ جو ہوں سو ہوں اپنے لیے ہیں ۔ میں سنتا ہوں کہ آدمی نیک بخت اور نمازی پرہیز گار ہیں ۔ یہی امر ان کی بزرگداشت کو کافی ہے ۔

جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے ۔ ان کی تصانیف میں نے دیکھیں ۔ وہ اُسی قسم کی ہیں جیسا اُن کا الہام ۔ یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی ۔

مولوی حکیم نور الدین صاحب کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی ۔ دینیات میں کسی کا الہام جب تک اُس کو شارع نہ تسلیم کر لیا جائے ، کسی کام کا نہیں ۔ تقدیر علم الٰہی کا دوسرا نام ہے ۔ ماکان و مایکون علم الٰہی میں موجود ہیں ۔ پس کسی الہام سے علمِ الٰہی میں یا یوں کہو تقدیر میں

کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا - پس دنیا میں جو بھی ہونے والا ہے یعنی جو تقدیر میں ہے، یعنی جو علمِ الٰہی میں ہے وہ ہوگا - پس کسی کے الہام سے کسی کو دنیا میں کیا فائدہ ہو سکتا ہے - پس ایسی بے سود بات کہ بالفرض اگر سچ بھی ہو تو بھی کچھ فائدے کی نہیں اور اگر جھوٹ بھی ہو تو بھی ہمارے نقصان کی نہیں - اور اس پر متوجہ ہونا اور اوقات ضائع کرنا ایک لغو کام ہے - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۹ دسمبر ۱۸۹۱ع

(۵)

(خط سرسید، مرتّبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب!

آپ کا نوازش نامہ پہونچا - جلد ششم تفسیر القرآن خدمتِ عالی میں بیرنگ روانہ ہوئی ہے - آپ مطابق اپنی تحریر کے پندرہ روپیہ روانہ فرمائیے گا - دس روپیہ بحساب تفسیر اور پانچ روپیہ بحساب چندہ کانفرنس جمع کر لوں گا - جس طرح آپ کو آرام ہو روپیہ بھیجیے گا - روپیہ بھیجنے میں کسی قسم کی تکلیف اپنے اُوپر گوارا نہ فرمائیے گا -

مدرسۃ العلوم کے زر جمع میں اکیاون ہزار روپیہ غبن الال ہوا - علاوہ اس کے بیالیس، پینتالیس ہزار روپیہ بنک کا فاضل ہوگیا - بس گیارہ برس کے عرصے میں قریب ایک لاکھ روپیہ کے غبن ہوا ہے -

مقدمات جعل و غبن فوجداری میں دائر ہوتے جاتے ہیں - شام بہاری لال مجرم حوالات میں ہے - بلاشبہ دوستوں کو اس نقصان سے صدمۂ عظیم ہوا ہوگا، مگر جعل سازی کا کیا علاج ہے - مجرم کی جائیداد پچیس، تیس ہزار روپیہ سے زیادہ کی نہیں ہے - آپ کی ہمدردی کا شکر کرتا ہوں -

والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۱۵ - اکتوبر ۱۸۹۵ع

(۹)

(خطوط سرسید ، مرتّبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹ مارچ میرے پاس پہونچا ، ممنون عنایت ہوا ۔ جن الفاظ سے آپ نے مجھ کو یاد کیا ہے میں آپ کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں اور دل و جان سے ممنون ہوں ۔ مدرسۃ العلوم کا کام میرے ذمہ اس قدر تھا جس کے سبب فرصت نہیں ہوتی تھی اور تفسیر کے تمام کرنے پر متوجہ نہیں ہو سکتا تھا ۔ لیکن اب مدرسہ کا بہت سا کام سید محمود نے اپنے ذمے لے لیا ہے اور گویا وہی تمام کام انجام دیتے ہیں اور مجھ کو فرصت ہوگئی ہے ۔ اب میں ہمہ تن تفسیر کے پورا کرنے پر متوجہ ہوں گا اور اُمید ہے کہ جلد ہفتم بہت جلد نکلے گی ۔ لیکن ایک خوش خبری میں آپ کو سناتا ہوں کہ یکم ذی قعدہ کے پرچہ تہذیب الاخلاق میں ایسے عمدہ مضامین نکلیں گے جو نہ تفسیروں میں ہیں اور نہ آج تک پرچہ" تہذیب الاخلاق میں چھپے ہیں ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسے اہم مضامین ہیں جن سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا اور ہر ایک مسلمان کو اس پر غور کرنا اور ان کو سمجھنا ضرور ہے ۔

تہذیب الاخلاق کو اگر مہینے میں دو دفعہ کیا جائے تو اس میں دو مشکلیں ہیں ۔ اول یہ کہ جو آمدنی تہذیب الاخلاق سے ہوتی ہے وہ مہینے میں دو دفعہ کر دینے کو کافی نہیں ہوگی اور جب مضمون موجود ہوتے ہیں تو تہذیب الاخلاق کو معمولی صفحات سے زیادہ کر دینے میں ہم کبھی دریغ نہیں کرتے اور غالباً یکم ذی قعدہ اور ذی الحج کے دونوں پرچے بہت بڑھ جائیں گے کیونکہ جو مضمون یکم ذی قعدہ کے پرچے میں چھپے گا وہ ایک پرچہ میں نہیں آ سکے گا اور دو پرچوں میں جب آوے گا جب دونوں پرچے معمول سے بہت زیادہ بڑھا دیے جاویں گے ۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ اگر تہذیب الاخلاق مہینہ میں دوبار کردیا جاوے تو مجھ کو تفسیر پر متوجہ ہونے کے متعلق فرصت نہیں ہونے کی ۔

والسلام
خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۷ مارچ ۱۸۹۶ء

(۷)

(خطوط سرسید ، مرتّبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی مولوی سید میر حسن صاحب !

آپ کا مرسلہ منی آرڈر تعدادی اکیس روپیہ کا پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ منجملہ اس کے چھ روپیہ تہذیب الاخلاق کے (حساب میں) بابت سال آئندہ کے جمع کیے گئے اور پندرہ روپیہ بقیہ کی نسبت آپ نے لکھا تھا کہ مدرسہ کو دے گئے ہیں ۔ اور جس فنڈ میں آپ مناسب سمجھیں جمع کرلیں ۔ جو کہ بالفعل یہ تجویز ہوئی ہے کہ جو نقصان مدرسہ کے زر امانت میں جعلی چیکوں وغیرہ کے سبب سے ہوگیا ہے اس کے لیے کچھ چندہ کیا جائے ، چنانچہ میں نے اپنی ذات خاص سے پانسو روپیہ دیا ہے اور خان بہادر مولوی سید زین العابدین نے ایک ہزار روپیہ دے دیا ہے اور آنریبل حاجی محمد اسماعیل خاں اور سید محمود اور نواب محسن الملک بھی ایک ایک ہزار روپیہ دیں گے اور مولوی حافظ نذیر احمد صاحب بھی ایک ہزار دے چکے ہیں ، اور اور دوستوں نے بھی دینا شروع کیا ہے ۔ اس لیے یہ پندرہ (روپے) آپ کے مرسلہ بھی اسی فنڈ میں جمع کر دیے گئے ہیں ۔ اطلاعاً آپ کو لکھا ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۹ ۔ مارچ ۱۸۹۶ء

(۸)

(خطوط سرسید ، مرتّبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی مولوی سید میر حسن صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ جون مع منی آرڈر تعدادی ۱۷ روپے کا پہونچا ۔ آپ کا ممنون ہوا ۔ مبلغ دس روپیہ میں نے حساب تفسیر میں جمع کر لیے اور سات روپیہ شیخ رحیم بخش صاحب کی طرف سے واسطے پورا کرنے نقصان کالج کے جمع کر لیے ۔ آپ میری طرف سے شیخ رحیم بخش صاحب کا بہت بہت شکر ادا کر دیجیے گا ۔

پرنسپل صاحب بہ سبب تعطیل مدرسہ پہاڑ پر گئے ہیں اور اس سبب سے محمد سعید کی عرضی کا میں اُن سے کچھ حال نہیں دریافت کر سکا ۔ یکم جولائی کو وہ آویں گے تو میں اُن سے دریافت کروں گا ۔ یہ طالب علم صرف کالج میں داخل ہونا چاہتا ہے یا کچھ اعانت بھی چاہتا ہے ۔ اگر کچھ اعانت بھی چاہتا ہے تو میں اس کا جواب نہیں دے سکتا ، اس لیے کہ اول تو رقم اعانت قلیل ہے اور اس بات کی تجویز کہ وہ کس کس طالب علم کو دینی مناسب ہے ، پرنسپل صاحب کے متعلق ہے ۔ رقم غبن شدہ کی تعداد نہایت کثیر ہے ، یعنی قریب ایک لاکھ روپے کے ۔ بجٹ سال حال جو تیار ہوا ہے اس کی کیفیت میں مفصل حال لکھا گیا ہے ، وہ چھپ رہا ہے ۔ اگر آپ چاہیں گے تو میں ایک کاپی اُس کی آپ کے پاس بھیج دوں گا ۔ اگرچہ بعض بعض بیرسٹروں کی یہ رائے ہے کہ جن مہاجنوں نے جعلی چیک خریدے ہیں ان پر مواخذہ ہو سکتا ہے مگر میری رائے میں تامل ہے اور یہ ایک پیچیدہ امر معلوم ہوتا ہے ، اس واسطے کوئی قانونی تدبیر غبن کے روپیہ کے وصول کی اب تک نہیں کی گئی ۔ متوفی جعل ساز کی جائیداد اس قدر بھی نہیں ہے کہ جس سے خرچہ بھی وصول ہو سکے ۔ اس واسطے محض اس کی جائداد سے مواخذہ کرنا بے فائدہ ہے ۔

درحقیقت آپ سے ملاقات ہوئے بہت دن ہوئے ۔ جب خدا کو منظور ہوگا تو پھر ملاقات ہوگی ۔ آپ کی عنایت اور مہربانی کا میں دل سے شکر گذار ہوں اور آپ کی اس ہمدردی کا جو نقصان کالج کے باب میں کرتے ہیں اور اس کے پورا کرنے کے لیے جس قدر چندہ دیتے ہیں یا لوگوں سے وصول کرتے ہیں ، اس کا میں زائد از حد شکر ادا کرتا ہوں ۔ تفسیر جلد ہفتم کی نسبت ارادہ ہے کہ ڈھائی ، تین سو صفحے کی ہو ۔ سورۂ کہف سے تین سورتوں تک تفسیر میں لکھ چکا ہوں اور بعض وجوہات سے اور زیادہ نہیں لکھی گئی ۔ چھاپہ خانے کا ٹائپ پرانا ہوگیا ہے ۔ اگر لوگ تفسیر جلد ہفتم کا روپیہ پیشگی بھیج دیں گے تو ارادہ ہے کہ ٹائپ خریدا جائے اور بقیہ تفسیر اسی نئے ٹائپ میں چھاپی جائے اور اسی سبب سے اس کے چھاپے کے شروع ہونے میں التوا ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۷ جون ۱۸۹۶ع

(۹)

(خطوط سرسید ، مرتّبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی مولوی سید میر حسن صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ دسمبر پہونچا - ممنون یاد آوری ہوا - میں انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ دسمبر کو سوا دو بجے دن کے یہاں سے روانہ ہوں گا اور رات کو بہ انتظار تشریف آوری سردار محمد حیات خاں بہادر و خاں بہادر محمد برکت علی خاں صاحب و دیگر احباب پنجاب ، غازی آباد میں قیام کروں گا اور ۲۶ دسمبر کو ۹ بجے صبح روانہ میرٹھ ہوں گا اور دس ، گیارہ بجے میرٹھ پہونچوں گا - ۲۷ دسمبر سے اجلاس شروع ہوگا -[۱] لیکن ۳۰ دسمبر کو بعد دوپہر میں علی گڈھ کو روانہ ہو جاؤں گا کیونکہ ۳۱ دسمبر کو سالانہ اجلاس ٹرسٹیوں کا ہے اور اُمید ہے کہ سردار محمد حیات خاں اور خاں بہادر محمد برکت علی خاں اور مولوی محمد شاہ دین اسکوائر جو ٹرسٹیان ہیں مع دیگر احباب کے ، جو ٹرسٹی ہوں گے ، علی گڈھ تشریف لائیں گے -

نسبت تہذیب الاخلاق کے جو آپ نے لکھا ہے اس کا میں بہت شکر ادا کرتا ہوں مگر اس کی بابت کوئی تحریک کرنی مناسب نہیں ہے ، کیونکہ میرا دل نہایت مست ہو گیا ہے اور تہذیب الاخلاق میں کسی مضمون کے لکھنے کو دل نہیں چاہتا - اس کی طرف سے دل بالکل سرد ہوگیا ہے - سب سے بڑی فکر ، جس کا دن رات دل پر صدمہ رہتا ہے ، وہ نقصان کالج کا خیال ہے جو کسی وقت دور نہیں ہوتا - اور کم سے کم جب تک زر فاضلات جو بنک کا بد نصیبی سے ہوگیا ہے ، اس کی کوئی تدبیر نہ ہو جائے اس وقت تک میرا دل کسی کام پر نہیں لگے گا - گزشتہ ماہ کے آخر پر تیس ہزار پانسو روپیہ کے قریب فاضلات کی رقم کا دینا باقی رکھا تھا - میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح خدا اس کو پورا کرے گا - تفسیر جلد ہفتم کی بابت صرف پانچ یا چھ شخصوں نے روپیہ بھیجا

۱- محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس مراد ہے جو اُس سال میرٹھ میں منعقد ہوا تھا - (اسماعیل)

ہے ۔ وہ ابھی چھپنی شروع نہیں ہوئی ، مگر مسودہ اس کا تیار ہے ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۱۵ دسمبر ۱۸۹۶ع

(۱۰)

(خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی سید میر حسن صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹ مارچ ۱۸۹۸ع پہونچا ، ممنون عنایت ہوا ۔ جو عنایت دلی اور محبت و اشفاق بزرگانہ مجھ ناچیز کے اُوپر آپ مبذول فرماتے ہیں اس کا میں دل سے شکر ادا کرتا ہوں ۔ مگر میں حقیقت میں اس قدر عنایتوں کے لائق نہیں ہوں جس قدر کہ آپ فرماتے ہیں ۔ بہرحال آپ کی عنایتوں کا شکر کرنا واجب ہے ۔

تفسیر قرآن مجید کا تمام ہونا تو مشکل معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے چھاپنے میں اس قدر خرچ پڑتا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا ، اور یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں مسودہ لکھ کر ڈھیر کرتا جاؤں ، اس اُمید پر کہ کبھی چھپ رہے گی ۔ مگر میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مقامات مشکلہ قرآن مجید کے اور جو شکوک بعض معترضین کی طرف سے مذہب اسلام پر وارد ہوتے ہیں ان کے جواب میں چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ ڈالوں ۔ اگر خدا نے اس کام کو انجام کردیا تو تمام مشکلات حل ہو جائیں گی اور صرف قرآن کا ترجمہ باقی رہ جائے گا جس کی کچھ ضرورت نہیں ہے ۔

ان دنوں میں ایک بہت نازک اور بڑے اہم امر پر رسالہ لکھ رہا ہوں ، یعنی ازواج مطہرات رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم پر ۔ یہ بھی رسالہ چھپے گا تو مجھے اُمید ہے کہ کسی کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہنے کا ۔ علاوہ ، تہذیب الاخلاق کے جو میں نے مختلف مضامین بطور آرٹیکل کے لکھے ہیں ان کے چھپنے کی بابت بھی بعض دوست کچھ بندوبست کر رہے ہیں ۔ شاید کچھ انجام ہو جاوہیں ۔ ایک رسالہ تفسیر السمٰوات کا میں نے لکھا تھا جو پرانے تہذیب الاخلاق

کے متعدد پرچوں میں چھپ گیا تھا ۔ اب اس کو بھی بطور ایک مستقل رسالے کے علیحدہ چھپوا لیا ہے ۔ والسلام

دوبارہ آپ کی عنایتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اور روئداد اجلاس کانفرنس آپ کی خدمت میں مرسل ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڈھ ، ۱۱ مارچ ۱۸۹۸ع

۱۰۴

بنام سر ولیم میور

(رسالہ ''فکر و نظر''، علی گڑھ، جلد ۱، نمبر ۱، بابت جنوری ۱۹۶۰ء، صفحہ ۱۰۷)

سرسید کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ خط سید جلال الدین کرن پورہ (ڈیرہ دون) نے ۱۹۳۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو مرحمت فرمایا تھا (مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اُن کے پاس کس طرح پہنچا ؟)۔ کچھ مدت یہ خط مسلم یونیورسٹی کے محفوظ ذخیرے میں مقفل رہا۔ آخرکار ۲۰ دسمبر ۱۹۳۲ء کو اسے مسلم یونیورسٹی لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں منتقل کیا گیا جہاں سے لے کر پہلی مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد نے رسالہ ''فکر و نظر'' میں شائع کرایا۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ خان بہادر ڈاکٹر محمد حبیب اللہ کا خیال ہے کہ یہ خط سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر یو۔ پی کے نام ہوگا جو سرسید نے اُنھیں اُس وقت بھیجا تھا جب سرسید لندن گئے ہوئے تھے۔ مگر تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور خان بہادر صاحب کو اس خط کے سر ولیم میور کے نام ہونے پر کیوں شبہ ہوا جو اُنھوں نے ''ہوگا'' کا لفظ استعمال کیا حالانکہ خط کے شروع ہی کی عبارت سے صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ خط یقیناً سر ولیم میور ہی کے نام ہے، کیونکہ اُن ہی نے نہایت کوشش

کر کے سید محمود کو ولایت جانے کے لیے تعلیمی وظیفہ دلوایا تھا جس کا اس خط میں ذکر ہے ۔ سرسید نے یہ خط اُردو میں لکھا تھا اور سید محمود سے انگریزی میں منتقل کرا کے سر ولیم میور کو ہندوستان روانہ کیا تھا جبکہ وہ صوبہ شمال مغربی کے لفٹنٹ گورنر تھے ۔

بہ عز عرض بندگان عالی متعالی دام اقبالہم !

(فدوی) بعد ادائے آداب و تسلیات فدویانہ عرض پرداز ہے (کہ) حضور کا نوازش نامہ مورخہ ۹ ۔ اکتوبر پہنچا اور عزت و افتخار بخشا ۔ حضور کی اس نوازش مربیانہ کا دلی شکر ادا کرتا ہوں ۔

میں ہر طرح ہر حضور کی طمانیت کرتا ہوں کہ "محمود" جس کو حضور نے اسکالر شپ کے لیے انتخاب فرمایا ،[1] ہندوستان اور گورنمنٹ دونوں کے لیے نہایت مفید (ثابت) ہوگا ۔ اس کی طبیعت قدرتی اچھی ہے اور اس کا چال چلن لندن میں اور اس کے خیالات یہاں کی ۔ ۔ ۔ ۔[2] انگلش گورنمنٹ کی نسبت نہایت عمدہ ہیں ۔ مجھ کو اُمید ہے کہ کبھی حضور کو اس کے انتخاب کرنے کا افسوس نہ ہوگا ۔

بلاشبہ حضور عالی سیکرٹری آف اسٹیٹ نے جو وظیفہ مقرر کیا ، نہایت دستگیری کی ورنہ یہاں نوبت فاقہ کشی پہنچ جاتی ۔ یہاں ایسے خرچ پیش آئے ہیں ، جن کا خیال ہی نہ تھا ۔ "محمود" کی تحصیل قانونی میں جو لنکانز اِن[3] میں کرتا ہے مع فیس چیمبر بارسٹر و لکچر وغیرہ تین ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے ۔ علاوہ اس کے سو روپیہ ماہواری اس کی پرائیویٹ تحصیل میں خرچ ہوتا ہے ۔ ہم تین

۱۔ حکومت ہند نے سارے ہندوستان میں سے اعلیٰ قابلیت اور عمدہ استعداد کے ۹ طالب علموں کو ولایت میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے چھ چھ ہزار روپے سالانہ کے وظیفے دیے تھے ۔ سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر یو ۔ پی نے سید محمود کو اپنے صوبے کی طرف سے منتخب کیا تھا جس کے باعث سید محمود بیرسٹری کی اعلیٰ تعلیم پا سکے اور ہائی کورٹ کے جج بنے ۔

۲۔ یہاں کیڑے نے کاغذ کھا لیا ہے جس سے لفظ پڑھے نہیں گئے ۔

۳۔ LINCOLN'S INN ۔

آدمی اور ایک ہندوستانی نوکر[1] ہمارے ساتھ ہے۔ ہم ۔۔۔۔[2] کسی طرح سات سو روپیہ ماہواری (سے) کم خرچ نہیں ہو سکتا اور جس قدر ماہواری آمدنی ہے وہ کفایت نہیں کرتی۔ بس ضرور کسی قدر قرض ہمارے ذمہ ہو جاوے گا۔

"محمود" نے چھ مہینے چیمبر بارسٹر میں "ہ" کی تحصیل کی اور چھ مہینہ اور کرنی ہوگی۔ اس کے بعد اس کا ارادہ ہے کہ ایک برس تک پرہویٹ[3] اور پبلک قالو(نی) لیکچر میں داخل ہونے کا ہے[4]۔ اور اس تمام زمانے میں انگریزی اور لیٹن اور اگر ممکن ہوا تو گریک کی تحصیل بہ دستور پرہویٹ جاری رکھے گا، جس میں سو روپیہ ماہواری کے حساب سے ڈھائی ہزار روپیہ خرچ ہوگا۔ اپنی فرصت کے وقت مجھ سے ہندوستان کے قوانین پڑھتا ہے اور میرے یہاں رہنے تک سب پڑھ لے گا۔

اخیر ۔۔۔۔[5] آکسفورڈ یا کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہونے کا ہے۔ وہاں داخل ہونے اور رہنے میں ڈھائی سو روپیہ ماہواری سے کم کا خرچ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ادا کا کسی طرح مجھ میں مقدور نہیں ہے۔ جبکہ میں ہندوستان میں لوٹ کر آؤں گا مجھ کو نہایت تکلیف ہوگی۔ بہ نسبت سابق تنخواہ کم ملے گی۔ ہندوستان میں جو قرض لے کر آیا ہوں[6] وہ ادا کرنا ہوگا؛ اور جو زیادہ خرچ یہاں ہوگا، وہ دینا ہوگا۔ بایں ہمہ میں نے "محمود" کا دل نہیں توڑا اور اس کی ہمت کو پست نہیں کیا۔ مجھ کو امید ہے کہ یہ تمام تدبیر اور انتظام جو "محمود" کی تربیت کا ہے، وہ حضور کی طا(لیت کے) قابل ہوگا۔ حضور (۔۔۔[7] لارڈ) لارنس (کی) عنایت اور نوازش ہمارے حال پر حد سے زیادہ گزر

۱۔ یعنی سرسید، سید حامد، سید محمود اور چھجو ملازم۔
۲۔ کاغذ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھا نہیں گیا۔
۳۔ سرسید نے یہاں انگریزی لفظ پرائیویٹ (PRIVATE) کو پرہویٹ لکھا ہے۔
۴۔ فقرہ بالکل غلط ہوگیا مگر اصل خط میں اسی طرح لکھا ہے۔
۵۔ یہاں کاغذ کو کیڑے نے کھا لیا ہے۔ غالباً یہ فقرہ ہوگا "اخیر میں محمود کا ارادہ"۔
۶۔ سرسید نے ہندوستان سے چلتے وقت اپنی دہلی کی جائداد رہن رکھ کر اور دس ہزار روپیہ سود پر قرض لے کر یہ سفر اختیار کیا تھا۔
۷۔ کرم خوردہ۔

گئی - زبان قابل ادا شکر کے نہیں ہے -

میرا رسالہ۱ بابت تعلیم ہندوستان حضور کے ملاحظے سے گزرا اور مجھ کو نہایت عزت ہوئی - جو کچھ میں نے لکھا وہ صحیح ہو یا غلط مگر حضور کو واضح ہوگا کہ ہندوستان کا زندہ ہونا صرف تعلیم پر منحصر ہے اور ابھی سر رشتۂ تعلیم کو لائق طالیت کرنے میں بہت کچھ باقی ہے - اور میرا دل چاہتا ہے کہ حضور کا عہد دولت تاریخ میں اس کی تکمیل کی یادگاری ہو - زیادہ حد ادب - آفتاب دولت و اقبال تاباں باد

لندن — فدوی

۲۶ نومبر ۱۸۶۹ع — سید احمد ، از مقام لندن

۱- سرسید نے ، جب وہ انگلستان میں تھے ، ایک رسالہ اردو میں لکھ کر اور اُس کا انگریزی میں ترجمہ کرا کے شائع کیا تھا - اس رسالے کا نام تھا ''موجودہ ہندوستانی نظام تعلیم پر اعتراضات'' اور اس میں اُن تمام نقائص کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تھا جو اُس وقت کے ہندوستانی طریقۂ تعلیم میں عام طور سے پائے جاتے تھے''۔

۱۰۵

بنام سیّد نصرت علی

(ماخوذ از "خطوطِ سرسید"، مرتّبہ سر راس مسعود، شائع شدہ ۱۹۲۴ع)

مولوی سید محمد نصرت علی دہلی کے بہت مشہور ادیب اور صحافی تھے۔ شعر بھی کہتے تھے اور قیصر تخلص کرتے تھے۔ ان کے والد مولوی محمد ابو المنصور ہندوستان کے بہت مشہور مناظر گذرے ہیں۔ مولوی نصرت علی ۱۶ ستمبر ۱۸۶۴ع کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی زبانوں کی بڑی اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ ہندی بھی جانتے تھے۔ ۱۸۷۲ع میں دہلی کے محلہ فراش خانہ میں اپنا ایک چھاپہ خانہ نصرت المطابع کے نام سے جاری کیا اور اردو، عربی اور فارسی زبان میں تین اخبار جاری کیے۔ اردو میں نصرت الاخبار جس کو بڑی شہرت ہوئی۔ عربی میں ناصر الاسلام اور فارسی میں مہر درخشاں۔ نصرت الاخبار یکم جنوری ۱۸۷۳ع کو نکلا تھا۔ بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: نصرت اللغات، مرأۃ سلاطین، جواہر بے بہا، تاریخ قیصریہ، گلدستہ شاداب، رحمت عظیم، تاریخ مکہ و مدینہ، انشائے نصرت اور نصرت العلوم و الفنون وغیرہ۔ نومبر ۱۹۳۲ع میں انتقال کیا۔

(۱)

مخدوم و مکرم بندہ سلامت !

بعد از سلام مسنون الاسلام التماس یہ ہے کہ عنایت نامہ مع ایک مضمون کے پہونچا جس سے دلی عنایت و توجہ آپ کی میری نسبت اور میرے کاموں کی نسبت معلوم ہوتی ہے ۔ اور خیال ہوتا ہے کہ قومی ہمدردی کا پورا اثر آپ کے دل میں پایا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ۔ در حقیقت آپ نے چند سطروں میں بہت مضمون پُر تاثیر لکھا ہے ۔ افسوس یہ ہے کہ جن لوگوں نے مخالفت پر کمر باندھی ہے اُن کو میری نسبت مخالفت کرنی اور میرے افعال و اقوالِ ناشائستہ کی تردید کرنی اور اُس پر لعنت و ملامت کرنی نہایت زیبا ہے ۔ کیونکہ میں اُس سے بھی زیادہ کے لائق ہوں جو وہ لکھتے ہیں ۔ الّا قومی فائدے کے لیے جو کام اختیار کیا گیا ہے اُس میں ہرج ڈالنے سے اور اُس میں مخل ہونے سے کیا فائدہ ہے؟ (اس طرح تو) خود اپنی آپ بربادی کرنی ہے ۔ بہر حال میں آپ کی ہمدردی کا شکر ادا کرتا ہوں ۔ پرچہ "نصرت الاخبار" میرے پاس پہونچتا ہے ۔ خدائے تعالیٰ اس میں کامیابی دے اور اس کو ذریعۂ بہبودی قوم بنائے ۔ اگرچہ میرا تہذیب الاخلاق اُس کے مقابلے میں نہایت بے قدر ہے مگر رسماً بطور معاوضہ خدمتِ عالی میں روانہ کیا کروں گا ۔ اُمید ہے کہ آپ اس کو قبول فرمائیں گے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
از بنارس ، ۱۴ ۔ اکتوبر ۱۸۷۳ع

(۲)

مکرم و معظم شفیق حال بندہ سلامت !

بعد سلام مسنون الاسلام التماس یہ ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہونچا اور دو رسالے مرسلہ بھی پہونچے جن کے لیے دل سے شکر گزار ہوں ۔ علاوہ اس کے جو مضامین محبت آگین آپ نے ارقام فرمائے ہیں ان کا بھی احسان مند ہوں ۔ دونوں رسالے میں نے دیکھے ۔ نہایت عمدہ ہیں ۔ فِرقِ عیسائیہ فِرقِ اسلامیہ سے بہت زیادہ ہیں اور وہ اصول میں (بھی باہم) مختلف ہیں ۔ موشم ایکلی سیاسنکل

پسٹری ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر مختلف فرقے عیسائیوں میں ہیں۔ اور اصول میں یعنی حقیقت و ماہیت مسیح اور حضرت کی السانیت و الوہیت میں مختلف ہیں جو مدار ایمان ہے ۔ اور میری دالست میں کوئی فرقہ اسلامی اُس بات پر جو مدار ایمان ہے ، مختلف نہیں ہے ۔ نسبت ترجمہ حایت الاسلام کے بھی اُمید ہے کہ کوئی فتوئی تکفیر کا نکلے ۔ ہم کو اس سے کیا بحث ہے ۔ اُن لوگوں کو اپنا کام کرنے دو ہم کو اپنا کام کرنے دو ۔ ہم کو اس عمدہ اسلامی لصیحت پر عمل کرنا چاہیے کہ واصبر علیٰ ما یقولون واھجرھم ھجراً جمیلا ۔ افسوس ہے کہ کتاب حایت اسلام آپ کے ملاحظے میں کافی زمانے تک نہیں رہی ۔ میں (اس کتاب کا) ایک لسخہ ھدیتاً خدمت عالی میں بھیجتا ہوں ۔ قبول فرمائیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
از بنارس ، ۲۲ ۔ اکتوبر ۱۸۷۳ء

(۳)

مخدوم و مکرم بندہ مولوی سید محمد لصرت علی صاحب سلامت !

بعد سلام مسنون التماس یہ ہے کہ عنایت نامہ آپ کا پہونچا ۔ حال معلوم ہوا ۔ میں نے دولوں پرچے اخبارات کے پڑھے ۔ نہایت عمدہ ہیں ۔ اور غالباً مذہبی اخبار کی زیادہ خریداری ہو مگر افسوس یہ ہے کہ جب حضرات اہل اسلام کی حالت اور توجہ امور دنیوی اور مذہبی دونوں کی طرف خیال کی جاتی ہے تو کوئی توقع اُن سے کسی کام پر متوجہ ہونے کی نہیں ہوتی اور اُن کے بھروسے پر کوئی کام کیے جانے پر ہمت نہیں پڑتی ۔ اُن کا حال تو شتر مرغ کا سا ہے ۔ اگر امور دلیوی پر متوجہ ہونے کو کہو تو مذہب کا عذر پیش کرتے ہیں اور جب مذہبی امور پر توجہ کرنے کو کہو تو دنیوی امور سے فرصت نہیں بتاتے ہیں ۔ میں اس بارے میں کیا رائے آپ کو دوں ۔ اس میں شک نہیں آپ کا اخبار عمدہ

۱۔ یعنی جو کچھ (تیرے مخالف) کہتے ہیں اُس پر صبر کر اور شریفانہ طور پر اُن سے الگ ہو جا ۔ (سورۃ مزمل ، آیت ۱۱) ۔ اسماعیل

ہے ۔ خدا پر بھروسہ کر کے جاری کر دیجیے [1] ، آئندہ جو ہو سو ہو ۔ جو کچھ مجھ سے ہوسکے گا میں مدد کرنے کو حاضر ہوں ۔ زیادہ والسلام

خاکسار

سید احمد

از بنارس ، ۲۷ مارچ ۱۸۷۳ع

۱۔ سرسید کا یہ اشارہ مولوی نصرت علی کے اخبار ''ناصر السلام'' (عربی) یا ''مہر درخشاں'' (فارسی) کی طرف ہے ۔ اُن کا اردو کا پرچہ ''نصرت الاخبار'' تو یکم جنوری ۱۸۷۳ع کو جاری ہوا تھا ۔ (اختر شہنشاہی ، مطبوعہ ۱۸۸۸ع ، صفحہ ۲۶۳) ۔ (اسماعیل)

۱۰۶

بنام منشی نور احمد نور

(مصنف انوار الاخلاق)

مخدومی و مکرمی مولوی نور احمد صاحب !

آپ کا نوازش نامہ اور دو جلد کتاب انوار الاخلاق پہونچیں ۔ میں نے ایک کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ کی خدمت میں معہ اپنی رائے سفارشی کے بھیج دی ہے ۔ خدا کرے کہ آپ کا مقصد پورا ہو ۔ در حقیقت کتاب عمدہ و مفید ہے ۔

سید احمد

علی گڑھ ، ۵ مارچ ۱۸۹۳ء

۱۰۷

بنام مولانا حکیم نورالدین بھیروی

مولانا حکیم نور الدین ایک جید عالم ، کئی کتابوں کے مصنف ، حاذق طبیب اور ایک صوفی منش بزرگ تھے - ۱۸۴۱ع میں بمقام بھیرہ (جو اُس وقت شاہ پور کے ضلع میں تھا) پیدا ہوئے - بڑے ہوئے تو ہندوستان کے مختلف شہروں میں پھر کر عربی علوم ، فارسی زبان اور فن طب کی تحصیل کی - پھر حجاز مقدس چلے گئے اور مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر اُن سے درس لیا - واپس آئے تو مہاراجہ کشمیر کے شاہی طبیب مقرر ہوئے - ۲۲ مارچ ۱۸۸۹ع کو مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی - پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان چلے گئے اور باقی عمر وہیں گزار دی - ۲۶ مئی ۱۹۰۸ع کو مرزا صاحب کی وفات پر ان کے خلیفہ منتخب ہوئے - ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ع کو وفات پائی -

جناب مولانا مخدوم و مکرم من جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب !

میں آپ کا دل و جان و روح رواں سے شکر ادا کرتا ہوں کہ کل بوقت عصر خلیفۃ الامام الماءور من اللہ یعنی شیخ عبداللہ نے مجھ کو آپ کی طرف سے نہایت عمدہ خوشگوار چائے پلائی - اس کے ساتھ مختلف قسم کی شیرینی بھی تھی - اگرچہ ظاہر میں وہ مختلف قسم کی تھی لیکن (وہ) سب کی سب (مٹھائیاں) حلاوت

وعنایت و شفقتِ عالی سے ہی بٹی ہوئی تھیں اور بزبانِ حال مسئلۂ وحدت وجود کا وعظ فرما رہی تھیں ۔ اس کے ساتھ نارنگیاں بھی تھیں ۔ گو ظاہر میں اُن کی صورت اور تھی مگر وہی حلاوت اور اسی مبداء سے جو شیرینی اس میں تھی ، اُن میں بھی تھی ۔ میں نے ان سب چیزوں سے مخاطب ہو کر کہا :

بہر رنگے کہ خواہی سر برآور
من انداز قدت را می شناسم

مگر صوفیانہ دعوت میں ثمرہائے لذیذ کا ہونا میرے لیے بشارت ثمرہائے نیک کی دیتا ہے ۔ خدا ہم چنیں کند ۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل بڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے مگر جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے ۔ پھر ترقی کرے تو اُسے صوفی بننا پڑتا ہے ۔ جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے ؟ سر دست میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ افسوس کہ سوال آخر کو آپ نے لاجواب چھوڑا ۔ مگر میں ان بزرگوں کا دیکھنے والا ہوں جو وحدتِ شہود کے مقر اور وحدت وجود میں ساکت تھے ، اس لیے اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہو جاتا ہے ۔

(اس وقت) ایک اور امر بھی عرض کرنے کے لائق ہے (اور وہ یہ ہے کہ) آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مامور من اللہ انسان دوسرے کی بات مان لینے میں مجبور نہیں کیا جا سکتا ۔ تعجب ہے کہ آپ نے مجھ کو مامور من اللہ نہیں سمجھا ۔ حضرت ! جو شخص جو کچھ کرتا ہے وہ اس کام کے لیے مامور من اللہ ہوتا ہے ۔ پس مامور من اللہ کو مامور من اللہ کی عرض قبول کرنا ضروری ہوتا ہے ، اس لیے مجھے یقین ہے کہ حضرت مہدی زماں مسیح الوقت امام مامور من اللہ میری درخواست کو ہرگز رد نہ فرمائیں گے ۔

و للناس فیما یعشقون مذاهب

خیر یہ تو سب باتیں تھیں ، مگر آپ کی اس عنایت کا جو آپ نے مجھ گناہگار پر کی اور اپنی متبرک شفقتِ دلی سے مجھے عزت بخشی ، میں اس کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ آپ اس گنہگار کے دلی لاچیز شکر کو قبول

فرمائیں گے ۔ والسلام مع الاکرام

سید احمد
علی گڈھ ، ۸ مارچ ۱۸۹۷ء

(جب مولانا حکیم نور الدین ریاست کشمیر میں شاہی طبیب تھے تو انھوں نے ایک کشمیری برہمن کے لڑکے کو مسلمان کرکے اسے اپنے خرچ سے اعلیٰ تعلیم دلائی اور پھر مزید تعلیم کے لیے علی گڑھ بھیج دیا ۔ یہی برہمن زادہ تھا جو بعد میں شیخ محمد عبداللہ بی اے ۔ ایل ایل بی کے نام سے علی گڈھ کی تاریخ میں مشہور ہوا ۔ بعد میں شیخ صاحب نے مسلم خواتین کے لیے ایک اعلیٰ درجے کا کالج علی گڈھ میں قائم کیا ۔ حکیم صاحب کے اور سرسید کے باہم بہت گہرے تعلقات تھے اور حکیم صاحب ، سرسید کی تعلیمی اور اصلاحی تحریکوں کے بہت بڑے مداح تھے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ حکیم صاحب نے شیخ عبداللہ کو لکھا کہ میری جانب سے تم سرسید کی چائے کی دعوت کردو ۔ تعمیل حکم میں شیخ صاحب نے سرسید کی بہت پُرتکلف دعوت کی ۔ اس دعوت کے شکریے میں سرسید نے مذکورہ بالا خط حضرت مولانا نور الدین کو لکھا تھا ۔

اس خط کے آخر میں جس ''درخواست'' کا ذکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ سرسید نے مرزا غلام احمد کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ آپ مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے لیے کچھ چندہ مرحمت فرمائیں ، خواہ چار آنے ہی ہوں ، تاکہ آپ کی پیروی میں آپ کی جماعت کے افراد بھی کالج کو چندہ دیں ۔

یہ دونوں خط شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم قادیان کے پاس محفوظ تھے ، مگر افسوس کہ مرزا صاحب کے نام سرسید کا خط ان کے پاس سے کہیں ضائع ہوگیا ۔ البتہ حکیم صاحب کے نام کا خط انھوں نے اپنے اخبار کی جلد ۳۷ نمبر ۱۳ ، مورخہ ۱۴ ، اپریل ۱۹۳۴ء کے پرچے

میں صفحہ ۹ پر شائع کر دیا ۔ میں ممنون ہوں اپنے نہایت ہی عزیز دوست مسعود احمد خاں صاحب دہلوی بی ۔ اے مدیر الفضل ربوہ کا جنہوں نے مجھے الحکم کے فائل میں سے یہ تاریخی خط نقل کر کے بھیجا ۔ بعد میں یہ خط ''حیات نور'' مؤلفہ شیخ عبدالقادر مرحوم کے صفحہ ۲۲۱ پر بھی شائع ہوا تھا ۔ (محمد اسماعیل)

۱۰۸

بنام مولوی نیاز محمد خاں

مولوی نیاز محمد خاں صاحب مرحوم سرسید کے نہایت گھرے دوست اور زبردست معاون تھے ۔ پٹھانوں کے لودھی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۔ اُن کے آبا و اجداد صدیوں سے موضع دھوگڑی میں آباد تھے جو جالندھر سے ٦ میل کے فاصلے پر ایک قدیم بستی ہے ۔ ۱۸٦۳ع میں پیدا ہوئے ۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جالندھر میں وکالت شروع کی اور بہت جلد چوٹی کے وکلا میں اُن کا شمار ہونے لگا ۔ مگر نہایت درجہ مذہبی ، متقی اور پرہیزگار انسان تھے اس لیے وکالت کے پیشے کو اتقا اور پرہیزگاری کے خلاف سمجھتے تھے ۔ آخرکار ۱۹۰۸ع میں ہمیشہ کے لیے اس پیشے کو خیرباد کہا اور واپس دھوگڑی پہنچ کر زمینداری کے کام میں مصروف ہوگئے جس سے کافی آمدنی ہو جاتی تھی اور وہ بڑی فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے ۔ جب تک وکالت کی نہایت سوٹڈ بوٹڈ رہتے تھے ۔ جب وکالت چھوڑی تو بے حد سادگی اور فقیری کی زندگی اختیار کی اور آخر وقت تک اسی وضع پر قائم رہے ۔ مذہب کی سختی کے ساتھ پابندی اور فرائض و سنن اور نوافل کی نہایت تندہی کے ساتھ بجا آوری کا خاص خیال رکھتے تھے ۔ پانچوں وقت کی نمازیں بڑی باقاعدگی سے اور نہایت خضوع و

خشوع کے ساتھ پڑھتے تھے ۔ تہجد التزام کے ساتھ ادا فرماتے تھے ، اوراد و وظائف کا برابر ورد رہتا تھا ۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اُس پر تدبر اُن کا بڑا محبوب مشغلہ تھا ۔ رمضان کی تراویح کبھی ناغہ نہ کرتے ، سخت بیمار بھی ہوتے تو لیٹ کر قرآن شریف سنتے ۔ فقیری میں بھی بادشاہی کرتے ۔ لنگر برابر جاری رہتا ۔ نہایت درجہ متواضع اور مہمان نواز تھے ۔ مہمان کا بڑے شوق سے انتظار کرتے اور جب مہمان آتا تو بیحد خوش ہوتے اور اس کی مہمانداری میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے ۔ میلاد کی محفلیں بڑے ذوق و شوق سے منعقد کرتے ۔ نہایت ملنسار ، خاکسار اور خلیق انسان تھے ۔ بے حد خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے پیش آتے اور بڑی ہمدردی اور شفقت کے ساتھ ملنے والوں سے سلوک کرتے تھے ۔ ہر ایک کو بزرگانہ نصیحتیں کرتے اور بڑے احسن طریق پر سمجھاتے تھے ۔ سرسید کے بہت بڑے معتقدین میں سے تھے اور اُنھیں قوم کا نجات دہندہ سمجھتے تھے ۔ دامے ، درمے ، قلمے سرسید کی امداد کرتے رہتے تھے ۔ سرسید کے اخبار ، رسالے اور کتابیں بہت کثرت کے ساتھ قیمتاً علی گڑھ سے منگواتے اور اپنے احباب کو اُنھیں پڑھنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے ۔ سرسید اور اُن کے کاموں کی حمایت ، نصرت اور امداد میں اُنھوں نے کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور سرسید سے اپنی محبت و اخلاص کا بہت اعلیٰ نمونہ دکھایا ۔ سرسید کو بھی اُن سے بڑی محبت تھی اور وہ اُن کو اپنا ہم رنگ دوست سمجھتے تھے ۔ اس کا ثبوت اُن بکثرت خطوط سے ملتا جو سرسید نے وقتاً فوقتاً اُن کے نام لکھے اور جو زیر نظر مجموعے میں موجود ہیں ۔ سرسید کے لٹریچر کا جیسا نایاب اور مکمل ذخیرہ اُن کے کتب خانے میں محفوظ تھا ، ایسا شاید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں بھی نہ ہو ۔ مگر صد ہزار افسوس کہ یہ سارا بے نظیر مجموعہ ۱۹۰۷ء کے طوفان عظیم میں تباہ ہوگیا اور کوئی بھی چیز دھوکڑی سے لائی نہ جاسکی ۔ مولوی صاحب کا یہ نام سرسید ہی کا رکھا ہوا ہے ۔

پہلا نام غلام نیاز خان تھا ۔ ۹۔ اگست ۱۹۲۶ع کو سرسید کے اس نہایت عزیز دوست نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور دھوگڑی ہی میں اپنی باغیچی میں دفن ہوئے ۔ حیدر آباد دکن کے وزیر مالیات حضرت نواب فخر یارجنگ مرحوم ان کے بھتیجے تھے جن کے فرزند مخدومی نواب مشتاق احمد خان صاحب آج کل ماڈل ٹاؤن لاہور میں مقیم ہیں ۔ مولوی صاحب کے یہ حالات مجھے اُن ہی کی مہربانی سے دستیاب ہوئے تھے ۔ (مرتب)

(۱)

(خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی !

اسی وقت آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے ؟ اور کیوں اس قدر زندگی سے ناامیدی ہے ؟ اگرچہ میری دانست میں مرنے کے بعد بہ نسبت زندگی کے زیادہ راحت ہے ۔

سوال کا مفصل و مدلل جواب لکھنے کو فرصت اور وقت چاہیے مگر جب میں نے روحِ انسانی کو کاسب و مکتسب قرار دیا ہے تو ضرور بعد مفارقت ابدان کے اُن لوگوں کو ، جن سے دنیا میں ملاقات تھی ، اُن کی روحوں کو شناخت کرے گی اور کچھ عجب نہیں کہ اُن روحوں کو اپنے زندہ احباب و رشتہ مندوں کے حال سے بھی آگہی ہوتی ہو ۔ یہ سب باتیں روح کی کاسب و مکتسب ہونے پر متفرع ہوتی ہیں اور روح کا کاسب و مکتسب ہونا میرے نزدیک ثابت و متحقق ہے ۔ روح کو جدا ہونے کے بعد بدن سے ایک قسم کا جسم حاصل ہو جاتا ہے ۔ ممکن ہے کہ وہ جسم بھی بدلا جاوے ۔ اس تحریر سے میرا مطلب یہ ہے گو بعض عالموں نے تسلیم کیا ہے کہ بعد مفارقت بدن کے ہی روح ترقی الی الاعلیٰ کرتی ہے ۔ اس کی دلیل جو اُن عالموں نے دی ہے ابھی تک بخوبی میرے ذہن میں نہیں آئی مگر دل تسلیم کرتا ہے کہ اُن کا یہ لکھنا صحیح ہے ۔ پس جس قدر کہ روح کو ترقی ہوتی جاوے گی اُسی قدر اُس کا جسم زیادہ منزہ ہوتا جاوے گا ۔ اور اسی امر کو میں نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ جسم ہی ، جو اول حاصل کیا تھا ، وہ تبدیل ہو جاوے ۔ لذائذِ عقبیٰ بیان نہیں ہو سکتے ۔ روحوں کو آپس میں ملنے سے کیا لذت اور کس قسم کی ہوگی ؟ اُس

کا بیان نہیں ہو سکتا ۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی لذتوں سے بہت زیادہ لذت ہوگی ۔[1]

خدا سب مسلمانوں کا خاتمہ لا الٰہ الا اللہ پر کرے ۔ صرف یہی ایک چیز تمام مشکلوں کی مشکل کشا ہے ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۹ جولائی ۱۸۸۶ع

(۲)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ مولوی سید وحیدالدین)

جناب خان صاحب مخدوم و مکرم من غلام نیاز[2] خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مع چند سطر تحریر بزرگانہ جناب مولوی مراد علی صاحب پہونچا ۔ آپ کا اور جناب مولوی صاحب کا ممنون ہوا ۔ آپ کو جو قومی اتفاق کا خیال ہے (جو غالباً خدا کو منظور نہیں ہے) اس سے کمال خوشی ہوئی ۔ منشی محرم علی صاحب چشتی جو میرے دوست ہیں سلامت روی کی چال کبھی نہیں چلتے ۔ میں نے ایک دفعہ اُن کو ، جب وہ علیگڑھ میں آئے تھے ، بہت کچھ سمجھایا تھا مگر اُن کے خیال میں نہیں آیا ۔ اگر جناب خان بہادر محمد برکت خان صاحب سے ، جو اُن کے محسن تھے یا اُن کی کارروائی سے یا انجمن اسلامیہ سے اُن کو کچھ رنجش تھی تو اُن کو محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کو (جس کو کسی سے کچھ تعلق نہیں ہے ۔ نہ اُن مقاصد سے جو انجمن اسلامیہ لاہور کے ہیں ، نہ اُن مطالب سے جو محمدن نیشنل ایسوسی ایشن کے ہیں اُس کو کچھ علاقہ ہے) اُن رنجشوں میں سانا اور اس کی مخالفت کا اخبار میں چھاپنا آپ کے نزدیک کچھ معنی رکھتا ہے ؟ ایسوسی ایشن کی روئیداد مثل طوطا اور مینا کی کہانی کے

۱۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان اس دنیا میں خدا کی مرضی کے موافق نیک کام کرے گا تو اُس دنیا میں بے شک سکون حاصل کرے گا ۔ لیکن اگر اس دنیا میں اُس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے تو آخرت میں بھی اُسے چین نہیں ملے گا ۔ ارشاد خداوندی ہے کہ "من کان فی ھذا اعمیٰ فھو فی الا خرۃ اعمیٰ" ۔

۲۔ پہلے ان کا یہی نام تھا ۔ بعد میں نیاز محمد خان ہوگیا ۔

ہے ۔ ایک شخص سے لغو و بیہودہ کلمات کہلوانا اور دوسرے کا کہنا کہ ایسا کہنا مناسب نہیں ہے ، یہ خلاف قواعد مجلس ہے ۔ کیا کوئی ایسی باریک بات ہے جو کوئی سمجھ نہیں سکتا ۔ جس گفتگو کو پریزیڈنٹ یا ممبران نے خلافِ اصول قرار دیا ، کیا وہ روئداد میں چھپ سکتی ہے؟ میں ایسے امور کی کچھ پروا نہیں کرتا ۔ میں بڑے بڑے مولویوں اور سجادہ نشینوں کے فتووں پر تو ملتفت ہوتا ہی نہیں ، چہ جائیکہ منشی محرم علی صاحب کی ایسوسی ایشن کی گفتگو پر ۔ مگر جو کہ آپ نے اسی امر کے متعلق اپنے عنایت نامے میں لکھا ہے اس لیے یہ امر میں نے لکھ دیا ۔

آپ کا عنایت نامہ آج پہونچا ہے ۔ کل میں نے ایک خط منشی محرم علی صاحب کو لکھا ہے اور کل ہی اخبار میں یہ مضمون چھاپ دیا ہے ۔ میری رائے میں دونوں جلسوں کے ایک ساتھ ہونے میں کوئی ہرج نہیں ہے ۔ منشی محرم علی صاحب جب چاہیں مجلس کریں ۔ اول تو یہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ ایک مجلس دوسری مجلس کی مخالف قائم ہوئی ہے ۔ ہماری مجلس کا مقصد دوسرا ہے ۔ اُن کی مجلس کا مقصود دوسرا ہے ۔ باقی یہ بات کہ منشی محرم علی صاحب کہتے ہیں کہ "محمڈن ایجوکیشنل کانگرس بے فائدہ ہے ، اُس کو ایک کافر ، مرتد نے قائم کیا ہے ، اس میں شریک ہونا کفر و ارتداد ہے" بہت بہتر ۔ جو لوگ اس کو ایسا سمجھیں وہ اس میں شریک نہ ہوں ۔ اس میں جھگڑا و تکرار ، بیچ بچاؤ اور مخالفت کیا ہے؟ بہت سے شیعہ ہیں جن سے ہم سے نہایت دوستی ہے ۔ وہ اپنے گھر میں ہمارے بزرگوں پر تبرّا کیا کرتے ہیں ۔ کیا کریں ، ہمارا کیا نقصان ہے؟

محمڈن اوقاف میں موجودہ قانون کی رو سے گورنمنٹ کچھ دست اندازی نہیں کر سکتی ۔ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہم تین برس سے مسلمانی اوقاف پر غور کر رہے ہیں اور اُس کی اصلاح کی تدبیریں سوچ رہے ہیں ۔ حال میں جو ایڈریس لارڈ ڈفرن کو دی گئی ہے ، اس میں بھی اس کا اشارہ تھا ۔ اور اب گورنمنٹ پنجاب اور گورنمنٹ شمال مغرب سے بھی تحریرات شروع کی ہیں ۔ کوئی شخص بھی یقین نہیں کر سکتا کہ جو اوقاف انجمن اسلامیہ کے ہاتھ میں ہیں اس میں کسی نے تغلّب و تصرّف کیا ہو ۔ ممکن ہے کہ حسابات درستی سے باضابطہ نہ ہوں ۔ اخراجات کا روپیہ ایک شخص نے جس نے کوشش کرکے وہ سب بے نظیر کام کیے ہوں ، اپنی رائے کے مطابق خرچ کیا ہو ، پھر کیا یہ امور

اس طرح سے مخالفت کے لائق ہیں ، جس طرح منشی محرم علی صاحب نے شروع کیے ہیں ـ دونوں انجمنوں میں جو آپ اتفاق چاہتے ہیں ، نہایت عمدہ بات ہے ـ خدا کرے کہ ہو جائے ـ مگر منشی محرم علی صاحب کا مزاج جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس قسم کا ہے کہ آپس میں نہ موافقت ہو سکتی ہے ، نہ موافقت ہونے کے بعد موافقت قائم رہ سکتی ہے ـ میں ایک دور دراز مقام کا رہنے والا دو تین دن کے لیے لاہور آتا ہوں ـ مجھ کو اُن تنازعات سے جو دونوں انجمنوں میں ہیں ، خواہ وہ واجب ہوں یا نا واجب ، کیا علاقہ ہے ؟ اور کسی کی طرف داری اور کسی کی برخلافی سے کیا تعلق ہے ؟ وہ جانیں اور اُن کا کام ـ دو تین دن کے قیام میں جو کارروائی ہوگی وہ کرکے اپنے گھر چلا جاؤں گا[1]. جس کسی کا یہ خیال ہو کہ میں ایک کا طرف دار بنوں گا اور ایک کا مخالف ، یہ محض غلط اور بیہودہ خیال ہے ـ

اب آپ کے سوالات کا جو ، آپ نے مہربانی سے پوچھے ہیں ، جواب دیتا ہوں کہ ہمٰدن نیشنل کانفرنس کے جلسے میں شریک ہوں گا یا نہیں؟ اُن کی طرف سے کوئی ایڈریس لوں گا یا نہیں ؟ اس کے جواب سے پہلے آپ یقین کر لیں کہ میرے جواب کو آپ انجمن اسلامیہ لاہور کی طرف داری پر محمول نہ کریں ـ جب میں کلکتہ میں تھا تو خود مولوی امیر علی صاحب میرے پاس تشریف لائے اور نہایت دلائل و اصرار سے چاہا کہ میں ہمٰدن نیشنل کانفرنس میں شریک ہوں ، مگر میں نے انکار کیا ـ سبب اس کا یہ ہے کہ میں ہمٰدن نیشنل کانفرنس کے مقاصد سے متفق نہیں ہوں ـ میری رائے میں مسلمانوں کو کسی قسم کا پولیٹکل ایجی ٹیشن اختیار کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ کوئی شخص ہندوستان میں پولیٹکل ایجی ٹیشن اختیار کر سکتا ہے ـ آپ بھی جب سنیں گے کہ پولیٹکل ایجی ٹیشن کیا شے ہے اور کون شخص اس کو کر سکتا ہے اور اس کے اصول کیا ہیں ؟ تو مجھے اُمید ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے ـ پس ایسی صورت میں نہ میں اُن کی مجلس میں شریک ہو سکتا ہوں اور نہ اُس مجلس سے ایڈریس لے سکتا ہوں ـ اِلّا دوستانہ طور پر منشی محرم علی صاحب سے ملنے کو جانے میں مجھے کچھ عذر نہیں ہے ـ میرا ارادہ ہے کہ اگر فرصت ہوئی اور اُنھوں نے بھی پسند کیا تو میں اُن کے گھر ملنے کو جاؤں گا ـ

۱- "چلا آؤں گا" چاہیے ـ

کیونکہ ظاہرا وہ اس جلسہ ایجوکیشنل کانگرس میں تشریف نہیں لائیں گے اور اگر اُن کو اہتمام جلسہ محمڈن نیشنل کانفرنس سے فرصت نہ ہوئی تو مجبوری ہے۔ مگر مجھ کو جانے میں کچھ عذر نہیں ہے ۔ مولوی مراد علی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ، آپ نے دیکھا ہوگا ۔ میں کیوں کر یہ لکھ سکتا ہوں کہ میں نہ صرف انجمن اسلامیہ لاہور کا مہمان ہوں بلکہ کل پنجاب کے مسلمانوں کا مہمان ہوں ۔ کبھی خاص یا عام مسلمانوں نے یا کبھی انجمن اسلامیہ لاہور نے ہم کو طلب نہیں کیا ۔ اشتہارات جاری ہوئے کہ کون اور کس مقام پر ایجوکیشنل کانگرس کا انتظام کرے گا ۔ انجمن اسلامیہ لاہور نے خط دعوت بھیجا وہ مشتہر کیا گیا اور کئی مہینے تک انتظار رہا کہ اور کوئی کچھ لکھے ۔ آخر کار ممبروں سے رائے پوچھی گئی ۔ سب نے منظور کیا ۔ اب میں اُس کے برخلاف کیوں کر کوئی کارروائی کر سکتا یا ایک لفظ بھی تحریر یا منہ سے نکال سکتا ہوں ؟ میرا ارادہ ہے کہ میں چھبیسویں دسمبر کو میل ٹرین میں یہاں سے روانہ ہوں ۔ چھبیسویں کو آٹھ نو بجے وہاں پہنچ جاؤں اور تیسویں دسمبر کو وہاں سے روانہ ہوں ۔ اکتیس کو علی گڑھ پہنچ جاؤں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

میری یہی رائے ہے کہ ایڈرسوں کا پیش ہونا ایک محض لغو اور بیہودہ بات ہے ۔ میں سب دوستوں کو منع لکھوں گا اور کسی کی[1] ایڈریس نہ لوں گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۰ دسمبر ۱۸۸۸ع

(۳)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ راس مسعود)

مخدومی !

جس شہر میں وبا ہو وہاں سے چلا جانا وبا سے بچنے کو ، محض اس اعتقاد سے کہ اگر خدا نے اس فعل سے ہمارا وبا سے بچنا مقدر کیا ہے تو بچیں گے

---

۱ ۔ لفظ ایڈریس عام طور سے مذکر بولا جاتا ہے مگر سرسید نے یہاں مونث لکھا ہے ۔

اور مقدر نہیں کیا تو باوجود چلے جانے کے نہیں بچیں گے ، خلاف شرع و احکام رسول خدا صلعم نہیں ہے ۔ مذہب اسلام کا اصول یہ ہے کہ ہر کام کے لیے جو اسباب ہوں ، اُن اسباب کو فاعلِ حقیقی نہ سمجھے ، بلکہ فاعلِ حقیقی خدا کو سمجھے جو علۃ العلل تمام افعال و واقعات کی ہے ، تاکہ کسی وقت بھی قادر مطلق پر اعتماد یا توجہ سے ذہول نہ ہو ۔ جس طرح کہ آدمی امراض میں دوا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ دوا مرض کے لیے مفید ہے ، مگر اُسی کے ساتھ یقین کرتا ہے کہ اگر خدا نے صحت مقدر کی ہے تو صحت ہوگی ، اسی طرح جہاں وبا ہے وہاں سے چلا جانا مثل دوا کے ہے ۔ اگر خدا نے بچنا مقدر کیا ہے تو اس دوائے فعلی سے فائدہ ہوگا ، نہیں تو نہیں ۔ بخاری میں جو حدیثیں ہیں اُن کا بھی یہی مطلب ہے ۔ ایک حدیث میں ہے ''فلا تخرجوا'' مگر اس حدیث کے الفاظ پورے نہیں ہیں ۔ اس کے بعد کی جو دو حدیثیں ہیں اُن میں الفاظ پورے ہیں کہ ''فلا تخرجوا فرارا منہ'' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھ کر چلا جانا کہ ہم اس سے بھاگ کر بچ جاویں گے ، ممنوع ہے ۔ کیونکہ اگر اللہ نے مقدر نہیں کیا تو بھاگ کر بھی نہیں بچ سکتے ۔ جہاں وبا ہے وہاں داخل نہ ہونا اور وبا کے مقام سے چلا جانا دونوں کی یکساں حالت ہے ۔ اگر توکل بر تقدیر ہو اور اسباب کی طرف توجہ ممنوع ہو تو جہاں وبا ہے وہاں جانے کا امتناع بھی غلط ہو جاتا ہے —— اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ایسے مقام سے چلا جانا ممنوع ہے ۔

حضرت عمر جب شام کو جا رہے تھے اور معلوم ہوا کہ وہاں وبا ہے تو صحابہ سے صلاح کی اور آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ مت جاؤ ۔ اُس وقت ابوعبیدہ نے کہا ''أفراراً من قدر اللہ[۱]'' ۔ اُس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا ''نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ[۲]'' ۔ پس اس جواب سے ٹھیک مسئلہ حل ہو جاتا ہے ۔ اور یہی جواب اُس شخص کی جانب سے ہوتا ہے جو اُس مقام سے جہاں وبا ہے چلا جائے اور کوئی شخص اُس کو کہے ''أفراراً من قدر اللہ'' تو اس کا جواب یہی ہوگا ''نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ'' ۔ پس جب ان

۱۔ ترجمہ : کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگتے ہو ؟

۲۔ ترجمہ : ہاں ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتے ہیں ۔

تمام حدیثوں اور اُن کے الفاظ کے مقاصد پر غور کرو تو یہی مطلب اور حکم پایا جاتا ہے جو معنی بطور خلاصے کے اول لکھ دیا ہے ۔ رہی یہ بات کہ جو عزیز و اقربا ، جن کی تیارداری اُس کے ذمے ہے اور وہ مبتلا ہوں اور وہ شخص وبا کے ڈر سے اُن کو چھوڑ جاوے ، یہ ایک دوسرا گناہ ہے ۔ عام بحث سے اُس کو تعلق نہیں ۔ اس کی نسبت وہ حدیث ہے جو بخاری میں باب اجرالصابر فی الطاعون میں مذکور ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۵ اگست ۱۸۸۹ع

(۴)

(منقول از خطوطِ سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی !

ان لغو اور بیہودہ باتوں پر خیال کرنا اور اُن کے پیچھے پڑنا اور اخباروں میں جواب و سوال لکھنے میں پسند نہیں کرتا ۔ حاجی ۔ ۔ ۔ میرے بے تکلف دوست ہیں ۔ مگر بعض اسباب ایسے واقع ہوئے ہیں جن کے سبب سے اُنھوں نے یہ تکلف مجھ سے کیا ، کہ گو مجھے نہایت افسوس ہے مگر بعض امور کے سبب میں مولوی سمیع اللہ خاں کی رائے سے اختلاف نہیں کر سکتا ۔ میں نے اُن کو کہا کہ تم کو اپنی رائے کا اختیار ہے ۔ جو چاہو لکھو مگر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب جو لوگوں کا مجمع کرنا اور مخالف پارٹی قائم کرنا چاہتے ہیں ، اس مخالفت میں تم کو شریک ہونا بے جا ہے ۔ مگر وہ کسی وجہ سے شریک ہوئے ۔ اس کے بعد جب وہ مجھ سے ملنے آئے تو میں نے اُن سے کہا کہ "خاں صاحب ! میری عادت کسی سے منافقانہ ملنے کی نہیں ہے ۔ آپ رئیس ہیں ، جب کہیں ملاقات ہوگی میں آپ کی تعظیم کروں گا ۔ آپ ممبر کمیٹی کے ہیں ، جب اجلاس میں آپ تشریف لاویں گے آپ کا ادب کروں گا ۔ لیکن میں آپ سے دوستانہ جو ملاقات تھی وہ راہ و رسم رکھنی نہیں چاہتا ۔ پس اب دوستانہ طریقہ ملاقات و راہ و رسم مجھ سے اور آپ سے نہیں ہے" ۔ یہ بھی میں نے کہا کہ "کمیٹی کی بدنصیبی ہے جو اس کے ایسے ممبر ہیں" ۔ میں نے اُن کو نا دہند نہیں کہا ۔ یہ بے شک کہا کہ "آٹھ برس ہوئے کہ آپ کے نام کا بورڈنگ ہوس

تیار ہو گیا مگر اُس کا روپیہ آپ نے اب تک بیباق نہیں کیا"۔ تھوڑی دیر بعد وہ چلے گئے ۔ اُنھوں نے اپنا استعفا بھیج دیا ۔ جس مضمون سے اُنھوں نے استعفا لکھا اور جس سبب سے اُنھوں نے اُس کو انگریزی و اُردو میں مشتہر کرایا اُس کا ایک ہی سبب ہے ۔ اور اُنھوں نے اپنے ذاتی مقاصد کے لیے ایسا کرنا مفید سمجھا ہے ۔ غرضیکہ ان لغویات پر خیال کرنا محض بے فائدہ ہے ۔ آپ اس مضمون کو کسی طرح مشتہر نہ فرمائیں ۔ صرف آپ کی طانیت کے لیے میں نے لکھ دیا ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۷ نومبر ۱۸۸۹ع

(۵)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مکرمی مخدومی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا نوازش نامہ پہونچا ۔ جس قدر روپیہ والنٹیر فنڈ کا ہمارے پاس آیا ہے اور جمع ہوا ہے اُس کی فہرست اس نیازنامہ میں ملفوف ہے ۔ آپ والنٹیر فنڈ کی کارروائی کی رپورٹ یہاں آ کر لکھیں ۔ میں آپ کو صلاح دوں گا کہ کس طور میں لکھنی مناسب ہوگی ۔ میں ایک رزلیوشن پیش کروں گا اور اُس کی اسپیچ میں والنٹیر سسٹم کا ، جو آپ نے قائم کی ہے ، ذکر کروں گا اور آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس کا حال بیان کریں ۔ پس میری اسپیچ کے بعد آپ کو رپورٹ پڑھنے کا موقع ہوگا ۔ اُس کا وقت غالباً ۲۹ دسمبر کو دن میں ہوگا ۔ نقشہ جات جو اضلاع سے مانگے گئے تھے ، بہت ہی کم آئے۔ یعنی تین چار ۔ بلا شبہ افسوس کی بات ہے ، مگر قوم کی حالت ہی ایسی ہے ۔ مگر ایک صاحب نے تعطیل میں اپنے طالب علموں کو متعدد اضلاع میں بھیج کر کچھ حالات دریافت کیے ہیں ۔ اُس کی رپورٹ وہ پیش کریں گے ۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے آپ دو ایک روز پیشتر سے چلے آویں ۔ کم سے کم ۲۶ دسمبر کو گیارہ بجے دن کو جو ریل آتی ہے اُس میں یہاں پہونچیے ۔ اب کے اجلاس عجیب و غریب نہایت کارآمد ہوگا ۔ خصوصاً سید محمود نے جو محنت کی ہے اور نقشہ جات تیار کیے ہیں وہ قابل دید اور لائق عبرت ہوں گے ۔ مولوی مہدی علی کی اسپیچ در حقیقت ایک پورا لکچر قابل

شور و نصیحت کے ہوگا - پس جس قدر ہو سکے احباب کو ساتھ لائیے - شاید ان تمام باتوں سے کسی کے دل میں اثر ہو - جس تحریک کا گورنمنٹ سے آپ نے ذکر لکھا ہے ، میری دانست میں مناسب نہیں بلکہ نہایت نامناسب ہے - اُس کا خیال ترک کر دیجیے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۰ دسمبر ۱۸۸۹ع

(۶)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اور ستر روپے کا منی آرڈر بابت چندہ تعمیر بورڈنگ ہوس اطفال پہونچا - میں آپ کا اور مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبد الرحمن صاحب کا اس اعانت کے لیے دل سے شکر ادا کرتا ہوں - مسودہ کارروائی انجمن والنثیروں کا بھی پہونچا - میں نے اُس کو بغور پڑھا - اول تو میں آپ کی اس رائے سے متفق ہوں کہ سوائے پنجاب کے اور کسی صوبے کو اس کارروائی میں شامل نہ کیجیے بلکہ بہ تاکید کہتا ہوں کہ ہرگز شامل نہ کیجیے ورنہ پنجاب کے صوبے کی بھی کارروائی برباد ہو جائے گی - قواعد جو آپ نے بنائے ہیں وہ نہایت سخت ہیں اور اُن کے مطابق کارروائی کسی طرح نہیں ہو سکتی ہے - اُن قواعد میں ٹرسٹیان اور مدرسۃالعلوم کا بھی ذکر کرنا مناسب نہیں ہے اور حقیقت میں ہم کو مسلمانوں کی تعلیم میں جہاں کہیں کے وہ ہوں ، کوشش کرنی چاہیے - مگر کوشش ایسی ہو جو مفید ہو نہ غیرمفید ہو - علاوہ اس کے وہ قواعد مناسب ترتیب سے بھی نہیں بنائے گئے ہیں ، اس لیے میں نے از سر نو ایک مسودہ قواعد انجمن والنثیرس کا بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے ، آپ اس کو ملاحظہ کریں اور جس طرح مناسب جانیں اصلاح فرمائیں - کارروائی اس انجمن کی اس طرح پر شروع کیجیے کہ کم سے کم سات آدمیوں کو ، جن کو آپ مناسب سمجھیں اور ان کو کمیٹی منتظم کا ممبر بھی بنانا منظور ہو ، اُن کو ایک مجلس میں جمع کیجیے ، اور اول قواعد جو انجمن کے لیے بنائے گئے ہیں وہ پڑھیں - جب

وہ منظور ہو جائیں تو وہ لوگ جو شریک اجلاس ہوں ایک رزولیوشن پاس کریں کہ ہم لوگ بموجب دفعہ (۲) قواعد کہ جو منظور ہوئے ہیں ، والنٹیر ہونا منظور کرتے ہیں ۔ دوسرا رزولیوشن یہ پاس کیجیے کہ اشخاص مذکورۂ بالا ممبران منتظم کمیٹی والنٹیرز قرار پائے ہیں ۔ بعد اس کے اگر آپ کسی کو بموجب دفعہ (۵) کے آنریری ممبر منتظم کمیٹی کا کرنا ہو اُس کو مقرر کیجیے ۔ بعد اس کے ایک رزولیوشن کے ذریعے سے کسی کو سیکرٹری مقرر کیجیے ۔ اُس کے بعد بموجب دفعہ ۲۳ قواعد کے کسی شخص کو خزانچی مقرر کیجیے ۔ اگر آپ مجھ کو بحیثیت سیکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم خزانچی مقرر کرنا چاہیں گے تو میں خزانچی مقرر ہونا منظور کروں گا ، کیونکہ بموجب قانون ٹرسٹیان کے تعلیم کے متعلق روپیہ کی امانت کرنے کا سکرٹری کو اختیار ہے اور زر امانت یا اُس کی آمدنی اُسی طرح خرچ ہوتی ہو جس طرح امانت کنندہ کی مرضی ہو ۔ سکرٹری یا ٹرسٹیوں کو اُس کے خرچ کرنے کا کچھ اختیار نہیں ہے ۔ اس قدر کارروائی کے بعد اجلاس برخاست کر دیجیے اور آئندہ جو کارروائی ہے وہ ہوا کرے گی ۔ میں ہر طرح سے اس کارروائی میں آپ کی مدد کرنے اور آپ کے شریک حال ہونے کو موجود ہوں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۵ مارچ ۱۸۹۳ء

(۲)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی لیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اور نقشہ جات تعلیم اور فہرست ممبران کانفرنس اور دو سو پانچ روپیہ کے نصف نصف کرنسی نوٹ پہونچے ۔ آپ کی عنایت و مہربانی کا دل سے شکر گزار ہوں ۔ بقیہ نصف آ جانے پر جس طرح آپ نے تحریر فرمایا ہے اُسی تفصیل سے روپیہ ہر ایک مد میں جمع کیا جاوے گا ۔ آپ کے بھائی صاحب کے تشریف لانے سے بھی نہایت خوشی ہوگی ۔ ۲۶ تاریخ تک آپ کا تشریف لے آنا تمام امور کو کافی ہوگا ۔ نہایت ضروری ہے کہ آپ والنٹیروں کی بابت ایک رپورٹ اجلاس میں پڑھیں ۔ اُس کا موقع میری ایک اسپیچ کے بعد

ہوگا ، جس میں ٹمیں آپ کا اور والنٹیروں کے مقرر کرنے کا ذکر کروں گا۔ مکرمی خواجہ یوسف شاہ صاحب نے صلاح دی ہے کہ پہلا اجلاس کانفرنس کا ۲۷ دسمبر کو گیارہ بجے کے بعد ہوگا۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ چند احباب امرتسر و لاہور ۲۶ دسمبر لاہور کی کانفرنس کے افتتاح میں شریک ہو کر رات کی گاڑی میں روانہ علی گڑھ ہوں گے اور ۲۷ دسمبر کو گیارہ بجے علی گڑھ پہونچیں گے ۔ اس لیے پہلا اجلاس گیارہ بجے کے بعد ہے تاکہ وہ لوگ بھی شریک ہو سکیں ۔ پریسیڈنٹ نے اس تجویز کو منظور کر لیا ہے ۔ پس اجلاس کانفرنس کا ۲۷ دسمبر کو ایک بجے منعقد ہوگا۔ مگر اجلاس ۳۰ دسمبر تک قائم رہے گا اور بالتخصیص آپ کو اس دن کو اور رات کو ضرور رہنا ہوگا۔ اول اس لیے کہ ۳۰ دسمبر کو رات کو سالانہ ڈنر کالج کا ہوگا اور ٹرسٹیان کالج ممبران کانفرنس کو بطور مہمان ڈنر میں شریک کریں گے ۔ اگر آپ اس کو منظور کریں گے تو مجھ کو نہایت خوشی ہوگی اور آپ کا احسان مند ہوں گا ۔ دوسرا امر یہ ہے کہ میں اُسی جلسے میں سید محمود کے فرزند سید مسعود کی بسم اللہ[1] کرنا چاہتا ہوں ۔ اُس میں آپ کی شرکت سے مجھے نہایت خوشی ہوگی ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۱۸ دسمبر ۱۸۹۳ء

---

۱ - سید مسعود، سرسید احمد خاں کے پوتے تھے اور ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے تھے ۔ ۱۸۹۴ء کو دسمبر میں جب وہ پانچ برس کے ہوئے تو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسہ کے موقع پر سرسید نے اُن کی بسم اللہ کی رسم ادا کی ۔ اسی تقریب کی طرف اس خط میں اشارہ ہے ۔ سرسید کو اگرچہ پوتے سے بے انتہا محبت تھی مگر اس خوشی میں نہ سرسید نے با قاعدہ دعوت نامے چھپوائے ، نہ تقریب کے مقام (اسٹریچی ہال) کو سجایا ۔ نہ شاندار دعوت کا اہتمام کیا ۔ نہ آتشبازی کا انتظام کیا اور نہ ڈوم قوال بلائے ۔ صرف جو اصحاب کانفرنس میں شمولیت کے لیے مختلف شہروں سے آئے تھے وہی اس تقریب کے حاضرین تھے ۔ بجائے شان و شوکت کے اظہار کے سرسید نے پانچ سو روپے اس خوشی میں کالج کو دیے ۔ راجہ جے کشن داس نے ، جو بچے سے بے حد محبت کرتے تھے ، مسعود کی گود میں اس موقع پر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(۸)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود

مخدومی مکرمی لیاز محمد خاں صاحب !

آپ کو مدرسۃ العلوم کے لیے بھی چندہ فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ۔ بغیر روپے کے تمام کام بند ہو جاویں گے اور کچھ تدبیر ترقی اور فراہمی طالب علماں نہیں ہو سکے گی ۔ مثلاً بورڈنگ ہوس سب بھر گئے ہیں اور مطلق جگہ باقی نہیں رہی ۔ اگر بورڈنگ ہوس جدید طیار نہ ہوں تو کیا کیا جاوے گا ۔ علاوہ اس کے جب طالب علم زیادہ ہوتے جاتے ہیں تو ہر ایک طرح کا خرچ بڑھتا جاتا ہے ۔ فرمائیے کہ جالندھر میں اگر ہم خود آویں تو کیا نتیجہ ہوگا اور آیا وہاں آنا مناسب ہوگا یا نہیں؟ اور کچھ اُمید ہے یا نہیں؟ ہم نے بغرض فراہمی چندہ پنجاب کے دورے کا ارادہ کیا ہے ۔ آپ کی اُس میں کیا رائے ہے؟ اور کیا صلاح ہے اور کن کن ضلعوں میں ہمارا جانا مناسب ہوگا؟ ایک مضمون بہ طلب امداد ارکان پنجاب سے جو اخبار میں چھپا ہے آپ نے دیکھا ہوگا ۔ اُس کی بہت سی کاپیاں میں نے علیحدہ بھی چھپوائی ہیں ۔ ایک کاپی آپ کی خدمت میں بھی مرسل ہے ۔ اگر آپ وہاں اُس کی تقسیم کی ضرورت سمجھیں تو مجھ سے طلب فرمائیں ۔

آپ کا نہایت عمدہ اور موثر خط بنام نواب محسن الملک آیا تھا ۔ جس کو اُنھوں نے دل سے پسند کیا ۔ فقط والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۹ جنوری ۱۸۹۳ع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پانچ سو روپے کی تھیلی رکھ دی ۔ سرسید نے دیکھا کہ یہ رقم مفت میں ہاتھ سے گئی ۔ جھٹ پوتے سے پوچھا "میاں مسعود ! ان روپوں کا تم کیا کرو گے؟" ننھے بچے نے بے ساختہ جواب دیا ۔ "ابا یہ روپے آپ کالج میں دے دیں" اس پر سرسید نے فرط محبت سے پوتے کا منہ چوم لیا اور کہا "شاباش مسعود ! ہم نے ایسے ہی جواب کی اُمید تھی"۔ اس طرح میاں مسعود (بعد میں ڈاکٹر سر راس مسعود وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی) کی بسم اللہ کی تقریب اختتام کو پہنچی (تذکرہ سرسید احمد خاں ، از مولوی محمد امین زبیری ، صفحہ ۲۶۳ اور مرقع مسعود ، از جلیل قدوائی ، صفحہ ۳۷ ، ۳۸) ۔

(۹)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا تار ہمدردی کا پہونچا[1] - جو دلی محبت اور عنایت آپ کی مجھ ناچیز پر ہے اُس کا میں صرف شکر گزار ہی نہیں ہوں بلکہ میں اُس کو نہایت محبت اور قدر سے دیکھتا ہوں - اگرچہ سید حامد مرحوم کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا ہے لیکن خدا نے صبر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ قومی بھلائی کے کام میں زیادہ مصروف ہو ، کیونکہ وقتِ موت معلوم نہیں ہے اور "تو بھی جلد آنے والا اور دنیا اور عزیز قوم کو چھوڑنے والا ہے - پس قومی بھلائی میں زیادہ کوشش کرو - فقط والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۳۱ جنوری ۱۸۹۳ء

(۱۰)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب پلیڈر !

آپ کے خطوط میرے پاس پہونچے جس کا میں ممنون ہوں - اُن کے جواب لکھنے میں بہت تاخیر ہوگئی - اس وجہ سے کہ میری طبیعت درست نہیں تھی ، (امید ہے) آپ معاف فرماویں گے - ڈیپوٹیشن[2] کا یہاں سے پنجاب کو روانہ

۱- جنوری ۱۸۹۳ء میں سرسید کے فرزند اکبر سید حامد کا انتقال ہوگیا ، اُسی کی طرف اشارہ ہے - اپنے عزیز فرزند کی وفات کا سرسید کو سخت رنج ہوا - لیکن کمال صبر کے ساتھ اُنھوں نے اس صدمے کو برداشت کیا -
۲- جب سرسید چوتھی مرتبہ علی گڑھ کالج کے لیے چندہ جمع کرنے کی غرض سے لاہور آئے ، یہ خط اُسی کے متعلق ہے -

ہونا صرف مخدومی خان بہادر برکت علی خاں صاحب کی رائے پر منحصر ہے - جب وہ لکھیں گے اُس وقت روانہ ہوگا - مگر یہاں ہمارے دوستوں میں یہ بات طے ہوگئی ہے کہ بعد اختتام ماہ رمضان روانہ ہونا چاہیے کیونکہ قبل اُس کے روانگی ممکن نہیں ہے - جالندھر میں ہمارا آنے کا ارادہ اس وقت تک مصمم ہے - علاوہ اس کے کہ وہاں چندہ وصول ہو ، خاص جالندھر آنے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ جو عنایت اور محبت آپ میرے ساتھ کرتے ہیں اُس کے سبب سے میرا دل چاہتا ہے کہ میں جالندھر میں آ کر آپ سے ملوں - اگر ڈیپوٹیشن کے احباب جالندھر میں آنا پسند نہ کریں گے تو بھی میرا ارادہ ہے کہ اگر خدا کی مرضی ہوئی اور کوئی امر مانع نہ ہوا تو میں جالندھر میں آ کر آپ سے ملوں گا -

چندۂ مدرسہ کی بابت جو آپ نے بہت سی صورتیں لکھی ہیں مختصر جواب اُس کا یہ ہے کہ جن شرطوں سے جو کوئی چندہ دے گا اُسی شرط سے ہم لیں گے اور جہاں تک ممکن ہوگا اُن شرطوں کی تعمیل کریں گے - اس وقت دو امر کی بڑی ضرورت ہے - اول یہ کہ مدرسہ پر متعلقِ تعمیرِ عمارت جو روپیہ قرض ہوگیا ہے وہ ادا کیا جاوے - اور جو کہ بورڈنگ ہوس کی تعمیر کی نہایت ضرورت ہے اور طالب علموں کے رہنے کے لیے جگہ نہیں رہی ہے ، اُن کی تعمیر کی فکر کی جاوے - تعلیم کے لیے جو کمرے ہیں اُن میں بھی تنگی ہوگئی ہے اس لیے (ہم) چاہتے ہیں کہ دو تین کمرے جو ناتمام ہیں وہ تمام ہو جاویں تاکہ طالب علموں کو پڑھنے کی گنجائش ہو - مسجد کی تعمیر کا کام بھی ہم نے شروع کر دیا ہے ، جس کا دل چاہے مسجد کے لیے دے - جو لوگ کہ روپیہ اس لیے دیتے ہیں کہ اُس کی آمدنی سے اسکالرشپیں دی جاویں اُس کی نسبت ہم نے یہ تدبیر نکالی ہے کہ اُس روپے کو بورڈنگ ہوسوں کی تعمیر میں لگاتے ہیں اور اُس کی آمدنی سے اسکالرشپیں بھی دی جاتی ہیں - اس بات کا فیصلہ کرنا کہ جالندھر سے کس طرح پر چندہ وصول کرنا شروع کیا جاوے ، خواہ ڈیپوٹیشن کے آنے پر خواہ اُس سے قبل ، یہ سب آپ کی رائے اور مصلحت پر منحصر ہے - جس طرح آپ مناسب جانیں کریں - بہاولپور جانے میں کئی دقتیں معلوم ہوتی ہیں - اول آپ کو معلوم ہو کہ ڈیپوٹیشن جو چندہ جمع کرنے کے لیے دورہ کرتا ہے یا مجھے خود چندہ جمع کرنے کے لیے کسی جگہ جانا ہو ، مثلاً حیدر آباد وغیرہ ، تو کل اخراجات سفر ہم (ممبران ڈیپوٹیشن) اپنے پاس سے ادا کرتے ہیں اور جو کچھ چندہ وصول ہوتا ہے ، بے کم و کاست مدرسے میں جمع

گرا دیتے ہیں ۔ لاہور سے اگر وہ ڈیپوٹیشن بہاولپور جائے تو جس قدر خرچ ذاتی ڈیپوٹیشن کے لوگوں کا جانے آنے میں پڑ جائے گا اُس قدر بھی بہاولپور سے ملنے کی توقع نہیں ہے ۔ علاوہ اس کے تکلیف بہت زیادہ ہوگی ۔ پس اگر تحریرات کچھ کارگر ہوں اور صرف تحریر کے ذریعے سے کم و بیش کسی قدر مل سکے تو وہاں جانے سے ہزار درجہ بہتر ہے ۔ پس اگر آپ کی اور خان بہادر محمد برکت علی خان صاحب کی اور سردار محمد حیات خاں صاحب کی رائے میں مناسب ہو تو میں بہاولپور کو کچھ تحریر کروں اور صاحبانِ مذکورۂ بالا جس طرح پر مناسب ہو اُس کی تائید کریں اور بہاولپور سے جو مل جائے غنیمت ہے ۔ دوسرا عنایت نامہ پہونچا جس میں خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب کے خط کا بھی ذکر ہے ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ڈیپوٹیشن کا پنجاب میں جانا غیر مقررہ وقت تک ملتوی ہو جاوے گا تو لوگوں کا جوش بہت کم ہو جاوے گا ۔ خان بہادر محمد حیات خاں سے اور مجھ سے ابھی پوری خط وکتابت نہیں ہوئی ۔ اُن کا صرف ایک عنایت نامہ آیا ہے جس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ بعد صلاح احباب اطلاع دی جاوے گی کہ کس وقت ڈیپوٹیشن کا پنجاب میں آنا مناسب ہوگا ۔ یہ بھی اُس میں لکھا تھا کہ اسی زمانۂ قریب میں مدرسہ انجمن حمایت اسلام کے لیے بھی چندہ ہوگا ۔ نیز انجمن نعمانیہ کے لیے بھی چندہ ہوگا ۔ جو کہ اُس زمانے میں حادثۂ انتقال سید حامد مرحوم ہو گیا تھا ، اب تک میں نے اُس کا جواب کچھ نہیں لکھا ۔ آج کل میں اُن کو خط لکھوں گا ۔ اکتوبر تک ڈیپوٹیشن کی روانگی کا ملتوی کرنا میں نے بھی مناسب نہیں سمجھا ۔ لیکن جو رائے کہ خان بہادر محمد برکت علی خان کی ہوگی ، خواہ نخواہ اُس کی اطاعت کرنی پڑے گی ۔ آپ نے جو چند اضلاع پنجاب سے خط و کتابت کی ہے اُس کے لیے میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں ۔ اس بات کا فیصلہ کہ ڈیپوٹیشن کو پنجاب کے کن کن اضلاع میں جانا مناسب ہے اور کن کن اضلاع میں ضرور نہیں ، لاہور میں پہنچ کر ہوگا ۔ میرا ارادہ ہے کہ ڈیپوٹیشن اول علی گڑھ سے سیدھا لاہور جائے گا ، وہاں سب احباب سے ملاقات ہوگی اور اُمید ہے کہ اضلاع پنجاب کے بھی جو معزز لوگ ہیں اُن سے بھی وہاں ملاقات ہوگی اور جو سب کی صلاح ہوگی اُس طرح پر کیا جاوے گا ۔ امرتسر کے دوستوں نے مجھ کو لکھا ہے کہ ڈیپوٹیشن کا امرتسر میں آنا کچھ ضرور نہ ہوگا بلکہ احباب امرتسر ہزار روپیہ بطور چندہ اور کسی قدر روپیہ بغرض دعوت و مدارات جمع کر کے بذریعہ ایک ڈیپوٹیشن کے لاہور میں لاویں گے اور عنایت کر دیں گے ۔ اگر پنجاب کے اضلاع کے اور

بزرگ بھی اس طریقے سے پیروی کریں تو نہایت بہتر ہوگا کیونکہ اضلاع میں آنے جانے کا جو ہمارا ذاتی خرچ ہوگا وہ بھی بچ جاوے گا اور نیز تکلیف بھی بچ جاوے گی، کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ بہ لحاظ عمر کے مجھ کو سفر کرنے میں نہایت تکلیف ہوتی ہے۔ صرف قومی مجبوری کے سبب میں نے اس سفر کو قبول کیا ہے، ورنہ اس قدر لمبے لمبے سفر کرنے کی میری حالت نہیں ہے۔ مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ جالندھر سے لاہور کتنی دور ہے اور آپ کو وہاں تک جانے میں کچھ تکلیف ہوگی یا نہیں، ورنہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ایک دن کے لیے لاہور جائیں اور خان بہادر جناب محمد برکت علی خاں صاحب سے ملیں اور اگر اُن کی صلاح ہو تو مندرجہ ذیل طرح پر انتظام کیا جاوے:

اول: اس بات کا تصفیہ کر دیا جاوے کہ رمضان کے بعد ڈیپوٹیشن لاہور میں آوے گا اور جس طرح پر مناسب ہو، کل اضلاع پنجاب میں اس امر کو مشتہر کر دیا جاوے۔

دوم: یہ کہ ہر ضلع میں احباب، جو معزز اور نامور ہوں، اُن سے درخواست کی جائے کہ وہاں ایک انجمن واسطے فراہمی چندہ مقرر کریں اور وہ لوگ کوشش کر کے اُس ضلع سے چندہ وصول کریں۔ جب ڈیپوٹیشن لاہور میں پہونچے تو ہر ایک ضلع سے چند بزرگ بطور ڈیپوٹیشن کے آئیں اور جو چندہ اُنہوں نے وصول کیا ہو اُس کو عنایت کردیں۔

سوم: یہ کہ اگر کسی ضلع کے بزرگوں کی یہ خواہش ہو کہ اُس ضلع میں ڈیپوٹیشن چلے تو ہم بسر و چشم وہاں چلنے کو حاضر ہیں۔

مجھ کو آپ کی عنایت سے پوری توقع ہے کہ ضلع جالندھر میں جہاں تک آپ سے ممکن ہوگا، پوری کوشش کریں گے۔ دو روپیہ چندہ جن بزرگوں نے کہ خاص علی گڑھ میں دیا تھا، بجملاً وہ رقم روزنامچہ میں جمع ہے مگر اس کی فہرست کھوئی گئی اس لیے سب لوگوں کے نام خطوط جاری کر دیے گئے تاکہ جس جس نے دے دیا ہوگا وہ لکھے گا کہ دے دیے ہیں اور اُس سے فہرست مرتب ہو جاوے گی۔ جس مضمون کا خط میں نے آج آپ کو لکھا ہے اُسی مضمون کا خط میں کل یا پرسوں خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب کی خدمت میں بھی لکھوں گا۔ والسلام

سید احمد

علی گڑھ، ۱۳ فروری ۱۸۹۴ع

(۱۱)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی[1] مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۶ فروری میرے پاس پہونچا ۔ اگرچہ میرا پورا قصد اور ارادہ تھا کہ میں بعد عید روانہ پنجاب ہوں مگر ان دلوں میں میری طبیعت درست نہیں تھی اور بہ لحاظ میری نادرستی٘ طبیعت کے مولوی سید مہدی علی اور سید محمود نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ چند روز سفر کو ملتوی کیا جاوے ۔ اول کا اصرار حد سے زیادہ گزر گیا اور اس قسم کی اُنھوں نے دل شکن باتیں کہیں کہ میں مجبور ہوگیا اور اس لیے جو ارادہ بعد رمضان کے تھا ، وہ ملتوی کر دیا ۔ اُن دنوں میں میری طبیعت کسی قدر علیل ہوگئی تھی ۔ قلب کی حرکت نہایت سُست ہوگئی تھی اور اس سبب سے خون کی گردش میں نہایت سُستی آ گئی تھی اور دفعتاً پاؤں اور پنڈلیوں میں ورم ہوگیا تھا ۔ مگر اس کا سبب بجز حرکت قلب کے سُست ہو جانے کے اور کچھ نہیں تھا ۔

لیکن اب میں بالکل اچھا ہوں ۔ آپ کچھ تردد نہ کیجیے گا ۔ پاؤں کا ورم بالکل جاتا رہا ہے ۔ خفیف سا کچھ شبہ ورم کا پنڈلیوں پر باقی ہے ۔ کھانا بھی اپنے معمول کے طور پر کھانے لگا ہوں اور رات کو نیند بھی اچھی طرح سے آنے لگی ہے ۔ غرض کہ میں سب طرح سے اچھا ہوں ۔

سید محمود اور مولوی مہدی علی نے کہا کہ تمھاری جان ہم کو چندہ سے بہت زیادہ عزیز ہے اس لیے ایسے وقت (میں) کسی طرح پنجاب کا سفر کرنے نہیں دیں گے ۔

علاوہ اس کے اُنھوں نے یہ حجت (بھی) پیش کی (کہ) پنجاب جانے سے پہلے سید محمود کا لکچر ، مع ڈانی گرام کے ، اور میرا رزولیوشن متضمن فیصلہ قسمت مسلمانان چھپ کر تمام پنجاب میں شائع ہو جانا چاہیے تا کہ جو حال ابتری مسلمانوں کا اُن چند لوگوں کو معلوم ہوا تھا جو اجلاس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اس کا حال عموماً پنجاب کے لوگوں کو معلوم ہو جائے ۔ اور

---

[1] یہ خط بھی سرسید کے چوتھے سفر لاہور کے متعلق ہے ۔

اس واسطے اس کی زیادہ کاپیاں چھپوائی گئی ہیں تا کہ علاوہ ممبران کانفرنس کے اور لوگوں میں بھی تقسیم ہو سکیں ۔ میں اُن دونوں رسالوں کی معہ ڈائی گرام کے چھپوانے میں نہایت کوشش کر رہا ہوں اور اُمید ہے کہ جلد تر چھپ جاویں گے ۔

مولوی مہدی علی صاحب ۱۵ مارچ کو بمبئی جاویں گے اور مہینے یا دو مہینے میں واپس آویں گے اور اُن کے انتظار میں توقف کرنا ہوگا ۔ آپ نے سنا ہوگا کہ اپنی نادانی سے انجمن حمایت اسلام نے میرے پنجاب کے آنے میں اور کالج کے لیے چندہ جمع کرنے میں مخالفت کی ہے اور بعض لوگوں نے اخبار میں کچھ مضمون بھی شائع کیے ہیں ۔

میں نے گذشتہ سہ شنبہ کے اخبار میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ پنجابیوں کو مدرسۃ العلوم سے کس قدر فائدہ پہونچتا ہے ، اور دو تین کاپیاں اُس کی آپ کے پاس بھیجی ہیں ۔ آپ اُن کو اپنے دوستوں کو دکھائیے اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو صرف اُسی قدر مضمون کو جو پنجابی طالب علموں کی نسبت ہے ، ایک کاغذ پر چھپوا کر جہاں تک ممکن ہو لوگوں میں تقسیم کر دیجیے ۔ آپ جو مہربانی میرے حال پر کرتے ہیں اور جو محبت مجھ سے رکھتے ہیں اُس کا میں ہمیشہ شکرگزار ہوں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
یکم مارچ ۱۸۹۴ع

(۱۲)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی[1] و مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

میں آپ کو نہایت دلی خوشی سے مبارک باد دیتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو فرزند عطا فرمایا ۔ خدا کرے کہ وہ زندہ اور سلامت رہے ۔ بڑا ہو

۱۔ سرسید کا یہ خط بھی دونوں خطوط کی طرح اُن کے سفر پنجاب کے متعلق ہے ۔

اور قومی کالج میں تعلیم پاوے اور سعادت مند اور با اقبال ہو ۔

آپ کے بھائی صاحب نے جو خط لکھا ہے وہ کل سہ شنبہ کے اخبار میں چھاپا جاوے گا ۔ ڈیپوٹیشن کے بارے میں یہ رائے قرار پائی ہے کہ اول ڈیپوٹیشن سیدھا لاہور میں جاوے اور اضلاع پنجاب کے سب دوستوں کو جو قوم کی بھلائی چاہتے ہیں ، لاہور میں آنا ضرور ہے ۔ لاہور ہی کے مقام میں لکچر دیے جائیں گے اور تمام حالات تعلیم مسلمانوں کے بیان ہوں گے اور اُن کی ترقی کی جو کچھ تدبیریں ہیں وہ بھی بیان کی جاویں گی ۔ اُس کے بعد اضلاع پنجاب کے دوست جس جس ضلع میں ڈیپوٹیشن کو لے جانا چاہیں گے اُن ضلعوں میں جاوے گا ۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ایک مقام میں تفصیلی حالات بیان کرنے کو پورے طور پر لکچر دینے غیر ممکن ہوں گے ۔ یہ بات ہو سکے گی کہ ہر ایک ضلع میں بھی مناسب حال اسپیچیں کی جاویں ۔ لیکن ہر ضلع میں پوری طرح تمام چیزوں کا بیان کرنا غیر ممکن ہوگا ۔ اس مضمون پر میں نے ایک آرٹیکل بھی لکھا ہے اور کل کے اخبار میں وہ چھاپا جاوے گا ۔ لیکن میں نے آپ سے جالندھر میں آنے کا وعدہ کر لیا ہے ، اُس کو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پورا کروں گا اور ہر وقتِ مراجعت جالندھر میں ٹھہروں گا ۔ اُمید ہے کہ آپ بھی اس تجویز کو پسند کریں گے ۔

افسوس ہے کہ بسبب ضرورت شدید کے نواب محسن الملک بمبئی چلے گئے اور ہماری روانگی تک اُن کا آنا ظاہرا نہیں معلوم ہوتا ۔ مگر مولوی نذیر احمد صاحب ہمارے ساتھ ہوں گے اور وہ لاہور میں ایک عمدہ لکچر دیں گے ۔

والسلام

خاکسار
سید احمد
۱۹ مارچ ۱۸۹۳ء

(۱۳)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی[1] و مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ پہلے تو آپ یہ فرمائیے کہ آپ نے اپنے ہاں

۱۔ یہ خط بھی سابقہ خطوں کے سلسلے میں ہے ۔

فرزند ارجمند پیدا ہونے کی خود کیوں نہیں اطلاع دی ۔ بہرحال آپ کے بھائی صاحب نے اطلاع دی اور کل آپ کو مبارک باد کا خط بھی بھیج چکا ہوں ۔ اب یہ امر قطعی فیصل ہوگیا (ہے) کہ میں سیدھا علی گڑھ سے لاہور جاؤں گا اور ۱۵۔ اپریل روز یک شنبہ کو سات بجے صبح کے انشاء اللہ تعالیٰ لاہور پہونچوں گا ۔ لیکن جالندھر آنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں اور خدا نے چاہا تو بر وقت مراجعت میں جالندھر میں ٹھیروں گا ۔ جالندھر میں آنے کا مقصود صرف آپ سے ملنا اور آپ کے پاس ٹھہرنا ہے ۔ کچھ وہاں کے چندے کے اُوپر موقوف نہیں ہے بلکہ صرف آپ کی محبت کے سبب سے جالندھر آنا مقصود ہے ۔ آج کے اخبار میں ؐمیں نے اپنا پروگرام چھاپ دیا ہے ۔ اُس سے معلوم ہوگا کہ کس کس وقت کس کس اسٹیشن پر ریل پہونچے گی ۔ اگر کسی اسٹیشن سے آپ ہمارے ہمراہ ہو کر لاہور چلیے گا تو ہم کو بہت بڑی خوشی ہوگی اور آپ بھی ہمارے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر شمار ہو جائیں گے اور آپ کے ڈیپوٹیشن میں شریک ہونے سے (ہم سب کو) نہایت خوشی ہوگی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۰ مارچ ۱۸۹۴ع

(۱۴)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی[1] مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ آپ دہلی تشریف لانے کا ہرگز قصد نہ فرماویں کیونکہ رات ساری سفر میں ہوگی ۔ نہ بات کرنے کا فائدہ ہوگا نہ ملنے کا ۔ سب کو سو رہنے کا خیال ہوگا ۔ جالندھر سے آپ ساتھ ہو لیں تا کہ آپ ہمارے ڈیپوٹیشن میں گنے جاویں ۔ جالندھر میں چار بجے رات کے پہونچیں گے اور وہ وقت چاہ پینے کا نہیں ہونے کا ۔ پس جالندھر اسٹیشن پر چاہ کا انتظام کرنا ضروری نہیں ہے ۔ آپ جالندھر سے ساتھ ہو لیں یہی کافی ہے ۔ والسلام ۔

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۴ع

۱۔ یہ سرسید کے چوتھے سفر لاہور کے متعلق آخری خط ہے ۔

(۱۵)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

میں بخیر و عافیت علی‌گڑھ پہونچ گیا ۔ جالندھر ہی میں پاؤں پر ورم زیادہ ہوگیا تھا اور تکان کے سبب کسی قدر بخار کی سی حرارت تھی مگر آج فضل الٰہی سے بالکل اچھا ہوں ۔ پاؤں پر ورم بہت ہی کم ہے ۔ اس نیازنامے کے جواب میں اس امر سے اطلاع دیجیے کہ جالندھر سے کل چندہ جو وصول ہونا تھا وصول ہوگیا یا کچھ باقی ہے ۔ اگر کچھ باقی ہو تو جلد وصول کرکے اوسال فرمائیے اور اگر باقی نہ ہو تو اطلاع کیجیے تا کہ میں جالندھر کے چندے کو مشتہر کردوں ۔ سو روپے جو آپ کے بھائی صاحب نے دینے (کو) کہے تھے وہ شاید اُس میں شامل نہیں ہیں ۔ کیونکہ وہ سیالکوٹ کے چندے کی شاملات میں آویں گے ۔ یہ میرا خیال صحیح ہے یا نہیں ؟ بخدمت جناب خان بہادر میاں نظام الدین صاحب کو سلام کہہ دیجیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۴ اپریل ۱۸۹۳ع

(۱۶)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کو جو اس قدر میری صحت کا خیال ہے اور جس قدر محبت و عنایت آپ مجھ گنہگار سے فرماتے ہیں اُس کا شکر میں ادا نہیں کر سکتا ۔ میری طبیعت فضلِ الٰہی سے اب بالکل اچھی ہے ۔ آپ خاطر جمع فرمائیں ۔ خدا تم کو بھی صحیح اور تندرست ، خوش و خرم رکھے ۔ جالندھر کے جو حالات اخبار میں چھپے ہیں آپ نے پڑھے ہوں گے ۔[۱] دوبارہ آپ کا شکر ادا کرتا ہوں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۵ مئی ۱۸۹۳ع

۱۔ یعنی وہاں سے سرسید کو خوب چندہ ملا ۔

(۱۷)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ مولوی وحید الدین)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۳۱ مئی میرے پاس پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ میرے نزدیک ضلع جالندھر میں کالج کے نام سے چندہ جاری رکھنا کچھ ضروری نہیں ہے ، بلکہ جو سسٹم کہ آپ نے والنٹیرز کی جاری کی ہے اُسی کو قائم اور جاری رکھیں ۔

پیشۂ وکالت کی نسبت جو آپ نے شبہات لکھے ہیں ، حال یہ ہے کہ وکالت کا پیشہ ہو یا اور کوئی ، اس میں ایمان داری سے بھی کام ہو سکتا ہے اور بے ایمانی سے بھی ہو سکتا ہے ۔ جو لوگ کہ بے ایمانی سے کرتے ہیں بے شک اُن کو چند روزہ ترقی اور عروج ہوتا ہے لیکن آخر کو ترقی اور عروج اُنھی لوگوں کا قائم رہتا ہے جو دیانتداری اور ایمانداری سے کام کرتے ہیں ۔ وکیل جو ایمانداری سے کام کرتے ہیں ، بے شک کمپوٹیشن میں بے ایمان لوگوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں مگر آخر کو اُنھی کا بول بالا ہوتا ہے اور وہی مشہور ہوتے ہیں جو نیک نامی اور دیانتداری سے کام کرتے ہیں ۔ البتہ صبر درکار ہے تاکہ وہ زمانہ آوے جس میں اپنی نیک نامی اور دیانتداری کا پھل پاویں ۔ یہ خیال کرنا کہ وکالت میں خلاف کانشنس کے کام کرنا پڑا ہے ، میری رائے میں صحیح نہیں ہے ۔ وکیل کے پاس جو مقدمات آتے ہیں درحقیقت اُس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اصلیت اُن مقدموں کی کیا ہے ؟ صرف وہ اُنھی باتوں کو جانتا ہے جو موکل نے اس سے بیان کیں اور اس پر یقین نہیں ہو سکتا کہ درحقیقت سچ کیا ہے ۔ لیکن وکیل کو جو عدالت میں کام کرنا ہے ، اس سے بحث نہیں ہوتی کہ سچ کیا ہے ؟ بلکہ اس بات کا تجویز کرنا کہ سچ کیا ہے ، حاکم کا ذمہ ہے ، نہ وکیل کا ۔ میں چند مثالیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں ۔ مثلاً ایک تمسک کی نالش ہوئی اور وہ دعویٰ خارج از حدِ سماعت ہے ۔ مدعا علیہ کے وکیل کو اس بات سے بحث نہیں ہے کہ دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا ۔ بلکہ وہ صرف یہ بحث کرتا ہے کہ حدِ سماعت سے خارج ہے اور حاکم کو اس کی تجویز کا اختیار نہیں ۔ یا مثلاً ایک دعویٔ تمسک یا دعویٔ قتل پیش ہے اور مدعا علیہ اُس سے منکر ہے ۔ مدعی کے وکیل کا تو یہ کام ہے کہ دلائل ثبوت

دعویٰ کو حاکم کے سامنے پیش کرے ، اور مدعا علیہ کے وکیل کا یہ کام ہے کہ حاکم کو بتائے کہ جو ثبوت مدعی کے وکیل نے پیش کیا ہے اس سے اُس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ۔ اس بات سے کہ تمسک درحقیقت واقعی ہے یا مدعا علیہ واقعی قائل ہے ، وکیل کو کچھ بحث نہیں ہوتی ۔ علی ھذا القیاس وکالت میں کوئی امر ایسا نہیں معلوم ہوتا جس سے وکیل برخلاف اپنے کانشنس کے کام کرنے پر مجبور ہو ۔ جو وکیل کہ اس طرح پر کام نہیں کرتے اور گواہوں کو بتانے میں اور اُن کو تعلیم کرنے میں اور جھوٹے مقدمیں کے برپا کرنے میں مدعی یا مدعا علیہ کے ساتھ شریک ہوتے ہیں ، وہ بیشک بے ایمان ہیں اور خلاف کانشنس کام کرتے ہیں ۔ لیکن ایسا کرنے میں وکیل ہی بے ایمان نہیں ہو جاتے بلکہ وہ لوگ بھی جو وکیل نہیں ہیں ایسے ہی بے ایمان اور خلاف کانشنس کام کرنے والے ہیں ۔ پس آپ کا یہ لکھنا کہ بعض دفعہ وکیل کو خلاف کانشنس کام کرنا پڑتا ہے صحیح نہیں ہے ۔ ایمانداری اور سچائی سے کام کرنا چاہیے اور اس بات کو کہ اور لوگ بے ایمانی سے بہت کچھ حاصل کرتے ہیں ، اس پر ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیے ۔ اگر مسلمان پیشۂ وکالت سے علیحدہ ہو جائیں تو ہر طرح ہر قوم کو بہت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے ۔ اس زمانے میں جو ایسے پیشے ہیں جن میں کچھ عزت یا اُن پیشوں کے ذریعے سے انسانوں کی بہتری منظور ہے ، مسلمانوں کو ضرور ہے کہ اُن پیشوں میں مشغول رہیں ۔ لیکن ہر پیشے کا کام ، خواہ وہ وکالت ہو یا اور کوئی پیشہ ، نہایت سچائی اور ایمانداری سے کرنا چاہیے ۔ خدا آپ کو توفیق دے کہ آپ سچائی اور ایمانداری پر اپنی زندگی بسر کریں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۳ جون ۱۸۹۴ء

(۱۸)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ در باب اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے پہونچا ۔ میں نے کوشش کی تھی کہ کسی نئے ضلع میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا

اجلاس ہو ۔ مثلاً میرٹھ ، جونپور ، سہارنپور یا کسی اور جگہ ۔ مگر سب جگہ سے مجھ کو کامل مایوسی ہوئی ۔ پٹنہ کا تو آپ خیال نہ کریں ۔ وہاں اجلاس ہونا میرے نزدیک غیر ممکن ہے ۔ معہذا شمس العلماء مولوی عبدالرؤف اور نواب سرفراز حسین خان رئیسان پٹنہ بھی مینیجنگ کمیٹی کے ، جو اجلاس کا مقام تجویز کرتے ہیں ، ممبر ہیں ۔ اُن کے پاس بھی خطوط گئے ہوئے ہیں در باب تجویز مقام اجلاس ۔ اب تک اُن کے پاس سے کوئی جواب نہیں آیا ۔ اگر پٹنہ میں کچھ جان ہوگی تو وہ کچھ تحریر کریں گے ۔ جب کہ کسی جگہ مقام اجلاس قرار نہ پاوے تو لاچار علیگڑھ مقام اجلاس قرار پانا ضروری ہے ۔ جو لوگ کہ یہ رائے دیتے ہیں کہ علیگڑھ مستقل مقام اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس[۱] قرار دے دیا جاوے اُن کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اور جگہ کبھی اجلاس نہ ہو بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مستقل مقام اجلاس یہی قرار دے دیا جاوے ۔ لیکن اگر کسی ضلع سے خواہش معلوم ہو تو اُس ضلع میں کیا جاوے ۔ بہرحال ابھی کل ممبروں کے پاس سے جواب نہیں آیا ۔ اخیر کو جو نتیجہ ہوگا میں آپ کو اُس سے اطلاع دوں گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۲ اگست ۱۸۹۳ع

(۱۹)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اور رائے نسبت انتظام بورڈنگ ہوس پہونچی ۔ آپ نے جو رائے نسبت انتظام بورڈنگ ہوس کے لکھی ہے اُس سے مجھ کو حد سے زیادہ خوشی ہوئی ہے ۔ میں ایسے ہی دلی دوستوں کی رائے کا جیسے کہ آپ (ہیں) ، خواہش مند ہوں ۔ جس قدر رائیں اس باب میں آتی ہیں وہ سب جمع کی جاتی ہیں ،

۱- مسلمانوں کی بھلائی اور بہبودی کے لیے سرسید نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے جو انجمن علیگڑھ میں قائم کی تھی اُس کے اجلاس ہر سال دسمبر میں کسی بڑے شہر میں ہوتے تھے ۔ اُسی کی طرف اس خط میں اشارہ ہے ۔

صرف رائے ہی پر کارروائی نہیں ہوئے گی ، بلکہ دوستوں سے زبانی ہر قسم کی گفتگو کی جاوے گی اور بعد اس کے جو امر قرار پاوے گا اُس کے مطابق کارروائی کی جاوے گی ۔ اگرچہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کے لیے کسی اور شہر کے لوگ مستعد نہیں ہوئے اور اس لیے بمجبوری علیگڑھ میں اجلاس ہونا قرار پایا لیکن علیگڑھ میں اجلاس ہونے سے مجھ کو بڑی خوشی یہ ہے کہ پنجاب کے دوست ضرور آویں گے اور اُن سے زبانی بات چیت نسبت انتظام بورڈنگ ہوس کے کی جاوے گی ۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ پنجاب ہی کے زیادہ طالب علم بورڈر ہیں ۔ دو سخت مشکلیں بورڈنگ ہوس کے متعلق ہیں ۔ اول یہ کہ مربیان طالب علمان اخراجات کے روپے بھیجنے میں نہایت دق کرتے ہیں اور بعضوں پر باقی رہ جاتا ہے ۔ پس کوئی تدبیر ایسی سوچنی چاہیے جس سے طالب علموں کے مربی ہر مہینے کے اخراجات پیشگی بھیج دیا کریں ۔ پس تجویز یہ ہے کہ اگر نہ بھیجیں تو کیا کیا جاوے ۔ صاحب ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن سابق کی یہ رائے ہے کہ جس طالب علم کا روپیہ پیشگی ایک ماہ کا نہ آوے اُس کو فی الفور بورڈنگ ہوس اور اسکول سے خارج کر دیا جاوے ۔ میں نے اُن کی اس رائے کو نہیں مانا ۔ کیونکہ اس میں قوم کا نہایت شدید نقصان تھا اور اس کی کارروائی نہایت بے رحمی کی تھی مگر باوجودیکہ ماہواری حساب اُن کے پاس بھیجا جاتا ہے ، اخراجات طلب کرنے کے لیے میں لکھتا ہوں ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب لکھتے ہیں ۔ پرنسپل صاحب لکھتے ہیں ۔ اس پر بھی جب روپیہ نہ آوے تو کچھ علاج کرنا ضروری ہے ، ورنہ بورڈنگ ہوس کا کام کیونکر چلے ؟ دوسرا امر جو مشکل ہے یہ ہے کہ لوگ بے جا و جا امداد کے خواستگار ہوتے ہیں ۔ پہلے نہایت سختی سے اس بات کا التزام تھا کہ جب تک وہ اپنے ضلع کے لوگوں کا سرٹیفیکیٹ نہ پیش کریں (اُس وقت تک) کسی کو امداد نہ دی جاوے ۔ اُس وقت ہر ایک طالب علم ایک سرٹیفیکیٹ مفلسی کا لکھوا لاتا تھا ۔ ایسی بھی مثالیں ہیں کہ باوجود سرٹیفیکیٹ ہونے کے مدد دینے سے انکار کیا اور بعد انکار کے وہ طالب علم داخل ہوا اور کل خرچ دینا قبول کیا ۔ سرٹیفیکیٹ لکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہماری سفارش سے کسی کو کچھ مل جاوے تو ثواب کا کام ہے ۔ جو قید کہ سرٹیفیکیٹ کی پہلی تھی وہ اب نہیں رہی ہے ۔ مگر بہ این ہمہ پرنسپل صاحب کسی قدر جہاں تک مناسب سمجھتے ہیں کچھ تحقیقات کرتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری قوم میں

آنسٹی[1] جو ایک چیز ہے وہ بہت ہی کم ہے - خیر جو کچھ ہے اس خط میں اُس کو طول دینا بے فائدہ ہے - آپ کانفرنس میں تشریف لاویں گے اور اَور بزرگانِ پنجاب بھی تشریف لاویں گے ، اُس وقت ایک خاص کمیٹی اس باب میں کی جاوے گی اور کوئی امر قرار دیا جاوے گا - مولوی سید مہدی علی صاحب اب تک بمبئی سے واپس تشریف نہیں لائے - اُنھوں نے مجھ کو لکھا ہے کہ شروع اکتوبر میں آویں گے - اُن کے آنے کے بعد جو کچھ قرار پاوے اس وقت اُس کی نسبت میں کچھ نہیں لکھ سکتا -

میں دوبارہ آپ کو لکھتا ہوں کہ آپ نے جو رائے لکھی ہے اُس سے مجھ کو بہت ہی خوشی ہوئی - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء

(۲۰)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی لیاز محمد صاحب !

آپ کے بھائی صاحب کی اور دیگر اعزہ کی طبیعت کا حال معلوم نہیں کہ اب کیسا ہے ؟ اُمید ہے کہ آپ سب کو صحت ہوگی - کانفرنس کا زمانہ بہت قریب آ گیا ہے - اُمید ہے کہ آپ ضرور تشریف لاویں گے - اپنے پہونچنے کی تاریخ سے مطلع فرماویں - ۲۶ تاریخ کو مخدومی محمد شاہ دین[2] صاحب تشریف لاویں گے -

---

۱- آنسٹی (Honesty) کے معنی دیانتداری کے ہیں - سرسید بکثرت الفاظ اپنی تحریروں اور تقریروں میں انگریزی کے لاتے تھے - یہ اُن کی عام عادت تھی - شاید اُن کا یہ خیال ہو کہ جو آئندہ اردو ہوگی وہ ایسی ہی ہوگی اور اسی لیے وہ انگریزی الفاظ اپنی گفتگو اور تحریر میں بہت زیادہ استعمال کرتے تھے -

۲- آنریبل جسٹس شاہ دین مراد ہیں -

آپ بھی اسی تاریخ اگر تشریف لے آویں تو بہتر ہے - آپ سے بہت دنوں سے ملاقات بھی نہیں ہوئی - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۱ دسمبر ۱۸۹۳ء

(۲۱)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی و مکرمی منشی لیاز محمد خاں صاحب !

میں نے رسالہٴ غلامی کو عربی زبان میں چھاپا ہے - جو رسالہ کہ اُردو میں چھپا تھا ، اُس رسالے کو اُس سے زیادہ کر دیا ہے - یعنی راویان اور احادیث اور بعض دیگر مضامین اس عربی رسالے میں زیادہ کر دیئے - کل سو رسالے چھاپے گئے ہیں اور سوا سو روپے کے قریب لاگت ہوئی - جو کہ اس کے فروخت ہونے کی کچھ توقع نہیں ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ خاص دوستوں کو چند رسالے بقیمت تقسیم کر دے جائیں تاکہ اس کی لاگت یا قریب لاگت کے وصول ہو جاوے - پس پانچ رسالے پانچ روپے کے میں نے آپ کے نام لکھے ہیں - اُمید ہے کہ آپ پانچ روپے بھیج دیں گے - رسالہ چھپ کر تیار ہوگیا ، بعد جزو بندی خدمت میں روانہ کیا جاوے گا - فقط والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۶ اپریل ۱۸۹۵ء

۱- اس تحریر سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ سرسید نے کتابیں لکھ کر ذاتی طور پر اُن کی تجارت شروع کی تھی اور اپنے دوستوں کو مجبور کرتے تھے کہ یہ کتابیں ضرور خریدو - واقعہ یہ تھا کہ کتابوں کی فروخت کی تمام آمدنی سرسید اپنے کالج میں دے دیتے تھے اور ایک پیسے کا بھی فائدہ اُس سے کبھی خود حاصل نہیں کیا -

(۲۲)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی و مکرمی لیاز محمد خان صاحب !

بہت دلوں سے آپ کا کوئی عنایت نامہ نہیں آیا - کوئی بات ہو یا نہ ہو ، خط لکھنا ضرور ہے تاکہ خیر و عافیت معلوم ہوتی رہے - سید محمود نے جو "ہسٹری آف انگلش ایجوکیشن ان انڈیا" انگریزی میں لکھی ہے وہ چھپ کر طیار ہوگئی ہے - قیمت آٹھ روپیہ ہے - کوشش کرنی چاہیے کہ وہ فروخت ہو - نہایت مفید چیز ہے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲ جون ۱۸۹۵ع

(۲۳)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

محبی مکرمی منشی لیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا - آپ کی خیر و عافیت معہ تمام متعلقین کے دریافت ہونے سے نہایت طمانیت ہوئی - اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کے بھائی صاحب کو خطاب خان بہادر کا اور اختیارات مہتمم بندوبست کے عطا ہوئے ہیں ، نہایت خوشی ہوئی - میں نے اُن کو خط مبارک باد کا لکھا ہے اور آپ کو بھی مبارکباد دیتا ہوں - فخر الدین احمد نے جو انٹرنس پاس کر لیا اُس سے خوشی ہوئی اور اُس سے بھی زیادہ خوشی یہ ہے کہ آپ مع فخر الدین احمد[1]

۱- یہی صاحب ہیں جو بعد میں لواب فخر یار جنگ وزیر مالیات ریاست حیدرآباد دکن ہوئے - سقوط حیدرآباد کے بعد لواب صاحب پاکستان آ گئے تھے اور یہیں لاہور میں ۲۰ جولائی ۱۹۵۶ع کو اُن کا انتقال ہوا - اُن کے فرزند لواب مشتاق احمد خان آجکل ماڈل ٹاؤن لاہور میں مقیم ہیں اور دوسرے لڑکے ڈاکٹر توفیق گنگا رام کے افسر اعلیٰ ہیں - باقی کے تین لڑکے اشفاق ، عشاق اور رفیق ہیں -

کے شروع جولائی میں علی گڑھ آویں گے - اخراجات فیس ہائے بورڈنگ ہوس میں علاوہ فیس طعام کے کچھ ترمیم ہوگئی ہے - اس لیے نقشہ ان شروح کا آپ کے پاس بھیجتا ہوں - جو کہ گورنمنٹ سے فیس تعلیم میں اضافہ ہوگیا ہے ، اُس کی تعمیل تو بمجبوری کرنی ہے - لیکن ہم نے کرایہ مکانات اور میڈیکل فیس وغیرہ میں کسی قدر تخفیف کر دی ہے تا کہ طالب علموں کو اضافہ فیس تعلیم سے دقت نہ ہو - فقط والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۸ جون ۱۸۹۵ع

(۲۴)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی لیاز محمد خان صاحب !

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۹۵ع پہونچا - ممنون عنایت ہوا - بلاشبہ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب سے جو شکر رنجی تھی اُس کے دور ہو جانے سے خوشی ہے مگر شام بہاری لال نے جو بذریعہ جعلی چکوں کے بنک سے مدرسے کے روپے کا غبن کیا اُس کا نہایت رنج ہے اور سخت رنج میرے دل کو پہونچا ہے - تمام حسابات جانچے جاتے ہیں - پس بارہ برس سے وہ جعلی چکیں وقتاً فوقتاً جاری کرکے روپیہ نکالتا رہا - اگرچہ حساب اب تک پورا جانچا نہیں گیا ہے مگر تخمیناً قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ دس بارہ برس کے عرصے میں پچاس ساٹھ[1] ہزار روپیہ کا تغلب ہوا ہے - خدا کی جو مرضی ہے وہ ہوگا - اگرچہ تغلب کثیر ہے مگر یہ تغلب اُس روپے میں ہوا ہے جو بنک میں جمع تھا - کالج کے کاروبار میں کچھ ہرج نہیں ہوگا - اُمید ہے کہ روپیہ وصول

۱- یہ ابتدائی اندازہ تھا ، بعد میں حسابات کی پڑتال سے پتہ چلا کہ غبن ایک لاکھ روپے سے بھی زیادہ کا تھا -

ہو جاوے گا ۔ صرف عدالتوں کے جھگڑے برداشت کرنے پڑیں گے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۸ ستمبر ۱۸۹۵ء

(۲۵)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی ایاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ تفسیر جلد ششم جلد بندی کو دی گئی ہے ۔ جس وقت جلدیں تیار ہو کر آئیں گی ایک جلد سنہری اور ایک جلد سادہ آپ کی خدمت میں روانہ ہوگی ۔ آپ نے جو نقصان زر امانت کالج میں ہمدردی فرمائی ہے اُس کا دل سے شکر گزار ہوں ۔ آپ نے مجھ کو ایسی ہی توقع ہے ۔ زر نقصان کے وصول کی نہایت فکر ہے ۔ مگر شام بہاری لال کی جائیداد پچیس ہزار سے زیادہ کی نہیں ہے ۔ بقیہ روپے کی کیا تدبیر ہوگی ؟ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۶ ستمبر ۱۸۹۵ء

۱- افسوس ہے کہ کچھ بھی وصول نہ ہوا اور ساری رقم مفت میں برباد ہوئی ۔ اگر سرسید شام بہاری لال پر ضرورت سے زیادہ اعتماد نہ کرتے اور باقاعدہ حساب کی پڑتال کرواتے رہتے تو کالج کا اتنا عظیم نقصان نہ ہوتا ۔ سرسید کی جان بھی اسی عظیم صدمے نے لی ۔

(۲۶)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی لیاز محمد خاں صاحب !

شام بہاری لال پر مقدمات جعل و تغلب فوجداری عدالت میں دائر ہوگئے ہیں ۔ دریافت ہوا ہے کہ بارہ پندرہ برس کا عرصہ ہوا جب شام بہاری لال ضلع گورداس پور میں داروغہ جیل خانہ تھا اور تغلب غبن و تصرف از سرکاری اُس کو برس یا دو برس کی قید ہوئی تھی ۔ اگر آپ کسی دوست کے ذریعے سے اُس حکم کی باضابطہ نقل منگوا دیں تو میں آپ کا ممنون ہوں گا ۔ یا یہ بتائیے کہ ضلع گورداس پور میں کون شخص ایسا ہے جس کو اس کام کے لیے بھی لکھا جاوے ؟ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۱- اکتوبر ۱۸۹۵ع

(۲۷)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی لیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ آپ نے جو نقول کاغذات جرائم شام بہاری لال کے لیے کوشش فرمائی اس کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں ۔ دونوں صدمے جو مسلمانوں کی قوم پر اُن کی بدبختی سے پہونچے ہیں حس قدر اُس کا رنج کیا جاوے بجا ہے ۔ مگر خدا کی رحمت سے نا امید ہونا نہیں چاہیئے ۔ شام بہاری لال مجرم کی تمام جائداد بیس پچیس ہزار روپے سے زیادہ کی مالیت کی نہیں ہے ۔ ایسے اہم مقدمات فوجداری کے دائر کرنے میں مصروف ہیں ۔ دیوانی کے مقدمے میں غور کی جاوے گی کہ کون کون شخص مواخذہ دار قرار پاتا ہے ۔ مہاجن جس نے جعلی چکوں کا روپیہ دیا وہ میری دانست میں مواخذے سے بری نہیں ہو سکتا ۔ ''والنٹیر فنڈ'' کا اگر روپیہ کچھ وصول ہوا ہے تو بھیج دیجیے ۔ وہ بھی جہاں پہلا روپیہ جمع ہے جمع کر دیا جاوے گا ۔ نہ

روپیہ بنک میں جمع نہیں بلکہ ایک مہاجن کے پاس جمع ہے۔

میری دانست میں مناسب ہے کہ آپ اجازت دیں کہ ایک ڈبینچر۱ اُس سے خرید لیا جاوے۔ معدود ڈبینچر فروخت ہونے باقی رہ گئے ہیں۔ آئندہ جو آپ کی مرضی ہو۔ والسلام۔

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۱۵- اکتوبر ۱۸۹۵ع

(۲۸)

(منقول از خطوط سرسید، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب!

بہ سبب اُس غبن اور خیانت کے جو مدرسۃ العلوم کے زر امانت میں ہوا اور جس کی بابت فوجداری میں مقدمات دائر کیے ہیں، مجھے نہایت رنج اور افسوس ہے کہ کار تعمیر مدرسۃ العلوم جو جاری تھا ملتوی کرنا پڑا ہے۔ مگر ڈبینچر بورڈنگ ہوس کی تعمیر کا کام بدستور جاری ہے۔ مسجد کی تعمیر میں نہایت تخفیف کر دی ہے۔ صرف دو سو ڈھائی سو روپیہ ماہوار کے خرچ سے اس کی تعمیر جاری رکھی ہے۔ نہایت افسوس ہوگا اگر مسجد کی تعمیر بالکل بند کر دی جائے۔ مگر جب تک کہ احباب مسجد کی تعمیر کے جاری رہنے میں امداد نہ فرمائیں، اُس وقت تک سردست اُس کی تعمیر کا جاری رہنا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ چند احباب جو کالج کے بہی خواہ اور مسجد کی تعمیر میں دل سے شوق رکھتے ہیں، دو برس کے لیے ماہواری چندہ جس کی مجموعی تعداد دو سو ڈھائی سو روپیہ ماہواری ہے، خاص مسجد کی تعمیر کے جاری رہنے کے لیے مقرر فرماویں، تا کہ مسجد کی تعمیر بدستور جاری رہے۔ میں خود تعمیر مسجد کا کام جاری رکھنے کے لیے بیس روپیہ ماہواری چندہ دیا کروں گا۔ نواب محسن الملک، مولوی سید مہدی علی خاں اور سید محمود نے

۱- Debenture بمعنی تمسک۔

بھی بیس بیس روپیہ ماہواری دینے کا اقرار کیا ہے - مجھے اُمید ہے کہ وہ احباب جن کی خدمت میں یہ عریضہ بھیجا جاتا ہے ، اس درخواست پر توجہ فرماویں گے اور جو کچھ اُن کو منظور ہو اُس کا جواب جلد مرحمت کریں گے - والسلام!

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۵ع

(۲۹)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اکتوبر معہ مبلغ ساٹھ روپیہ پہونچا جس میں سے پچاس روپیہ والنٹیر فنڈ میں جمع کر دیے گئے اور دس روپے بابت چندہ اجرائے کار تعمیر مسجد میں بابت ماہ اکتوبر و نومبر جمع کر دیے گئے - چندہ اجرائے کار تعمیر مسجد کا ماہوار آنا چاہیے - آپ پہلی تاریخ کو کرلسی نوٹ پانچ روپیہ کا بھیج دیا کیجیے کیونکہ اگر ماہوار چندہ وصول نہ ہو تو تقسیم اُجرت معماران و مزدوران میں مشکل پڑے گی - اکتوبر سے یہ چندہ شروع ہوا ہے اور ستمبر ۱۸۹۷ع تک یعنی دو برس کے لیے جاری رہے گا - اب آپ کو دسمبر ۱۸۹۵ع کا چندہ بھیجنا چاہیے -

مقدمات فوجداری میں دائر ہیں - اُن کی ترتیب نہایت احتیاط اور غور سے کی جاتی ہے - نہایت لائق صلاح کاروں سے مشورہ لیا جاتا ہے - سید محمود بہ ذات خود سب چیز پر غور کرتے ہیں اور بیرسٹروں کو صلاح دیتے ہیں - دو مہینے سے برابر وہ نو بجے سے پانچ بجے تک نہایت محنت کرتے اور تمام حسابات اور کاغذات کو خود دیکھتے ہیں اور بیرسٹروں کو سمجھاتے ہیں - کارروائی نہایت عمدہ طور پر ہو رہی ہے - جب مقدمات دیوانی میں رجوع

۱- یہ گشتی چٹھی تھی جو سرسید نے کالج کی مسجد کی تعمیر میں امداد دینے کے لیے اپنے متعدد احباب کے نام بھیجی تھی -

ہوں گے اُس وقت غور کیا جاوے گا کہ کون کون لوگ ذمہ دار روپے کے ہیں ۔ میں آپ کا نہایت مشکور اور احسان مند ہوں کہ آپ نے پانچ روپیہ ماہواری چندہ واسطے اجرائے کار تعمیر مسجد کے منظور فرمایا ہے ۔ فہرست چندہ دینے والوں کی سوسائٹی کے اخبار میں برابر چھپتی رہتی ہے اور آئندہ چھپتی رہے گی ۔ والنٹیر فنڈ کا چندہ ہمارے پاس بہ تعداد ۳۰۳ روپیہ کے پہلے جمع ہو چکا ہے اور ۵۰ روپے حال کے بھیجے ہوئے شامل کرکے کل ۳۵۳ روپے ہوتے ہیں ۔ یہ سب دوکان لالہ سری لال پر ، جو ایک معتبر مہاجن ہیں ، جمع ہے ۔ ہمارے حساب میں دینے والوں کی کچھ تفصیل نہیں ہے ۔ جو رقم جس تاریخ آتی ہے ، وہ اُسی تاریخ میں یک مشت جمع ہے ۔

ان دنوں میں بلاشبہ مجھ کو فرصت نہیں ہے ۔ لیکن جب فرصت ہوگی تو تفسیر کی نسبت آپ جو کچھ پوچھیں گے میں بیان کروں گا ۔ میری طبیعت فضل الٰہی سے اچھی طرح ہے لیکن مقدمات کے پیش کرنے اور ہر مقدمے میں اظہار دینے کی تکلیف البتہ طبیعت کو پریشان کرتی ہے ۔ آپ کی عنایت اور محبت جو مجھ گنہگار کے ساتھ ہے اُس کا میں ہمیشہ شکر گزار ہوں ۔ اور اُمید ہے کہ آپ اجلاس کانفرنس میں شاہجہان پور ضرور تشریف لاویں گے ۔ آپ سے ملنے کو ہمیشہ دل چاہتا ہے ۔

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۸ اکتوبر ۱۸۹۵ع

(۳۰)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۵ دسمبر اور ۵ روپیہ زرچندہ بابت ماہ دسمبر پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ مولوی غلام محی الدین صاحب مدرس نور محل ضلع جالندھر کا نام ہماری فہرست میں مندرج نہیں ہے اور میں نے تمام حساب کے کاغذ اور روزنامچہ دیکھا ، اُس میں بھی اُن کے نام سے زرچندہ جمع نہیں ہے ۔ فہرست میں غلام محی الدین شاہ صاحب شورکوٹ ضلع جھنگ مندرج ہے ۔

مگر میں نے آپ کی تحریر کے مطابق کل کاغذ کانفرنس بابت ۱۸۹۴ع اُن کی خدمت میں بھیج دیے ہیں ۔ اگر ممکن ہو تو دریافت کیجیے کہ کس تاریخ کو اُنھوں نے روپیہ بھیجا تھا تو اور زیادہ تلاش کی جاوے ۔ آپ کا جو ارادہ چند روز قبل کانفرنس کے تشریف لانے کا ہے اُس سے نہایت خوشی ہوئی ۔ آپ ضرور چند روز پیشتر آئیے گا تاکہ آپ سے ملاقات ہو جائے ۔ اور ایام کانفرنس میں کثرت سے لوگ ہوں گے اور ملاقات کا کچھ لطف نہیں ہونے کا ۔ ہم یہاں سے نہایت درجہ ۲۵ دسمبر کی رات کو روانہ ہوں گے اور ۲۶ دسمبر کو نو یا دس بجے خدا نے چاہا تو شاہجہان پور میں پہونچ جاویں گے ۔ اگر آپ بھی یہاں تشریف لے آویں گے تو ہم سب ساتھ چلیں گے اور شاہجہان پور سے ۳۰ دسمبر کو کسی وقت روانہ ہوں گے تاکہ ۳۱ دسمبر کو علی گڑھ پہونچ جاویں ۔ یکم جنوری کو سالانہ اجلاس ٹرسٹیوں کا ہوگا اور اس لیے اُس تاریخ (پر) میرا علیگڑھ میں موجود ہونا ضرور ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۹ دسمبر ۱۸۹۵ع

(۳۱)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

محبی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب !

مدت (کے) بعد آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ ممنون ہوا ۔ میری طبیعت کسی قدر ناساز ہوگئی تھی ۔ اگرچہ اچھی ہوگئی ہے مگر بالکل اصلاح پر نہیں ہے ، مگر قریباً بالکل اچھی ہے ۔ چھپا ہوا خط جو آپ نے بھیجا ہے اُس کو میں نے پڑھا جس سے آپ کی نیک نیتی اور ہمدردی مدرسے کے ساتھ پائی جاتی ہے ۔ مگر اس قسم کی تدبیریں نہ کبھی کارگر ہوئیں اور نہ کارگر ہونے کی آئندہ اُمید ہے ۔ مگر آپ کو جو مدرسے کا خیال ہے وہ بلا شبہ شکر کے لائق ہے ۔ غبن کی بابت دیوانی مقدمات اُن مہاجنوں پر جنھوں نے جعلی چکیں خریدیں اب تک دائر نہیں ہوئے ۔ اگرچہ متعدد بارسٹروں کی رائے ہے کہ اُس میں ناکامیابی نہ ہوگی مگر مجھ کو اب تک شبہ ہے ۔ علاوہ اُس کے زر خطیر چاہیے

اُن مقدمات کے دائر کرنے کو - اور اس لیے اب تک کوئی کارروائی اُس کی شروع نہیں ہوئی - ظہور حسین وارڈ کی جنوبی اور غربی لین بالکل تیار ہو گئی ہے اور شمالی اور مشرق لین قریب نصف کے تیار ہے مگر باقی نا تمام ہے - جو کہ صغیرالسن لڑکوں کو باقاعدہ رکھنے کی جلد ضرورت تھی اس لیے ہم نے اُن تیار شدہ مکانات میں چھوٹی عمر کے لڑکوں کو رکھنا شروع کر دیا ہے - دس بارہ لڑکے اُس میں داخل ہوئے ہیں اور ایک ماسٹر جو اُن لڑکوں کا نگہبان ہے اُس میں رہنے لگا ہے - اور جس عمدگی اور خوبی سے اُن چھوٹے لڑکوں کا انتظام ہوتا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - اور ہم کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ روپیہ قرض لے کر خواہ ڈبینچر جاری کرکے اُس مکان کو پورا کریں - تفسیر کی جلد ہفتم کی بابت چار پانچ آدمیوں سے زیادہ کسی نے اب تک روپیہ نہیں بھیجا - دس روپے کا منی آرڈر مرسلہ آپ کا پہونچا - ۵ روپے چندہ مسجد میں بابت ماہ مارچ جمع کیے گئے اور ۵ روپے پیشگی قیمت تفسیر جلد ہفتم میں - آنریبل سید محمود یہاں نہیں ہیں - کسی کام کو لکھنؤ گئے ہوئے ہیں - چند روز ہوئے کہ میں نے آپ کو خط نہیں لکھا ، اس لیے کہ گرمی کے موسم میں میں چاہتا تھا کہ میں آپ کو ایک دن کے لیے یہاں بلاؤں - یہاں آنے اور جانے میں بہت تکلیف ہوگی ، لہٰذا جس بات کے لیے بلانا منظور تھا وہ بھی کچھ ایسی بڑی بات نہیں تھی اس لیے آپ کو نہیں بلایا اور اب اس بات کی کچھ ضرورت نہیں رہی - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۸ اپریل ۱۸۹۶ء

(۳۲)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۳ مئی میرے پاس پہونچا - آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوا - میری طبیعت بہ فضل الٰہی اب اچھی طرح ہے اور آپ کی دعا مؤثر ہوئی ہے - مگر جو امور کہ بہ مقتضائے عمر ہیں وہ نہ آپ کی دعا سے ٹل سکتے ہیں اور نہ کسی دوا سے - بہر حال میں اچھی طرح ہوں - یہ بات سچ ہے

گہ سید محمود نے اپنا نام بہ صیغہ بیرسٹری چیف جوڈیشل کورٹ لکھنؤ میں لکھا دیا ہے اور چند مقدمات شاید کثیر الالیت اُنھوں نے لیے ہیں جن کی وہ پیروی کرتے ہیں اور ابھی تک واپس نہیں آئے - کوئی ایسی ضروری اور خاص بات نہ تھی - بعض امور متعلق مدرسہ کے آپ سے کہنے تھے اور کوئی ضرورت نہ تھی ، اور میں سمجھا کہ آپ کو تکلیف دینا فضول ہوگا اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دی -

کوئی کتاب چھاپی جاوے مگر پھر اُس کی لاگت کا وصول کرنا نہایت مشکل امر ہے - انڈین اپیل کا اگر ترجمہ ہو کر چھاپا جاوے ، میری رائے میں اُس کا بھی یہی حال ہوگا - اصل امر یہ ہے کہ ہر ایک عدالت میں کثرت سے انگریزی خواں ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں - اُن کو ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے - اور جو ادنیٰ درجے کے مختار اور منصفی کے وکیل ہیں اُن کو ایسی اعلیٰ درجہ کتابوں کی جیسے کہ انڈین اپیل ہے ، بہت ہی کم حاجت پڑتی ہے اور اس سبب سے اس قسم کی کتابوں کی فروخت مشکل ہوتی ہے -

ظہور حسین وارڈ کے اخراجات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے - اگر اُس کا اہتمام اور زیادہ کیا جاوے گا ، جیسا کہ میرا خیال ہے ، تو کسی حالت میں ۱۵ روپے ماہواری سے زیادہ نہیں ہے - اپنی خیریت سے ہمیشہ مطلع کرتے رہیے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۹ مئی ۱۸۹۶ع

(۳۳)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خاں صاحب !

آپ کو معلوم ہوگا کہ مسٹر ٹی - ڈبلیو - آرنلڈ صاحب مدرسۃ العلوم علیگڑھ کے پروفیسر نے انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "پریچنگ آف اسلام" ہے اور اُس کا مقصد یہ ہے "اسلام بزور شمشیر شائع نہیں ہوا بلکہ وعظ و نصیحت سے زیادہ تر شائع ہوا ہے" - عزیزی محمد عنایت اللہ بی - اے

نے اُس کتاب کا ترجمہ اردو میں کیا ہے اور میں خود اُس ترجمے کا اصل کتاب سے مقابلہ کرتا ہوں اور اس سبب سے مجھے اُس کتاب پر زیادہ غور کرنے کا موقع ملا ہے ، اور میں اُس کتاب کو مسلمانوں کے لیے نہایت مفید سمجھتا ہوں۔ میری اور میرے چند دوستوں کی یہ رائے ہے کہ مسلمان انگریزی خواں طالب علم ، جو گورنمنٹ کالجوں میں اور مشنری کالجوں میں پڑھتے ہیں ، اُن کو یہ انگریزی کتاب بلا قیمت دی جاوے ، یعنی مسلمان ہر ایک مقام کے چند کاپیاں اُس کتاب کی خریدیں اور مسلمان طالب علموں کو جو کالج کلاسوں میں پڑھتے ہوں اُن کو بلا قیمت تقسیم کر دیں۔ غرض یہ ہے کہ اس کتاب کا مسلمان انگریزی خواں طالب علموں میں شائع ہونا نہایت مفید ہے۔ اور بہت سے تاریخی حالات متعلق اسلام اور اشاعت اسلام اور نیز بہت سے مفید امور اُن کو معلوم ہوں گے۔ پس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کچھ ایسے مسلمان پیدا کر سکتے ہیں جو اس کتاب کو خرید کر لائق طالب علموں کو ، جو مشنری کالجوں اور گورنمنٹ کالجوں میں پڑھتے ہوں ، بلا قیمت تقسیم کر دیں؟ دس روپے اس کتاب کی قیمت ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکیں تو مجھے اطلاع فرماویں اور جس قدر کتابیں چاہئیں آپ مجھ سے منگا لیں۔ میرے نزدیک اس قسم کی تدبیریں انگریزی خواں طالب علموں کے دل میں اسلام کی خوبی نقش کرنے کے لیے نہایت مفید ہیں اور ایسا کرنا در حقیقت اسلام کی خیر خواہی ہے۔ ممکن ہے کہ چند مسلمان آپس میں تھوڑا تھوڑا چندہ کرکے چند کتابیں خریدیں اور لائق مسلمان انگریزی خواں طالب علموں کو دیں۔ اُمید کہ اس باب میں آپ کوشش فرمائیے اور اس عریضے کے جواب سے مجھ کو ممنون کیجیے۔ والسلام[1]۔

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۹ مئی ۱۸۹۶ع

۱- Preaching of Islam سرسید نے مسٹر آرنلڈ سے لکھوائی جو تمام دنیا میں اشاعتِ اسلام کی سب سے پہلی تاریخ ہے اور نہایت عمدگی سے لکھی گئی ہے - عرصے سے نایاب تھی - اب شیخ محمد اشرف تاجر کتب نے حال میں لاہور سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے - اس کا اردو ترجمہ سرسید نے مولوی عنایت اللہ دہلوی سے کرایا جو ۱۸۹۸ع میں "دعوتِ اسلام" کے نام سے شائع ہوا -

(۳۴)

(منقول از خطوط سرسید، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی لیاز محمد خاں صاحب!

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۶ جولائی پہونچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ فخرالدین احمد کچھ بیار ہو گیا۔ اس سبب سے وہ میرے پاس نہیں آیا تھا اور ۱۰ روپے چندہ مسجد کے نہیں پہونچائے تھے۔ آج اس نے پہونچا دیے اور آج ہی آپ کا منی آرڈر پانچ روپیہ پہونچا اور تین ماہ کا چندہ ۱۵ روپیہ آخر جون تک وصول ہوگیا، آپ کو جو اس بات کا خیال ہے کہ تلافی نقصان کالج کے لیے کوئی تدبیر وہاں کریں، اس سے میں آپ کا زیادہ ممنون ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام دلی دوستوں کو جہاں تک کہ ممکن ہو اس معاملے میں کوشش کرنی چاہیے۔ مگر دلی دوستوں کا ملنا نہایت مشکل ہے۔ بہرحال خدا کی جو مرضی ہے اُسی طرح ہوگا۔ میں نے بجٹ کالج کا جو اس سال کے لیے بنایا ہے (اس کے) آخر میں اُس نقصان کی کیفیت بھی شامل ہے جو بدبختی سے زر امانت کالج میں ہوگیا۔ آپ کے ملاحظے کے لیے بھیجتا ہوں۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

۸ جولائی ۱۸۹۶ء

(۳۵)

(منقول از خطوط سرسید، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی محبی و مشفقی منشی لیاز محمد خاں صاحب!

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اگست معہ چار قطعہ نصف نوٹ تعدادی ۱۶۰ روپے کے پہونچے[۱]۔ جس میں سے ۱۵۵ روپے بابت چندہ تلافی نقصان کالج

۱۔ اُس وقت یہ عام قاعدہ تھا کہ جسے کچھ روپیہ بھیجنا ہوتا تھا تو لوٹ کو بیچ میں سے پھاڑ کر آدھا لوٹ اُس شخص کو بذریعہ ڈاک بھیج دیا جاتا تھا۔ اور جب وہ لکھ دیتا تھا کہ نوٹ پہنچ گئے ہیں تو لوٹ کا باقی نصف حصہ بھی بھیج دیا جاتا تھا۔

کے ہیں اور پانچ روپے آپ کے چندہ کے بابت تعمیر مسجد ہیں ۔ حقیقت میں جو شکرگزاری آپ کی اس چندے اور عنایت کی بابت میرے دل میں ہے ، میری زبان میں طاقت نہیں کہ میں اس کو بیان کر سکوں ، اور قلم کی زبان میں تو بالکل اس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے ۔ حقیقت میں اس وقت میں جو کوئی مدد کرتا ہے ، میرے دل پر اس کا بہت اثر ہوتا ہے ۔ مجھ کو کالج کے اس نقصان کا بے انتہا رنج ہے ۔ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ہے ۔ خصوصاً مجھ سے شخص کی جو ایک حد تک زندگی پہنچ گئی ہے ۔ چند روز یا چند برس اور باقی ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں یہ نقصان کالج کا کم سے کم اُتنا جتنا کہ بنک کا فاضل ہوگیا ہے ، پورا ہو جاوے ۔ بس ایسی حالت میں جس کی طرف سے جو مدد پہونچتی ہے وہ نہایت غنیمت معلوم ہوتی ہے ۔ بس جب کہ میرے دل اور طبیعت کا یہ حال ہے تو آپ یقین کریں گے کہ جو آپ نے سعی اور مدد کی ہے اُس کا میں کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا ۔ آپ مہربانی سے میرے اس ناچیز شکر کو قبول کیجیے اور بعد پہونچنے اس خط کے نصف باقی نوٹ بھی روانہ کر دیجیے ۔ اور میں ان بزرگوں کے نام ، جنھوں نے چندہ دیا ہے ، معہ تعداد چندہ اخبار میں چھاپ دوں گا ۔ حصار میں بھی بعض دوستوں نے چندہ کیا اور ڈیڑھ سو کے قریب چندہ کرکے بھیجا ۔ اگر اسی طرح لوگ متوجہ ہوں تو رقم فاضلات جلد پوری ہو جاوے گی مگر سوائے اُس شخص کے جس کو خاص میرے ساتھ محبت ہے یا کالج کے ساتھ پوری ہمدردی ہے ، اور کون اس کام کو کر سکتا ہے ؟ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۷ اگست ۱۸۹۶ع

(۳۶)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ آپ کی افسردگی خاطر سے مجھ کو کمال افسوس ہوا ۔ دنیا میں انسان پر ایسے واقعات اور امور اکثر پیش آ جاتے ہیں جن سے کبھی وہ افسردہ خاطر ہو جاتا ہے ۔ کبھی خوش ہوتا ہے اور یہ افسردگی اور

خوشی بمقتضائے بشریت ہے ۔ جو بات انسان کی مرضی کے موافق ہوتی ہے اُس سے خوش ہوتا ہے اور جو بات اس کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اس سے ناراض ہوتا ہے ۔ یہ ایک امر طبیعی انسان کا ہے ۔ جالندھر میں یا لاہور میں رہو ، مکہ میں جاؤ یا مدینہ میں ، سب جگہ یہی امر موجود ہے ۔ انسان کا یہ کام ہے کہ جو امر اس کے خلافِ مرضی ظہور میں آئے اس کی برداشت کرے اور خدا پر خیال رکھے کیونکہ سوائے اس کے اور کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہے ۔ نیکی اور نیک دلی صرف انسانوں کی بھلائی میں کوشش کرنے پر منحصر ہے ۔ پس بعد ادائے فرائض انسان کے لیے قومی بھلائی میں کوشش کرنے سے بہتر کوئی امر نہیں ہے ۔ نہ مکہ میں ہجرت کر جانے سے کچھ فائدہ ہے ، نہ مدینہ میں جا کر رہنے سے ۔ جو مشکلات یا امور خلاف مرضی پیش آویں اُن کو برداشت کرنا چاہیے ۔

میں آپ کے اُس خیال کو جو آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے ، ہرگز پسند نہیں کرتا ۔ اُمید ہے کہ کانفرنس میں ضرور تشریف لاویں گے یا اُس سے پہلے اگر موقع ہو ملیں گے ۔ اس وقت میں بہت سے حالات ، جو خود میرے اُوپر گزرے ہیں ، آپ کے سامنے بیان کروں گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۷- اکتوبر ۱۸۹۶ء

(۳۷)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ مجھے افسوس ہے کہ جو پروگرام تبدیل ہو گیا ہے ، یعنی یہ کہ غازی آباد میں ٹھہرا نہ جائے گا ، وہ اب تبدیل نہیں ہو سکتا ۔ ایک مشکل یہ ہے کہ نواب عمادالملک مولوی سید حسن صاحب حیدر آباد سے تشریف لاتے ہیں ۔ اُن کے تار کا انتظار ہے ۔ اگر وہ ۲۵ کی میل ٹرین میں علی گڑھ پہنچے تو ہم اور وہ سب ساتھ ۲۵ دسمبر کے چار بجے بلا قیام غازی آباد میرٹھ پہنچ جاویں گے اور اگر بالفرض وہ اُس تاریخ روانہ نہ ہو سکے تو

۲۹ دسمبر کو ضرور انشاء اللہ گیارہ بجے یہاں سے روانہ ہو کر چار بجے میرٹھ پہنچ جاویں گے[۱]۔ سردار محمد حیات خاں بہادر پر جو کچھ صدمہ ہوا اُس کا بے انتہا رنج ہے مگر تقدیر الٰہی سے کچھ چارہ نہیں۔ اور سردار صاحب نے بلا شبہ نہایت ہمت اور جرأت کی ہے کہ ایسے صدمے میں بھی کانفرنس میں تشریف لانے کے ارادے کو ملتوی نہیں کیا۔ ہم تو صرف تشریف لانے ہی کو باعث عزت قومی اور عزت ذاتی سمجھتے ہیں۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۲۳ دسمبر ۱۸۹۶ع

(۳۸)

(منقول از خطوط سرسید، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدوم مکرم بندہ منشی نیاز محمد خاں صاحب!

میں نے بوجہ اُس اشد ضرورت کے جس کا بیان میں نے اپنی تجویز میں کیا ہے، آپ کو حسب دفعہ ۱۳۰ اختیار قواعد و قوانین ٹرسٹیان کے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڑھ کا، بشرط آپ کی منظوری کے، ٹرسٹی مقرر کیا ہے۔ اس لیے کہ مجھ کو آپ سے اُمید ہے کہ آپ میری زندگی میں اور نیز میرے بعد کالج کی خیر خواہی اور اُس کی ترقی اور استحکام میں بدل و جان سعی اور کوشش فرماتے رہیں گے۔ اس واسطے میں آپ کی خدمت میں مجموعہ قواعد و قوانین ٹرسٹیان بھیجتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ کو عہدہ ٹرسٹی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڑھ کا منظور ہو، جس پر میں نے آپ کو حسب اختیار دفعہ مذکورہ بالا مقرر کیا ہے، تو آپ اپنی مہربانی سے مجھ کو اپنی منظوری سے مطلع فرماویں تاکہ آپ کا اسم مبارک فہرست ٹرسٹیان میں مندرج کیا جاوے۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
لائف آنریری سیکرٹری ٹرسٹیان۔ ایم۔ اے۔ او کالج
علی گڑھ، مورخہ ۱۶ جنوری ۱۸۹۷ع

۱۔ اُس سال محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس میرٹھ میں ہوا تھا۔ اس لیے میرٹھ میں سب لوگ جمع ہوئے تھے۔

(۳۹)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مشفقی مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ درد انگیز پہونچا ۔ جو رنج آپ کو ہے وہ بلاشبہ ہمدردی کے لائق ہے[1] ۔ لیکن امر لاعلاج کا یہ علاج نہیں ہے کہ انسان اُسی میں غلطاں و پیچاں رہے اور سب کاموں کو جس کے لیے خدا نے اس کو پیدا کیا ، چھوڑ بیٹھے ۔ رضا بہ قضا جو اہل اللہ کا مقولہ ہے نہایت عمدہ اور فلسفیانہ ہے ۔ حتی المقدور انسان کو اس پر عمل کرنا چاہیے ۔ تعارف جسم سے متعلق نہیں ہے بلکہ روح سے متعلق ہے ۔ پس بعد فنائے ظاہری اگر روح اپنے جسم مثالی سے بھی ترقی کرے تو تعارف ساقط نہیں ہوتا ۔ میری دانست میں آپ کو اتباع والدہ صاحبہ کا جن کا حق جمیع امور پر مقدم ہے ، لازم ہے ۔ آپ اُن کی صلاح کو مان لیں اور شادی کرلیں ۔ اُمید ہے کہ آپ کی حالت موجودہ اور آئندہ درست ہو جاوے گی ۔ ایک بیوی کی وفات کے بعد دوسری بیوی کرنی کسی طرح اخلاق کے برخلاف نہیں ہے ۔ آنحضرت صلعم کو بھی حضرت خدیجۃالکبریٰ سے نہایت محبت تھی ۔ اس کے بعد آپ نے بھی نکاح فرمایا ۔ کون شخص ہے جو کانشنس یا اخلاق میں آنحضرت صلعم سے زیادہ اپنے تئیں قرار دے سکتا ہے ۔ تمام حالات و مشکلات جو آپ نے لکھے ہیں وہ سب واردات حالیہ ہیں جو کبھی قائم نہیں رہتیں ۔ انسان کو چاہیے کہ ان حالاتِ حالیہ کو دل سے علیحدہ کرکے سوچے کہ اُس کو کیا کرنا چاہیے ؟ میری سمجھ میں اپنی والدہ صاحبہ کی اطاعت کرنی چاہیے اور اُن کو رنج کی حالت میں نہ رکھنا چاہیے ۔ یہ بات تمام اخلاقوں اور عبادتوں اور کانشنس کے جذبوں سے افضل ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲ فروری ۱۸۹۶ع

---

۱ ۔ مولوی نیاز محمد خان صاحب کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا ۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۔

(۳۰)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدوم مکرم بندہ منشی لیاز محمد خاں صاحب !

دو برس کے لیے مسجد مدرسۃالعلوم کی تعمیر کا جو چندہ لکھا گیا تھا اُس کے برابر وصول نہ ہونے سے تکلیف بہت ہوتی ہے اور راج مزدوروں کا روپیہ چڑھ گیا ہے اور ایک حبہ ان کے دینے کے لیے موجود نہیں ہے - آپ کے ذمے مبلغ ۲۰ روپے من ابتدائے جنوری لغایۃ اپریل ۱۸۹۷ع بابت چار ماہ باقی ہیں -

امید ہے کہ آپ جس قدر جلد ممکن ہو یہ روپیہ عنایت فرماویں - اور یہ آپ کو واضح ہو کہ ستمبر ۱۸۹۷ع میں دو برس کی میعاد ختم ہو جاوے گی اور اسی وقت دو برس کے لیے جو چندہ لکھا گیا تھا وہ بھی ختم ہو جاوے گا - آئندہ کے لیے خدا مالک ہے - مسجد چھت تک بن گئی ہے اور نماز ہونے کو کافی جگہ ہو گئی ہے - صرف استر اور فرش اور برج باقی رہ گئے ہیں - اُس کے لیے بھی خدا کوئی تدبیر کر دے گا - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۸ مئی ۱۸۹۷ع

(۳۱)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

محبی و مکرمی منشی لیاز محمد خاں صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اور منی آرڈر ۱۵ روپے کا بابت چندہ مسجد پہونچا - ممنون عنایت ہوا - آپ کی علالت طبع سے افسوس ہوا مگر آپ یقین رکھیے کہ خدا تعالیٰ بہت جلد صحت کامل عطا فرمائے گا - میں بھی دعا کروں گا اور کرتا ہوں[1] - ہمارے خالہ زاد ایک بھائی تھے ، اُن کو نہایت درجہ کا مراق تھا -

---

۱ - سرسید دعا کے قائل نہیں تھے - اُن کا مقولہ تھا کہ جو کچھ تقدیر الٰہی میں ہے ، یعنی جو خدا کے علم میں ہے ، وہ تو بہرحال پورا ہوگا ، چاہے دعا مانگو چاہے نہ مانگو - لیکن تعجب ہے کہ اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ "میں دعا کروں گا اور کرتا ہوں" -

یہاں تک کہ وہ ہائے ہائے کرکے چلّایا کرتے تھے ۔ ایک نہایت بزرگ نے اُن سے کہا کہ میاں تم خود ہر روز سورۂ یٰسین پڑھ کر اپنے ہر دم کر لیا کرو اور دل پر پھونک لیا کرو ۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور صحت کامل ہوگئی ۔ وہ ہمیشہ وہ سورۃ پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر اُن کو کبھی مراق نہیں ہوا ۔ تم بھی ایسا ہی کرو ، خدا صحت دے گا ۔ ہم اور تم دونوں قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کے ساتھ ہوں گے ۔ مسلمان کا خاتمہ یقینی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہوتا ہے ۔ اُس کے دل پر اُس کا نقش ہوتا ہے ۔ پس کسی مسلمان کو خاتمہ بخیر ہونے میں شک نہیں کرنا چاہیے ۔

جب تم کو میرے ساتھ ایسی محبت ہے جس کے ہرگز میں لائق نہیں تو تصویر کیا کرو گے ، محبت ہی کافی ہے ۔ مگر تمھاری خواہش کے مطابق اپنی تصویر جو ایک دوست کی فرمائش سے حال میں لی گئی ہے ، مرسل خدمت ہے ۔ والسلام علیکم و قلبی لدیکم ۔

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۲- اگست ۱۸۹۷ع

(۳۲)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

محبی و مکرمی منشی لیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ (؟) از مقام کوہ مری پہونچا ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ اس کے دریافت ہونے سے کہ فضل الٰہی سے آپ کی طبیعت کو بہ نسبت سابق کے بہت افاقہ ہے خوشی ہوئی ۔ خدائے تعالیٰ آپ کو بالکل صحیح و تندرست کر دے گا ۔ اس بات کے دریافت ہونے سے بھی خوشی ہوئی کہ آپ سورۂ یٰسین ہر روز پڑھ لیا کرتے ہیں ۔ ضرور ہر روز پڑھ لیا کیجیے اور اُس کی طرف سے خیال نہ ہٹائیے ۔ ماءالجبن درحقیقت اس مرض کے لیے نہایت مفید ہے اور موسم بھی اس کے استعمال کے لیے اب اچھا آ گیا ہے ۔ ضرور اس کا استعمال کیجیے ، خدا فضل کرے گا ۔

مسلمانوں نے جو نالائق حرکتیں اس زمانے میں کی ہیں اور اخبارات میں لغو اور دور از کار تحریریں لکھی ہیں ، اگر انگریز اُس سے بدگمان ہوں تو کچھ

تعجب نہیں ہے[1] ۔ مگر یہ باتیں چند روزہ ہیں اور پھر تمام امور حسب معمول ہو جاویں گے ۔ میں نے اُن دنوں میں چند آرٹیکل سوسائٹی کے اخبار میں لکھے ہیں ۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ نے اُن کو ملاحظہ کیا ہوگا اور خصوصاً جو آرٹیکل ۱۱ متمبر کے اخبار میں در باب خلافت لکھا ہے ، وہ غور سے پڑھنے کے لائق ہے ۔ یہ خط میں آپ کو جالندھر کے پتے سے بھیجتا ہوں ۔ جہاں آپ ہوں گے آپ کو پہونچ جاوے گا ۔ جب آپ جالندھر پہونچیں تو آپ مجھ کو اپنی خیریت مزاج سے ضرور مطلع کریں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۳ متمبر ۱۸۹۷ع

(۶۳)

(منقول از خطوط سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی منشی نیاز محمد خان صاحب !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۳ دسمبر از مقام سیالکوٹ پہونچا ۔ آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوا ۔ بہاولپور میں جو آپ کی طبیعت علیل ہوگئی تھی ، اُس کے دریافت ہونے سے افسوس ہوا ۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ سیالکوٹ میں پہونچ کر آپ کو بالکل صحت ہوگئی ۔ آپ کی صحت کا مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے ۔ بالفعل میں نے کسی طرف واسطے فراہمی چندہ مدرسۃالعلوم کے جانے کا خیال نہیں کیا ہے ۔ سب سے بڑی دوڑ ہماری بزرگان پنجاب کی طرف ہے ۔ مگر جب تک جناب خان بہادر محمد برکت علی خان صاحب کچھ تسلی اور توقع نہ دلادیں اُس وقت تک کوئی مصمم ارادہ نہیں کر سکتا ۔ میری طبیعت فضل الٰہی سے اچھی ہے ۔ مگر البتہ کمزوری روز بہ روز بڑھتی جاتی ہے[2] ۔ اب کی دفعہ

---

۱ ۔ اس زمانے میں ہندوستان کے بعض مسلم اخبارات نے سلطان ٹرکی کی ہمدردی میں (جو اُن دنوں امیرالمومنین اور خلیفۃالمسلمین سمجھا جاتا تھا) اور انگریزوں کے خلاف بعض مضامین لکھے تھے ، اُن کی طرف اشارہ ہے ۔
۲ ۔ کمزوری برابر بڑھتی گئی اور اس خط کے لکھنے کے تین ماہ بعد ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ع کو سرسید کا انتقال ہوگیا ۔

سالانہ اجلاس ٹرسٹیوں کا (۳۰) جنوری ۱۸۹۸ء کو قرار پایا ہے - اگرچہ وہ زمانہ رمضان کا ہوگا مگر کوئی ایسی مشکل ٹرسٹیوں کو آنے میں پیش نہیں آئے گی کیونکہ جاڑے کا رمضان ہے - اُمید ہے کہ آپ ضرور تشریف لاویں گے - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۵ دسمبر ۱۸۹۷ء

۱۰۹

بنام میر واحد علی صاحب

کارک ہاسپٹل سنان

(سرسید کے خطوط ، شائع کردہ مولوی وحیدالدین سلیم ، صفحہ ۸۳)

مخدومی و مکرمی میر واحد علی صاحب[۱] !

کامن سنس ایک دوسری چیز ہے - اس کو اس تقسیم سے کچھ علاقہ نہیں ہے - فطرت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ انسان کی عقل کے لیے بھی ایک حد ہے ، اور خود عقل ثابت کرتی ہے کہ جو باتیں اُس حد سے بالاتر ہیں وہ عقلِ انسانی سے مافوق ہیں - پس اس حد تک عقل پر عقلِ انسانی کا اطلاق ہے - مگر یہ حد عقلِ کامل کی ہے - بہت سے انسان ایسے ہیں جن کی عقل اُس حد تک نہیں ہے - اور ظاہر ہے کہ انسانوں کی عقول کے درجات متفاوت ہیں - پس بلحاظ اُن درجاتِ متفاوتہ کے ہر ایک شخص کی عقل کی نسبت عقلِ شخصی کا اطلاق کیا گیا ہے اور جب کہ اشخاص سے قطع نظر

---

۱ - مکتوب الیہ کے نام میں اختلاف ہے - سرسید کے خطوط ، مرتبہ مولوی سید وحیدالدین میں "واحد علی" لکھا ہوا ہے - مگر خطوطِ سرسید ، مرتبہ سر راس مسعود میں واجد علی لکھا ہے - (مرتب)

کی جائے تو عقلِ کلی کو عقلِ انسانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۴ع[1]

۱۔ مکتوباتِ سرسید کے پہلے ایڈیشن میں غلطی سے ۱۸۸۴ع لکھا گیا۔ صحیح سنہ ۱۸۸۱ عیسوی ہے۔ سرسید کے خطوط شائع کردہ مولوی وحیدالدین سلیم میں یہی سنہ لکھا ہے۔

۱۱۰

بنام نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین

نواب انتصار جنگ ، وقار الملک ، مولوی مشتاق حسین ، سرسید کے نہایت کھرے دوستوں میں بڑے پائے کے بزرگ ، نہایت درجہ مخلص کارکن اور بے انتہا پابندِ مذہب انسان تھے ۔ دس روپے ماہوار کی قائم مقام نائب مدرسی اور ازاں بعد بہت ادنٰی محرری سے ترقی کرکے ریاست حیدر آباد کی مدار المہامی تک پہنچے ، عمر کے ہر مرحلے میں اور ملازمت کے ہر دور میں دیانت اور امانت کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور حق و صداقت سے کبھی اور کسی حال میں انحراف نہ کیا ۔ خودداری کا مجسمہ اور عالی حوصلگی کا پیکر تھے ۔ شروع سے آخر تک سرسید کے نہایت معاون و مددگار اور معتقد و مداح رہے ۔ مگر باوجود انتہائی خوش اعتقادی کے ، جب کبھی سرسید نے اُن کے خیال میں کوئی غلط قدم اُٹھایا تو اُنھوں نے نہایت سختی اور آزادی کے ساتھ کلمۂ حق کہنے میں کبھی ذاتی تعلقات اور باہمی دوستی کا لحاظ نہ کیا ۔ اور صاف صاف اپنے خیال کا اظہار سرسید سے کر دیا ۔ نواب محسن الملک کے انتقال کے بعد ۱۹۰۷ ع کے آخر میں مدرسۃ العلوم مسلمانانِ علی گڑھ کے متفقہ طور پر آنریری سیکرٹری مقرر ہوئے اور اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی ، عمدگی اور

خوبی سے انجام دیا - ۱۹۱۶ء کے شروع میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس میں ایک سال تک مبتلا رہنے کے بعد ۲۷ - ۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء کی درمیانی شب کو امروہہ میں انتقال کیا - (مرتب)

(۱)

(وقار حیات ، صفحہ ۹)

جب سرسید علی گڑھ میں صدرالصدور تھے تو مولوی مشتاق حسین اُن کی عدالت میں سررشتہ دار تھے - سرسید علی گڑھ سے تبدیل ہو کر بنارس جانے لگے تو اُنھوں نے مولوی صاحب کی ذاتی لیاقت اور قابلیت سے متاثر ہو کر روانگی کے وقت اُن کو حسب ذیل تحریر لکھ کر دی :

منشی مشتاق حسین سررشتہ دار عدالت ھذا نہایت لائق ، نہایت محنتی اور نہایت کارگذار اور نہایت فہیم اور نہایت زود نویس و خوش خط افسر ہے - اس افسر کی دیانت داری پر مجھ کو ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ اپنی موت پر - حقیقت میں مسٹر بریلے صاحب بہادر کا اس محکمے پر بہت بڑا احسان ہے جو ایسے لائق اور دیانت دار شخص کو اس محکمے کی افسری کے لیے مقرر کیا - جس عہدے پر یہ شخص نوکر ہے اُس سے بہت زیادہ بڑے عہدے کی نہایت عمدہ لیاقت اس میں موجود ہے -

سید احمد خاں صدر الصدور

۱۸ اگست ، ۱۸۶۸ء

(۲)

(مسلم یونیورسٹی گزٹ علی گڑھ ، بابت ۸ جنوری ۱۹۵۶ء ، صفحہ ۵)

بعالی خدمت منشی محمد مشتاق حسین صاحب تحصیلدار علیگڑھ سلامت[۱]

(ممبر کمیٹی خزینۃالبضاعۃ لتاسیس مدرسۃ العلوم للمسلمین)

بعد تسلیم عرض یہ ہے کہ دسویں فروری کو جو اجلاس کمیٹی کا ہوا

---

۱ - بعد میں نواب وقارالملک کے نام سے مشہور ہوئے -

اس کی روئداد پرچہ تہذیب الاخلاق میں چھپی ہے ۔ وہ پرچہ بجنسہ آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے تاکہ اس اجلاس کی کارروائی کو آپ ملاحظہ فرمائیں ۔ جو تجویز (متعلق) طریقہٗ تعلیم اس میں پیش ہوئی ہے ، امید ہے کہ اس کو بھی آپ ملاحظہ فرمائیں اور بر وقت فرصت جو کچھ آپ کو اس کی نسبت لکھنا ہو ارقام فرمائیں ۔ ان مفصلہ ذیل امور کی نسبت جس قدر جلد ممکن ہو اپنی رائے سے کمیٹی کو آگاہی بخشیں ۔

(۱) اول یہ کہ آپ کی رائے میں واسطے آمدنی مدرسہ کے دیہات مالگذاری زمینداری کا خریدنا اور دفعہ بستم قواعد کمیٹی میں اس قسم کے دیہات کی خریداری کی اجازت دینا مناسب ہے یا نہیں ۔

(۲) دوسرے یہ کہ بموجب ان وجوہات کے جو روئداد میں مندرج ہیں آپ کی رائے میں مناسب ہے کہ کمیٹی کے نام میں لفظ کمیٹی دارالعلوم داخل جائے۔

اُمید ہے کہ ان دونوں باتوں کا جواب جس قدر جلد ممکن ہو مرحمت فرمایا جائے ۔ والتسلیم[۱]

آپ کا تابعدار
سید احمد
سیکرٹری کمیٹی خزینۃ البضاعۃ
مقام بنارس ۲۱ فروری ۱۸۷۳ء

(۳)

(مسلم یونیورسٹی گزٹ علی گڑھ ، بابت ۸ جنوری ۱۹۵۶ء ، صفحہ ۶)

جناب مخدوم مکرم بندہ منشی محمد مشتاق حسین صاحب سلامت !

بعد سلام مسنون الاسلام التماس یہ ہے کہ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے لیے چندہ جمع کرنے کو جو کمیٹی مقرر ہے اس کی تمنا ہے کہ بمقام علی گڑھ ایک کمیٹی ماتحت مسلمانوں کے مدرسے کے لیے چندہ جمع کرنے کو مقرر ہو ۔ اور آپ اور وہ صاحب جن کا نام ذیل میں درج ہے اس کمیٹی ماتحت کے ممبر ہوں ۔ پس امید ہے کہ آپ اس نیک کام کو قبول فرما کر جہاں تک ممکن ہوگا ، چندہ

۱ - یہ خط "مکاتیب سرسید" ، مرتبہ مشتاق حسین میں بھی چھپ چکا ہے ۔

فراہم کرنے میں کوشش فرمائیں گے ۔ چند قواعد جو کمیٹی ماتحت کی کارروائی کے لیے تجویز ہوئے ہیں وہ بھی اس نیاز نامہ کے ساتھ مرسل ہیں ۔

اسمائے گرامی دیگر ممبران کمیٹی ماتحت !

مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب سب آرڈیننٹ جج علیگڑھ، محمد عنایت اللہ خاں صاحب تعلقہ دار بھیکم پور، مولوی محمد اسماعیل صاحب رئیس علی گڑھ، نواب محمد محمود علی خاں صاحب بہادر رئیس چھتاری، راجہ سید محمد باقر علی خاں صاحب رئیس، محمد عبدالشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور، کنور محمد لطف علی خاں صاحب رئیس چھتاری، مرزا عابد علی بیگ صاحب، محمد مسعود شاہ خاں صاحب منصرم منصفی بنارس، حافظ لظام الدین صاحب رئیس علیگڑھ، محمد مسعود علی خاں صاحب[۱]۔

سید احمد
سیکرٹری کمیٹی خزینة البضاعة
۷ جولائی ۱۸۷۳ء

(۴)

(مسلم یونیورسٹی گزٹ علی گڑھ، بابت ۸ اپریل ۱۹۵۶ء، صفحہ ۴ - ۵)

جناب مخدوم مکرم بندہ منشی مشتاق حسین صاحب ممبر کمیٹی سلامت !

بعد سلام عرض یہ ہے کہ جو جھگڑا نسبت زمین مدرسة العلوم کے ہوا، اس کا مفصل حال آپ کو روئیداد اجلاس منعقدہ ۲۷ اکتوبر سے، جو بھیجی گئی ہے، واضح ہوا ہوگا ۔ ابھی تک کوئی جواب گورنمنٹ سے نہیں آیا ۔ مگر حال یہ ہے کہ یہ زمین اگرچہ نہایت عمدہ اور پر فضا ہے مگر درحقیقت سول اسٹیشن بیچ میں (ہے) ۔ اور اس زمین کے تین طرف بنگلے اور انگریزوں کی ہوا خوری کی سڑکیں واقع ہیں ۔ بعض ممبر جو دور اندیش ہیں اُن کی رائے یہ ہے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ جھگڑا ہوتا رہے گا ۔ خصوصاً جبکہ بعد تعمیر مدرسہ لڑکے اس میں رہنے لگیں گے اور مسجدیں بن جاویں گی

۱ - یہ خط "مکاتیب سرسید"، مرتبہ مشتاق حسین میں بھی شائع ہو چکا ہے ۔

اور ایک کارخانۂ عظیم قائم ہو جاوے گا ۔ اس لیے مناسب ہے کہ اس زمین پر تعمیر مدرسہ کا خیال چھوڑ دیا جاوے اور دوسری کوئی زمین پسند کی جاوے اور نسبت معاوضہ زمین عطا شدہ کے اور اُس نقصان کے ، جو کمیٹی کا ہو ، گورنمنٹ سے خط و کتابت کی جاوے ۔

پس اس باب میں آپ کی جو رائے ہو فی الفور اس سے مطلع فرمائیے ۔ اُمید ہے کہ از راہ عنایت بلا توقف جلد جواب مرحمت ہو[1] ۔ زیادہ نیاز

کمترین سید احمد

سیکرٹری کمیٹی خزینۃ البضاعۃ

مقام بنارس ، مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۷۳ع

(۵)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

بھائی مشتاق حسین !

کل میں سارا دن متردد رہا ، کیونکہ تمھارا کوئی خط نہیں آیا تھا ۔ آج خط آیا اور حال معلوم ہوا ۔ گو میں کسی وقت کی نماز پڑھتا ہوں اور کسی وقت کی نہیں پڑھتا اور وقت بے وقت کا بھی خیال نہیں کرتا ، دو دو اکٹھی بھی ملا کے پڑھ لیتا ہوں ، ریل میں لمبا سفر ہو تو مجھ سے نماز ادا نہیں ہوتی ۔ یہ سب باتیں مجھ میں ہیں اور نالائقی اور شامت اعمال سے ایسی سستی نماز میں ہے ، مگر تم نے اس معاملے میں جو پیش آیا نہایت لچر پنا کیا ۔ نماز جو خدا کا فرض ہے اُس کو ہم اپنی شامت اعمال سے جس خرابی سے ہو ادا کریں یا قضا کریں ، لیکن کوئی شخص اگر کہے کہ "تم نماز نہ پڑھو" (تو) اس کا صبر ایک لمحہ بھی نہیں ہو سکتا ۔ یہ بات سنی بھی نہیں جا سکتی ۔ میری

۱۔ یہ خط "مکاتیب سرسید" ، مرتبہ مشتاق حسین میں بھی شائع ہو چکا ہے ۔ مرتب نے اس خط کے ساتھ یہ نوٹ بھی حاشیے میں لکھا ہے کہ "مدرسۃ العلوم کے قیام کے لیے جو زمین علیگڑھ میں حکومت نے دی تھی اور بعد میں اس کے متعلق جو جھگڑا پڑا تھا اُس کی تفصیل کے لیے قائم مقام کلکٹر اور سیکرٹری حکومت اضلاع شمال و مغرب کے نام کے خطوط ملاحظہ کیجیے" ۔

سمجھ میں نماز نہ پڑھنے کا صرف گناہ ہے جس کے بخشے جانے کی توقع ہے ۔ اور کسی شخص کے منع کرنے سے نہ پڑھنا یا سُستی میں ڈالنا میری سمجھ میں کُفر ہے جو کبھی بخشا نہ جائے گا ۔ تم کو پہلے ہی اپنی طرف سے ایسا طریقہ اختیار کرنا تھا جو کبھی اس قسم کی بحث نہ آتی ۔ اور جب ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا تھا تو پھر لجلجانا اور گڑگڑانا کیسا ۔ ''حضور رخصت ہی دیں''۔ ''تنخواہ کاٹ لیں'' کہنا واہیات تھا ۔ تڑاق سے استعفاء دے دینا تھا اور صاف کہہ دینا تھا کہ ''میں اپنے خدائے عظیم الشان ، قادرِ مطلق کے حکم کی اطاعت کروں گا نہ آپ کی'' ۔ کیا ہوتا ، نوکری نہ میسر ہوتی ، فاقے مر جاتے ؟ نہایت اچھا ہوتا ۔ والسلام[1]

خاکسار
سید احمد

از بنارس ، ۹ جنوری ۱۸۷۵ع

(۶)

عزیز و مکرمِ من !

عنایت نامہ پہنچا ۔ اگر آپ یہاں تشریف لاویں تو نہایت خوشی ہوگی ۔ مکان لے لیا گیا ہے اور آپ کے رہنے کی ہمارے دل میں اور ہماری آنکھوں میں جگہ ہے ۔ جتنے ہفتے آپ چاہیں ٹھہریں ۔ ہمارے مکان کا پتہ اوپر لکھا ہوا ہے ۔

آپ کا مشتاق
سید احمد

کلکتہ ، ڈوور ہال[2] نمبر ۹ ، بالی گنج ، ۳ جنوری ۱۸۷۹ع

---

۱ ۔ حیدر آباد دکن جانے سے پہلے مولوی مشتاق حسین ایک انگریز ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں معمولی اہلکار تھے ۔ اُس نے ان کو ظہر کی نماز پڑھنے سے روکا اور کہا ''عدالت کے وقت میں نماز نہیں پڑھنی ہوگی'' انھوں نے بہت کچھ عرض معروض کی مگر انگریز نے منظور نہ کی ۔ اُنھوں نے مشورے کے لیے سارے واقعے کی اطلاع سرسید کو دی ۔ جس پر سرسید نے مولوی صاحب کو یہ خط لکھا جس سے سرسید کی ایمانی غیرت پر کافی روشنی پڑتی ہے ، حالانکہ سرسید انگریزی حکومت کے نہایت وفادار تھے ۔

۲ ۔ اصل خط میں پتہ انگریزی میں نمبر ۹، لکھا ہے اور اردو میں نمبر ۹ ہے ۔

(۷)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی !

عنایت نامہ پہونچا ۔ حیدر آباد میں مشہور ہوا تھا کہ ''مشتاق حسین پیروی مقدمہ کے لیے کلکتہ گئے'' ۔ اگر آپ آتے تو نہایت مشکل ہوتی ۔ آپ نے صاحب ریزیڈنٹ کو تار دینے (اور) چٹھی لکھنے سب میں جلدی کی ۔ غلطیوں پر غلطیاں ہوئیں ۔ تمھاری عقل نے اور سمجھ نے میرے دل کو نہایت رنج دیا ہے ۔ مگر اب اُن غلطیوں کا ذکر کرنا بجز کڑوی (ہونی) بات پر رنج کے اور کچھ نہیں ہے ۔ حیدر آباد میں جو حالت تھی (تم نے) اُس سے بھی (مجھے) کبھی مطلع نہیں کیا ورنہ مناسب صلاح دی جاتی ۔

نہایت مشکل ہے کہ صاحب ریزیڈنٹ کوئی مفید سارٹیفکیٹ دے سکیں جب کہ آپ نے اُن سے مقدمے کا بھی ذکر کیا ہے ۔ جو الزام امیر کبیر نے (تم پر) لگایا ہے اُس سے صفائی نہیں ہو سکتی ۔ بہرحال صاحب ریزیڈنٹ سے ملاقات ہونے کے بعد جو نتیجہ ہو اُس پر کوئی رائے قائم ہو سکتی ہے ۔ مگر جو (بھی) کام کرو تامل و صبر سے سوچ کر کرو ۔[1]

مجھے تعجب ہے کہ مولوی سمیع اللہ خان صاحب نے تار دینے پر (تمہیں) کیوں منع نہ کیا ۔ تمھاری حالت سے جو رنج (مجھے) ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے ۔

خاکسار

سید احمد

کلکتہ ، یکم فروری ۱۸۷۹ع

۱۔ حیدر آباد کی ملازمت کے دوران میں مولوی مشتاق حسین سے ایک غلط فہمی کی بنا پر شمس الامراء اقتدار الملک نواب رشید الدین خان امیر کبیر ثالث شریک کار مدارالمہام بہت سخت ناراض تھے اور اس ناراضگی کا نتیجہ مولوی صاحب کے نوکری سے برخاست ہونے کی صورت میں ظاہر ہوا ۔ مولوی مشتاق حسین اُس وقت صدر المہام عدالت نواب مشیر الدولہ کے سیکرٹری تھے ۔ سرسید کا یہ خط اسی افسوس ناک واقعے کے متعلق ہے ۔ لیکن بعد میں مولوی صاحب ملازمت پر بحال کر دیے گئے جس کے بعد انھوں نے بڑا عروج حاصل کیا اور نواب وقار الملک کا خطاب پایا ۔

(۸)

عزیزی و مکرمی!

کاغذات واپس ہیں - لوٹوں کا امالت رہنے دینا مناسب ہے - واپسی مناسب نہیں - تحریرات سابق کا انتظار چاہیے -

آج کے خط میں میں نے مولوی مہدی علی صاحب کو نصف لوٹوں کی آپ کے پاس آنے کی اطلاع دی ہے - اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تک آپ کی درخواست عذرداری پر کوئی تجویز ہو اس وقت تک لوٹ امانت رہیں گے - اور نواب معز الدولہ بہادر کو جواب بھی دیا جاوے گا تاکہ تصفیہ اس درخواست کے متعلق ہو - والسلام

خاکسار
سید احمد
شملہ ، پارک ہوٹل ، ۲۳ مئی ۱۸۷۹ع

(۹)

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام کا یہ خط محترمی جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب آرزو نے رسالہ 'نقوش' لاہور بابت مئی - جون ۱۹۵۳ع میں شائع کرایا تھا - وہاں سے لے کر یہ ہدیہ' ناظرین کیا جاتا ہے - جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس نایاب خط کو ''نقوش'' میں شائع کراتے وقت کچھ نہایت مفید حواشی بھی لکھے ہیں - وہ بجنسہ ہم نے فٹ نوٹس میں نمبروار درج کر دیئے ہیں -

۱۷ مارچ ۱۸۸۲ء

عزیزی مشتاق !

میں نے یہ خط ملفوفہ جو میرے پتے پر تمہارے نام ...[1] کا آیا تھا کھولا اور پڑھا ۔ تار دے دو کہ میں خیریت سے ہوں ۔ یعنی جو عہدہ[2] تجویز ہوا ہے ، وہ منظور کر لو ۔ نواب بشیر الدولہ[3] نے جو روپیہ بھیجا ہے اُس کی واپسی میں میرے علی گڑھ آنے تک تامل کرو ۔

۱- اصل خط میں یہاں سے کاغذ کو دیمک نے کھا لیا ہے ۔ یہاں سرسید نے اُس شخص کا نام لکھا ہوگا جس نے یہ خط اُن کی معرفت مولوی مشتاق حسین کو بھیجا تھا ۔ اگر قیاس کو دخل کی اجازت دی جائے تو میرے خیال میں یہاں سالار جنگ کا نام ہونا چاہیے ۔

۲- نواب وقار الملک حیدر آباد (میں) صدر المہام عدالت کے معتمد تھے ۔ بعض وجوہ سے وہ اس عہدے سے علیحدہ ہو گئے تھے ۔ پھر دوبارہ اُنھیں رکن مجلس عدالت کے عہدے کی پیش کش کی گئی ۔ چنانچہ اُنھیں سالار جنگ ۲۸ مارچ ۱۸۸۲ء کو لکھتے ہیں :

> ''انتظام جدید درپیش است ۔ و آں مہربان رکن مجلس عدالت کہ بطرز انتظام جدید عنقریب مقرر خواھد شد ، قرار خواھند یافت ۔ نظر برآں بہ خوشنودی تمام نوشتہ شود کہ بہ مجرد رسیدن حکم ھذا دریں جا برسند ۔''
>
> (مکتوب سالار جنگ بنام وقار الملک)

(مختار الدین)

۳- بشیر الدولہ سے مراد سر آسمان جاہ بہادر صدر المہام عدالت ہیں ۔ وقار الملک کی علیحدگی سے اُنھیں بڑا رنج ہوا ۔ وہ چاہتے تھے کہ اُنھیں پوری تنخواہ پر جو اُنھیں بہ زمانۂ معتمدی ملا کرتی تھی ، اپنی سرکار میں ملازم رکھ لیں تاکہ جو نقصان قطعِ ملازمت سے اُنھیں پہنچا ہے ، اُس کی کسی قدر تلافی ہو جائے ۔

آپ حیدر آباد جاتے ہیں - افسوس ہے کہ کمیٹی مدرسۃ العلوم کا حساب[1] آپ نے پورا نہ کر دیا اور نہ رپرٹ (Report) اُس کی لکھ دی - بہرحال جو پیش آئے گا وہ کیا جائے گا - والسلام

سید احمد

(۱۰)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی مشتاق!

عنایت نامہ پہونچا - مجھ کو نہایت رنج ہے کہ محمد احمد پڑھنے پر دل نہیں لگاتا - کوئی بندوبست کیا جاوے اور بختاور لعل مقرر کیے جاویں - جب وہ دل سے کام نہیں کرتا تو افسوس بدستور باقی رہتا ہے مگر کیا کیا جاوے بغیر کیے کچھ بن بھی نہیں آتا - بختاور لعل نے نہایت زیادہ یعنی ۵۰ روپیہ ماہوار تنخواہ قبول کی ہے - مولوی سمیع اللہ خاں کہتے تھے کہ ان میں سے ۱۵ روپیہ بذمہ اختر ڈالے جاویں گے - وہ دونوں کو پڑھاوے گا -

مولوی محمد صدیق صاحب اور مولوی شیخ احمد حسین صاحب کے ذمے جو روپیہ باقی ہے بعد وصول لکھا جاتا ہے اور آپ کی تحویل میں بعد موجودات تحریر ہوتا ہے اور ان دونوں صاحبوں کے نام کا کتبہ لگایا جاتا ہے - یہ قاعدہ ٹھہرایا جاتا ہے کہ کل روپیہ وصول ہوئے بغیر کسی کے نام کا کتبہ نہ لگایا جائے، اس لیے یہ کارروائی کرنی پڑے گی - پس آئندہ سے ہمارے حسابوں میں وہ روپیہ آپ کی تحویل میں ہوگا - مولوی محمد صدیق صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہیے گا - اُن سے ملنے کو دل چاہتا ہے - افسوس ہے کہ سالار جنگ کا انتقال ہو گیا ورنہ متعدد دفعہ موقع ملاقات کا ہوتا - جناب نواب بشیر الدولہ بہادر سے تسلیم

۱- یہ بات طے ہو جانے کے بعد کہ مدرسۃ العلوم قائم کیا جائے، سرسید نے ایک کمیٹی اس غرض سے بنائی تھی کہ مدرسۃ العلوم کے لیے جابجا چندہ جمع کیا جائے - اس کا نام "مجلس خزنۃ البضاعۃ لتاسیس مدرسۃ المسلمین" تھا - وقار الملک بھی اس کے ایک رکن تھے اور اس کام پر اُنھوں نے اپنی پوری توجہ کے ساتھ محنت اور سعی کی تھی - علی گڑھ کے علاوہ گورکھ پور اور اعظم گڑھ کے اضلاع کا بھی اُنھوں نے سفر کیا تھا - (مختار الدین)

عرض کرتا ۔ معلوم نہیں کہ جناب ممدوح نے نواب وقار الامراء بہادر سے ہماری سفارش کی یا نہیں ۔ نواب امیر کبیر خورشید جاہ نے اپنا چندہ بھیج دیا جس کی تعداد ہزار روپیہ سکہ انگریزی ہے ۔ اور جوکہ پانسو روپے اُنھوں نے پہلے دیے تھے اس لیے اُنھوں نے ۱۵۰۰ روپے تعداد چندہ کی تصور کی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۵ مئی ۱۸۸۳ع

(۱۱)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ ممنون عنایت کیا ۔ آپ کے عنایت نامے کا شکر ادا کرتا ہوں ۔ سجاد حسین آ گئے ہیں اور پڑھنے میں مشغول ہیں ۔ دیکھیے خدا کیا کرتا ہے ۔ محمد احمد کی تعلیم کی نسبت اور اُس کی سکونت کی نسبت آپ نے مولوی سمیع اللہ خاں صاحب سے خط و کتابت کی۔ جن امور کو میں نے نامناسب سمجھا اُس کو مولوی محمد اکبر یا مولوی سمیع اللہ خاں صاحب سے بیان کیا اور جواب پایا ۔ اُن کے باپ کی یہی مرضی اور یہی حکم ہے ۔ پس میں آپ کو کیا لکھتا ۔ جو لوگ آپ کی طرف سے مامور یا مختار تھے ، اُن سے جو میری دالست میں مناسب تھا عرض کر دیا تھا ۔ محمد احمد مجھ سے اس طرح علیحدہ رہتا ہے کہ شاید کوئی اجنبی لڑکا بھی نہیں رہتا ۔ پیڈلس کلب جو بنا ہے ، وہ محمد احمد کے بنگلے سے جس قدر قریب ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں ۔ میں پہروں وہاں بلکہ محمد احمد کے بنگلے کے پاس مدت تک موجود رہا ہوں مگر میں نے محمد احمد کی صورت نہیں دیکھی ۔ عید یا میری بیماری میں یا یوں ہی کبھی اتفاقیہ ملنے کو بھی وہ میرے پاس نہیں آتا ۔ دس بارہ دن کا عرصہ ہوا کہ وہ کسی لڑکے کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس کے میدان میں ٹہل رہے تھے ۔ حقیقت میں میں نے دیر کرکے پہچانا محمد احمد ہے ۔ جب قریب آئے تو مہربانی سے سلام کر لیا ۔ اگر یہ طرز محمد احمد کی جو میرے ساتھ اُس نے اختیار کی ہے میرے دل کو نا پسند ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے ۔

مگر جب اُس کے دل میں میری جگہ نہیں ہے تو ڈانٹنا محض بے فائدہ ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ "جس زمانے میں اُس کی تعلیم خطرے کی حالت میں تھی" (مگر واقعہ یہ ہے کہ) اُس کی تعلیم ہمیشہ خطرے کی حالت میں ہے۔ اب اُس کی طبیعت کسی کی بات سننے یا اُس پر عمل کرنے کے لائق نہیں رہی ہے۔ وہ خود بھی ماشاء اللہ جوان ہو گیا ہے۔ اب اُس کی تعلیم خود اُس کی مرضی پر منحصر ہے۔ اُس کا دل چاہے گا پڑھے گا اور پڑھنے پر محنت کرے گا، چاہے گا نہ کرے گا، بلکہ شاید تاکید یا تنبیہ مضر ہوگی۔ اور اُس کی طبیعت میں ضد پیدا ہو گئی ہے۔ پس بہتر ہے کہ اُس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ جتنا چاہے کرے جتنا چاہے نہ کرے۔ کسی کے کہنے سے وہ کچھ نہ کرے گا بلکہ جو اس کے دل میں آوے گا وہ کرے گا۔ اس لیے جس طرح وہ چلا جاتا ہے، اُسی طرح چلنے دو۔ جو قسمت میں ہے ہو رہے گا۔ گزشتہ امتحان میں اُس کے پاس ہو جانے کی میں ہرگز توقع نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب اُس کو پروموشن مل گیا ہے مگر مجھ کو ہرگز توقع نہیں ہے کہ اگر اُس کا یہی حال ہے تو وہ سیکنڈ کلاس کے امتحان سالانہ میں پاس ہوگا۔ شاید سال آیندہ میں سیکنڈ کلاس میں پاس ہو سکے۔ شاید اس میں اُس کا چنداں قصور بھی نہیں ہے کیونکہ ہر کلاس میں اُس کی ترقی مارا مار کرکے ہوئی ہے۔ پس ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی کلاس میں دو برس رہے گا۔ اگر وہ ہماری خوشی کے مطابق پڑھنے پر دل لگاوے اور دو برس یا تین برس تک کسی کلاس میں پاس نہ ہو تو ہم کو رنج و افسوس نہ ہو۔ افسوس یہ ہے کہ وہ دل نہیں لگاتا۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۳ مارچ ۱۸۸۳ع

(۱۲)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مکرمی!

اس وقت آپ کی خفگی کا خط ملا۔ محمد احمد کی نسبت میں بہت لمبا خط لکھنے کو ہوں۔ میں نے ارادہ کیا کہ جب آپ دورے سے واپس آ جائیں تب لکھوں گا اور یہی ارادہ قائم ہے۔

اس وقت اس کے امروہہ جانے کی بابت لکھتا ہوں ۔ محمد احمد میرے بے اطلاع اور بے اجازت امروہہ چلا گیا ۔ جاتے وقت اُس نے لوگوں سے کہا کہ میرے پاس خط اجازت کا آ چکا ہے ۔ مجھے خود رنج ہوا کہ مجھ سے بے ملے چلا گیا ۔ اگر میری اجازت کا محتاج نہ تھا تو مل کر تو جاتا ۔ میں نے مولوی خلیل احمد کو ٹھہرایا تھا اس لیے کہ جو بندوبست مجھ کو محمد احمد کی عربی کا کرنا منظور تھا اور ایک غیر شخص کو بلاتا تھا وہ آ جاوے ۔ دفعتاً معلوم ہوگیا کہ محمد احمد چلا گیا ۔ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی ۔ نہ وہ مجھ سے ملا ، نہ میری مرضی کسی شادی میں جانے کی تھی ۔ اس خط کو پڑھ کر آپ جامے سے نہ نکل جائیے گا اور محمد احمد کو کچھ نہ لکھیے گا ۔ جب تک کہ میرا وہ خط جس کو میں لکھنا چاہتا ہوں اور آپ کے دورے سے واپس آنے پر لکھوں گا ، آپ تک نہ پہونچ لے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۵ جون ۱۸۸۳ء

(۱۳)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مخدومی مشتاق !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ میں نہایت خوش ہوا کہ آپ نے میری التماس کو قبول فرمایا ۔ ہم اپنی اولاد کے لیے سب کچھ چاہتے ہیں مگر پورا نہیں کر سکتے ۔ جیسا کہ حال ہوتا ہے اُس کو بھگتنا پڑتا ہے ۔ نہایت افسوس ہے کہ سخاوت حسین ، جو ایک غریب بے سرمایہ طالب علم اور نہایت محنت سے وہ ایف ۔ اے کے امتحان کو تیار ہوا تھا ، دو دن پہلے تاریخ امتحان سے دردِ گردہ میں اس قدر علیل ہو گیا کہ پلنگ پر سے اُٹھ نہیں سکتا تھا ۔ عین حالتِ بیماری میں وہ بیماری کے لیے نہیں روتا تھا بلکہ امتحان میں نہ شریک ہو سکنے سے روتا تھا ۔ اب آفت یہ ہو گئی ہے کہ ایف ۔ اے کا کورس بالکل بدل گیا ہے اور بغیر دو برس پڑھے امتحان نہیں ہو سکتا ۔ اگر وہ تعلیم جاری رکھے تو بہتر ہو گا ۔ اُس کی اعانت کرنا ضروری ہے ۔

بغیر اعانت کے اس کا پڑھنا غیر ممکن ہے ۔ سول سروس کلاس میں فیس نہ بڑھانا بالکل غلطی ہے اور امکان نہیں کہ بغیر فیس کے بڑھائے کام چل سکے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۸ جولائی ۱۸۸۳ع

(۱۴)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مخدومی مشتاق!

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ مبلغان حسب تفصیل مندرجہ نامہ سیاہہ ہوئے ۔ ذوالفقار خاں کے وارث نہایت تنگ ہیں ۔ مولوی محمد سمیع اللہ خان نے کمبخی سے ایک حبہ دینا منظور نہیں کیا ۔ میرا ہاتھ ان دنوں میں نہایت تنگ ہو گیا ہے ۔ شاید مہینے دو مہینے بعد تنگی رفع ہو جاوے ۔ اس سبب سے میں بھی کچھ نہیں دے سکا ۔ جو روپیہ تم نے بھیجا وہ ان کو دیا گیا ہے ۔

مدرسے میں اگرچہ تعطیل قریب پندرہ روز کے ہوگئی مگر یک لخت نہیں ہوئی ۔ بہ سبب بیماری ہیضہ ایک دفعہ چند روز کو بند رکھا گیا ۔ جب دیکھا کہ ابھی ہیضہ موجود ہے ، حکم دیا کہ چند روز اور بند رہے ۔ اسی طرح تیسری دفعہ بند کرنا پڑا ۔ بہر حال اب بیماری میں بالکل کمی ہے ۔ کل پچیسویں سے کالج اور اسکول دونوں کھول دیے جاویں گے ۔ خدا اپنا فضل رکھے ۔ مناسب تھا کہ جو لڑکے یہاں سے جا سکتے ہیں چلے جاویں ۔ محمد احمد وغیرہ کو بھی اجازت دی کہ امروہہ چلے جاویں ۔ اُمید ہے کہ آج آ جاویں گے ۔ آپ نے سجاد حسین کے اسکالر شپ کی بابت فروری سے روپیہ بھیجا ہے حالانکہ جنوری سے دینا چاہیے لغایت ماہ مئی ۔ پس ایک ماہ کی اسکالر شپ اور عنایت ہو جس میں سے دس روپے جو آپ نے بھیجے ہیں وہ وصول ہو گئے ۔ کل خرچ سجاد حسین کی نسبت ابتدائے جنوری لغایت مئی ۱۶۶ روپے ۱۲ آنے پڑا جس میں سے ۸۱ روپے ۸ آنے آپ سے وصول ہوئے اور ۲۰ روپے اُن کے والد سے ۔ کل ۱۰۱ روپے ۸ آنے ہوئے ۔ ۶۵ روپے ۴ آنے فاضل پڑے ہیں ۔ اُس میں سے

۳۰ روپے میں نے مولوی الطاف حسین سے طلب کیے ہیں ، کیونکہ انھوں نے دس روپے ماہواری کا اقرار کیا تھا اور ۱۶ روپے بابت اسکالر شپ جنوری آپ کے ذمے ڈالے ہیں - ۳۳ روپے میں نے اپنے ذمے ڈالے ہیں اگرچہ اس وقت مجھ میں دینے کی گنجائش نہیں ہے مگر میں ادا کر دوں گا - انشاء اللہ تعالیٰ -

سجاد حسین کو میں نے ترجمے کے کام پر ساٹھ روپیہ ماہواری کا قوانین مدارس کے ترجمے کے لیے لوکر رکھا - اُس نے نہایت عمدہ ترجمہ کیا - مجھے یقین تھا کہ مہینے ڈیڑھ مہینے کے بعد نہایت عمدہ اور چلتا ہوا مترجم ہو جاتا - چار پانچ ہی روز اس تقرر پر ہوئے تھے کہ مولوی محمد سمیع اللہ خاں اُس کو اپنے ساتھ مصر لیے جاتے ہیں - ترجمے کے لیے ایسا آدمی مشکل سے ملے گا - بہرحال کچھ بندوبست کروں گا -

محمد احمد سے وقتاً فوقتاً پھر گفتگو شروع کروں گا - معلوم نہیں کہ مولوی فاروق ہمارے کسی کام کے ہوں گے یا نہیں - اگرچہ میں نے محمد احمد سے بالکل انکار کر دیا ہے کہ کسی مضمون میں کسی قسم کی مدد خارجی نہیں دی جاوے گی مگر مجھ کو اُس کی عربی کی نسبت نہایت شبہ ہے کہ چلے گی یا نہیں - اگر رائے قرار پائی تو چند روز مولوی فاروق سے پڑھوا کر دیکھوں گا -

مولوی مہدی علی صاحب کی آپ کچھ ہی تعریف لکھیں ، خدا اُن کو اس سے بھی زیادہ ترقی دے اور مصاحب سالار جنگ و منیر جنگ کے اس سے بھی زیادہ عزیز ہو جاویں مگر اُنھوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی چھوڑ دی ہے - اُن کا ایک خط میرے پاس بھی آیا ہے جس میں لفظ ہیں مگر اُن میں اثر نہیں - چھبیسویں اگست کو سٹریس کلب کھولا جائے گا ، آپ بھی اُس کے ممبر ہو جالیے - ہو جالیے کیا معنے ، میں آپ کا نام فہرست ممبران میں لکھ دوں گا - پانچ روپے داخلے کے اور دو روپے مہینہ فیس دینی ہوگی - میں داخلے کے روپے دے دوں گا اور پانچ روپے پانچ مہینے کی فیس کے لغایت آخر دسمبر ۱۸۸۴ع - اگر مہدی علی کی جانب سے بھی میرا مثل سابق کے خیال ہوتا کہ ہمارے کاموں میں ہمدردی کرتے ہیں تو اُن کا نام بھی لکھ دیتا - ان دنوں میں تعمیر کے فنڈ میں نہایت قلت ہو گئی ہے - کسی طرح چل نہیں سکتا اور غالباً بند ہو جاوے گا - نہایت افسوس ہے - مرضیٔ خدا - والسلام

خاکسار
سید احمد
۲۳ اگست ۱۸۸۴ع

(۱۵)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۹ فروری پہونچا ۔ رؤف ولایت جاویں گے اور یہ صلاح ٹھہری ہے کہ محمد رؤف اور محمد احمد دونوں ساتھ جاویں ۔ محمد رؤف کی نسبت فیصلہ ہو گیا ہے کہ وہ چار پانچ مہینے یعنی اکتوبر تک ضرور مسٹر براؤن کے پاس رہیں گے اور اُسی سے پڑھیں گے ، جب تک یونیورسٹی میں داخل ہوں ۔ محمد احمد کی نسبت بھی یہی مناسب ہے ۔ بہتر ہے کہ دونوں لڑکے اُسی جہاز میں جاویں جس میں مسٹر ڈنلاپ جانے والے ہیں ۔ ۳ اپریل تاریخ روانگی نہایت عمدہ ہے ۔ میں نے آج کنگ کنگ اینڈ کو بمبئی والے کو چٹھی لکھ بھیجی ہے ۔ آپ اس سے خط و کتابت کریں اور اس کے پاس روپیہ جمع کریں اور اب کی ڈاک میں بہتری ایس ۔ کنگ اینڈ کو لندن والے کے نام بھی چٹھی روانہ کروں گا اور جب محمد احمد یہاں آویں گے تو ان کو چٹھی لکھ دوں گا جس کے ذریعے سے وہ وہاں ملاقات کریں گے ۔ عنایت اللہ کا جانا اس سال ملتوی ہوگیا ۔ بس اب دو طالب علم جانے والے ہیں ۔ محمد احمد ، محمد رؤف ۔ معلوم نہیں کہ مولوی مہدی حسن صاحب اپنے بھائی کو بھیجیں گے یا نہیں ۔ غالباً نہیں بھیجیں گے ۔ بس دو شخص جاتے ہیں ۔ اُن کے لیے حسب دستور جلسہ ہونا لازمی ہے ۔ اپریل میں جلسہ ہونا چاہیے ۔ متعاقب تاریخ مقرر کرکے آپ کو اطلاع دوں گا ۔ شاید شروع مارچ میں محمد سمیع اللہ خاں یہاں آویں ۔ اُن کی صلاح سے تاریخ مقرر کی جاوے گی ۔ خط سابق کا جواب میں نے اس لیے نہیں بھیجا کہ میں نے آپ کے خط کا وہ ورق جس پر حساب تھا پھاڑ کر مولوی محمد اکبر صاحب کو دیا تھا ۔ مجھے یقین تھا کہ مولوی صاحب نے جواب لکھا ہو گا ۔ بہر حال جس جس مد کا روپیہ تھا ، اُس میں دیا گیا ، جمع ہوا ۔ جس لڑکے کی امداد کا ذکر تھا ، مولوی محمد اکبر صاحب نے کہا کہ اچھی طرح پڑھتا ہے ۔ بس میری دانست میں کوئی امر تحریر جواب کا میرے ذمہ نہیں رہا تھا ۔ افسوس ہے کہ مولوی محمد اکبر صاحب نے آپ کو کچھ نہیں لکھا ۔ سند مدرسہ حسب دستور سابق نہیں آئی ۔ صرف نقل حکم حضور نظام بابت منظوری اضافہ ہمراہ چٹھی نواب عماد السلطنت آئی اور حکم خزانہ (کے نام) جاری ہوگیا ۔

مولوی مہدی علی صاحب نے ایک چک بنک بنگال حیدرآباد بابت زر اضافہ ایام منتظمیہ بھیجی تھی مگر اُس کی پشت پر اپنے دستخط نہیں کیے تھے اس لیے روپیہ وصول نہیں ہوا ۔ وہ چک بغرض دستخط واپس گیا ہے ۔ اب تک واپس نہیں آیا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۴ فروری ۱۸۸۶ء

(۱۶)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مکرمی مولوی مشتاق حسین صاحب !

میرا تار پہونچا ہوگا ، مگر اُس کا جواب نہیں آیا ۔ آپ نے محمد احمد کی روانگی کا کیا بندوبست کیا ؟ آپ کو خیال تھا کہ مسٹر ڈنلاپ کے ساتھ جاویں گے ۔ اُس کی بابت کیا فیصلہ ہو گیا ؟ میری دالست میں کسی پر بھروسہ کرنا بے فائدہ ہے ۔ خود پورا بندوبست کرنا چاہیے ۔ پھر اگر کسی کا ساتھ ہو تو بہتر ، نہ ہو تو بہتر ۔ محمد رؤف کی نسبت تو ایسا ہی بندوبست کیا جاتا ہے ۔ سب جگہ ایجنٹ ملیں گے ۔ سب کام بخوبی ہوگا ۔ کسی قدر روپیہ زیادہ خرچ ہوگا ۔ اُس کی کچھ پرواہ کرنی نہیں چاہیے ۔ مع ہذا کچھ زیادہ خرچ بھی نہیں ہے ۔ ہم سب کے نزدیک مناسب ہے کہ محمد رؤف ، محمد احمد ، زاہد علی خاں اور حامد علی خاں پسران منشی صفدر حسین سب ساتھ جاویں اور سب کی نسبت ایجنٹ سے بندوبست کیا جاوے ۔ زاہد ، حامد کا جانا اگر بالفرض نہ ہو تو محمد احمد و محمد رؤف ضرور ساتھ جاویں اور ہر ایک مقام پر ایجنٹوں کے ذریعہ سے بندوبست کرایا جاوے ۔ برنڈزی تک کچھ زیادہ بندوبست کی ضرورت نہیں ہے ۔ برنڈزی سے لندن تک متعدد زبانیں اٹالین ، فرنچ ملیں گی ۔ اگرچہ وہاں بھی چنداں مشکل نہ ہو گی ۔ اگر وہ دونوں میل ٹرین میں چلے جاویں گے کیونکہ اس میل ٹرین میں ضرور انگریزی جاننے والا گارڈ ہوتا ہے ۔ بہرحال بہ نظر مزید احتیاط وہاں سے ایک ایجنٹ کا آدمی ملے گا جو لندن تک پہونچا دے گا ۔ پس آپ بھی اس بندوبست کو قبول کریں اور تار پر منظوری کی اطلاع دیں تاکہ

اس کے مطابق بندوبست کر دیا جاوے ۔ یہ تجویز ہے کہ رؤف اوائل ماہ مئی میں روانہ ہوں ۔ اُس مہینے میں دریا بہت صاف رہتا ہے ۔ کسی قدر بحر قلزم میں گرمی ملے گی مگر بہ اعتبار سمندر کے صاف ہونے کے بہت آرام ملے گا ۔ میں فہرست روانگی جہازات بمبئی سے منگاتا ہوں ۔ اُس کے ملاحظے کے بعد تاریخ روانگی جو ہفتہ اول مئی میں ہوگی مقرر کی جاوے گی ۔ تار پر خبر دو اور جواب جلد بھیجو ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ع

(۱۷)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مکرمی مولوی مشتاق حسین صاحب !

ہر چند کوشش کی گئی کہ محمد فاروق و عابد علی خاں و زاہد علی خاں ۳۰ اپریل کے جہاز میں محمد احمد کے ساتھ جاویں ۔ مسٹر ڈنلاپ کو بھی میں نے چٹھی لکھی ۔ مہربانی سے اُنھوں نے ساتھ لے جانا بھی منظور کیا مگر اُن تینوں کا اُس تاریخ جانا نہ ہوسکا ۔ اب وہ ۱۴ مئی کو برنڈزی روانہ ہوں گے ۔ ہم سب کو اور نیز محمد احمد کو اس تفرقے کا نہایت افسوس ہے ۔ سب کی خواہش ہے کہ محمد زکی کی روانگی کی تاریخ بھی تبدیل کی جائے اور سب ساتھ جاویں ۔ آپ نے محمد احمد کا ٹکٹ براہ مارسیلز لے لیا ہے ۔ شاید قلیل نقصان کے ساتھ وہ تبدیل ہو سکتا ہے ۔ مگر معلوم نہیں ہے کہ آپ نے مسٹر ڈنلاپ سے کیا گفتگو اور اقرار کیا ہے ؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ آپ اس تبدیلی کو پسند کرتے ہیں یا نہیں ۔ ہم لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر سب ساتھ ہو جاویں گے تو سب کو ایک دوسرے کی مدد سے آرام ہوگا ۔ بہرحال اس میں جو آپ کی رائے و مرضی ہو اُس سے مطلع فرمائیے ۔ ۱۲۔ اپریل کو یہاں جلسۂ الوداعی ہوگا اور اُسی تاریخ محمد احمد یہاں سے روانۂ حیدر آباد ہو جاوے گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۷۔ اپریل ۱۸۸۶ع

(۱۸)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مکرمی مولوی محمد مشتاق حسین صاحب !

'کل چاروں لڑکوں کا جانا ۳۰ اپریل کو قرار پا گیا ۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ چاروں ساتھ جاویں گے ۔ سب سے زیادہ طمانیت کی یہ بات ہے کہ مسٹر کنگ خود ۳۰ اپریل کے جہاز میں ولایت جاتے ہیں ۔ اُنھوں نے مجھ کو چٹھی لکھی ہے کہ اگر لڑکے اُسی جہاز میں جاویں تو میں خود اُن کی نگرانی کرتا جاؤں گا ۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ خود ہمارا ایجنٹ جاتا ہے اور اُن کے ساتھ سب لڑکوں کا جانا نہایت بہتر ہے ۔ اب بمجرد پہونچنے اس خط کے جو رسید کرایہ جہاز کی آپ کے پاس آئی ہے ، اُس کو بذریعہ چٹھی کے میسرز کنگ کنگ اینڈ کو بمبئی کے نام بھیج دیں ۔ چٹھی میں صرف یہ لکھ دیں کہ بموجب لکھنے سید احمد خاں کے رسید کرایہ جہاز مرسل ہے ۔ اُس کی نسبت جو کچھ سید احمد خاں نے لکھا ہے اُس کے مطابق عمل کیا جاوے ۔ آج محمد احمد روانہ ہوتے ہیں ۔ نہایت عمدہ جلسہ رخصت کا ہوا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۲- اپریل ۱۸۸۶ء

(۱۹)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ اپریل پہونچا ۔ غالباً جب آپ نے خط لکھا ہے ، میرا خط اُس وقت تک آپ کو نہیں ملا ۔ میں نے تمام تفصیل انتظام و تعلیم کی اُس میں لکھی تھی جو کیا گیا ہے ۔ یقین ہے کہ بمبئی میں منشی صفدر حسین خاں صاحب سے آپ کو معلوم ہوا ہو گا ۔ محمد احمد نے ہمیشہ امتحان سے دل چرایا ۔ جب تک وہ یہاں رہا ہمیشہ اس تدبیر میں رہا کہ کسی طرح امتحان سے بچ جاؤں ۔ اُسی عادت کے موافق اب کی دفعہ بھی انٹرنس کے امتحان

سے بھنا اور حیدر آباد چلا جانا اُس نے غنیمت سمجھا ۔ اسی منشاء سے وہ کہتا ہوگا کہ ڈگری کے لیے محنت کرنا زیادہ سودمند نہیں ہے ۔ آپ نے بھی اس کی تصدیق کی اور کہہ دیا کہ میں بھی ڈگری کو کچھ چیز نہیں سمجھتا ۔ خود یونیورسٹی میں رہنا ایک نہایت بڑی عزت اور چال چلن کی درستی اور سوشل حالت کی ترقی کے لیے ایک نعمت غیرمترقبہ ہے ۔ محمد احمد و رؤف کی نسبت تحریر کردیا ہے کہ بالفعل جب تک یونیورسٹی کھلے مسٹر براؤن کی زیرنگرانی رہیں ، اُن کے ذریعے سے تعلیم کا بندوبست کریں ، جس میں لٹل گو کے امتحان کے لائق ہو جاویں ۔ اس کے بعد یونیورسٹی کیمبرج میں داخل ہو جاویں اور معمولی تعلیم پاویں اور پرائیویٹ ماسٹر نوکر رکھ کر انگلش لٹریچر میں ترقی کریں ، اسپیچ میں اور تحریر میں ۔ اور اس درمیان میں بارسٹری کے ٹرم رکھنی شروع کریں ۔ برس دو برس میں جب انگریزی کی استعداد ہو جاوے اُس وقت کسی بارسٹر سے تعلیم شروع کریں اور امتحان بارسٹری دیں ۔ یونیورسٹی سے بی ۔ اے کی ڈگری پانے کی جس مضمون میں چاہیں کوشش کریں ۔ محمد احمد کا یہ خیال کہ رؤف ، فٹر جولڈ کے پاس رہیں گے محض غلط ہے ۔ اور اخراجات کی نسبت بھی سب امر کا بندوبست کر لیا گیا ہے ۔ اگرچہ محمد احمد انگلش لٹریچر میں درحقیقت لائق بننا چاہتے ہیں تو اُن کو بسٹری میں آنر کی ڈگری لینی چاہیے ۔ ہسٹری سے زیادہ کوئی عمدہ چیز لٹریچر میں لیاقت حاصل کرنے کو نہیں ہے ۔ آپ اور آپ کا بیٹا دونوں سخن ناشنو ہیں جو اُن کے دل میں ٹھنی ہوئی ہے وہی کریں گے ۔

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد
اگر ناخدا جامہ بر تن درد

آپ کی طرف سے کالج کلاس میں ایک اسکالرشپ مقرری جاوے گی ۔ تعداد اسکالرشپ متعاقب بتاؤں گا ۔ آپ کے ذمے گزشتہ اسکالرشپوں کا کچھ حساب ہو تو بھیج دیجیے گا تاکہ بجٹ میں باقیات نہ پڑے ۔ اس سال میرے ذمے اسکالرشپوں کا روپیہ بہت ہو گیا ہے کیونکہ بعض اسباب سے میں دے نہیں سکا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۳۰ - اپریل ۱۸۸۶ع

(۲۰)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی مولوی مشتاق حسین صاحب !

آپ کا تار بمبئی سے آیا۔ سب لڑکوں کے بخیریت روانہ ہونے سے طمانیت ہوئی۔ میں مدرسۃ العلوم کا بجٹ بنا رہا ہوں۔ اُس میں اب کی سال بھی آپ کی طرف سے ایک اسکالر شپ دینی تحریر ہوگی، جس تعداد سے کہ ضرورت ہوگی۔ صرف اطلاعاً لکھا ہے۔کچھ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ محمد احمد کا حساب ایجنٹ نے بھیجا ہے، بجنسہٖ مرسل ہے۔ احتیاط سے رکھا جاوے۔ صرف آپ نے ۲۳۳۱ روپے ایجنٹ کے پاس بھیجے۔ اس میں سے ۵۷۶ روپے خرچ ہوئے، باقی ۱۸۵۵ روپے ولایت روانہ ہوئے یعنی ۱۳۷ پونڈ ۱۱ شلنگ ۳ پنس۔ آپ نے بہت تھوڑا روپیہ بھیجا ہے۔ ایک ہزار روپیہ بہت جلد اور روانہ کیجیے اور پھر ماہ بہ ماہ ایک تعداد مناسب بھیجتے رہیے۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۵ مئی ۱۸۸۶ع

(۲۱)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی مشتاق !

آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ آپ پر مبلغ ۶۸ روپے بابت بقیہ اسکالرشپ سال گزشتہ باقی ہیں۔ یہ روپیہ قبل مرتب ہونے بجٹ کے وصول ہو جانا چاہیے۔ منی آرڈر ۱۵۰ روپے کا آیا ہوا ہے جس کا حساب آپ نے نہیں بھیجا، بلا تفصیل جمع ہے۔

اس سال بھی آپ کی طرف سے ایک اسکالر شپ ۱۴ روپے ماہواری کی دی گئی ہے۔ یکم اپریل ۱۸۸۶ع لغایت آخر مارچ ۱۸۸۷ع اس کا روپیہ بھی بوقت مناسب مرحمت ہو۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۳۰ مئی ۱۸۸۶ع

(۲۲)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ جو وعدہ آپ نے محمد احمد کی واپسی کی نسبت کیا ہے ، خدا اُس کو پورا کرے ۔ مگر کیا معلوم ہے کہ اُس وقت تک ہم بھی زندہ ہوں گے یا نہیں ؟ پس ہماری زندگی میں تو ہم کو نہ چھوڑو ، جیسا کہ چند روز سے چھوڑ دیا ہے ۔ محمد احمد کا خط پڑھ کر مجھ کو افسوس ہوا ۔ مجھے ہمیشہ سے اُن سے ایسی ہی توقع تھی ۔ گو وہ ویسے لائق و قابل نہ ہوں جیسا کہ ہمارا دل چاہتا ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں (کہ) ولایت سے جیسے وہ ہو کر واپس آویں گے ہندوستان (میں) رہ کر ویسا ہونا نا ممکن تھا ۔ اگر آپ ادھر کی دنیا اُدھر کر دیتے تب بھی وہ ویسے نہ ہوتے ۔ کوئی تدبیر اور کوئی نصیحت یا صلاح جو اُن کی اصلی خواہش یا شوق یا ارادہ کے برخلاف ہو ، دینی محض بے فائدہ ہے ۔ اُن کو اُن ہی کی رائے پر چھوڑ دینا مناسب ہے ۔ جو چاہیں پڑھیں اور جس طرح چاہیں پڑھیں ۔ پانچ پونڈ جیب خرچ کے لیے بھی کچھ زیادہ نہیں ہیں ۔ بہت کافی ہیں بلکہ کافی سے زیادہ ۔ اس سے کم میں بھی بخوبی کام چل سکتا ہے ۔ بہر حال پانچ پونڈ منظور کر لیجیے ۔ ۱۴ روپیہ ماہواری کی اسکالرشپ آپ کے نام سے جاری ہو گئی ہے جو یکم اپریل سے لغایت آخر مارچ ۱۸۸۷ء واجب الادا ہو گی ۔ آپ اُس کے بھیجنے کا خیال رکھیے ۔ مولوی محمد اکبر صاحب کے انتقال کا جو رنج ہے بیان نہیں ہو سکتا ۔ پانچ لڑکے اُن کے یہاں تعلیم پاتے ہیں ۔ اُن کے خاندان میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ وہ کالج میں رکھ کر تعلیم دلا سکیں ۔ میں نے اور سید محمود نے کچھ بندوبست کیا ہے ۔ اگر آپ کو (کچھ) گنجائش ہو تو ایک خاص اسکالرشپ چھ روپے کی علاء الحسن اُن کے بیٹے کی مقرر کر دیجیے ۔ یہ بھی اپریل سے شروع ہو گی ۔ اس صورت میں بیس روپیہ مہینہ آپ کو دونوں اسکالرشپوں کے بابت دینا پڑے گا یعنی ۲۴۰ روپے سال ۔ اگر آپ چھ روپے والے اسکالرشپ کو منظور کریں تو ایک مختصر تار پر خبر بھیج دیجیے ۔ اُس میں صرف اس قدر ہو کہ دو اسکالرشپیں دینی منظور ہیں ۔ محمد احمد کا خط مکرر سہ کرر پڑھنے کے بعد افسوس کے ساتھ واپس بھیجتا ہوں ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۳ جولائی ۱۸۸۶ء

(۲۳)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی انتصار جنگ بہادر !

اسمٰعیل شاہ خاں کا حال نہایت ابتر ہے ۔ اُنھوں نے معلوم نہیں کہ کس سبب سے لیمچ کی نوکری چھوڑ دی ۔ یہاں اُنھوں نے ہرچند کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے ۔ جب میں نینی تال تھا تو وہ راجہ کاشی پور کے ہاں اُمیدوار تھے اور نینی تال آئے تھے ۔ اتفاق سے راجہ کاشی پور بھی مر گئے ۔ اُنھوں نے تمھارے پاس حیدر آباد جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور مجھ سے ایک خط کے طلب گار ہوئے ۔ میں نے اُن کو جواب دیا کہ بلا اجازت کسی کے پاس جانے کی میں صلاح نہیں دیتا اور نہ میں کسی کو خط دے کر کسی کے پاس بھیجتا ہوں اور نہ میں کسی کے لیے سفارش کرنا پسند کرتا ہوں ۔ اُنھوں نے کہا کہ میں نے وہاں جانے کا مصمم ارادہ کیا ہے اور میں ضرور جاؤں گا اور بلا طلب و اجازت جاؤں گا ۔ میں نے جواب دیا کہ بہتر ۔ اب وہ دو تین دن سے علی گڑھ آئے ہوئے ہیں اور حیدر آباد کے سفر (کی تیاری) میں (مشغول) ہیں اور پھر (سفارشی) خط کے طالب ہیں ۔ حقیقت میں ان کا خط طلب کرنا ایک فضول امر ہے ۔ آپ اُن سے بذاتہ بخوبی واقف ہیں اور اگر آپ کچھ اُن کے لیے کر سکتے ہیں تو بغیر میری تحریر کے بھی کر سکتے ہیں ۔ مگر جب اُنھوں نے نہایت اصرار کیا تو میں نے کہا کہ میں تم کو تو خط نہ دوں گا مگر سب حال لکھ بھیجوں گا ۔ غرض کہ وہ روانہ ہوتے ہیں ۔ اُن کا خیال یہ ہے کہ جب تمھارے سر پر جا پڑیں گے تو بمجبوری کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا ۔ اب کہ وہ جاتے ہیں اور تمھارے سر پر آتے ہیں تو میں اس قدر لکھنا مناسب جانتا ہوں کہ در حقیقت وہ نہایت تنگی میں ہیں جس کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے ۔ پس مجھ کو اُمید ہے کہ جو کچھ آپ سے ہوسکے گا اُن کی بہتری کے لیے دریغ نہ فرمائیں گے ۔ میر عسکری کل یہاں پہونچ گئے ۔ چوتھی کلاس میں داخل ہوئے ہیں ۔ (بہ) ظاہر تو اچھا لڑکا معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ پڑھنے میں بھی اچھا ہو ۔ فرسٹ کلاس بورڈر ہوا ہے ۔ محمد حمید اللہ خاں کا جلسہ دعوت اخبار میں چھپا ہے ۔ آپ اس کو ملاحظہ فرماویں گے ۔

جس قدر روپیہ آپ کے ذمے اسکالرشپ وغیرہ کے ہوں ، اُن کو روانہ فرمائیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۷ نومبر ۱۸۸۶ع

(۲۳)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

بخدمت شریف مولوی مشتاق حسین صاحب بہادر !

میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ عبدالرحیم بورڈنگ ہاؤس چھوڑ کر ہمراہ چند اور طالب علموں کے چلا گیا ہے اور شہر میں کسی سرائے میں یا کہیں اور ہمراہ اُن طالب علموں کے ہے۔ پس میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اُس کے باب میں جو آپ کی مرضی ہو اُس سے مطلع فرمائیے تاکہ اُس کی نسبت عمل کیا جائے۔ جس وجہ سے طالب علم بورڈنگ ہاؤس چھوڑ کر گئے ہیں، وہ مفصل یہ ہے کہ بعض نالائق بورڈروں نے بورڈنگ ہاؤس کے نوکروں کو بات بات پر مارنا شروع کیا تھا۔ بہت دفعہ اُن کو فہمائش کی کہ ایسی حرکت کو چھوڑو مگر وہ باز نہیں آئے۔ آخرکار ایک حکم دیا گیا کہ جس نوکر کا قصور ہو اُس سے ہم کو مطلع کرو اور اگر کوئی بورڈر کسی نوکر کو مارے گا تو بورڈنگ ہاؤس سے خارج کر دیا جاوے گا۔ اسی حکم پر اُنھی چند نالائق بورڈروں نے تمام بورڈروں سے سازش شروع کی اور اکثر نے یہ صلاح ٹھہرائی کہ اگر وہ حکم منسوخ نہ ہو تو سب لوگ بورڈنگ ہاؤس کو چھوڑ دیں۔ اس کے بعد ایک بورڈر نے پھر ایک نوکر کو مارا۔ میں نے اس بورڈر کو خارج کرنے کا حکم دیا۔ اس پر چند نالائق بورڈروں کو اغوا کیا۔ میں نے خود بورڈنگ ہاؤس میں جا کر کہا کہ جو حکم ہے اُس کی تعمیل کرنی ہو گی اور اگر تم کو شرافت کے طریقے سے رہنا ہے تو رہو ورنہ بورڈنگ ہاؤس سے چلے جاؤ۔ اس پر چند بورڈر جو آپس میں سازش رکھتے تھے یا اُن بورڈروں کے اغوا میں آ گئے تھے بورڈنگ ہاؤس کو چھوڑ کر چلے گئے اور شہر میں جا کر سرائے میں رہے اور ابھی تک وہیں ہیں اور اُنھی کے ساتھ مسمی عبدالرحیم بھی ہے۔ پس اُس کی نسبت جیسی آپ کی خواہش ہو اُس سے مطلع کیا جائے۔ میں کلکتہ جانے والا ہوں۔ اس کا جواب پرنسپل صاحب کے پاس ارسال فرماویں۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ، ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء

(۲۵)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی !

میں نے چٹھی مبارک باد و بابت خطاب جدید نواب آسمان جاہ کی خدمت میں لکھی ہے اور اخبار میں ایک فقرۂ مبارک باد چھپا ہے ۔ اُسی چٹھی میں ایک پرچۂ عرضداشت بہ اُمید عطائے مبلغ پانسو روپیہ ملفوف کر دیا ہے ۔ اُمید ہے کہ عنایت ہو جاوے گا اس لیے کہ رقم قلیل ہے ۔ سید افضل حسین صاحب کو بھی خط مبارک باد مع پرچۂ عرضداشت روانہ کیا ہے ۔ پانچ سو روپے کے فیاض سو آدمیوں کا تلاش کرنا نہایت ضروری ہے ۔ آپ بھی اس میں کوشش فرماویں ۔ نواب بشیر الدولہ بہادر کا اب پورا خطاب مع خطاب سابق کیا ہوا اور کس ترتیب سے الفاظ سابق و حال لکھے جاتے ہیں ، اُس کو بالتفصیل پورا لکھ بھیجیے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۶ فروری ۱۸۸۸ع

(۲۶)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی !

تعجب ہے کہ آپ نے باوجود گزرنے اس قدر عرصے کے کوئی خط نہیں لکھا ۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں ۔ آج جو خط سید محمد رکن الدین صاحب کا آیا اُس سے معلوم ہوا کہ آپ حیدر آباد میں تشریف رکھتے ہیں ۔ پس یہ عرض ہے کہ جناب امیر کبیر نے حکم خزانہ بابت زر چندہ سنٹرل ہال جاری فرما دیا ہے ۔ اب زر مذکور جلد تر روانہ فرمائیے ۔ اس سال میں جو اسکالرشپ آپ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے اُس کی بابت مبلغ ۱۶۸ روپے چاہئیں اور اُن کی ضرورت ہے ۔ اُمید ہے کہ مبلغ ۱۶۸ روپے ارسال فرمائیے ۔ جو کہ یہ بات تحقیق ہوتی جاتی ہے کہ نواب صاحب کا جب خطاب مل جائے تو غریب

آدمیوں کے خط کا جواب نہیں دیا جاتا ، پس اگر آپ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہو تو خیر خدا حافظ ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۲۸ اکتوبر ۱۸۸۸ع

(۲۷)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر !

مبلغ ۶۸ روپیہ بابت اسکالرشپ آپ کے ذمے باقی ہیں ۔ اُمید کہ فوراً ارسال فرمائیے ۔ اُمید ہے کہ شروع مارچ تک میرے پاس پہونچ جاویں کیونکہ آخر مارچ کو سال ختم ہوگا ۔ اُس سے قبل سب روپیہ اسکالرشپوں کا وصول ہو جانا چاہیے ۔ محمد احمد کب ولایت جاوے گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
۱۹ فروری ۱۸۸۹ع

(۲۸)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر !

آپ کے عنایت نامجات پہونچے ۔ ممنون عنایت ہوا ۔ سب سے اول مجھ کو یہ بات صاف صاف کہہ دینی چاہیے کہ جانشینی کا معاملہ اب اُس حد سے گزر گیا ہے کہ اُس میں کچھ ترمیم ہو سکے ۔ اب کسی طرح وہ ملتوی نہیں رہ سکتا ، یا ادھر ہوگا یا اُدھر ۔ اُس میں فکر لاحاصل ہے ۔ آپ اُس سے اختلاف کریں تو بلا شبہ افسوس ہوگا مگر آپ کی نسبت اور کوئی خیال بجز اس کے کہ آپ ہی کی رائے تھی میں ہرگز نہیں کروں گا ۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جب ووٹ گنے جاویں گے (تو) آپ کا ووٹ بھی مخالف جانب رکھ دیا جاوے گا ۔ ذرا مجھ کو یہ بات سمجھا تو دو کہ سید محمود کا تقرر خواہ ضروری تھا یا نہ تھا یا قبل از وقت

تھا ، مولوی سمیع اللہ خاں کو اس قدر شورش کرنے کی کیا وجہ ہے ؟ مولوی سمیع اللہ خاں نے جو کچھ نسبت سید محمود کے لکھا بلا شبہ آپ کے دل کو تکلیف ہوئی ہوگی جیسا کہ آپ نے لکھا ہے ۔ مگر اب کیا آپ اس کو قبول کریں گے کہ عملی طور پر اُن کی تحریر کی تصدیق کریں ۔ یورپین سٹاف کی نسبت اُن کی طالبیت کے لیے جو آپ قواعد بنانا چاہتے ہیں سید محمود کا تقرر اُن کا مانع نہیں ہے ۔ معہذا قواعد سے کام نہیں چلتا ۔ کام آپ کے سلوک سے چلتا ہے ۔ قواعد حقوق کا فیصلہ کر سکتے ہیں ، روزمرہ کا کام نہیں چلتا ۔ قواعد جو بنائے گئے ہیں اُن میں پرلسپل کو کوئی ایسے اختیار نہیں دیے گئے ہیں جن کی نسبت مولوی سمیع اللہ خاں لکھتے ہیں کہ کون ممبر ہے جو اس بات کو پسند کرے گا کہ بورڈنگ ہاؤس ایک عیسائی کے ہاتھ میں رہے ۔ مولوی سمیع اللہ خاں کا ایک ایک لفظ شرارت اور خبث طینت سے بھرا ہوا ہے ۔ میں اُن کا ذکر کرنا یا اُن کی نسبت کچھ کہنا نہیں چاہتا ۔ لیکن اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ کسی طرح سلسلہٗ جانشینی سید محمود کو چھوڑ دیا جاوے تو اس خیال کو دور کر دیجیے ۔ اگر ووٹ کثرت سے برخلاف اس کے ، فرض کرو ، ہوں تو میں مدرسے کو چھوڑ دوں گا ۔ ایک کام کیا تھا نہ چل سکا ۔ آپ کا یہ خیال کہ آپ رخصت لے کر آویں اور کچھ اصلاح کریں ، بالکل غلط خیال ہے ۔ میں نے مولوی سمیع اللہ خاں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ شاید کوئی شخص جس میں ذرا بھی نفسِ انسانی ہو ، نہیں کر سکتا ۔ لیکن اب مجھ سے نہیں ہو سکتا ۔ اگر کسی مجلس میں وہ اور میں جمع ہو جاویں گے تو آپ سن لیں گے کہ وہ معاملات پیش آنے جو پاجی سے پاجی اور شہدوں میں بھی نہیں ہوں گے ۔ اور کیا عجب ہے کہ دونوں فوجداری کی حوالات میں تشریف لے جاویں ۔ میں قبول کروں گا کہ تمام نالائقی میری ہے ۔ بہتر ، میں ہی نالائق پاجی ۔ جو کچھ کہو سو سہی ۔ آپ کو میری اس تحریر سے میری طبیعت کا حال معلوم ہو گیا ہوگا ۔ پس آپ کو اگر مسودہ مرتبہ کو بجنسہٖ منظور کرنا ہے کیجیے ، نہ منظور کرنا ہے ، نہ کیجیے ۔ مگر زیادہ تحریر سے مجھے رنج پہونچانا ضرور نہیں ۔ اس وقت میرا دل نہیں چاہتا کہ نسبت چندہ آسمان منزل کے آپ کی تحریر کا جواب لکھوں ۔ پھر کسی وقت اس کی نسبت لکھوں گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۷ اگست ۱۸۸۹ء

(۲۹)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ !

میں جب آپ کی تحریر کو پڑھتا ہوں ، مجھے زیادہ تعجب ہوتا ہے ۔ جو مشکلات یورپین سٹاف کی ہیں وہ بالفعل اس آسانی سے کہ سید محمود میرے جانشین منتخب ہو جاویں رفع ہوتی ہیں ۔ اُس پر آپ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ یورپین سٹاف کی موقوفی ہمیشہ کو ٹرسٹیوں کے ہاتھ سے نکل جاوے اور گورنمنٹ کے ہاتھ میں چلی جاوے ۔ آپ خود ہی غور کریں کہ یہ تجویز کیسی ہے ۔ مولوی سمیع اللہ خاں کا اس سے زیادہ کچھ مطلب نہیں ہے کہ سید محمود نہ ہوں ۔ جو آپ کہتے ہیں اُس کا بھی یہی مطلب ہے ۔ آپ نے اُس مخالفت کا جو بقول مولوی مہدی علی کے عدالت تک پہونچ گئی ہے ، اندازہ نہیں کیا ہے ۔ مجھے مولوی صاحب کو بتا دینا ہے کہ وہ خدا نہیں ہیں ۔ نہایت افسوس ہے کہ بعد اُن نالائق حرکتوں کے ، جو مولوی سمیع اللہ خاں صاحب نے اپنی رائے لکھنے اور اخبار میں مشتہر کرنے میں کی ہیں ، پھر آپ کو خیال پیدا ہوا ہے کہ وہی ہو جو وہ چاہتے ہیں ۔ مگر دوسرے پہلو پر میں نہیں سمجھتا کہ کس وجہ سے نجم‌الاخبار اٹاوہ نے چھاپا ہے کہ مولوی مشتاق حسین ، سید محمود کے تقرر کے برخلاف ہیں ۔ جو کچھ آپ چاہتے ہیں ، قطع نظر اس کے کہ کالج کی بہتری اس میں نہیں ہے ، عداوت اور پوری عداوت زیادہ کرنے والی ہیں اور ایک دن آپ سن لیں گے کہ کیا ہوا ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۸ اگست ۱۸۸۹ع

(۳۰)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مکرمی !

آپ کا یہ لکھنا کہ اب تک میرا دل اس بات پر راضی نہیں ہوا کہ آپ اپنے سامنے اپنے جانشین کے معاملے کو طے کریں ، صحیح نہیں ہے ۔ اس لیے

کہ مدرسے کا کام آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے ، میرے ہاتھ میں ہے اور میں موجودہ حالت کے خیال سے اِسی وقت اس کا طے ہونا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ بغیر اس کے مدرسے کا کام چل ہی نہیں سکے گا ۔ اس لیے میری رائے آپ سب کو تسلیم کرنی چاہیے ، یا میرے ہاتھ سے کام لے لینا چاہیے ۔ جبکہ ایک کام کرنے والا شخص کہتا ہے کہ یہ امر لازمی ہے ، بغیر اس کے کام نہیں چل سکتا تو آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ اُس سے انکار کریں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
اگست ۱۸۸۹ع

(۳۱)

(رسالہ فکر و نظر علی گڑھ بابت جنوری ۱۹۶۰ع ، صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۶)

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر[۱] !

شاید آپ کو یہ بات معلوم ہوگی یا نہیں کہ ایک عرصے سے ، جب کہ مولوی مہدی علی ولایت بھی نہیں گئے تھے ، میں ان کو بہ تاکید یہ صلاح دیتا رہا کہ اب نوکری سے علحدہ ہو کر بقیہ زندگی میرے ساتھ علی گڑھ میں بسر کرنی چاہیے ۔ آدمی اس واسطے پیدا نہیں ہوا کہ تمام عمر غلامی میں بسر کرے اور کسی وقت خاص میں اپنے دل کی خوشی اور آزادی میں اپنے تئیں نہ ڈالے ۔ تابعداری خاص دلی حرکتوں پر پردہ ڈالے رکھتی ہے ۔ میں اس شخص کو نہایت بدنصیب سمجھتا ہوں جس کے دل پر تا بہ مرگ وہ پردہ رہے اور خاص دل کی حرکتوں کو ، جو بجز آزادی کے اور کسی حالت میں اُبھرتی نہیں ، اُبھرنے نہ دے ۔

خیر میری یہ رائے ہے اور آپ یقین کرتے ہوں گے کہ (میں) مہدی علی کو نہایت عزیز رکھتا ہوں ۔ بلکہ چاہتا ہوں اور جو شخص جس سے محبت رکھتا ہو وہ ضرور اس کے لیے وہی چاہتا ہے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے ۔ اب مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ مولوی مہدی علی نے استعفیٰ دے دیا ہے مگر آپ اس میں

۱۔ نواب وقار الملک کا خطاب "انتصار جنگ" بھی تھا ۔

خلل انداز ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ اگر تم نوکری چھوڑ دو گے تو میں بھی نوکری چھوڑ دوں (گا) ۔ میں تم کو بھی کسی وقت یہی نصیحت کروں گا جو مہدی علی کو کرتا ہوں ۔ مگر تمہارے لیے ابھی وقت نہیں آیا ہے ۔ بہرحال تمہارا یہ کہنا کہ میں بھی نوکری چھوڑ دوں گا ، مہدی علی کے استعفیٰ منظور ہونے میں پورا خلل ڈالتا ہے ۔ کیونکہ دونوں کا ایک ساتھ علاحدہ ہونا محالات سے ہے ۔ غالباً آپ کے دل میں یہ خیال آیا ہوگا کہ لوگ آپ کو بدنام کریں گے کہ آپ مہدی علی کے استعفیٰ دینے کے باعث ہوئے ۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے ۔ در حقیقت میرے نصائح نے ان پر پورا اثر کیا ہے اور دل سے وہ اب نوکری سے علاحدہ ہونا چاہتے ہیں ۔ لوگ دنیا میں کسی کو چین لینے نہیں دیتے ۔ پھر لوگوں کے کہنے پر خیال کرنا محض لغو ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ جو کام میں نے صرف خالص نیت اور صرف قومی بھلائی کے لیے کیا ہے اس کی نسبت لوگ اور بہت مقدس لوگ کیا کیا کچھ کہتے ہیں ۔ کیسے کیسے مقدس لوگ مجھے خود غرض ، بد دیانت ، تعمیرات مدرسہ میں غبن اور چوری کرنے والا وغیرہ وغیرہ بیان کرتے ہیں ۔ اور مقدس ہاتھوں سے جو پانچ وقت وضو سے دھوتے ہیں ، ایک سلسلہ آرٹکلوں ، پمفلٹوں کا چھپ رہا ہے اور مشتہر ہو رہا ہے ۔

پس آدمی کو اپنے خدا کے سامنے نیک نیتی سے کام کرنا چاہیے ۔ لوگوں کے کہنے پر مطلق خیال کرنا غلطی ہے ۔ پس اس طرح آپ کو بلحاظ اس کے کہ لوگ کیا کہیں گے ۔ مولوی مہدی علی کے استعفیٰ کی منظوری کے لیے کوشش کرنی چاہیے ، نہ کہ خلل انداز ہونا ، بلاشبہ اس وقت آپ کو خدا نے اختیار دیا ہے اور محبت کا مقتضا یہ ہے کہ آپ مہدی علی کے ساتھ سلوک کریں اور وہ سلوک یہ ہے کہ گورنمنٹ سے ایک معقول و مناسب پنشن ان کو دلوادیں ۔ آپ کی سعی سے بلا شبہ یہ ہو سکتا ہے اور آسانی سے ہو سکتا ہے ۔ یہ بھی آپ کو یقین ہوگا کہ بعد منظوری پنشن و استعفیٰ فی الفور مہدی علی حیدر آباد سے علی گڑھ چلے آویں گے اور میرے ساتھ رہیں گے جس کے لیے میں نے بندوبست کر رکھا ہے اور بقیہ عمر میرے ساتھ علی گڑھ میں گزاریں گے ۔ یا میں ان کو دفن کروں گا یا وہ مجھ کو دفن کریں گے اور بقیہ عمر گوشہ نشینی اور خاموشی میں بسر کریں گے ۔ پس جبکہ ان کا یہ ارادہ ہے ، جس پر میں یقین کرتا ہوں ، تو اس میں خلل انداز ہونا کچھ سلوک نہیں ہے ، بلکہ در حقیقت

بدسلوکی ہے - آپ کے اصرار کا اور ان کی منظوری استعفیٰ اور تقرر پنشن میں سعی نہ کرنا یا اس میں خلل انداز ہونا شاید آپ بہ مقتضائے محبت و دوستی ایسا کرنا سمجھتے ہوں مگر یہ صحیح نہیں ہے - کیونکہ جب انھوں نے ایسا ارادہ مصمم کر لیا ہے تو ایک دن وہ چھوڑ چھاڑ کر چلے آویں گے - گو کہ ایسا کرنے میں شاید اُن کو نقصان پہونچے - مگر جب کوئی شخص کچھ کرنے پر آتا ہے تو کر ہی بیٹھتا ہے - اس وقت البتہ آپ کو لوگ بدنام کریں گے اور میں بھی آپ کی نہایت شکایت کروں گا -

مختصر یہ کہ آپ ان کی منظوری استعفیٰ اور تقرر پنشن مناسب پر سعی فرماویں - آپ کی ادنیٰ کوشش سے (یہ) بہت آسانی سے ہو سکے گا اور میں اور مہدی علی دونوں آپ کے نہایت ممنون احسان ہوں گے - میں ۳۰ ستمبر کو علی گڑھ واپس جاؤں گا -[۱] والسلام

خاکسار
سید احمد
الہ آباد ، ۲۹ ستمبر ۱۸۸۹ء

(۳۲)

(رسالہ اُردو ، کراچی ، جلد ۴۲ ، نمبر ۳
بابت ماہ جولائی ۱۹۶۶ء ، ص ۵ تا ۱۰)

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام سرسید کا طول طویل خط جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے ، اپنی نوعیت میں نرالا اور مخصوص حیثیت کا حامل ہے - یہ خط اب تک کہیں شائع نہیں ہوا تھا - پہلی مرتبہ ایسے مکرمی جناب مشفق خواجہ مدیر رسالہ "اردو" نے اپنے رسالے میں شائع کیا ہے - اس خط کو شائع کرتے ہوئے خواجہ صاحب محترم نے جو تمہید لکھی ہے اسے غور سے پڑھے بغیر اصل خط کا مطلب اور اس میں بیان شدہ امور کی حقیقت پورے طور پر واضح نہیں ہوتی - لہٰذا میں حضرت خواجہ صاحب کے شکریے کے ساتھ

۱- یہ خط مکاتیب سرسید مرتبہ مشتاق حسین میں بھی چھپ چکا ہے -

مع ان کی تمہید کے اس تاریخی خط کو اس مجموعے میں شائع کر رہا ہوں ۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

''تمہید :

سرسید کے مکتوبات کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں ۔ پہلا مجموعہ مولوی وحید الدین سلیم نے "سرسید کے خطوط" کے نام سے شائع کیا تھا جو پچپن مکتوبات پر مشتمل تھا ۔ یہ تمام مکتوبات اس سے پہلے مولانا سلیم اپنے رسالے ''معارف'' میں بھی (۱۹۰۱ع میں) بالاقساط شائع کر چکے تھے ۔ دوسرا مجموعہ ''خطوطِ سرسید'' کے نام سے سر راس مسعود نے شائع کرایا تھا ۔ اس میں بیشتر مکتوبات وہی ہیں جو مولانا سلیم کے مجموعے میں شامل تھے ۔ تیسرا مجموعہ ''مکتوبات سرسید'' مولوی محمد اسماعیل پانی پتی نے مرتب کیا تھا جسے ۱۹۵۹ع میں مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کیا ۔ یہ مجموعہ تین سو چھیالیس مکتوبات پر مشتمل ہے ۔ اس مجموعے کے ذریعے پہلی مرتبہ سرسید کے مکتوبات اتنی تعداد میں منظر عام پر آئے ۔ مولوی محمد اسماعیل پانی پتی نے تمام مطبوعہ مکتوبات کو یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ چند غیر مطبوعہ مکتوبات بھی اپنے مجموعے میں شامل کیے ہیں ۔ غیر مطبوعہ مکتوبات کی دستیابی کا سلسلہ اب تک جاری ہے ۔ مولوی محمد اسماعیل کے مجموعے کی اشاعت کے بعد بھی چند مکتوبات مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں ۔ ایسا ہی ایک مکتوب ''اردو'' کے اس شمارے میں شائع کیا جا رہا ہے جو نواب وقار الملک (مولوی مشتاق حسین) کے نام ہے ۔[1]

نواب وقار الملک اور سرسید میں اخوت و محبت کا گہرا رشتہ تھا (مگر) بعض حالات و واقعات کی وجہ سے ایک مرتبہ ان دونوں بزرگوں میں کچھ کشیدگی بھی ہو گئی تھی ۔ مکتوب

۱- سرسید کے ایک سو سے زیادہ غیر مطبوعہ خطوط بنام سید ممتاز علی نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہیں (ملاحظہ ہو میوزیم جرنل آف پاکستان ، شمارہ مارچ ۶۹ع ، ص ۵۰) ۔

زیر بحث کا تعلق اسی کشیدگی سے ہے ۔ مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے انتظام کے لیے سرسید نے جو مسودۂ قانون برائے متولیان (ٹرسٹی بل) تیار کیا تھا ، اس سے بعض لوگوں کو اختلاف ہوا ۔ مخالفت میں مولوی سمیع اللہ خاں پیش پیش تھے ۔ سرسید نے اپنی زندگی میں مخالفت کے بے شمار طوفانوں کا مقابلہ کیا اور کبھی جذباتیت سے کام نہ لیا ، لیکن اس مخالفت کے سیلاب میں ان کے کردار کی یہ خصوصیت برقرار نہ رہ سکی ۔ بقول مولانا حالی : "۔۔۔ ان کا حوصلہ تنگی کرنے لگا تھا اور صبر و تحمل کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا"[۱] اور وہ اس حد تک جذباتی ہوگئے کہ "انھوں نے ایک نہایت پُر جوش آرٹیکل علی گڑھ گزٹ میں شائع کیا تھا جس میں (مولوی سمیع اللہ) کو فرانس چل کر ڈوئل لڑنے کا چیلنج دیا گیا تھا ۔"[۲]

مولوی سمیع اللہ بہت صاحب اثر آدمی تھے ۔ سرسید کے دوست تھے اور ان کے کاموں میں اکثر ہاتھ بٹاتے رہتے تھے ۔ ان کی مخالفت ہی کیا کم تھی کہ نواب وقار الملک نے بھی ٹرسٹی بل کی بعض شقوں ، خصوصاً سید محمود کے جائنٹ سیکرٹری مقرر کیے جانے سے اختلاف کا اظہار کیا ۔ سرسید کو وقار الملک سے اس کی توقع نہ تھی لہٰذا انھوں نے اپنے غم اور غصے کا اظہار نہایت تلخ پیرائے میں کیا ۔ اس سلسلے میں سرسید نے نواب صاحب کے نام جو خطوط لکھے ان میں سے چار منظر عام پر آ چکے ہیں ۔ یہ چاروں "مکتوبات سرسید" میں شامل ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے :

۱- مکتوب مورخہ ۷- اگست ۱۸۸۹ع : اس مکتوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب وقار الملک نے ٹرسٹی بل سے متعلق اپنی رائے کا ڈھکے چھپے لفظوں میں اظہار کیا تھا ۔

۱- حیات جاوید ، شائع کردہ اکادمی پنجاب لاہور ، ۱۹۵۷ع ، ص ۳۳۱ ۔
۲- حیات جاوید ، ص ۳۳۲ ۔

انھوں نے ٹرسٹی بل کے تمام شقوں پر تفصیلی تبصرہ تو آئندہ کے لیے اٹھا رکھا تھا ، البتہ اس قدر ضرور کہا تھا کہ کالج کے یورپین سٹاف کے تقرر کا معاملہ ٹرسٹیوں پر نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کا اختیار حکومت کو دے دیا جائے - چونکہ سرسید محض اس وجہ سے سید محمود کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے ، اس لیے وہ نواب وقار الملک کا مدعا خوب اچھی طرح سمجھ گئے اور اس کے جواب میں انھیں یہ لکھا - "مولوی سمیع اللہ خاں کا اس سے زیادہ کچھ مطلب نہیں کہ سید محمود (میرے بعد سیکرٹری) نہ ہوں - جو آپ کہتے ہیں اس کا بھی یہی مطلب ہے -"[1]

۲- مکتوب مورخہ - - - اگست[2] ۱۸۸۹ع : سرسید کے اس مکتوب سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نواب وقار الملک نے یہ رائے دی تھی کہ سرسید اپنی زندگی میں اپنے جانشین کے تقرر کا معاملہ طے نہ کریں -[3]

۳- مکتوب مورخہ ۷- اکتوبر ۱۸۸۹ع : یہ مکتوب نواب وقار الملک کے ۴ صفر ۱۳۰۷ھ (مطابق ۳۰ ستمبر ۱۸۸۹ع) کے خط کے جواب میں ہے - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے کالج سے علیحدہ ہونے کے خیال کا اظہار کیا ہے -[4]

۴- مکتوب مورخہ ۲ نومبر ۱۸۸۹ع : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے سرسید کے مکتوب مورخہ ۷- اکتوبر کے جواب میں ایک طویل خط لکھا تھا ، جس میں انھوں نے اپنی "صفائی" پیش کی تھی - سرسید کے جواب سے پتہ

۱- مکتوبات سرسید ، ص ۲۶۳ -
۲- اس خط پر تاریخ درج نہیں -
۳- مکتوبات سرسید ، ص ۲۶۴ -
۴- مکتوبات سرسید ، ص ۲۶۵ -

چلتا ہے کہ وہ نواب صاحب کے ''بیانِ صفائی'' سے صرف اس حد تک متاثر ہوئے کہ ''بہت سے بہت آپ کی نسبت یہ خیال کر سکتا ہوں کہ بہت سے لوگوں نے دانستہ و بدنیتی سے مجھے بُرا بھلا کہا ہے (اور) آپ نے نادانستہ اور نیک نیتی سے۔''[۱]

ان چار مکتوبات کے علاوہ ایک پانچواں مکتوب بھی ہے جو سب سے زیادہ اہم ہے اور جس کا لب و لہجہ نہایت تلخ ہے۔ یہی وہ خط ہے جو اب تک شائع نہیں ہوا۔ نواب وقار الملک نے ٹرسٹی بل کے متعلق اپنی تفصیلی رائے بھیجی تھی۔ یہ مکتوب اسی کے جواب میں ہے۔

نواب صاحب نے ٹرسٹی بل کے سلسلے میں جو خطوط سرسید کو لکھے تھے، غالباً وہ محفوظ نہیں رہے۔ لیکن وہ خط محفوظ رہ گیا جس کا جواب سرسید نے یکم اکتوبر ۱۸۸۹ع کو لکھا تھا۔ نواب صاحب نے ٹرسٹی بل کے متعلق اپنی رائے ۲۵ ستمبر ۱۸۸۹ع کو بھیجی تھی۔ اس رائے کے ساتھ ایک خط بھی تھا۔ اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ خط ''مکاتیبِ محسن الملک و وقار الملک'' مرتبہ محمد امین زبیری (ص ۷۰ - ۷۱) سے نقل کیا جاتا ہے:

''۲۵ ستمبر ۱۸۸۹ع

جناب قبلہ و کعبہ ام، تسلیم

میں اپنی رائے قواعد و ضوابطِ مدرسۃ العلوم کی نسبت ملفوف کرتا ہوں۔ قوی اندیشہ ہے کہ اس کے بعض مطالبات اور خصوصاً اس کا وہ حصہ جس سے فقرہ (۲۵ - ۲۵) مراد ہیں، ضرور آپ کے ملالِ خاطر کا باعث ہوں گے، لیکن جن مجبوریوں سے میں ان کے لکھنے پر مجبور ہوا، ان کا بیان بھی میں نے ان کے ساتھ ہی کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی معذرت آپ کے اس ملال کو کم کر سکتی ہو تو جس قسم کی معذرت ہو میں اس کے پیش کرنے کو اپنا فخر سمجھوں گا۔

۱- مکتوبات سرسید، ص ۲۶۹ -

"آج چھٹا دن ہے جو میں اس رائے کا مسودہ لکھ چکا ہوں۔ اس تمام عرصے میں میں نے برابر سوچا کہ آیا اس مضمون کو میں رہنے دوں یا خارج کر دوں ، لیکن فقط اس خیال سے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ ایک قومی کام ہے لہٰذا جو کچھ میری رائے میں آیا میں نے اس کا کرنا اپنے اُوپر فرض سمجھا۔

"اور اب میں اپنے آپ کو نہایت ہی خوش قسمت سمجھوں گا اگر یہ معلوم ہو کہ میری اس نالائق حرکت نے آپ کی مربیانہ شفقت کو میرے اُوپر سے کم نہیں کیا ۔ مولوی مہدی علی تو کہتے ہیں کہ اس کے بعد عمدہ تعلقات کا قائم رکھنا ممکن نہیں ہے لیکن خدا کے نزدیک کوئی بات بھی ناممکن نہیں ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ والتسلیم۔

مشتاق حسین

"مکرر۔ اور اپنی طرف سے تو مجھ کو مرتے دم تک بھی یہ اندیشہ نہیں ہے کہ میری اس دلی عقیدت مندی میں ، جس کی بنیاد آپ کے بے انتہا احسانات اور آپ کی بے انتہا خدمات کے اعتراف پر قائم ہے جو آپ سے ملک اور قوم کی نسبت ہوئے ہیں ، اور جب کہ میرے لیے اپنے دل کا یہ حال ہو تو کسی طرح یہ ممکن نہ ہوگا کہ آپ کے صاف دل پر اس کا اثر نہ پڑے اور آپ کی ناراضی زیادہ عرصہ تک قائم رہے۔ والتسلیم

خاکسار

مشتاق حسین"

نواب وقار الملک نے جس دھیمے اور محبت آمیز لہجے میں اپنے اختلافات کا اظہار کیا ہے ، اس سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیالات کے اظہار میں کسی لگی لپٹی کے قائل نہیں ہیں تو دوسری طرف یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ سرسید کا احترام کرنے میں وہ کسی سے پیچھے نہیں۔ اس کے برعکس سرسید نے اس خط کا جو جواب دیا ، اس میں انھوں نے گفتنی و ناگفتنی سب کچھ کہہ دیا ۔ یہاں تک کہ لہجہ

بھی دوستانہ نہیں رکھا ۔ جتنی "تلخی" سرسید کے اس "خط میں نظر آتی ہے ، وہ ان کی کسی دوسری تحریر میں نہیں ملتی ۔

محولہ بالا مکتوبات کے بعد بھی سرسید کے کئی خطوط نواب وقار الملک کے نام ملتے ہیں لیکن ان میں ٹرسٹی بل کے بارے میں کچھ نہیں ہے ۔ البتہ اس وجہ سے جو کشیدگی پیدا ہوگئی تھی اس کا تذکرہ ایک دو جگہ ضرور آیا ہے ۔ نواب محسن الملک (مولوی مہدی علی) کے خیال کے برعکس سرسید اور نواب وقار الملک کی یہ باہمی شکر رنجی کچھ زیادہ عرصے تک نہ رہی ۔ سرسید کا ۸ دسمبر ۱۸۸۹ء کا ایک خط ملتا ہے جس میں مسجد کے چندے کے لیے درخواست ہے لیکن باہمی اختلاف کا کوئی ذکر نہیں[1] ۔ ۳ اگست ۱۸۹۰ء کے ایک مکتوب کی ابتدا یوں ہوتی ہے :

''عزیزی و مکرمی نواب صاحب والا جاہ !

ابھی تک میرے دل نے قرار نہیں پکڑا ہے کہ دونوں القابوں میں سے کون سا القاب رہے اس لیے دونوں لکھ دیے''[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالات اعتدال پر آ رہے ہیں ۔ مذکورہ عبارت میں نکتے کی بات یہ ہے کہ ''جھگڑے'' سے پہلے سرسید عموماً ''عزیزی و مکرمی مولوی مشتاق حسین'' لکھا کرتے تھے ، جھگڑا ہوا تو القاب میں بھی تکلف پایا جانے لگا ۔ ۳۰ نومبر ۱۸۹۰ء کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ طرفین میں پوری طرح صلح صفائی ہوگئی ہے ۔ سرسید نے اس خط کی ابتدا ''عزیزی و مکرمی مولوی مشتاق حسین'' سے کی ہے اور القاب سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے ''اب میرا دل تم سے صاف ہو گیا ۔ مہدی حسن کے سامنے میں نے تم کو بہت برا بھلا کہا اور بخارات نکال لیے ، اس لیے میں تم کو وہی القاب

۱- مکتوبات سرسید ، ۲۵۰ ۔

۲- مکتوبات سرسید ، ص ۲۵۱ ۔

لکھتا ہوں جو پہلے لکھتا تھا ۔''[۱]

چونکہ دونوں بزرگوں کی نیت بخیر تھی اس لیے صلح صفائی میں دیر نہ ہوئی ۔ مولانا حالی نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ''انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین نے کہ وہ بھی اس اختلاف میں شریک تھے ، بل پاس ہو جانے کے بعد اس کو بسر و چشم قبول اور منظور کر لیا اور کالج کے پہلے سے زیادہ حامی و مددگار بن گئے ۔''[۲]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس سلسلے کے تمام مکتوبات شائع ہو چکے ہیں تو زیر بحث مکتوب اب تک منظر عام پر کیوں نہیں آ سکا ؟ اس کی وجہ سرسید ہی کے ایک مکتوب بنام وقار الملک مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۹۰ع سے معلوم ہوتی ہے ۔ اس مکتوب کی یہ عبارت قابلِ غور ہے (جو حسبِ ذیل ہے) :

''میرے نزدیک تو خط واپس شدہ کا محفوظ رکھنا ایک رنج کی یادگار کو قائم رکھنا ہے جس کا وجود اور خیال سب معدوم کر دینا چاہیے ۔ جب تک میرے دل میں کسی کی طرف سے رنج رہتا ہے تو میں اپنے دل کو کفر میں ڈوبا ہوا سمجھتا ہوں ۔ اس کا دور کرنا جلد یا بدیر اپنے اختیار میں نہیں پاتا ۔ الا ہمیشہ اس کے دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں ۔ میرے وہ لفظ اگر تم محفوظ رکھنے چاہتے ہو تو صرف دال لام ہے ۔''[۳]

اس عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مکتوبِ زیر بحث سرسید نے واپس منگوا لیا تھا تاکہ شکر رنجی کی یہ یادگار باقی نہ رہے ۔ نواب وقار الملک نے بھی اسی خیال سے یہ مکتوب

۱۔ مکتوبات سرسید ، ص ۲۷۸ ۔
۲۔ حیات جاوید ، ص ۳۲۱ ۔
۳۔ مکتوبات سرسید ، ص ۲۷۲ ۔

واپس کردیا ہوگا لیکن بعد میں انھوں نے کسی مصلحت کی بناء پر اسے اپنے پاس رکھنا چاہا ۔ ان کی اسی خواہش کا جواب سرسید کی مذکورہ عبارت میں ملتا ہے ۔ سرسید نے یہ مکتوب وقار الملک کو واپس نہ کیا اور ضائع بھی نہ کیا ۔ یہ ان کے پاس محفوظ رہا اور پھر یہ خاندانی ترکے کے طور پر سید محمود کے توسط سے سر راس مسعود تک پہنچ گیا ۔ انھوں نے بھی جب سرسید کے خطوط کا مجموعہ شائع کیا تو اس میں اس ''خط واپس شدہ'' کو شامل نہ کیا ۔ یہ مکتوب اب تک راس مسعود کے خاندان میں محفوظ ہے ۔ مئی ۱۹۶۶ع کے آخر میں سر راس مسعود سوسائٹی کراچی کے زیر اہتمام خانوادۂ سید کے نوادر کی نمایش ہوئی تھی ۔ اس نمائش میں یہ مکتوب بھی رکھا گیا تھا جو سوسائٹی کو سر راس مسعود کی صاحب زادی نادرہ (بیگم ڈاکٹر احسان رشید) سے ملا تھا ۔ محترمہ نادرہ اور راس مسعود سوسائٹی کے شکریے کے ساتھ یہ خط ''اردو'' میں شائع کیا جاتا ہے ۔ م ۔ خ (مشفق خواجہ) ۔

مکتوبِ سرسید

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر !

آپ کا عنایت نامہ اور آپ کی رائے نسبت مسودۂ قانون ٹرسٹیاں پہونچا ۔ ممنون ہوا ۔ بلاشبہ آپ کی رائے سے مجھ کو نہایت رنج ہوا ہے ۔ اول یہ کہ آپ کا نام نامی فہرستِ مخالفین میں مندرج ہوگا جس کو دیکھ کر تمام عالم تعجب کرے گا اور ہمیشہ ، جب تک میں زندہ ہوں ، مجھے بھی یاد رہے گا ۔ اور آیندہ کی نسلوں کی یاد گاری کے لیے مدرسے کی تاریخ (میں) جس کے مرتب کرنے کا میں نے پورا ارادہ کر لیا ہے ، مندرج رہے گا ۔

دوم ۔ اگر آپ کو اس بات کا یقین تھا کہ میں بے ایمان یا خود غرض نہیں ہوں اور مدرسہ بغیر کسی غرض ذاتی کے صرف قومی بہبودی کے لیے میں نے قائم کیا اور اس کی موجودہ اور آیندہ بہتری کا خیال کرنا میرا فرض تھا اور یقینی مجھ کو آیندہ اور موجودہ ابتری دیکھنا ہی تھی جس کو آپ ہرگز نہیں

دیکھ سکتے اور نہ حیدر آباد (دکن) میں بیٹھے سمجھ سکتے (ہیں)۔ اور اگر تم مجھ کو بے ایمان اور دغاباز بھی نہیں سمجھتے تو تمھارا یہ فرض تھا کہ یہ خیال کرتے کہ کوئی ایسی ہی مشکل لاحل پیش آئی ہے جس پر ایسا کرنے کو سید احمد مجبور ہوا ، کوئی اور صورت اس کے حل ہونے کی نہ تھی۔ تو آپ کو بجز اس کے کہ جن دفعات سے آپ نے اختلاف کیا ہے ، آپ اس سے اتفاق کرتے ، گو آپ کی رائے کچھ ہی ہوتی ، کیونکہ وجوہاتِ مذکورہ بالا میں آپ کو نہایت ایمانداری اور سچائی سے ، جو خدا اور خدا کے رسول کے نزدیک بھی مقبول تھیں اور تمام کام دنیا کے بلکہ دین کے بھی زمانۂ خلفائے راشدین سے آج تک اسی اصول پر ہوتے آئے ہیں ، آپ کو اپنی رائے سے انحراف کرنے (کی) وجہ کافی نہیں ہے۔ اس رائے سے انحراف کرنے کی وجہ بجز اس کے (کہ) مجھ کو احمق ، بے ایمان ، خود غرض ، دغاباز قرار دو اور کوئی ہو نہیں سکتی۔ گو کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ آپ مجھ کو ایسا سمجھتے ہیں مگر آپ کا فعل ایسا ہوا ہے ، جس سے امر مذکورہ لازم آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیندہ کا انتخاب ٹرسٹیوں (پر) چھوڑا جاوے۔ اگر ہماری قوم اس لائق ہوتی تو رونا کاہے کا تھا۔ اس وقت فہرست ٹرسٹیان آپ کے سامنے موجود ہے۔ مجھ کو بتلاؤ کہ سوائے دو چار کے کہ ان پر بھی یقین نہیں ہے ، کون شخص (ایسا) ہے جس پر آپ بھروسہ کر سکتے ہیں کہ وہ کالج کے ساتھ اور قوم کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہے ، اور وہ بغیر کسی خیال کے وہی کام کرے گا جو قوم اور کالج کے لیے بہتر ہوگا۔

اس کو بھی جانے دو ؛ تمام ٹرسٹیوں میں سے مع مولوی سمیع اللہ خاں کے ایک شخص کو بتلاؤ (کہ) ، جو ضرورت کالج میں انگریزی تعلیم اور ولایت سے پروفیسر اور لائق آدمیوں کے بہم پہونچانے کی ہے ، اور ہمیشہ ہوتی رہے گی ، سوائے سید محمود کے کون انجام دے سکتا ہے۔ اگر سید محمود میری مدد نہ کرتے اور نہایت کوشش سے پروفیسروں کے انتخاب میں اپنا ذاتی روپیہ خرچ نہ کرتے تو ایک پروفیسر بھی ہم کو میسر نہ آتا۔ اگر آج سید محمود مدرسے کی مدد سے دست کش ہو جائیں (تو) میری زندگی ہی میں مدرسہ چل نہیں سکتا۔ مولوی سمیع اللہ خاں مع حمید اللہ خاں اور اور دو چار سمیت اگر ایک پروفیسر بھی خصوصاً میرے مرنے کے بعد بلوا سکیں تو اگر میں زندہ ہوں تو میری دھاڑھی[1]

۱۔ سرسید نے اپنے خط میں لفظ ڈاڑھی کو اسی طرح لکھا ہے جس طرح اوپر نقل ہوا۔

منڈوا ڈالنا اور مر جاؤں تو قبر پر جا کر جوتے مارنا اور لعنت بھیجنا ۔ فرض کرو آپ کے نزدیک میری یہ رائے غلط ہو، لیکن جب مجھ کو اس پر یقین تھا اور ہے تو میرا فرض تھا کہ میں کروں ۔ جو بات چار دن بعد ٹرسٹیوں سے پوچھی جاتی ، وہی بات تو آج ٹرسٹیوں سے پوچھی جاتی ہے ۔ تعجب ثم تعجب[۱] کہ آپ طالبت یورپین سٹاف کی نسبت ایک دفعہ تجویز کرتے ہیں جس کا حکم اخیر گورنمنٹ دے گی ۔ آپ خود اخبار (میں) پڑھ چکے ہوں گے کہ گورنمنٹ نے اس سے کم مداخلت کو منظور نہیں کیا ۔ پس اس مداخلتِ عظیم کو گورنمنٹ کسی طرح منظور نہیں کر سکتی اور آپ کی تمام تجویز سر کے بل گر پڑتی ہے ۔ مع ھذا آپ نے کوئی تدبیر پروفیسروں کے بلانے کی تو لکھی نہیں ۔ مولوی سمیع اللہ خاں بلائیں اور وہ آویں گے (پھو)۔ جو دفعہ معاہدے کی تجویز کی ہے کسی طرح کمتی ہو ، موجودہ حالات پر نہیں کر سکتے (کذا) کیونکہ اس معاہدے کے ایفا کے لیے کسی بنک کی ضمانت واجب ہوتی ہے ۔ آپ نے اس معاملے میں محض غلطی کی ہے ، جس کا بلاشبہ تا مرگ افسوس رہے گا ۔ زیادہ تفصیل آپ میری اسپیچ میں سنیں گے جو ایک بہت بڑی مسلمانوں کی مجلس میں کرنے والا ہوں ۔ العجب ثم العجب کہ آپ نے لکھا ہے کہ رسول مقبول آخر الزماں صلعم نے خلافت کی بابت کیا کہا ۔ مجھے تو یہ معلوم ہے کہ شیعہ حضرات علی مرتضی کا خلیفہ بعد پیغمبر خدا ہونا وحیِ الٰہی سے مانتے ہیں ۔ اہلِ سنت و جماعت حضرت ابوبکر کی خلافت بموجب حکمِ خاص پیغمبر خدا کے تسلیم کرتے ہیں اور اسی حکم کی بنیاد پر اجماع مانتے ہیں ۔ شاہ ولی اللہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی خلافت کو یکے بعد دیگرے بموجب حکم رسول اللہ صلعم کے تسلیم کرتے ہیں ، اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس قدر عروج و اشاعت اسلام نہ ہوتی ۔ ہرگز قیاس میں نہیں آتا کہ رسول اللہ ایسے عالیشان کام کو بغیر کسی کی نسبت خلافت قرار دیے ، چند صحابہ کی رائے پر ، گو وہ کیسے ہی مقدس ہوں ، چھوڑ دیتے ۔ حضرت عمر نے چھ شخصوں کو خلیفہ منتخب کیا ۔ ان میں سے صاف ترجیح حضرت عثمان کو دی تھی ۔ حضرتِ عثمان کسی کو منتخب نہ کر سکے کہ شہادت ہو گئی ۔ علی مرتضٰی بیٹھے (تو) جو فتنہ و فساد برپا ہوا وہ آپ کو معلوم ہے ۔ علی مرتضٰی بھی کسی کو خلیفہ مقرر نہ کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امامِ برحق کو خلافت چھوڑنی پڑی اور آخر میں نتیجہ

۱۔ اصل عربی محاورہ ''العجب ثم العجب'' ہے ۔

واقعۂ کربلا ہوا ۔ پھر کیا آپ کی بھی یہ رائے ہے کہ مدرسے کے حق میں شمر و یزید پیدا ہو جاویں ۔

افسوس ہزار افسوس کہ تم نے ایسے شخص کو ، جو تم سے دلی محبت رکھتا ہے ، بے سبب اور نہایت غلط طور پر رنج پہونچایا ۔ پھر تعجب آتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ سید محمود سے تین برس کام لیا جاوے ۔ کیا تم نے سید محمود کو بچّہ بنایا ہے ۔ کیا ان کو مکتب میں بٹھا کر امتحان لینا چاہتے ہو ۔ سید محمود کی جوتی کو غرض پڑی ہے (کہ) ایک جاہل کندۂ ناتراش بے عمل ٹرسٹیوں (کیونکہ اکثر ایسے ہی ہیں اور یہ ایک قومی مصیبت ہے) کے سامنے اپنی کارگزاری کا امتحان دے ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے کس خیال سے اپنی رائے لکھی ہے ۔ بہرحال جو کچھ ہوا سو ہوا ۔ اگر کوئی شخص کسی کو تلوار سے زخمی کرے اور وہ یہ کہے مجھے تکلیف نہیں ہوئی تو وہ جھوٹ ہے ، وہ تو ہوئی ۔ لیکن مجھ کو آپ سے کوئی ذاتی ملال نہیں ہے جس کا آپ زیادہ عذر کرنا چاہتے ہیں ۔ اگر آپ مجھ کو صادق اور سچا جانتے ہیں تو آپ یقین کریں کہ مجھ کو درد ہوا ۔ مگر آپ کی ذات سے کچھ رنج نہیں ۔ اس کی تین وجہ ہیں ۔ اول جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ، آپ کی عادت میں ہے کہ جو رائے آپ نے اختیار کی وہ خدا کے سمجھانے سے (بھی) نہیں ٹل سکتی ۔ دوسرے یہ کہ مجھ کو ہرگز اس بات کا گمان بھی نہیں ہے کہ تم نے مولوی سمیع اللہ خاں کی طرف داری سے ، جیسا کہ اور لوگوں نے کیا ہے ، امر ما بہ النزاع سے اختلاف کیا ہے ۔ تیسرے یہ کہ یقین کرتا ہوں کہ تم نے اپنے یقین اور ایمان سے بلا رو و رعایت یہ رائے لکھی ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ غلط محض رائے قائم ہوئی ہے ، جس کے لیے تم بھی مجبور ہو اور ہم کو بھی بہ مجبوری وہ صدمہ ، جو تم سے پہونچا اس کے[1] برداشت کرنا چاہیے اور آپ کے احسانات کو ، جو مدرسہ پر ہوئے ہیں ، یاد کرکے اس کے رنج کو ہلکا کرنا لازم ہے ۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ مجھ کو یہ رنج اس لیے ہوا ہے کہ آپ کی رائے سے نسبت امر متنازعہ کے کچھ صدمہ پہونچا سکتی ہے[2] ، بجز اس کے کہ مجارٹی کے برخلاف جہاں تین رائیں ہیں وہاں ایک اور سہی ۔ مگر رنج اس بات کا ہے کہ تم سے ایسا فعل ہوا ہے جو خدا

۱- یہاں بجائے ''اس کے'' ، ''اُس کو'' ہونا چاہیے ۔
۲- یہاں عبارت ٹھیک نہیں مگر سرسید نے اسی طرح لکھا ہے ۔

کے نزدیک (اور) دنیا کے نزدیک محالات سے تھا ۔ آپ معاف فرمائیں ۔ میرا فرض تھا کہ میں اپنے دل کی تمام باتوں کو ، جو میرے دل میں تمھاری نسبت آئیں ، صاف صاف تم پر ظاہر کروں ۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ تمھارے فعل سے (مجھے) رنج ہوا ہے ، تمھاری ذات سے رنج نہیں ہے ، اور اس لیے کسی معذرت کی ضرورت نہیں ہے ۔ مہدی علی سے دوسرا معاملہ ہے ۔ اگر وہ ایسا کرتا تو کبھی نہ اس کی صورت دیکھتا نہ اپنی دکھاتا اور مرتے وقت نصیحت کر مرتا کہ مہدی علی کو میری لاش پر مت آنے دینا ۔ خیر جو ہوا سو ہوا ۔ اس بات کو اور اس کے ذکر کو جانے دو اور پھر کبھی اس کا مذکور بھی مت کرو اور ایسا بھلاؤ کہ گویا ہوا ہی نہیں تھا ۔ مجھ کو افسوس ہے کہ ایک دفعہ اسپیچ میں سب امور کا ذکر کرنا پڑے گا ۔ یہ بھی مجبوری ہے ۔ اب وہ باتیں کرو جن سے خیال دوسری طرف رجوع ہو اور دل خوش ہو اور ملال گھٹا دے ۔ وہ معاملہ روپے کا ہے ، کیونکہ جو مکان مدرسۃ العلوم کا جلد تر اور میری زندگی میں بن جاویں[1] اس کی خوشی تمام غموں و رنجوں کے غلط کرنے کو کافی ہیں[2] ۔ میں نے الہ آباد سے واپس آ کر آسمان منزل کا کام شروع کردیا ہے ۔ پس جس قدر جلد ممکن ہو اس کا چندہ پورا کرو اور جس قدر وصول ہوتا جاوے بھیجتے جاؤ ۔ اگر آپ کوشش کریں گے تو ایک ہفتے میں کل چندہ وصول ہو جاوے گا ۔ پس اس خطا کا معاوضہ یہی ہے کہ اسی مہینے کے اندر کل زرِ چندہ وصول کرکے بھیج دو ۔

آپ از راہ عنایت یہ خط ضرور مہدی علی کو دکھلا دیجیے گا تا کہ وہ ان الفاظ سے ، جو میں نے ان کی نسبت لکھے ہیں ، بخوبی مطلع ہو جاویں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، یکم اکتوبر ۱۸۸۹ع

نہایت عمدہ طریقہ آپ نے اس تحریر میں یہ برتا ہے کہ پرائیویٹ خطوط کو ضابطہ بیان کیا ہے ، مگر میں کسی بات سے نہیں ڈرتا ۔ جو کہتا ہوں وہ ۔ ۔ ۔ علانیہ کہتا ہوں ۔ سب خطوط معہ آپ کے خط کے چھاپے جاتے ہیں ۔ اس

۱- 'بن جاوے' کی بجائے سرسید کے قلم سے 'بن جاویں' لکھا گیا ۔
۲- 'ہے' کی بجائے 'ہیں' لکھا گیا ہے ۔

کا جواب بھی آپ میری اسی اسپیچ میں انشاء اللہ تعالی سنیں گے ۔ فقط

جناب مولوی مشتاق حسین صاحب ! خدا نے آپ کو بہت کچھ ترقی دی اور خدا اس سے زیادہ (ترقی) دے مگر آپ سمجھ لیجیے کہ آپ کی ترقی کی مجھے اتنی بھی پروا نہیں ہے جتنی برعکس ۔ اپنے دوست کا کہ ایک محتاج ہو ، غلام ہوتا اپنا فرض سمجھتا ہوں لیکن اگر ذرا بھی خیال شہنشاہانہ دل میں ہو تو میں سکندر و دارا کو بھی برعکس سمجھتا ہوں ۔

اگر آپ کے دل میں ایسا خیال آوے کہ ''عزیزی و مکرمی'' لکھنا یا اس طرح خطوط آپ کو لکھنے کسی غرض پر مبنی ہیں تو آپ اس خیال کو دل سے دور کر دیجیے ۔ آپ نے اپنی رائے میں جو میرے پرائیویٹ خط کا ذکر کیا ہے ، شاید آپ نے مولوی حالی کی تحریر کا ، جو مولوی سمیع اللہ خاں کے خط کا فقرہ تھا ، اس کا جواب دیا ہے کہ سید احمد ہی ایسی نالائق حرکت کرتا ہے ۔ مگر جناب من ! اتنا فرق ہے کہ وہ مثل بلی کے گُھو کو چھپاتے ہیں اور بندہ جو کچھ کہتا ہے وہ مثل ۔ ۔ ۔ سب کے سامنے رکھ دیتا ہے ۔ اس فقرے کو میں نے آج کے اخبار میں چھاپ دیا ہے ۔ آپ یقین جان لیجیے کہ کوئی بندہ خدا نہیں ہو جاتا ۔ حیدر آباد میں آپ کا اختیار ہے ۔ بجز اس کے کہ آپ جاگیر ضبط کروا دیں اور آپ کیا کر سکتے ہیں ۔ اگر یہ ارادہ ہے بسم اللہ ۔ میں نے جب یہ خط لکھا تھا تو آپ کی رائے سرسری طور پر دیکھی تھی ، مگر بعد کو دیکھا کہ آپ نے متعدد ذاتی رنج دہ فقرے اس میں لکھے ہیں ۔ فقط

(سید احمد)

(۳۳)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر !

آپ کا عنایت نامہ مؤرخہ ۹ صفر ۱۳۰۸ء میرے پاس پہونچا ۔ اگرچہ وہ جواب طلب نہ تھا اور نہ مجھے اُس کے جواب کی ضرورت تھی مگر ایک فقرہ اُس کا ایسا عمدہ اور دلچسپ ہے جس نے مجھے ان سطروں کے لکھنے پر مجبور کیا ہے ۔

آپ لکھتے ہیں کہ ''میری اس گذارش کا مطلب یہ ہے کہ میں اس بیچ

میں پڑنا نہیں چاہتا - اور جن حالات سے میں واقف ہوں اگر آپ بھی واقف ہوں تو آپ بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے'' - مکرمی! جی امر میں نے آپ کو نسبت مدرسۃ العلوم کے لکھے تھے اور کہا تھا کہ جن مشکلات لاینحل کے حل کرنے کے لیے سید محمود کا تقرر ہوا ہے وہ آپ بخوبی نہیں جانتے مگر آپ نے اپنی سچائی اور ایمانداری اور راست بازی سے میرے ساتھ اور مدرسۃ العلوم کے ساتھ وہ کیا جس کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے - افسوس کہ آپ نے اس عمدہ نصیحت پر عمل نہیں کیا کہ ''آنچہ بر خود مپسندی بر دیگران ہم مپسند -۱'' میں آپ پر بدگمانی نہیں کرتا، گو آپ نے مجھ پر کی ہو - بلاشبہ ایسے ہی حالات ہوں گے جن کے سبب سے علیحدہ رہنا آپ نے مناسب سمجھا ہو گا - والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - اللھم زد فی دینکم و دنیاکم و فی استقامۃ رأیکم و فی ظنکم اللہ انتم اعلم فی کل الامور من الکل - فقط

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۷- اکتوبر ۱۸۸۹ع

(۳۴)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر!

آپ کا عنایت نامہ رجسٹری شدہ پہنچا - باعث افتخار ہوا - آپ کی عادت ہمیشہ بے فائدہ طول نویسی کی ہے - اس سبب سے اس خط کو بھی غیر ضروری طول دیا ہے، اس لیے میں نے آپ سے یہ خواہش نہیں کی کہ آپ اپنی رائے کے بر خلاف رائے دیں - بے شک آپ کو کیفیات سے اطلاع نہیں ہے اور اس لیے غلط رائے قائم کی ہے - اگر آپ کو کچھ اطلاع ہے تو اس سے زیادہ اطلاع نہیں ہے جیسے کہ آپ کو شراب اور اس کے نشے سے لفظی اطلاع ہے اور کیفیت سے اطلاع نہیں - پس اگر آپ کو میری دیانت پر، جو یہ لفظ جامع جمیع الفاظ ہے، طمانیت ہوتی تو آپ یقین کرتے کہ مشکل مرحلے کے اختیار کرنے کے لیے

۱- شاید یہ فقرہ اس طرح ہے ''ہر چہ بر خود نہ پسندی بہ دیگراں ہم مپسند -''

کوئی ایسا امر در پیش ہے جس کے سبب یہ طریقہ اختیار کیا ہے ۔ اس امر کے لیے مجبوراً قبول کرنے کو بھی میں نے آپ سے کبھی خواہش نہیں کی ۔ جب مجھ کو یقین تھا کہ آپ خدا کے الہام پر بھی اپنی رائے سے منحرف ہونے والے نہیں ہیں جیسا کہ میں نے خود آپ کو لکھا تھا تو کوئی توقع بر خلاف اُس کے اگر میں کرتا تو میری حماقت تھی ۔ میں کسی شخص سے جس نے مخالف رائے دی ہے رنجیدہ نہیں ہوں بجز ان لوگوں کے جنھوں نے مخالفت کا طریقہ اختیار کیا ۔ ان میں سے بھی صرف ان لوگوں سے جن کو مجھ سے بھی کچھ کم ارتباط نہ تھا اور وہ ناراضی صرف تین شخصوں پر منحصر ہے ۔ (۱) مولوی م ک ۔ (۲) خواجہ (۳) ی ۔ م خ ۔ اُن سے بارہا کہا کہ تمھاری جو رائے ہے لکھ دو مگر مخالف پارٹی قائم کرنے اور علانیہ مخالفت کا طریقہ اختیار کرنے میں کوشش مت کرو اور اس میں شریک مت ہو ۔'' جب اُنھوں نے نہیں مانا اور کیا جو کچھ کیا (تو) میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ ''مثل ایسے شخصوں کے جن سے کوئی خاص دوستی یا راہ و رسم نہ ہو میں آپ سے ملوں گا ۔ آپ کا ادب و تعظیم بجا لاؤں گا ، مگر مجھ سے اور آپ سے دوستی کی راہ و رسم نہیں ہے ۔ میری عادت کسی سے منافقانہ ملنے کی نہیں ہے ۔ پس مجھ سے اور آپ سے مطلق دوستی نہیں ہے اور نہ میں آپ سے دوستی کی راہ و رسم رکھنا چاہتا ہوں '' ۔ آپ نے کوئی کام ایسا بلاشبہ نہیں کیا مگر اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اگر کوئی میرا مخالف ہوتا (نہ مخالف رائے) اور جس کے دل میں نہایت کینہ ہوتا وہ بھی اس سے زیادہ میری نسبت نہ لکھ سکتا تھا جس قدر آپ نے تحریر فرمایا ہے ۔ صرف میں ہی نہیں ہر شخص کو تعجب ہے ۔ خود ڈپٹی صاحب نے اور مولوی سمیع اللہ خاں کی پارٹی نے فرمایا کہ سید صاحب مولوی سمیع اللہ خاں کے چند لفظ لکھنے سے ناراض ہو گئے تھے مگر مولوی مشتاق حسین نے جو مولوی سمیع اللہ خاں کے مقابلہ میں بہت زیادہ سخت (رویہ اختیار کیا) اور اُن کو خود غرض وغیرہ وغیرہ بتایا ہے تو اُن سے کچھ نہیں کہتے ۔ روپیہ کے سبب سے اور اس ڈر سے کہ مشتاق حسین جاگیر ضبط نہ کرادیں ان کی خوشامد ہی کرتے رہیں گے ۔ لعنۃ اللہ علی وجہھم بل علی خیالھم و سوء ظنھم ۔ میں خود حیران ہوں کہ آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے جو یہ طریقہ اظہار رائے کا اختیار کیا ۔ گو تم نے بالکل لیک نیتی برتی ہو تو وہ معاملہ خدا سے ہے مگر دنیا میں تو کوئی شخص بھی اُس کو بجز کینہ کے اظہار کے اور کچھ تصور نہیں کر سکتا ۔ خود مولوی سمیع اللہ خاں نے لوگوں سے کہا تھا کہ جب مشتاق حسین کی

رائے آوے گی تو حقیقت کھلے گی ۔ یہ نہیں معلوم کہ اُن کا مقصد میری حقیقت کھلنے سے تھا یا آپ کی ۔ میں اس بات کو ہرگز دل میں رکھنا نہیں چاہتا کہ بیشک آپ نے نہایت نامناسب طریقہ اختیار کیا ۔ اُس کا کوئی سبب ہو ۔ اگر میں نے پرائیویٹ خط میں مہدی علی کو لکھا تھا کہ تم خط نواب انتصار جنگ کو دکھلا دو یا مولوی سمیع اللہ خاں کو بھیج دو تو میری صاف دلی پر دال تھا ۔ اس لکھنے سے وہ خط پبلک نہیں ہو سکتا اور کوئی حق ان کو نہیں تھا کہ اس کو چھاپ کر مشتہر کرتے اور اس طریقے پر جس سے بعوض اُس صاف دلی کے کوئی درجہ میری بدنیتی ، بے ایمانی ، خود غرضی کا باقی نہیں رہتا ۔ آپ کو یہ باتیں اپنی تحریر میں نہ دکھائی دیتی ہوں گی مگر تمام عالم کو دکھائی دیتی ہیں ۔ کوئی دھمکی نہیں ہے ۔ ایک قدرتی اور نیچرل بات ہے کہ اگر مدرسہ کے کاموں کے انجام (دینے) میں مجھ سے اس قسم کی مخالفت کی جائے (تو) خود میرا شوق اور میری کوشش اُس میں باقی نہیں رہ سکتی ۔ اگر میں چاہوں بھی تو مجھ سے نہیں ہو سکتی اور اس کا لازمی نتیجہ مدرسہ کی بربادی ہے ۔ اگر بدبختی سے امر متنازعہ کی طرف مجارٹی ہو جاتی تو یقیناً مجھ کو مدرسہ سے علیحدہ ہونا پڑتا ۔ میرا دل ہی اُس کام پر نہ رہتا بلکہ ایسے واقعات پیش آتے کہ مجھ سے مدرسہ کو قائم رکھنا محالات سے ہوتا ۔ اس فرض کیجیے کہ ایک طرف تو میری خود غرضی سید محمود کے مقرر کرنے کی تھی اور ایک طرف مدرسہ کی نفس بربادی تھی ۔ جو شخص نہایت ایمانداری سے قوم کا بہی خواہ تھا ، ان دونوں بلاؤں میں سے کس بلا کو اختیار کرنا قوم کے حق میں بہتر ہوتا ؟ میں کامل یقین کرتا ہوں اور پورے ایمان سے کہتا ہوں کہ تم نے غلطی کی ۔ قیامت میں خدا کے سامنے ، رسول کے سامنے کہوں گا کہ "اے میرے دادا رسول خدا ! میں نے بغیر کسی غرض دینی و دنیوی کے تیری اُمت کی بھلائی کی کوشش میں کوئی درجہ باقی نہیں رکھا تھا ۔ جن لوگوں نے اس کو برباد کرنا چاہا منجملہ اُن کے ایک یہ نواب انتصار جنگ ہیں ۔" آپ کہیئے گا کہ "میں نے نہایت ایک نیتی سے کیا تھا" ۔ خدا یقینی آپ کو معاف کرے گا ۔ گو میری اور میرے دادا کی تشفی نہ ہوگی ، باللہ نہوگی ، ثم باللہ نہوگی ۔ یہ میری رائے ہے آپ کی نسبت ۔ اس وقت تک آپ نے جو کیا نہ مجھ کو یہ یقین ہے کہ آپ نے مولوی سمیع اللہ خاں کے سبب سے کیا اور یہ کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے میرے ساتھ کوئی کینہ دیرینہ نکالا ہے ۔ بجز غلطی اور ناعاقبت اندیشی اور غلط دینداری کے اور کوئی سبب نہیں ہے ۔ پھر آپ سے قطع ملاقات جب

اپ علی گڑھ میں آویں گیا وجہ اور اگر میرے کلبۂ احزاں کو قدوم سے منور کرنا چاہیں تو مجھے کیوں مضائقہ ہو گا ، بلکہ خوشی ہو گی ۔ بہت سے بہت آپ کی نسبت یہ خیال کر سکتا ہوں کہ بہت سے لوگوں نے دالستہ و بدلیتی سے مجھے بُرا بھلا کہا ہے ، آپ نے نادالستہ اور نیک نیتی سے ۔ میرا کلبۂ احزاں موجود ہے ۔ جب آپ چاہیں تشریف لاویں ۔ پھر اس خط میں بھی آپ نے بے فائدہ بحث کی ہے ۔ میں اس کا کچھ جواب نہیں دینا چاہتا ، بجز اس کے کہ آپ کی رائے غلط اور آپ کی پیشین گوئیاں سب غلط ، آپ کے خیالات غلط ۔ جو کچھ آپ نے فرض کر لیا ہے سب غلط ہے ۔ پھر اُن تقریروں کے اعادہ کرنے سے کیا نتیجہ ۔ اس واقعے کی یادگار میں مکان بنانے کی تجویز مجھ کو بھی نہایت پسند ہے ۔ آپ ضرور کوشش کیجیے گا ۔ اُمید ہے کہ جو اس واقع ہونا تھا ہو لیا ۔ جو آپ کو کرنا تھا آپ نے کر لیا ۔ اُس کو چھوڑ دینا چاہیے اور اعادہ و معذرت یا دلیل سے قائل یا ساکت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲ نومبر ۱۸۸۹ع

(۳۵)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر !

آپ کی عنایت اور ہزاکسیلنسی سر آسمان جاہ کی فیاضی سے گرمی تک مسجد بن گئی ۔ اُس پر عارضی دیواریں بنا کر چھپر ڈال دیا اور آرام سے نماز ہونے لگی ۔ اب ایک حافظ جو نہایت عمدہ قاری بھی ہے ۱۵ روپے ماہواری کو نوکر رکھا ہے جو دن رات بورڈنگ ہوس میں رہتا ہے اور بعوض اس کے اُس کو تنخواہ دی جاوے گی ۔ ۴۰ روپیہ خرچ تیاری جانمازوں کا ہے جو کل ۲۲۰ روپیہ سالانہ خرچ درکار ہے ۔ اس رقم کے لیے چندہ کیا جاتا ہے تاکہ ایک سال کا خرچ فراہم ہو جائے ۔ منجملہ اُس رقم کے اگر آپ بھی کچھ امداد کریں تو غالباً خدا اجر دے گا ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۸ دسمبر ۱۸۸۹ع

(۳۶)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب صاحب والا جاہ!

ابھی تک میرے دل نے قرار نہیں پکڑا ہے کہ دونوں القابوں میں سے کون سا القاب رہے اس لیے دونوں لکھ دیے ہیں۔

عنایت نامے کا اور سو روپیہ چندہ کا شکر ہے۔ کریم صاحب سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ مسلمانوں کے دوست، مسلمان ریاستوں کے دوست، ہندوستانیوں سے نہایت بے تکلفی، محبت، دوستی، یگانگت سے ملنے والے، قومی تفرقہ کا خیال گویا کہ نہیں ہے۔ وہ سویز تک اپنی بیٹی کی شادی کسی بحری افسر کے ساتھ کرنے کو آئے تھے۔ مجھے لکھا تھا کہ میں تم سے ملنے کو آؤں گا مگر نہیں آئے۔ اُنھوں نے پنشن لے لی اس لیے کہ بڈھے ہوگئے تھے۔ اور میرے نزدیک بڑا سبب یہ تھا کہ اُن کو اپنے لڑکوں کی تربیت (کرنی) اور (اُن کو) کسی کام میں لگانا مقصود تھا۔ ایک لڑکا آسٹریلیا بھیج دیا ہے کسی کارخانے میں۔ ایک لڑکا فوجی مدرسے میں ہے۔ شاید پاس ہو گیا ہو۔ بہر حال جو کچھ آپ نے اُن کی نسبت پوچھا ہے، جب تک اُن سے دریافت نہ کیا جاوے، جواب دینا مشکل ہے بلکہ نہیں دیا جا سکتا۔ ایک یہ بھی امر ہے کہ ان کو توقع تھی کہ لندن میں معلوم نہیں کہاں اور کیوں کر کوئی تعلق ہونے والا تھا جس پر وہ بہت خوش تھے مگر جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں وہ نہیں ہوا اور اگر ہو گیا ہو تو ان کا آنا محال ہے اور اگر نہ ہوا ہو تو بھی میری دانست میں آنا مشکل بظن غالب نہیں ہے۔ اس تحریر کے بعد جو آپ کی ہدایت ہوگی اس کی تعمیل کی جاوے گی۔

آپ کا عنایت نامہ جو کہ[1] کانفیڈنشل ہے لہذا بجنسہٖ واپس ہے۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۲- اگست ۱۸۹۰ع

۱- اُس وقت "چونکہ" کی بجائے "جو کہ" لکھا جاتا تھا۔

(۳۵)

(خطوط سرسید از سر راس مسعود)

مخدومی مکرمی نواب انتصار جنگ مولوی محمد مشتاق حسین صاحب!

آپ کا عنایت نامہ مؤرخہ ۱۱ ستمبر[۱] پہونچا - ممنون ہوا - منی آرڈر مرسلہ پہونچا - ہر ایک فنڈ میں جس طرح آپ نے لکھا تھا (روپیہ) جمع کیا گیا -

میرے نزدیک تو خط واپس شدہ کا محفوظ رکھنا ایک رنج کی یادگار کو قائم رکھنا ہے جس کا وجود اور خیال سب معدوم کر دینا چاہیے - جب تک میرے دل میں کسی کی طرف سے رنج رہتا ہے تو میں تو اپنے دل کو کفر میں ڈوبا ہوا سمجھتا ہوں - اُس کا دور کرنا جلد یا دیر میں اپنے اختیار میں نہیں پاتا - الا ہمیشہ اُس کے دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں - میرے وہ لفظ اگر تم محفوظ رکھنے چاہتے ہو تو صرف دال لام ہے - میں بھی حتی المقدور اپنے دوستوں کے دو حرفوں کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں اور یہی دو حرف محفوظ رکھنے کے قابل ہیں - میں نے آپ کی پنشن کی درخواست کی خبر پاہونیر میں پڑھی تھی مگر میں (اسے) افواہ بے بنیاد سمجھتا تھا لیکن آپ کے اس خط سے اُس کی تصدیق ہوئی - مجھے اُس کا نہایت افسوس ہے اور آپ کے اس فعل کو گناہ بھی سمجھتا ہوں - اگرچہ مجھ کو یقین ہے کہ سر آسمان جاہ منظور نہ کریں گے اور اگر بالفرض منظور کر لیں تو بھی آپ کو اُن جھگڑوں سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا - ضابطے کی رو سے نہ پھنسے پرائیویٹ طور پر پھنسے - پس حرکت بے نتیجہ سے کیا فائدہ - اب سنیے کہ اس فعل سے آپ کو گناہ کیوں ہوا - آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بتامہ اصلاح ہو جاوے تو آپ رہ سکتے ہیں - پس وجہ ترک (ملازمت) درحقیقت عدم اصلاح یا توقع عدم اصلاح ہے - (حیدر آباد) ایک مسلمانی ریاست ہے جس کی نسبت ایک مسلمان کو باوصف مایوسی اصلاح کے اس کی اصلاح میں کوشش سے باز آنا نہیں چاہیے - آپ اس سے باز آتے ہیں اور فی الحقیقت یہ ایک قومی اور اسلامی گناہ ہے، نہ وہ جس کو تم نے غلطی سے سمجھا تھا اور اس غلط فہمی سے درحقیقت قومی گناہ میں پڑے تھے - میں قسمیہ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے مسلمانوں کی بہتری، ترقی اور درستی اخلاق کی، جس پر میں کوشش کر رہا ہوں، مطلق توقع نہیں ہے -

---

۱- سن ۱۸۹۰ عیسوی تھا -

مایوسی محض ہے مگر اس خیال سے کہ ہمارا فرض کوشش کیے جانا ہے ، کرتا ہوں ۔ پس جس چیز کے حصول سے مایوسی ہو اُس مایوسی کے سبب سے اپنا فرض (جو) کوشش (کرنا ہے) ترک نہیں ہو سکتا ۔ پس آپ نے جو اصلاح سے مایوس ہو کر اپنی کوشش کو بند کرنا چاہا نہایت معصیت کی ۔

تمام مسلمانوں پر اس وقت ، جس قدر تمام دنیا میں ہیں ، خدا کی خفگی ہے ۔ صاحبان ملک سے اور جو کارکن اُن کے ہیں اُن سب میں سے قوت انتظامیہ معدوم ہو گئی ہے ۔ سلطنت ہائے کلاں و ذی اختیار ترکی ، مصر ، ایران ، بخارا ، مراکو سب کا یکساں حال ہے ۔ ہندوستان کی ریاستوں میں حیدرآباد ، بھوپال ، ٹونک ، رامپور ، بھاولپور وغیرہ وغیرہ سب کے سب بدبختی و بد انتظامی (اور) وہاں کی حالت میں ہیں ۔ اراکین سلطنت میں نفاق ، حسد اور عداوت ادنی امر خلاف خواہش پر یا اختلاف رائے پر عداوت و دشمنی ۔ دوسروں کے منصب و کام میں مداخلت و خلل اندازی ، ایک کو ذلیل ثابت کر کر اپنی نام آوری اور خوشی ، یہ تمام امور اراکین سلطنت ہائے اسلامی کے امر طبعی ہو گئے ہیں ۔ پس کیا ایسی حالت میں اصلاح ہو سکتی ہے ؟ تعجب یہ ہے کہ سب میں یہ باتیں ہیں اور ہر ایک سمجھتا ہے کہ میں ان عیوب سے بری ہوں ۔ پس کسی اسلامی سلطنت میں اصلاح کامل کی یا نیم کامل کی توقع رکھنا خام خیال ہے ۔ مگر جو لوگ اُن کے کارکن ہیں اُن کو اس مایوسی کے سبب سے (اصلاح کی کوشش سے) دست کش ہونا میں تو گناہ عظیم سمجھتا ہوں ۔ قومی رفاہ کا جو لوگ کام کرتے ہیں اُن کو اس سے بھی زیادہ مزاحمتیں پیش آتی ہیں ۔ میں اپنے تئیں سب سے اول اُن شخصوں میں سمجھتا ہوں اور قرار دیتا ہوں کہ قومی کاموں میں بھی لوگوں پر حسد کرتا ہوں ۔ مخالفت رائے سے ناراض ہوتا ہوں ۔ مخالف رائے دینے والوں سے عداوت شروع کرتا ہوں اور تمام الزاموں ، خودرائی (اور) نفسانیت وغیرہ کا مرتکب ہوتا ہوں اور بایں ہمہ یہ سمجھتا ہوں کہ ان تمام بدیوں سے پاک ہوں ۔ بہر حال قومی رفاہ کے کاموں میں بھی لوگ گو وہ میں ہی ہوں ایسی نالائق باتیں کرتے ہیں ۔ پس جب اس وجہ قوی بلکہ اقوی کو اور بہت سے وجوہ و موانع کے ساتھ شامل کیا جاوے تو قومی رفاہ و اصلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے ۔ تعجب یہ ہے کہ جو (طلباء) تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی اُمید تھی وہ خود شیطان اور بدترین قوم ہوتے جاتے ہیں ۔ جس کو نہایت سعادت مند سمجھو ، اخیر وہ شیطان معلوم[1] ہوتا ہے ۔

۱۔ معلوم کی جگہ "ثابت" ہونا چاہیے جب ہی فقرہ ٹھیک بیٹھتا ہے ۔

درحقیقت وہ شیطان ہو یا جس شخص نے اُس کو شیطان سمجھا ہے وہ شیطان ہو، ہمارا اُلو کہیں نہیں گیا ۔ قومی رفاہ و اصلاح کی اُمید (بالکل) باقی نہیں ہے ۔ نہایت تعجب ہے کہ مسلمان مختلف قوم کے، مختلف طبائع کے، مختلف ملکوں کے اور مختلف آب و ہوا کے رہنے والے ہیں مگر سب کے سب ایک قسم کی ابتری، خرابی، بد انتظامی، زوال و وبال کی حالت میں ہیں ۔ پس کون سا امر سب میں مشترک ہے جس کے سبب سے سب کی یکساں حالت ہے ۔ سر چارلس تریولین کا قول سچ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشترک شے اسلام ہے ۔ ترکی کو اُس نے بڑی سچی نصیحت کی تھی کہ جب تک اسلام نہ چھوڑے اصلاح نہیں ہو سکتی ۔[1] کیا کچھ کم افسوس کی بات ہے کہ حیدر آباد میں تم سب سے اعلیٰ عہدہ دار پانچ چھ سال سے زیادہ نہیں ہو اور سب کے سب باہم مخالف، ایک دوسرے کے برخلاف، ایک کو دوسرے سے ضد یا صاف کہو عداوت، ایک دوسرے پر تفوق چاہنے والا اور ہر ایک شخص یہی کہتا اور یقین کرتا ہے کہ میرا قصور نہیں، میں تو نہایت نیک ہوں ۔ وہ شخص یہ سب عیب رکھتا ہے ۔ حیدر آباد بمقابل دیگر سلطنتوں کے ایک پرکاہ کے برابر ہے ۔ جب اُس کے عہدہ داروں کا یہ حال ہے تو کیا توقع اصلاح کی ہو سکتی ہے ۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ زیدقصور وار ہے یا عمرو ۔ کوئی ہو نتیجہ واحد ہے ۔ تمھاری پنشن سے افسوس اس بات کا ہے کہ ایک دوست (جو) اعلیٰ منصب پر تھا (وہ) اُس سے قبل از وقت علیحدہ ہوتا ہے ۔ گو وہ کچھ نہ کرے تب بھی قومی فلاح کے کاموں میں اس سے تقویت ہوتی ہے درآنحالیکہ آپ نے قومی کام میں بھی بہت کچھ مدد کی ہے تو آپ کے علیحدہ ہونے کا زیادہ افسوس ہے ۔ ہر پہلو سے تمھاری درخواست پنشن لاواجب و قبل از وقت ہے ۔ خود تم کو اُس سے عذر کرنا اور درخواست کو واپس لینا چاہیے اور میں دوستانہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے طریقے کو، اپنی طبیعت کو بدلنا اور مخالفت کو موافقت سے تبدیل کرنا ضرور ہے اور جب تک یہ نہ ہوگا ملک میں انتظام و اصلاح کی توقع خیال خام ہے ۔ معاف کیجیے کہ میں نے اتنا بڑا خط آپ کو لکھ کر تکلیف دی ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ، ۱۶ ستمبر ۱۸۹۰ء

۱۔ صحیح فقرہ یہ ہونا چاہیے ''جب تک تم لوگ اسلام کو نہ چھوڑو گے اُس وقت تک اصلاح نہیں ہو سکتی'' ۔

(۳۸)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

مخدومی و مکرمی نواب انتصار جنگ بہادر !

آپ کے استعفاء واپس ہونے سے مجھے خوشی ہوئی ۔ گو آپ کو نہ ہوئی ہو مگر میں بہ لحاظ اپنی خوشی کے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ پھوٹ کا میوہ حیدر آباد میں سے پیدا ہونا معدوم ہو جائے ۔ اب تین امر ہیں جن کو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں ۔

(۱) اول یہ کہ سر آسمان جاہ کے نام کی آسمان منزل کا چندہ جلد تر وصول کر دو ۔ نہ انسان کو اپنی زندگی پر اعتماد ہے اور نہ انقلاب زمانہ پر ۔ پس ایسے کام کو ، جو رفاہ عام قومی سے متعلق ہے ، تساہل و تاخیر میں ڈالے رکھنا نہایت غلطی ہے ۔

(۲) دوسرا امر یہ ہے کہ عناصر اربعہ نے جو متفق ہو کر تدبیر کی تھی کہ جو نقصان بہ سبب انسداد امداد راجہ امیر حسن خان کالج کو پہونچا ہے اُس کا معاوضہ کیا جاوے وہ کیا تدبیر تھی اور کیا اس کا نتیجہ ہوا اور کیا اُس سے توقع رکھنی چاہیے ؟

(۳) تیسرا امر یہ ہے کہ (عسیٰ ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیئا و ھو شر لکم) جو کہ میرے نزدیک تمہارا استعفا نا منظور ہونا اس آیت کے حصہ اول میں داخل ہے اس لیے تم کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر ادا کرنے کی صورت مناسب یہ ہے کہ محمد بن سعد کاتب الواقدی کی ایک کتاب اسلامی تاریخ کی ہے اور غالباً بڑی کتاب ہے[۱] ، نایاب ہے ۔ جرمن میں اُس کا ایک باب ترجمہ ہو کر مع اصل عربی کے چھاپہ ہوا ہے ۔ اُس باب کا عنوان یہ ہے "ذکر بعثۃ رسول اللہ الرسل بکتابہ" ۔ اس میں آنحضرت کے نامے منقول ہیں معہ حالات ایلچیان وغیرہ ۔ اُسی میں تمام وفود کا حال جو قوموں کے پاس آئے اور قبائل اور قومیں ایمان لائیں ، بغیر جنگ و جدال کے ، مندرج ہے ۔ اس باب کے ۷۸ صفحے ہیں ۔ پتھر کے چھاپے میں ۱۵۰ سے زیادہ نہیں ہو سکتے ۔

۱۔ "طبقات ابن سعد" مراد ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے حالات میں نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے ۔

میرا ارادہ ہے کہ اس باب کو دینیات کے درس میں داخل کروں ۔ عربی لینگویج میں اصل عربی اور فارسی لینگویج میں اُس کا ترجمہ فارسی ۔ عربی اصل کے چھاپنے میں ایک سو پچاس روپے خرچ ہوں گے ۔ مگر جوکہ عربی زبان کی کتاب کم تر فروخت ہوگی ، صرف طالب علم یا دس پانچ آدمی خریدیں گے ، اس لیے اس کی لاگت وصول ہونی محتمل ہے ۔ پس آپ بشکر اللہ اُس کتاب کو چھپوا کو یا تو خاص طالب علموں کے لیے وقف کر دیجیے یا کالج کو دے دیجیے کہ وہ بقیمت فروخت کرے گا ۔ فارسی ترجمہ اُس کا یا تو میں خود چھپواؤں گا یا کالج کی طرف سے چھپواؤں گا کیونکہ اس میں نقصان ہونے کا مطلق احتمال نہیں ہے بلکہ فائدہ ہوگا ۔ اول تو فارسی پڑھنے والے طالب علم زیادہ ہیں، دوسرے اُس کے خریدار بھی زیادہ ہوں گے ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ، ۲۲- اکتوبر ۱۸۹۰ع

(۳۹)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

اب میرا دل تم سے صاف ہوگیا ۔ مہدی حسن کے سامنے میں نے تم کو بہت بُرا بھلا کہا اور بخارات نکال لیے ، اس لیے میں تم کو وہی القاب لکھتا ہوں جو پہلے لکھتا تھا ۔

عزیزی و مکرمی مولوی مشتاق حسین ! ایک پارسل بیس رسالوں کا ویلیو پے ایبل روانہ کیا ہے ، اُس کو پانچ روپیہ دو آنہ دے کر لے لو اور اُن رسالوں کو حسبۃ للہ مسلمان نوجوان طالب علموں میں بانٹ دو ۔ ہمارے کالج میں علاوہ یونین کلب کے مسٹر آرنلڈ پروفیسر نے لائق اور ذی استعداد اور ذی شعور طالب علموں کی اخلاق تعلیم کے لیے ایک سوسائٹی قائم کی ہے اور اخوان الصفا اُس کا نام رکھا ہے ۔ افتتاحی اسپیچ جو اُنھوں نے کی وہ اردو میں بطور رسالہ کے چھاپی ہوئی ہے ۔ وہی یہ رسالے ہیں ۔ تین امر آپ کے غور کے لائق ہیں :

(۱) اول اس کو پڑھو اور انصاف کرو کہ ہم کو الزام دینا کہ ہم نے نالائق یا ناقابل پروفیسر کالج میں جمع کیے ہیں ، کیا یہ صحیح ہے ؟

(۲) دوم بورڈنگ ہاؤس میں ان پروفیسروں کو پوری مداخلت دینا اور طالب علموں میں اور ان پروفیسروں میں دوستانہ مشفقانہ مودبانہ ربط و ضبط بڑھنے دینا کیا ہمارا جرم ہے ؟

(۳) سوم کوئی کالج مسلمانی یا انگریزی اور ہندوستانی ریاستوں کا ایسا بتا سکتے ہو جس میں اس قسم کی تعلیم کے سامان مہیا ہو سکتے ہیں ؟ جو لوگ ہمارے کالج کے طالب علموں اور ان کے مربیوں کو اغوا کرتے ہیں اور خطوط لکھتے ہیں کہ علی گڑھ کالج چھوڑ کر الہ آباد بورڈنگ ہاؤس چلے آؤ کیا وہ قوم کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں ؟ یہ ترجمہ ایک طالب علم نے جو اخوان الصفا کا ممبر ہے ، کیا ہے ۔ تم کسی کالج کے طالب علم کا نشان دے سکتے ہو جو ایسا ترجمہ انگریزی کا کرسکے ؟

خیرانچہ من گردم بر من است و انچہ دیگران میکنند بر آنہاست ۔

والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۳۰ نومبر ۱۸۹۰ع

میں الہ آباد تھا ۔ ابھی آیا ہوں یعنی حال میں ۔

(۳۰)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقارالملک بہادر !

آپ کو اس خبر کو سن کر کہ میں نے پھر ارادہ ایک دفعہ حیدر آباد آنے کا کیا ہے ، کچھ تعجب نہ ہوگا ۔ ضرورت اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ خیالات کے پورا کرنے پر ، گو کہ وہ خام ہی کیوں نہ ہوں ، کوشش کی جاوے ۔ کالج میں روز بروز غیر متوقع ترقی ہوتی جاتی ہے جس کے سبب سے اضافہ اخراجات ایک امر لازمی ہے اور اب بغیر اس کے کہ لا کلاس قائم کیا جاوے چارہ نہیں ہے ۔ دوسرے نظام میوزیم کا تعمیر ہو جانا صرف امداد گورنمنٹ نظام اور امرائے سلطنت نظام کی امداد سے ضرور ہے ۔ اُس کے لیے چندہ کھول کر دربدر بھیک مانگتے پھرنا قوم اور گورنمنٹ نظام دونوں کے لیے

لامناسب ہے ۔ ان دونوں امور کے لیے وہاں آ کر حضور نظام سے عرض معروض کروں گا ، اگر ملازمت نصیب ہوئی ۔ اور نواب سر آسمان جاہ سے بھی ہر طرح کی توجہ اور عنایت کی توقع ہے اور آپ اور مخدومی نواب عماد الملک پرائیویٹ سیکرٹری بھی ضرور توجہ فرماویں گے اور اگر خدا کی مرضی ہوگی تو مطلب ضرور حاصل ہو جائے گا ۔

مطلب یہ ہے کہ گورنمنٹ نظام جو امداد کالج کی بالفعل کرتی ہے اُس کو دو گنا کر دے اور علاوہ اُس کے گورنمنٹ نظام اور نیز امراء سلطنت نظام نظام میوزیم کی تعمیر کا چندہ پورا کردیں جس کی تعداد پچاس ہزار روپیہ کی ہوتی چاہیے ۔

بہ لحاظ عمر مجھ کو اس قدر دور دراز کا سفر بلا شبہ مشکل ہے اور نیز ذاتی میرا خرچ پڑ جاوے گا جس کا برداشت کرنا مجھ کو آسان نہیں ہے ۔ یہ سب تکلیفیں اُن خیالات کو پورا کرنے کو ہیں ۔ مگر میں نہیں جانتا کہ آپ کی رائے میں یہ محض خیال خام ہے یا ایسا ہے کہ توکلاً علی اللہ اس کے پورے کرنے پر کوشش کی جاوے ۔ کامیابی اور ناکامیابی خدا کے اختیار میں ہے ۔ اس کا جواب جلد عنایت ہو ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۹ جنوری ۱۸۹۱ء

(۳۱)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقارالملک !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ آپ کی علالت اور ضعف طبع کا در حقیقت نہایت افسوس ہے ۔ زیادہ افسوس یہ ہے کہ کام کرنے سے آپ کو مہلت نہیں ہوتی ۔ آپ کے عنایت نامے سے، جس کے ساتھ نواب عماد الملک اور نواب محسن الملک بھی متفق ہیں ، مجھے بھی اتفاق ہے ۔ زیادہ عمدہ بات یہ ہے کہ معاملہ یکسو ہوگیا۔ اب اخیر فیصلہ متفق علیہ یہ ہے کہ اگر حضور ایڈریس کا لینا اور ڈیپوٹیشن کا پیش ہونا منظور فرماویں تو ہم سب آویں گے ورنہ نہ آویں گے ۔ میں بھی اس فیصلہ کو پسند کرتا ہوں ۔ ہم کو بھوپال بھی جانا ہے اور تجویز یہ تھی کہ حیدر آباد

جاتے ہوئے جاویں گے ۔ چونکہ ہم کو بہرحال بھوپال جانا ہے ، پس قطع نظر اس سے کہ حیدر آباد جانا ہو یا نہ ہو ہم بھوپال جانے کی تاریخ مقرر کرتے ہیں جو غالباً عشرہ محرم کے بعد کی ہوگی ۔ پس اگر آپ کا تار حسبِ مراد آیا تو حیدر آباد چلے آویں گے ورنہ بھوپال سے اپنے گھر لوٹ آویں گے ۔ مابخیر شما بہ سلامت ۔ مگر آپ کا تار ہست یا نیست کا جس قدر جلد ممکن ہو آنا چاہیے ۔ میں اُس کے انتظار میں یہاں چند روز مقیم رہوں گا ۔ اگر صرف بھوپال جانا ہوا تو ہم کو زیادہ انتظام کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر حیدر آباد آنا پڑا تو زیادہ انتظام کی ضرورت پڑے گی ۔ پس تار کے بھیجنے کی جس قدر جلد ممکن ہو کوشش کرنی چاہیے ۔ نواب عماد الملک کوئی دقیقہ کوشش کا جو اُن کی قدرت میں ہوگا ہرگز فروگذاشت نہ کریں گے ، مگر احتیاطاً آپ کو لکھتا ہوں کہ اگر بالفرض حضور ڈیپوٹیشن کا اور ایڈریس کا پیش ہونا منظور فرما لیں تو ایڈریس کی طیاری آپ اپنے ذمے رکھیں ۔ ایڈریس کا مسودہ لکھوائیں ۔ اُس کو خوش خط عمدہ کاغذ پر لکھوائیں ۔ طلائی کام بنوائیں ۔ چاندی کا بکس ، جس قیمت کا آپ مناسب سمجھیں ، بمبئی سے منگوالیں ۔ غرض کہ سب چیز مرتب ہو کر ہم کو وہاں پہونچ کر صرف دستخط کرنے باقی رہ جائیں ۔ کیونکہ ہم کو ان سب کاموں کے انجام کی خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہم کو جلد بھوپال جانا بہرحال لازم ہے ، فرصت نہیں ہے ، اور امور مذکورۂ بالا کا انجام ہم سے غیر ممکن ہوگا ۔ بھوپال میں ہم کو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا ۔ آپ کو معلوم ہے کہ بھوپال اب تک ہمارے لیے گوفہ رہا ہے ۔ اس وقت صرف یہ امر پیش آیا ہے کہ ایک دوست نے بھوپال سے لکھا کہ سفر حیدر آباد (کے دوران) میں آپ کو بھوپال میں بھی آنا چاہیے ۔ اور اس باب میں منشی محمد امتیاز علی صاحب کو آپ لکھیے ۔ میں نے ایک دو حرفی اور اکھڑ طرز کا خط منشی محمد امتیاز علی صاحب کو لکھا جس کا پہلا فقرہ یہ تھا کہ ہم کو بھوپال میں گھسنے کی اجازت ہو سکتی ہے ؟ الخ ۔ اُس کے جواب میں منشی محمد امتیاز علی صاحب کا مختصر یہ خط آیا ہے ”میں اپنی خوش نصیبی پر فخر کروں گا اگر بھوپال میں تشریف لا کر کچھ بھی قیام فرماویں گے ۔ بلا شک مجھ کو حیرت ہوگی اگر آپ حیدر آباد کو تشریف لے جاویں اور بھوپال کو اپنی تشریف دہی سے سرفراز نہ فرماویں ۔ حضور سرکار عالیہ سے میں نے ذکر کر دیا ہے ۔ لیکن دیگر رؤساء و عمائد ملک سے مجھے کچھ بھی اُمید نہیں ۔“ پس ہم نہیں جانتے کہ وہاں کیا ہوگا ۔ بہرحال ہم نے بھوپال جانے کا اقرار کر لیا ہے اور وہاں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور جاتے ہیں ،

خواہ حیدر آباد آنا ہو یا نہ ہو ۔ بھوپال میں میرے آنے کی خبر سن کر چند عائد بھوپال کے چند خط آئے ہیں جو بہت زیادہ عنایت و مہربانی اور اخلاق میرے ساتھ کرنی چاہتے ہیں، مگر وہاں کا حال مجھ کو معلوم نہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھ کو وہاں کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا ۔ اس قدر ضرور لازم ہوگا کہ جناب بیگم صاحبہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکنے کا ۔ حالانکہ میری حیثیت، بھوپال ہو یا حیدر آباد، ایک سائل کی سی ہے ۔ سائل کا ہر ایک سے سوال کرنا اُس کا پیشہ ہے ۔ (ریاست کے) اندرونی معاملات سے اس کو کیا سروکار ہے ۔ اب مختصر بات یہ ہے کہ حیدر آباد آنا تو مشتبہ ہے اور جانب عدم زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے ۔ پس اب (آپ) آسمان منزل کے چندہ پورا کرنے کی زیادہ کوشش فرماویں اور جلد بھیجیں کیونکہ روپے کی ہم کو تنگی ہوگئی ہے ۔ آسمان منزل کرسی تک طیار ہوگئی ہے ۔ نہ صرف آسمان منزل کا کرسی تک بلکہ کلب تک اُس طرف کی لین کا کرسی تک بنانا لازم تھا ۔ اب ممکن ہے کہ کرسی پر سے صرف آسمان منزل کی عمارت چلی جاوے مگر کل لین کو کرسی تک بنانا لازم تھا ۔ اگر آنا ہوا تو وہ نقشہ جس پر آسمان منزل بنی شروع ہوئی ہے ساتھ لیتا آؤں گا ۔

یہ خط بجنسہ نواب عماد الملک اور نواب محسن الملک کو بھی دکھا دینا۔

والسلام

خاکسار

سید احمد

الہ آباد ، ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء

(۴۲)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

میں کل بخیریت یہاں پہونچا ۔ حیدر آباد میں جو کچھ ہوا وہ صرف آپ کی عنایت ، آپ کی کوشش ، آپ کی سعی ، آپ کی توجہ ، مختصراً یہ کہ آپ کی ذات سے ہوا ۔ اس کا شکر کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا ۔ جس قدر چندہ باقی رہ گیا ہے بغیر آپ کی توجہ اور کوشش کے انجام نہیں پا سکتا ۔ اُمید ہے کہ آپ اس طرف خاص توجہ مبذول فرماویں گے ۔ جس قدر روپیہ وصول ہوتا جاوے بنک میں

جمع ہو اور فہرست اور رسید بنک کی وقتاً فوقتاً میرے پاس روانہ ہوتی رہے۔ میں رپورٹ ڈپوٹیشن طیارہ کرتا ہوں۔ اس قدر جلد چندہ پورا ہونا چاہیے کہ رپورٹ میں پوری تعداد مندرج ہو جاوے۔ سند مجھ کو نہیں ملی ، اُس کی طیاری میں کچھ دیر تھی۔ وہ بھی جلد روانہ ہو۔ زیادہ بجز شکریہ کے اور کیا لکھوں۔ میں تیسری اکتوبر تک علی گڑھ پہونچ جاؤں گا۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
الہ آباد ۲۷ ستمبر ۱۸۹۱ع

(۴۳)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر!

آپ کا عنایت نامہ محررہ از مقام بمبئی پہونچا۔ اُس کے مضمون سے مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ تار میں میں نے آپ کو مبارک بادی اوپری دل سے لکھی تھی اور اس خط کا مضمون پڑھنے کے بعد میں دل سے آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ محمد احمد کی بیوی نہایت سعادت مند معلوم ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہوا کہ تم محمد احمد کی بیوی کو (ایسے) شکیل[۱] مکان میں لے گئے۔ خیر روشنی نے اس کا عیب چھپا دیا ہوگا۔ اگرچہ یہ مناسب تھا کہ اول وہ آپ کے مکان میں آتیں ، مگر تم نے ایسا شکیل مکان رکھ چھوڑا تھا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو محمد احمد کی بیوی سے کہتا کہ تم ایسے شکیل میں نہ جاؤ۔ بہرحال تمہارے اس خط سے مجھے بے انتہا خوشی اور طمانیت ہوئی ہے۔ خدا آئندہ بھی ہمیشہ تم سب کو خوش و خرم رکھے ، اگرچہ یہ مثل مسلّم ہے کہ:

سالیکہ نکوست از بہارش پیداست

۱۔ 'شکیل' میں ش کے زبر سے جو لفظ ہے اس کے معنی خوبصورت کے ہیں اور ش کے زیر سے جو لفظ ہے اُس کے معنی باگ ڈور ، اگاڑی اور مکرو فریب کے ہیں۔ مگر دونوں معنی یہاں ٹھیک نہیں بیٹھتے۔ 'شکیل' سے مراد سرسید کی ایسے مکان سے معلوم ہوتی ہے جو رہنے کے قابل نہ ہو۔ (مرتب)

مگر خدا کی جناب میں التجا سے غافل نہ رہنا چاہیے اور اسی پر بھروسہ اور توکل اصلی امر ہے ۔ خدا محمد احمد کو اور اس کی بیوی کو ہمیشہ نیک توفیق دیتا رہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
الہ آباد ، ۲۳ نومبر ۱۸۹۱ع

(۴۴)

(رسالہ فکر و نظر علی گڑھ ، بابت ماہ جنوری ۱۹۶۰ع ، صفحہ ۱۱۶ - ۱۱۷)

عزیزی مکرمی !

کیا یہ مضمون جس کے لیجے لشان ہے ، کسی اخبار میں چھپا ہے ؟ جہاں تک مجھے خیال آتا ہے ، میں یقین کرتا ہوں کہ 'پائیر' میں یہ مضمون نہیں چھپا ۔ میں نے جو کچھ سابق میں لکھا تھا وہ صرف اس لفظ کی نسبت تھا جو رزولیوشن (۔ ۔ ۔) میں بعد کو تبدیل کیا تھا اور اس کی نسبت آپ کو لکھا تھا کہ اس مضمون کو دوبارہ چھپوانا مناسب نہیں ہے ۔ بہرحال اگر آپ ان امور کی نسبت کوئی کاروائی (کرنی) ضروری و مناسب سمجھتے ہیں تو بلاشبہ آپ جیسا مناسب سمجھیں وہ کریں ، مجھے اس میں کچھ عذر نہیں ۔ مگر میں اپنے نزدیک اس قسم کی غلطیوں ، کہ جو اخباروں میں ہو جاویں ، پیچھے پڑنا اور اس کے درپے ہونا فضول و بے فائدہ سمجھتا ہوں بلکہ زیادہ بحث میں ڈالنا نامناسب جانتا ہوں ۔

مجھے تردد ہو گیا ہے کہ قاضی عزیز الدین احمد نے جو آپ کی اسپیچ اور مباحثہ جو آپ کی اسپیچ پر ہوا قلم بند کیا ہے ، اس میں وہی پورے پورے الفاظ ہیں جو آپ نے فرمائے تھے یا خلاصے کے طور پر ہے ۔ مگر جو کوشش اسپیچوں کے قلم بند کرنے کی کی جاتی ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے ۔

اریلی میں کونسل کا اجلاس ہے ۔ ۲۵ مارچ کو میں بریلی میں ہوں گا ۔[۱]
والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۰ مارچ ۱۸۹۳ع

---

۱ ۔ یہ خط مکاتیب سرسید مرتبہ مشتاق حسین میں بھی چھپ چکا ہے ۔

(۴۵)

(رسالہ 'فکر و نظر' علی گڑھ میں خطوط سرسید کی چوتھی اور پانچویں قسط)

(عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !)

- - - اس قدر بات بالکل سچ ہے مگر میری رائے میں مشنری اسکولوں اور کالجوں سے تبدیل مذہب نہیں ہونے کا -

میرے نزدیک جس طرح آپ چاہتے ہیں انتظام ہونا غیر ممکن ہے ، تعجب ہے کہ آپ اس کو آسان سمجھتے ہیں - اس کا انتظام صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ طالب علموں کو کسی قدر اسکالرشپ دی جاوے اور نیٹ اسکول[1] (مدارس شبینہ) ایک مکان میں صرف مذہبی تعلیم کے لیے جاری کیا جاوے - چند روز بعد آپ بھی اتفاق کریں گے کہ جو آپ چاہتے ہیں اس کا ہونا ممکن نہیں ہے - گو آپ نہ مانیں مگر اس طرح ہر مذہبی تعلیم سےکوئی فائدہ نہیں ہے - مذہبی تعلیم سے اگر کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو اسی طرح ہو سکتا ہے جس کا بیان میں نے الہ آباد کی اسپیچ میں کیا ہے مگر افسوس کہ آپ ضدی شخص ہیں اور اپنی رائے سے کسی طرح نہیں ہٹتے -

ہم نے چندے کی کتابیں حسب مراد اسپیچ الہ آباد احباب کو تقسیم کرنی شروع کردی ہیں - کسی شخص سے ایک روپے سے زیادہ نہیں لیا جاتا ہے - امروہہ میں چندہ تحصیل کرنا آپ کے ذمے قرار دیا ہے - اگرچہ محنت کا اور کسی قدر بے حیا ہو جانے کا کام ہے - بس آپ اجازت دیں تو آپ کی خدمت میں بھی کتاب مرسل ہو اور باشندگان امروہہ سے چندہ قلیل تحصیل فرمائیے - والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۲۶ اپریل ۱۸۹۳ء

۱- Night School .

(۳۶)

عزیزی مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

تمہارے انگریزی رسالہ "مذہبی تعلیم" کے دو نسخے صاحب کلکٹر طلب فرماتے ہیں ۔ امید کہ فی الفور دو نسخے میرے پاس بھیج دیے جاویں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، یکم اگست ۱۸۹۴ع

(۳۷)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

روئیداد اجلاس سال گزشتہ بجٹ میٹنگ کنفرم ہوگئی ۔ جو ممبر کہ اجلاس میں موجود نہیں ہوتے ان کو روئیداد کے کنفرم ہونے پر رائے دینے کا کچھ اختیار نہیں ہے ۔ صرف ممبران موجودۂ اجلاس کی رائے سے کنفرم ہوتی ہے ۔ آپ نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ روئداد ٹھیک طور پر مرتب نہیں ہوئی تھی ، یہ آپ کی رائے صحیح نہیں ہے ۔ اس پر بحث کرنا ایک نہایت طول طویل بات ہے ۔ اگر آپ سے کبھی ملاقات ہوگی تو زبانی آپ کو سمجھا دوں گا کہ آپ کی رائے میں غلطی ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۱ مارچ ۱۸۹۵ع

(۳۸)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا ۔ آپ کی عنایت کا کہ آپ نے پانچ روپے ماہواری منظور فرما لیے ، شکر ادا کرتا ہوں ۔ مدرسہ پر اس غبن کا ایسا سخت واقعہ ہوا

ہے اور اُس نے مجھ کو ایسا سخت صدمہ دیا ہے جس کا بیان ہو نہیں سکتا۔[۱] مجھ کو سب سے زیادہ تم سے توقع تھی کہ تم آتے اور ہمدردی کرتے ۔ نہ صرف مدرسے کے ساتھ بلکہ میرے ساتھ ۔ نہ تم آئے نہ کوئی خط لکھا ، نہ بات پوچھی ۔ اگرچہ جو ہونا تھا وہ ہوا ، اس کا کچھ علاج نہ تھا مگر تم سے اس رنج میں شریک ہونے کی توقع تھی ۔ اسی بنا پر میں نے لکھا کہ مدرسے سے ہمدردی مثل سابق نہیں رہی ۔ اخراجات کی تنگی سب کو ہے ۔ دوسروں کا حال معلوم نہیں ہوتا ۔ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ مجھ کو بیس روپیہ دینا کس قدر مشکل ہے ۔ پس ایسے ضروری کاموں کے لیے تنگی اخراجات کا عذر میں اپنے خیال کے مطابق محض مہمل سمجھتا ہوں ۔ پس تم پر کیسی ہی تنگی ہو اور آمدنی اخراجات کو کافی نہ ہو اور ہر مہینے قرض ہوتا جاوے ، ایسے امور میں میں ان باتوں کی کچھ وقعت نہیں سمجھتا ہوں ۔ دنیا کا کارخانہ اسی طرح لشتم پشتم چلا جاتا ہے بجز اُن لوگوں کے جو اپنی زندگی کا مقصود گنج قارون جمع کرنا سمجھتے ہیں اور جس قدر جمع ہو جاوے بس نہیں کرتے اور زیادہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں ۔ خدا مجھ کو اور تم کو ایسا نہ کرے ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۱۷ نومبر ۱۸۹۵ع

(۳۹)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۶ فروری پہونچا ۔ نسبت چھاپنے یا نہ چھاپنے غلط نامہ کے جو آپ تجویز کریں ، اُس کی تعمیل کو ہم موجود ہیں ۔ مگر جو مسودہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور جو چھپا ہے اُس میں کچھ فرق نہیں ہے ، بجز اس کے کہ چھپنے میں کوئی حرف اچھی طرح نہیں اُٹھا یا کوئی حرف رہ گیا ۔ بہرحال جو آپ کی مرضی ہو وہ کیا جاوے ۔ اس امر کی نسبت کہ جو

۱۔ اُس کثیر روپے کے غبن کی طرف اشارہ ہے جو علی گڑھ کالج کے ہیڈ کلرک شام بہاری لال نے کیا تھا ۔

فیصلہ اجلاس میں ہوا ہے اُس کے برخلاف کوئی ممبر رائے لکھے ہم اُس کو اپنے اخبار میں نہیں چھاپنے کے - اس لیے کہ اگر ہم چھاپیں تو ضرور ہوگا کہ ہم اُس کا جواب بھی دیں اور اس طرح پر طولانی سلسلہ جواب و سوال کا جاری کرنا ہر ایک کے ناپسند ہوگا - مگر علاوہ ہمارے اخبار کے ہر ایک ممبر کو اختیار ہے کہ جو چاہے سو کرے - اس بات کے دریافت ہونے سے کہ اب آپ کی طبیعت اچھی ہے طمانیت ہوئی - والسلام

خاکسار
سید احمد
۲۳ فروری ۱۸۹۶ع

(۵۰)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب ٹرسٹی !

میں آپ کی خدمت میں اپنی تجویز ، جس میں اس بات کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے کہ ٹرسٹیوں کے خالی عہدے فی‌الفور حسب اخبار دفعہ ۱۳۰ قانون ٹرسٹیان کے معمور کر دیے جاویں ، بھیجتا ہوں - اس میں ان لوگوں کے نام بھی مندرج ہیں جن کو میں نے حسب اخبار دفعہ ۱۳۰ مقرر کیا ہے ، میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کو جن کو میں نے مقرر کیا ہے ، پسند کرتے ہیں - امید ہے کہ اس کے جواب سے آپ مجھ کو معزز فرما دیں گے - والسلام

خاکسار
سید احمد
لیف[1] آنریری سیکرٹری ٹرسٹیان مدرسة العلوم
علی گڑھ ، ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ع

۱- لفظ ''لائف سیکرٹری'' کو سر سید نے ہمیشہ اپنے خطوں میں ''لیف سیکرٹری'' لکھا ہے -

(۵۱)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۳ جون اور نصف قطعہ نوٹ تعدادی پچاس روپے کا پہنچا ۔ نصف ثانی بھی عنایت ہو ۔

باقی حالات جو آپ نے دریافت کیے ہیں وہ متعاقب آپ کو تحریر کروں گا ۔
والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۴ جون ۱۸۹۷ء

(۵۲)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۸ جولائی پہنچا اور جو خط آپ نے برسر کے نام لکھا تھا ، وہ بھی میں نے منگا کر دیکھا ۔ جو روپیہ کہ آپ کا جمع تھا بمقدار ایک سو پچیس روپے دس آنے تین پائی کے ، جس کو میں نے بورڈنگ ہوس میں بھیج دیا ، اس کے ساتھ برسر کو وہی کرنا چاہیے تھا جو آپ نے لکھا ۔ لیکن دو امر کی آپ کو اطلاع نہیں ہے ۔

اول یہ کہ جس طالب علم پر کچھ روپیہ باقی ہوتا ہے اس کو سرٹیفکیٹ امتحان یونیورسٹی میں جانے کا نہیں دیا جاتا ۔ یعنی جب تک وہ باقیات ادا نہ کردے ۔ اس وقت تک یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا ۔ پس اگر زر مذکورہ بالا میں سے محمود حسن کے ذمے کی باقی نہ سیاہہ کی جاتی تو وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں نہیں جا سکتا تھا ۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس طالب علم پر باقی حد مناسب سے زیادہ ہو جاتی ہے اس کی حاضری ہر وقت تعلیم نہیں لکھی جاتی ۔

یونیورسٹی نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم سال بھر میں اس قدر لکچروں میں حاضر نہ ہو تو اس کو یونیورسٹی کے امتحان دینے کا حق نہیں ہے ۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی طالب علم بسبب باقی دار ہونے کے اس قدر ایام تک لکچروں سے غیر حاضر تصور کیا جائے جس کے سبب تعداد

لکچروں کی ، جو یونیورسٹی نے مقرر کی ہے ، پوری نہ ہو تو وہ طالب علم یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا ۔ آپ کے حساب سے محمود حسن کو پینتالیس روپے زیادہ پہنچ گئے ہیں ۔ اس کے واپس کرنے کی تین صورتیں ہیں :

اول یہ کہ ۴۵ روپے جو اس نے زیادہ پائے ہیں وہ دے دے تاکہ آپ کے کھاتے میں جمع ہو جاویں ۔ شاید ایسا ہونا مشکل ہوگا ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ محمود حسن کے کھاتے میں ۴۵ روپے خرچ میں بابت واپسی رقم زائد کے ڈال دیے جاویں اور آپ کے کھاتے میں جمع کردیے جاویں ۔ یہ امر ممکن ہے مگر محمود حسن اُس وقت باقی دار تصور دار ہوگا اور بموجب قواعد مذکورہ بالا کے اس کے ساتھ عمل درآمد ہوگا ۔ اور کیا عجب ہے کہ یونیورسٹی کے آیندہ امتحان میں جانے کے لیے کوئی ہرج پیش آوے ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ساڑھے چار ماہ تک آپ کے کھاتے میں سے اس کو کچھ نہ دیا جاوے اور ساڑھے چار ماہ تک اپنے کل اخراجات وہ خود ادا کرے ۔ لیکن اگر وہ ادا نہ کرے گا اور باقی دار ہو جاوے گا تو ان ہی قواعد کی اس کی نسبت تعمیل ہوگی جو اوپر مذکور ہوئے ۔

پس آپ ان تینوں باتوں میں سے جو پسند فرماویں اس کو لکھ بھیجیں ۔ اس کے مطابق تعمیل کی جاوے گی ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علی گڑھ ، ۳۱ جولائی ۱۸۹۷ء

(۵۳)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۹ جون پہونچا ، ممنونِ عنایت ہوا ۔ مولوی سمیع اللہ خاں اور خواجہ محمد یوسف صاحب کو خبط ہو گیا ہے ۔ جو کچھ چاہتے ہیں بے سمجھے اور بے اصل ضرورت کی دریافت کے لکھتے ہیں یا اصل حال کو دانستہ مخفی کرتے ہیں ۔ حساباتِ بورڈنگ ہوس کی نسبت بلاشبہ یہ تجویز ہوئی تھی کہ انگریزی اور اُردو میں رہیں مگر قریباً چار سو لڑکوں کا حساب

دوہرے طور پر رکھنا ایک خرچ بے فائدہ تھا کیونکہ اُردو حساب تو نہ کوئی دیکھتا ہے اور نہ کوئی دیکھنے والا اور نہ کوئی جانچنے والا ہے ۔ اس واسطے اُردو انگریزی دونوں زبانوں میں حساب رکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ۔ مگر سکریٹری کے دفتر کے حسابات جس طرح کہ پہلے رکھے جاتے ہیں ، اُسی طرح پر ہیں ۔ اس قدر مدت تک غبن کا حال نہ دریافت ہونے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ جو انگریزی حساب بنک سے آتا تھا اُس کا مقابلہ اُردو حساب سے شیام بہاری لال کے ذمے تھا اور وہ بے ایمانی سے کہہ دیتا تھا کہ سب ٹھیک ہے ۔ اب اُس کا مقابلہ کرنا میں نے اپنے ذمے کر لیا ہے اور ہر مہینے پر مقابلہ کرتا ہوں اور بنک کے پاس خلاصہ اُس کا بھیج کر ہر مہینے اُس کی تصدیق کرا لیتا ہوں جس کے سبب کوئی احتمال آیندہ تغلب کا نہیں ہے ۔ انگریزی تحریر پر خواجہ وجیہ الدین مقرر کر دیے گئے ہیں جن پر بخوبی اعتماد ہے اور کوئی دغا بازی کی اُن سے توقع نہیں ہے ۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ میں چند روز علی گڑھ رہوں گا اور حسابات کو دیکھوں گا اس سے نہایت خوشی ہوگی ۔ بورڈنگ ہوس کا حساب گو انگریزی میں ہے کیونکہ بغیر اُس کے پرنسپل اُس کو[1] جانچ نہیں کر سکتے ، مگر اگر آپ اُس کو آن کر دیکھیں گے تو سید کلن صاحب یا میر ولایت حسین صاحب آپ کو مدد دیں گے ۔ سالانہ بجٹ کا حساب جانچنے کے واسطے جو لوگ تجویز کیے گئے ہیں اُن میں کسی کو فرصت نہیں ہوئی کہ آ کر جانچے ۔ صرف مرزا عابد علی بیگ صاحب تشریف لائے اور دس روز رہے اور ذرا ذرا حساب جانچ کر کیفیت لکھ گئے ہیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، یکم جولائی ۱۸۹۷ع

(۵۴)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

آپ کا عنایت نامہ پہونچا جو بحیثیت ٹرسٹی آپ نے تحریر فرمایا ہے ۔ پہلے اس میں ایسے شخص کو تجویز کر لو جو اپنے تمام ضروریات کو چھوڑ کر دن رات

۱- یہاں بجائے 'کو' کے 'کی' چاہیے ۔

بورڈنگ ہوس کے حساب میں مصروف ہو ۔ اُس شخص کو یہ کہنے کا حق ہے کہ حساب صرف انگریزی میں ہو یا صرف اردو میں یا انگریزی و اُردو دونوں میں ۔ لیکن جب کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے تو اس امر میں اُن لوگوں کا ، جو اس کام میں مصروف نہیں ہیں ، نصیحتیں کرنا کچھ مفید نہیں ہے ۔ لڑکوں کے مربیوں کے پاس برابر حساب اُردو میں جاتا ہے ، اُن کو کوئی مقام شکایت نہیں ہے ۔ غرضیکہ میں ایسے لوگوں کی باتوں پر جو دور بیٹھے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیے اور وہ ہونا چاہیے ، توجہ نہیں کر سکتا ۔ البتہ جو لوگ اس کام میں مصروف ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ کیا کیا مشکلات درپیش ہیں اور کیونکر حل ہونی چاہیئں ، وہ جو کچھ کہیں اور صلاح دیں وہ بلاشبہ توجہ کے لائق ہے ۔ دفتر سیکرٹری کا حساب بالکل اُردو میں مرتب ہے اور انگریزی میں بھی گزشتہ سال سے مرتب کرنا شروع کیا ہے ۔ اس خیال سے کہ اگر گورنمنٹ کا اڈیٹر دیکھنے کو آوے تو دیکھ سکے ۔ آپ نے جو یہ خیال کیا ہے کہ دفتر سیکرٹری کا حساب بھی انگریزی میں ہے ، یہ خیال صحیح نہیں ہے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۸ جولائی ۱۸۹۷ء

(۵۵)

(خطوط سرسید ، از سر راس مسعود)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

اسکول کلاسوں میں ابتداء سے سنسکرت پڑھانے والا پنڈت مقرر ہے ۔ موجودہ پنڈت کیدار ناتھ ۲ نومبر ۱۸۸۵ء سے نوکر ہے ، اس سے پہلے اور کوئی تھا - ۹۶ - ۱۸۹۵ء میں صرف دو طالب علم تھے کالج کلاسوں میں سنسکرت پڑھنے والے ، اور اسکول میں چار - اور ۹۷ - ۱۸۹۶ء میں کالج میں صرف ایک طالب علم سنسکرت پڑھنے والا تھا اور اسکول میں تین ۔

باقی امور جو آپ کے عنایت نامے میں دوسرے صفحے پر ہیں اس کا جواب لکھنا میں نہیں چاہتا کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ۔ جن امور کو آپ تصور

کرتے ہیں کہ قومی کالج کے لیے مبارک فال نہیں ہیں ہم انھی امور کو قومی کالج کے لیے مبارک سمجھتے ہیں ۔ بس اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور یہ یقین کرنا چاہیے کہ خدا کو جو منظور ہے وہ ہوگا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲۳ جولائی ۱۸۹۷ع

(۵۶)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک بہادر !

مسجد کی تعمیر کے لیے دو برس کی مدت کے واسطے ، یعنی من ابتدائے اکتوبر ۱۸۹۵ع لغایت ستمبر ۱۸۹۷ع چندہ کیا گیا تھا ۔ آپ نے از راہ عنایت پانچ روپیہ ماہواری کا چندہ دینا منظور فرمایا تھا اور لغایت جنوری ۱۸۹۷ع آپ نے عنایت بھی فرما دیا ہے ۔

مسجد کی تعمیر کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اُس کی چھت کی ڈاٹیں لگ گئی ہیں مگر اُن ڈاٹوں پر چکتہ نہ لگنے اور استرکاری نہ ہونے کے سبب سے چھت ٹپکتی ہے اور ڈاٹیں خراب ہوتی ہیں ۔

اور آپ کو ابتدائے فروری لغایت ستمبر ۱۸۹۷ع (آٹھ) ماہ کی بابت مبلغ چالیس روپے چندہ دینا ہے ۔ پس اگر تمام چندہ دینے والے بقیہ ایام کا چندہ یکمشت عنایت کر دیں تو تمام ضروریات مسجد کی ، جن کو پورا کرنے کی اشد ضرورت ہے ، تکمیل ہو جاوے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۷- اگست ۱۸۹۷ع

(۱)
مختلف لوگوں کے نام

۱۱۱

اپنے بعض خاص احباب کے نام

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء)

کالج کے ہیڈ کلرک شام بہاری لال نے جو عظیم غبن کیا اُس میں سرسید نے اپنے خاص خاص دوستوں کو خطوط لکھے جن کا مضمون یہ تھا (مرتب)

جناب محترمی و مکرمی و مخدومی !

بسبب اس غبن اور خیانت کے جو مدرسۃ العلوم کے زرِ امانت میں ہوا ہے اور جس کی بابت فوجداری میں مقدمات دائر کیے ہیں ، مجھے نہایت افسوس ہے کہ بمجبوری مجھ کو کارِ تعمیرِ مدرسۃ العلوم ، جو جاری تھا ، ملتوی کرنا پڑا ہے مگر بورڈنگ ہوسوں کی تعمیر کا کام بدستور جاری ہے اور مسجد کی تعمیر کے کام میں نہایت تخفیف کردی ہے ۔ صرف دو ڈھائی سو ماہواری کے خرچ سے اس کی تعمیر کا کام جاری رکھا ہے ۔ نہایت افسوس ہوگا کہ مسجد کی تعمیر کا کام بھی بند کر دیا جاوے ۔ مگر جب تک کہ احباب مسجد کی تعمیر کے جاری رہنے میں امداد نہ فرماویں اس وقت تک سردست اس کا جاری رہنا ممکن نہیں معلوم ہوتا ہے ، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ چند احباب ، جو کالج کے بہی خواہ اور مسجد کی تعمیر میں دل سے شوق رکھتے ہیں ، دو برس کے لیے ماہواری چندہ ، جس کی مجموعی تعداد دو ڈھائی سو روپیہ ماہواری ہو ، خاص مسجد کی تعمیر جاری رہنے کے لیے مقرر فرمادیں تاکہ مسجد کی تعمیر کا کام بدستور

جاری رہے ۔ میں خود تعمیر مسجد کا کام جاری رہنے کے لیے بیس روپیہ ماہواری چندہ دیا کروں گا ۔ نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب اور سید محمود نے بھی بیس بیس روپیہ ماہواری دینے کا اقرار کیا ہے ۔

مجھے اُمید ہے کہ وہ احباب جن کی خدمت میں یہ عریضہ بھیجا جاتا ہے ، اس درخواست پر توجہ فرمائیں گے اور جو کچھ ان کو منظور ہو اس کا جواب مرحمت کریں گے ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

مجھے اُمید ہے کہ جو احباب اس تحریر کو ملاحظہ فرماویں گے وہ بھی اس پر توجہ کریں گے[1] ۔

۱۔ اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں ۔ مگر چونکہ یہ خط ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۶ع کے اخبار میں شائع ہوا ہے اس لیے لازماً اسی ماہ میں لکھا گیا ہوگا ۔
(اسماعیل)

۱۱۲

بنام احبابِ سید ظہور حسین مرحوم

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۳۰ جنوری ۱۸۹۲ء)

سید ظہور حسین رئیس مراد آباد سرسید کے بڑے معاونین میں سے تھے اور مرتے وقت اپنی تمام منقولہ جائیداد کی وصیت علی گڑھ کالج کے لیے کر گئے تھے ۔ اُن کی یادگار قائم کرنے کے لیے چندے کی تحریک کے متعلق یہ خط سرسید نے مرحوم کے احباب کو لکھا تھا ۔

مکرمی !

میں یقین کرتا ہوں کہ سید ظہور حسین صاحب کے جس قدر دوست آشنا ہیں ان کے انتقال سے سب کو بے حد رنج ہوا ہے اور اُمید ہے کہ سب کو یہ بات پسند ہوگی کہ مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں، جس کے وہ دل سے حامی مددگار تھے ، کوئی خاص مستقل اور مفید یادگار اُن کے نام کی بنائی جاوے ۔

انھوں نے اپنے وصیت نامے کی رو سے اپنی جائیداد منقولہ مدرسۃ العلوم کو دے دی تھی ۔ افسوس ہے کہ اس میں سے جو چیزیں مالیت کی تھیں وہ تلف ہوئیں اور بقیہ جو دستیاب ہوئیں ان کی قیمت اس کے لیے مکتفی نہیں ہے کہ اس سے کوئی جداگانہ مستقل یادگار قائم ہو سکے ۔

چند روز سے مدرسۃ العلوم میں یہ تجویز درپیش ہے کہ چھوٹی عمر کے لڑکے ، جو مدرسۃ العلوم میں بطور بورڈر کے داخل ہوتے ہیں، ان کے رہنے کے لیے

مدرسۃ العلوم کے احاطے میں ایک جداگانہ مکان بطور "وارڈ بورڈران ضیغرالسن" بنایا جاوے ، مع ایک ایسے مکان کے جس میں دن رات ایک خاص ، لائق مہتمم بھی وہیں رہا کرے تاکہ کم عمر کے لڑکے اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ علیحدہ رہا کریں ۔ پس یہ تجویز درپیش ہے کہ یہ مکان سید ظہور حسین کی یادگاری میں بنایا جاوے اور "ظہور حسین وارڈ" کے نام سے موسوم ہو ۔

سید ظہور حسین صاحب نہایت رحم دل تھے اور چھوٹے بچوں پر عموماً نہایت مہربانی اور رحم دلی کرتے تھے ۔ پس چھوٹی عمر کے لڑکوں کے رہنے کے لیے ان کی یادگار میں مکان بنانا نہایت مناسب ہوگا ۔

اگر سید ظہور حسین کے احباب اور فیاض اور نیک دل بزرگ ، جو قومی بھلائی کے خواہاں ہیں ، اور عموماً اس خیال سے کہ چھوٹی عمر کے لڑکوں کی سکونت کا علیحدہ بندوبست کرنا قوم کے لیے نہایت مفید ہے ، اگر اس مکان کی تعمیر کے لیے چندہ کی مدد کریں اور چار پانچ ہزار روپیہ بھی جمع ہو جاوے اور وہ روپیہ جو سید ظہور حسین کی جائیداد منقولہ کی فروخت سے حاصل ہوا ہے ، اس میں شامل کر دیا جاوے تو اُمید ہے کہ مکان تیار ہو جاوے گا کیونکہ اس مکان کی تیاری میں ، جس میں چالیس لڑکے رہ سکیں گے ، چھ سات ہزار روپیہ تخمیناً خرچ ہوگا ۔

سید ظہور حسین مرحوم کی یادگار قائم کرنے کے لیے نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین نے دو سو روپیہ ہمارے پاس بھیج دیا ہے اور میں نے دو سو روپے کا چندہ اپنی طرف سے اس فہرست میں مندرج کیا ہے ۔ اور بذریعہ اس نیازنامے کے آپ سے اور دیگر بزرگوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس کارِ خیر میں چندہ دینے سے اعانت فرماویں ۔

جن دوستوں کے پاس یہ نیازنامہ بھیجا جاتا ہے ان سے دو درخواستیں ہیں : اول یہ کہ اپنے دوستوں کو بھی اس کام میں شرکت کرنے اور چندہ دینے پر آمادہ فرماویں ۔ دوسرے یہ کہ بمجرد پہنچنے اس خط کے اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے ، جو ہو ، اور اگر کچھ چندہ دینا منظور خاطر ہو تو اس کی تعداد سے راقم کو مطلع فرماویں ۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

سیکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علی گڑھ

مرقوم ۲۹ جنوری ۱۸۹۲ء

۱۱۳

بنام رؤسائے علی‌گڑھ

(حیاتِ جاوید ، اکامی پنجاب اڈیشن ، صفحہ ۳۲۸)

۱۸۸۸ء میں جب اخبارات کے ذریعے یہ خبر مشہور ہوئی کہ سرسید کو وکٹوریہ قیصرۂ ہند کی جانب سے کے-سی-ایس-آئی کا اعزاز ملنے والا ہے تو اس خوشی میں علی‌گڑھ کے مسلمان رؤسا نے سرسید کو اہلِ شہر کی طرف سے ایک شاندار دعوت دینے کا ارادہ کیا اور ایک خط کے ذریعے سرسید سے اس دعوت میں شرکت کی درخواست کی - سرسید نے جواباً جو خط رؤسائے شہر کو لکھ کر بھیجا ، اُس سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ سرسید نام و نمود اور اعزاز و اکرام کی تقریبوں سے کس قدر بچتے تھے - جب کہ آج کل ہمارے اکثر لیڈروں کو اس بات کی بے حد خواہش رہتی ہے کہ ہمیں پرتکلف ڈنر دیا جائے - ہمیں کسی شاندار ہوٹل میں چائے پر مدعو کیا جائے - ہمارے ساتھ "ایک شام" منانے کا اعلان کیا جائے - ہم پر رسالوں کے "خاص نمبر" نکالے جائیں - ہمارے نام اور ہمارے کام کو اخباروں میں خوب اُچھالا جائے - ہمارے فوٹو بکثرت شائع ہوں اور ہمارے بیانات بکثرت چھاپے جائیں - مگر سرسید کو ان باتوں میں سے کسی سے کوئی دلچسپی نہ تھی - اُن کو صرف ایک ہی دھن تھی کہ

مسلمان کسی طرح جہالت کی پستی سے نکل کر علم کی بلندی پر پہنچیں اور کسی طرح نادار اور کم استطاعت طلباء کی امداد و اعانت کے لیے معقول چندہ جمع ہو جائے۔ بہرحال جو خط اس سلسلے میں سرسید نے رؤسائے علی گڑھ کو لکھا وہ حسب ذیل تھا :

جناب والا !

آپ صاحبان نے اپنے محبت بھرے خط میں میرے متعلق جن پرخلوص جذبات کا اظہار فرمایا ہے اور میرے اعزاز میں جس شاندار دعوت کا ارادہ کیا ہے اُس کا شکر کرتا ہوں ، اور آپ صاحبان کی عنایات کا ممنون ہوں ۔ لیکن چونکہ میری غریب قوم کی حالت بہت ابتر ہے اور اُسے بہم رسانی تعلیم کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس لیے میں اس قسم کے فضول اخراجات کا سخت مخالف ہوں ۔ پس اس ڈنر اور اس جلسے سے مجھے معاف رکھیں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ

اس تحریری انکار کے بعد سرسید نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں بھی ایک مختصر مضمون اس کے متعلق لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ "کسی خوشی کی تقریب یا مسرت کے موقع پر اس قسم کی دعوتیں اور ڈنر محض فضول اور بیکار ہیں اور تضیع زر کے سوا اُن کا اور کوئی فائدہ نہیں ۔ اس وقت سب سے اہم ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم میں روپیہ پیسہ خرچ کیا جائے تاکہ قوم کی حالت سدھرے اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے ۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ۔ میں نے سنا ہے کہ مجھے جو ڈنر دینا تجویز ہوا تھا ، اُس کے لیے اخراجات کا تخمینہ ایک ہزار دو سو روپے کے قریب لگایا گیا ہے ۔ کاش ! یہی روپیہ اگر مسلمان غریب طلبا کی تعلیمی امداد میں خرچ کیا جاتا تو کتنا مفید اور بابرکت ہوتا ۔"

(محمد اسماعیل پانی پتی)

۱۱۴

ایک نواب صاحب کے نام

ایک خط ریاست ٹونک کے کسی نواب صاحب کے نام ہے جنھوں نے ایک سو روپے کا عطیہ علی گڑھ کالج کو دیا تھا۔ مگر ان صاحب کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ خط مولوی مشتاق احمد صاحب مرحوم (مرتب مکاتیبِ سرسید) کے مسودات میں سے نکال کر مولوی عبدالشاہد صاحب نے مجھے علی گڑھ سے بھیجا تھا۔ (مرتب)

جناب نواب صاحب والا مناقب اعلیٰ مناصب قدردان فیض رساں دام مجدہ!

بعد ادائے سلام مسنون الاسلام عرض یہ ہے کہ آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۸۸۷ع معہ منی آرڈر تعدادی یک صد روپیہ من جملہ بقایائے چندہ سنٹرل ہال مدرسۃ العلوم مسلمانان بمقام نینی تال پہونچا۔ میں بنظر تبدیل آب و ہوا نینی تال چلا آیا ہوں اور اولیسویں اکتوبر کو واپس علی گڑھ پہونچ جاؤں گا اور رسید باضابطہ وہاں سے روانہ کروں گا۔

میں آپ کی اس عنایت و فیاضی کا جو آپ نے نسبت مدرسۃ العلوم فرمایا[1] ہے، دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ مسلمانوں کی جو خراب حالت ہو رہی ہے اس کی اصلاح کے لیے اگر اپنی قوم کے رئیسوں اور سرداروں اور والیانِ ملک سے

۱- "فرمائی ہے" چاہیے۔

توقع نہ رکھی جاوے تو پھر کس سے رکھی جاوے ۔ میں یقین جانتا ہوں کہ کچھ ایسے ہی اسباب ہوں گے جن کے سبب ریاست ٹونک سے مدرسۃ العلوم مسلمانان کی تائید نہیں ہوئی ، مگر کوئی سبب ہو ، مسلمانوں کی کس قدر بدنصیبی اور بدبختی کی بات ہے کہ ہندوستان میں دو چار مسلمانی ریاستیں ہیں اور ان سے بھی مسلمانوں کی رفاہ میں مدد نہیں ہو سکتی ۔ بس اس سے زیادہ ہم مسلمانوں کی اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے ۔

مدرسۃ العلوم میں خدا پر توکل کرکے مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی ہے ، السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ ۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مسلمان رئیسوں سے اس کی امداد کی درخواست کریں ، خواہ کچھ ملے یا نہ ملے ۔ ہم کو مسجد کے لیے یا اپنی قوم کے لیے بھیک مانگنے اور سوال کرنے میں کچھ شرم کرنی نہیں چاہیے ۔ پس میں علی گڑھ میں پہونچ کر بحضور جناب نواب صاحب بہادر دام اقبالہ و بخدمات اہل خاندان درخواست بھیجوں گا ۔ میں ان اہل خاندان سے جن کے نام درخواست بھیجنی مناسب ہے ، واقف نہیں ہوں اس لیے اس قدر اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ از راہ عنایت و کرم ان اہل خاندان کے ناموں اور خطابوں وغیرہ سے ، جن کے پاس درخواست بھیجنی مناسب ہے ، مطلع فرماویں ، میں آپ کی اس عنایت و نوازش کا دل شکر ادا کروں گا ۔

ایام جمعیت و کامرانی بصحت و سلامتی جسمانی بکام باد

ملتمس خاکسار
سید احمد
از مقام نینی تال
۱۳- اکتوبر ۱۸۸۷ع

۱۱۵

ایک معزز انگریز کے نام

(منقول از حیات جاوید)

سرسید جب لندن میں تھے اُس وقت یہ خط اُنھوں نے ایک عالی رتبہ انگریز کو لکھا تھا جس سے ملکی معاملات کے متعلق اُن کی اصلی اور حقیقی رائے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ خط پورا نہیں مل سکا۔

''...... میں مسلمان ہوں، ہندوستان کا باشندہ ہوں اور عرب کی نسل سے ہوں۔ انھی دو باتوں سے کہ میں عرب کی نسل سے ہوں اور مسلمان ہوں، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مذہب اور خون دونوں کے لحاظ سے میں سچا ریڈیکل ہوں۔ اہلِ عرب اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ بجائے اس کے کہ وہ خود اپنے اُوپر حکومت کریں، کوئی اور اُن پر حکومت کرے۔ اس وقت تک اہلِ عرب آزاد ہیں اور اپنے مشائخ کے جھنڈوں کے نیچے رہتے ہیں۔ وہ سلطانِ ٹرکی کو سلطان نہیں کہتے بلکہ اپنے ویران اور پتھریلے جزیرہ نما کا خادم سمجھتے ہیں[1]۔ وہ اپنی آزادی کو تمام دنیا کی نعمتوں سے بہتر جانتے ہیں۔ اُونٹ چراتے ہیں، جو پر زندگی بسر کرتے ہیں، اُونٹنیوں کا دودھ پیتے ہیں۔ اور اپنی آزادی میں خوش رہتے ہیں۔

۱۔ ٹرکی کے بادشاہوں کا جب تک عرب پر قبضہ رہا خود وہ اپنے آپ کو ''خادم الحرمین شریفین'' سمجھتے رہے۔

ابھی تک میری رگوں میں عرب کا خون گردش کرتا ہے ۔ اور پھر میرا مذہب یعنی اسلام جس پر مجھے پورا اور پکا یقین ہے وہ بھی ریڈیکل اصولوں کو سکھلاتا ہے اور شخصی گورنمنٹ سے موافق نہیں ، اور نہ لمیٹڈ مانرکی کو مانتا ہے بلکہ موروثی حکومت ناپسند کرتا ہے ۔ ایک پریزیڈنٹ جس کو لوگ منتخب کریں اُس کو اسلام پسند کرتا ہے ، اور اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دولت ایک جگہ اکٹھی رہے ۔ اسی اصول کے موافق اسلام کے بانی نے یہ قاعدہ بنایا کہ بعد فوت ہو جانے کسی شخص کے اُس کی جائداد بہت سے آدمیوں میں تقسیم ہو جاوے ۔ کیونکہ کتنی ہی زیادہ جائداد کیوں نہ ہو وہ بعد دو نسلوں کے یقیناً بہت سے حصوں میں تقسیم ہو جاوے گی ۔ پس میں دونوں طرح ، کیا بلحاظ مذہب اور کیا بلحاظ خون کے ، ریڈیکل ہوں ۔

لیکن ہمارا مذہب ، جس نے یہ خیالات آزادی کے میرے دل میں پیدا کیے ، اُس نے اور باتیں بھی سکھائی ہیں ۔ ایک یہ کہ اگر خدا کے حکم سے ہم کسی ایسی قوم سے مفتوح ہو جائیں جو کہ ہم کو مذہبی آزادی دیتی ہے ، انصاف سے ہم پر حکمرانی کرتی ہے ، ملک میں امن قائم رکھتی ہے اور ہماری جان اور مال کو محفوظ رکھتی ہے ، جیسا کہ انگریزی سلطنت ہندوستان میں کرتی ہے ، تو اس حالت میں ہم کو اُس کا تابعدار اور خیرخواہ رہنا چاہیے ۔ دوسرے یہ کہ وہ ریڈیکل اصول ، جو ہم نے اپنے باپ دادا اور اپنے مذہب سے سیکھے ہیں ، اُن پر ہم کو صرف اسی حالت میں عمل کرنا چاہیے جبکہ زمانے کی حالت اُن کے عمل میں لانے کے موافق ہو ۔ نہ کہ اُس حالت میں جبکہ زمانے کے حالات اُن کے موافق نہ ہوں ۔ مثلاً جبکہ اُن کے اختیار کرنے سے ملک کے اندرونی امن یا گورنمنٹ کے قائم رہنے میں فرق آوے یا اس کو کمزور اور ضعیف کردے ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک خیال کے لوگ خواہ وہ کنسرویٹو ہوں ، خواہ لبرل اور خواہ ریڈیکل ، سب اسی اصول کو قبول کریں گے ....“

۱۱٦

ایک خط متعلق حدیثِ تشبہ

(تہذیب الاخلاق جلد دوم مرتّبہ منشی فضل الدین تاجر کتب لاہور شائع شدہ ۱۸۹۵ع ، ص ۲۳۰ تا ۲۳۳)

ایک شخص نے اپنا نام ظاہر کیے بغیر سرسید کو خط لکھا کہ حدیث ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' سے کیا مراد ہے ؟ اور اس حدیث کا مطلب کیا ہے ؟ سرسید نے اُس شخص کا خط تہذیب الاخلاق میں چھاپ دیا اور ساتھ ہی اُسی پرچے میں اُس کا جواب بھی لکھ دیا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مکرمی !

یہ حدیث ابو داؤد نے باب ''ما جاء فی الاقبیة'' میں نقل کی ہے اور اُس کے الفاظ یہ ہیں : ''حدثنا عثمان ابی شیبة نا ابو النضر عبدالرحمن بن ثابت نا حسان بن عطیة عن ابی منیب الجرشی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔''

اول تو مجھ کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے —— نہ روایتاً اور نہ درایتاً ۔ روایتاً تو اس لیے ثابت نہیں کہ جو سند اس بات کی بیان ہوتی ہے اُس سے اتصال سند کا رسول خدا صلعم تک ثبوت نہیں ہے کیونکہ جو الفاظ روایت کے ہیں اُن سے یہ بات لازم نہیں ہے کہ حسان اور ابی منیب اور

ابن عمر کے درمیان میں اور کوئی راوی نہ ہو ۔ پس جبکہ سلسلہ روایت غیر ثابت ہے تو وہ حدیث فی نفسہ ثابت نہیں ہے ۔

اور درایتاً ثابت نہ ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں ۔ ایک یہ کہ راوی نے موردِ حدیث بیان نہیں کیا اور لفظ تشبہ کا جو حدیث میں واقع ہے، مورد حدیث کے نہ معلوم ہونے سے کسی حکم مدلولی یا استنباطی یا قیاسی کا فائدہ نہیں دیتا ۔ پس مورد اس حدیث کا تحقیقاً معلوم نہیں ہے اور نہ معلوم ہو سکتا ہے ۔ ہاں اگر اس حدیث کو ثابت تسلیم کر لیا جاوے تو قیاساً اُس کا مورد قرار پا سکتا ہے، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا ۔

دوسرے یہ کہ لفظ ''قوم'' جو اس حدیث میں ہے وہ بھی کسی نتیجے کا فائدہ نہیں دیتا ۔ کسی قوم کا ہونا یا کسی قوم کے مشابہ بننا کسی نتیجہ شرعی کو مفید نہیں ہے ۔ ایک انگریز نے ایرانی یا افغانی لباس پہن کر اپنے تئیں قومِ ایران اور قومِ پٹھان کے مشابہ کر لیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ لوگوں نے اُس کو ایرانی یا پٹھان سمجھا مگر پھر اُس سے نتیجہ کیا ۔ علی ہذاالقیاس ایک ہندوستانی مسلمان نے عربی یا ایرانی یا پٹھانی یا روسی یا انگریزی پوشاک پہن کر اپنے تئیں مشابہ اُن قوموں کے بنایا اور لوگوں نے بھی اُسی قوم کا سمجھا تو پھر اُس سے نتیجہ شرعی کیا نکلا ۔

تیسرے یہ کہ تشابہ ایک قوم کا دوسری قوم سے بلاشبہ زیادہ تر لباس پر منحصر ہوتا ہے مگر خود رسول خدا صلعم نے یورپ کی قوم کا اور خاص رومن کیتھولک میں جو مروج تھا وہ لباس پہنا ہے ۔ ''مشکوٰۃ'' میں بخاری و مسلم سے یہ حدیث موجود ہے کہ ''ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لبس جبۃ رومیۃ ضیقۃ الکمین''۔ جبہ رومیہ بطور عبا یا چوغہ کے ایک قسم کا لباس ہے تنگ آستینوں کا جو اب بھی رومن کیتھولک کے پادری پہنتے ہیں اور خاص پادریوں کی پوشاک ہے ۔

رسول خدا صلعم کے زمانے میں تمام یورپ اور شام میں رومی عیسائیوں کی سلطنت تھی جو پوپ کے تابع تھی ۔ اس لیے تمام یورپ کی قوموں کو زبانِ عرب میں رومی کہتے تھے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے ''الم غلبت الروم'' اور وہ سب رومن کیتھولک تھے اور جبہ رومیہ خاص اُن کی پوشاک تھی ۔

"بخاری" کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے یہودیوں کی پوشاک بھی پہنی ہے - جیسا کہ حدیث مغیرہ میں ہے "فتوضاء و علیہ جبۃ شامیۃ" (صفحہ ۸۶۳) اور جبہ شامیہ خالص یہود کا لباس تھا جو اب تک اُن کے ربیوں کا لباس ہے -

"مسلم" کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے خاص آتش پرستوں کا بھی لباس پہنا ہے ، جیسا کہ حدیث عبد اللہ مولی اسماء بنت ابی‌بکر میں ہے " فاخرجت الی طیالسیۃ کسروانیۃ" (صفحہ ۱۹۰ جلد دوم) اور یہ وہ جبہ کسروانی ہے جو بر وقت وفات آپ پہنے ہوئے تھے -

پھر جب ہم "بخاری" کھولتے ہیں تو بسم اللہ کے بعد ہی یہ عبارت پڑھتے ہیں "کتاب اللباس باب قول اللہ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم کلوا و اشربوا والبسوا (اے ماطاب لکم) و تصدقوا فی غیر اسراف ولا منحیلۃ و قال ابن عباس کل ماشئت و البس ما شئت ما اخطائتک اثنتان سرف او منحیلۃ". پس ہم ان روایتوں سے کسی قسم کی پوشاک پہننے سے ممنوع نہیں معلوم ہوتے تو لفظ تشابہ کو مشابہت زی و لباس پر بھی حمل نہیں کر سکتے -

چوتھے یہ کہ تمام مسلمان اور صحابہ اور خود جناب رسول خدا صلعم اور کفارِ عرب ایک شامی رومی لباس رکھتے تھے اور دونوں قومیں جو باعتبار مذہب کے دو تھیں ، بالکل ایک دوسرے کے مشابہ تھیں اور کوئی تفرقہ کفار اور اہلِ اسلام میں تمیز کا قائم نہیں کیا گیا تھا ، تو پھر من تشبہ بقوم فھو منھم کے کیا معنی ؟ کیا عقلِ سلیم اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ اگر جناب رسول خدا صلعم لندن میں یا جرمن و ایشیا میں پیدا ہوئے ہوتے تو اُن کا لباس ویسا ہی نہ ہوتا جیسا کہ اُن ملکوں کے لوگوں کا ہے ؟ پس تشابہِ قومی سے کیا نتیجہ شرعی پیدا ہو سکتا ہے ؟

پانچویں یہ کہ لفظ "تشبہ" اور "منھم" خواہ اُن کے کامل معنی مراد لو یا ناقص ، اور قوم کے معنیِ حقیقی بھی چھوڑ کر اُس کے فرضی معنی یعنی ایک مذہب کے لوگ لو ، تو بھی حدیث کے معنی درست نہیں ہو سکتے - کیا ادنیٰ مشابہت سے مثلاً دھوتی باندھ لینے سے یا بگھی و چرٹ پر چڑھنے سے یا بالکل پوری ظاہری مشابہت کر لینے سے ، باوجود اقرارِ توحید و رسالت

کے ، آدمی کافر ہو جاتا ہے ؟ حاشا و کلا ۔ پس اصل یہ ہے کہ یہ حدیث روایتاً اور درایتاً دونوں طرح پر مردود ہے ۔

بایں ہمہ اگر ہم اس کو صحیح مان لیں تو ہم کو ضرور اس کا مورد تلاش کرنا ہوگا کیونکہ بغیر مورد تحقیق کیے اور ما بہ التشبہ قرار دیے اس کے معنی قائم نہیں ہو سکتے مگر جو کہ خود حدیث میں ان دونوں میں سے کوئی بھی مذکور نہیں ہے تو جو کچھ قرار دیا جاوے گا وہ صرف قیاسی ہوگا جو ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق اُس کا مورد یا ما بہ التشبہ جو در حقیقت دونوں ایک ہیں قرار دے گا ۔

بعض عالموں نے مشابہت سے مشابہت فی خصوصیات الدین مراد لی ہے ۔ مثلاً زنار پہننا یا صلیب رکھنا یا ٹیکہ لگانا یا اعیاد کفار کو بطور عید اختیار کرنا یا اُس میں شریک ہونا ۔ اگرچہ یہ رائیں کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں اُن کو پسند نہیں کرتا اور نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں اس لیے کہ میرے نزدیک قطعیات سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین رکھتا ہے اُس کا کوئی فعل مع یقین مذکور کے اُس کو کافر نہیں کر سکتا ۔ پس اگر اُس قول پر جس پر ابوجہل کی نجات منحصر تھی ، اُس کو یقین ہے تو گو وہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے ، و لو فی خصوصیات الدین و شعایر الکفر کالزنار و الصلیب و الاعیاد ، وہ کافر نہیں ہو سکتا ۔ کیا ہم دیوالی ، دسہرہ میں اپنے ہندو دوستوں سے اور نوروز میں اپنے پارسی دوستوں سے اور بڑے دن میں اپنے عیسائی دوستوں سے مل کر اور معاشرت و تمدن کی خوشی حاصل کر کر کافر ہو جاویں گے ؟ نعوذ باللہ منہا ۔ اگر در حقیقت ہمارا مذہب اسلام ایسا ہی بودا ہے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ۔ ایک نہ ایک دن اُس کو ذبح ہونا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کا ، جس کو میں آئندہ سے قول کہوں گا کیونکہ میرے نزدیک اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے ، کوئی صحیح مورد بجز ایک کے ، وہ بھی قیاساً ، قرار نہیں پا سکتا اور وہ مورد موتِ اژدھام ہے یعنی جس حالت میں موتِ اژدھام واقع ہو او مختلف قوموں کے مُردے گڈ مڈ ہو جاویں ، تو حکم من تشبہ بقوم فھو منھم کا جاری ہوگا یعنی لاشوں میں (سے) جو لاش جس قوم کے مشابہ ہوگی ، وہ اُسی قوم کی شمار ہوگی اور اُس

کی تجہیز و تکفین اُسی طرح کی جاوے گی - ''دُر مختار'' میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی لاش پہچاننے کی چار علامتیں ہیں : خضاب ، سیاہ لباس ، حلقِ عانہ[1] اور ختنہ - میں سمجھتا ہوں کہ موتِ اژدہام کے جس قدر احکام ہمارے ہاں کی کتبِ فقہ میں مندرج ہیں وہ اسی قول کی بنا پر ہیں - پس میری دانست میں یہی مورد اس قول کا اور یہی مراد اس قول کی ہے - و علی ہذا اعتقادی و علی ہذا عملی - والسلام

سید احمد

۱- حلقِ عانہ یعنی زیرِ ناف بال منڈے ہوئے ہونا -

۱۱۷

ایک خط مسئلۂ "تصورِ شیخ" کے متعلق

سرسید کی ابتدائی اور نوجوانی کی زندگی خالص مذہبی تھی اور وہ بالکل پرانے رنگ میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اُس زمانے میں اُنھوں نے جو تصنیفات کیں بالعموم وہ بھی قدیم طرز کی تھیں۔ ۱۲۶۹ھ (مطابق ۱۸۵۲ع) میں تو وہ ایک شیخِ طریقت اور ایک صوفیِ باصفا کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ اس کا ثبوت وہ فارسی خط ہے جو اُن ایام میں اُنھوں نے ایک شخص کے خط کے جواب میں تصوف کے مشہور مسئلے "تصور شیخ" کے متعلق لکھا تھا، اور جو بعد میں "نمیقہ" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ ذیل میں سرسید کا وہ خط مع اردو ترجمہ کے نقل کیا جاتا ہے۔ اس خط سے سرسید کے اُس وقت کے خیالات اور معمولات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

ملاذا!

آنچہ در بابِ تصور شیخ ازیں ہیچ مداں استفسار رفتہ منکہ ازیں مقام آگاہ نیستم، کدام زمزمہ توانم سرود۔ و چون دریں وادی گامے نرفتہ ام ازیں نشیب و فراز چہ باز توانم نمود۔ کار آگاہان میگویند کہ ایں زمزمہ ایست کہ بگفت در نگنجد و بہ شنیدن راست نیاید۔ تا نہ بینی باور نہ کنی و تا در ہر نکشی بوصال نرسی۔ ایں جلوہ را بہ چشم سر نتوان دید و ایں جادہ را

پیمائے خاکی نتواں پرید ۔ لذت این بادہ وجدانی است نہ بیانی ۔ گفت را دریں پردہ بہ خاموشی پناہ بردن است و سخن را دریں خلوت بہ سکوت بر خوردن ۔ دریں صورت من کجا و این حرف زدن از کجا ۔ اما چوں مرا در بیا آوری اوامر بزرگان مجبور داشتہ الد ، ہر چہ از نتائج افکار نارسا و رہ آورد اندیشہ جادہ پیمائے من است بعرض می آرم و اندکے از بسیار می‌نگارم ۔ چوں پیش از تحریر مطلب از تمہید مقدمات چند ناگزیر است زبان قلم را بہ تقریر آں رخصت می دہم کہ بے بدرقہ این رہبرہا گام بہ منزل زدن دشوار و بے بہ مقصود بردن دور از کار است ۔

مقدمۂ اول :

از مسلمات کرام و متفق علیہ خواص و عوام است کہ صحبت را اثرے ہست ۔ اگر با نیک بہ نشینی نیک برآئی و اگر با بد ہم‌نشیں گردی نقاب از چہرہ قبح بر کشائی و این معنی است کہ ازیں سر تا آں سر کس زبان بحرف انکارش نیالاید خواہی از گبر و ترسا بازپرس و خواہی از زاہد و پارسا باز جو ، وللہ در من قال :

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

و ما را حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کہ دلم خاک راہ و جانم فدائے فرق آں عرش دستگاہ باد، دریں باب بس است - اخرجہ البخاری عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مثل الجلیس الصالح و السوء کحامل المسک و نافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک و اما ان تبتاع منہ و اما ان تجد منہ ریحا طیبۃ و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک و اما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ ۔ پس در اثر صحبت کہ آں را بہ عرف عام فیض صحبت نامند کسے را جائے گفتگو نماند ۔

مقدمۂ دوم :

ہرگاہ فیض صحبت را قبول نمودی بہ بداہت خواہی دالست کہ این فیض نہ در جوارح می شود و نہ از جوارح کہ آں را بچشم ظاہر می بینی و یکے را چشم و یکے را دست و یکے را پا نام می نہی ۔ ورنہ باید کہ از نابینا ہیچ نکشاید و از بے دست و پا نیاید و این باطل است نزد آنکہ عالم باشد

یا جاہل ۔ کسے را کہ ایزد بے ہمتا چشم بصیرت کشادہ باشد از بے دست و پائی ناکام نباید ۔ دریں پردہ خاک آلود و دریں نمود بے بود شاہدبست نورانی کہ ایں ہمہ نیرنگیہائے اوست و ایں ہمہ بوالعجبی ہا از اوست ۔ ایں فیض ہم ازوست و ہم دروست ۔ حکماء آنرا بہ نفس ناطقہ برگزارند و کبرائے ما آن را روح نام گزارند ۔ چوں ایں دریافتی دانستی کہ ایں فیض صحبت ہم از روح است و ہم در روح ایں دست و پا و چشم ظاہر ما را در آن مدخلی نیست ۔

مقدمۂ سوم :

مسلمِ جمیع اُمم است کہ تا تحسین فاعل در تو جائے نگیرد فعل فاعل در تو اثر نہ کند و ہمین تحسین فاعل را بحسب مراتب جداگانہ نام نہادہ اند سوختہ جانان آتش عشق آن را محبت دانند و آداب دانان طریق ارادت آن را عقیدت نامند و در حقیقت مدار وصول فیضہا بر آنست و ملاک حصول نتہا بہان چہ نفس ناطقہ موثر بمنزلہ باران رحمت الٰہی است و نفس ناطقہ موثر بمنزلہ کشت و محبت و موثر با موثر مادہ قابل آن تا آن مادہ قابل خواہ آن را محبت خوانی و خواہ عقیدت دانی در تو پیدا نشود صحبتے در تو اثر نکند :

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

”عن انس ابن مالک انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ و ولدہ والناس اجمعین ۔ و فی حدیث عمر انت احب الی یا رسول اللہ من کل شیٔ الا من نفسی التی بین جنبی فقال لہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تکون مومنا حتی اکون احب الیک من نفسک ۔ فقال عمر والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی من نفسی التی بین جنبی ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الان یا عمر قد تم ایمانک“ ادنی صحبت نبی حصول ایمان کامل است و آن بے حصول صحبت صورت نہ بندد ۔ صدیق را رضی اللہ عنہ کہ بہ بلندی درجات برداشتند و ابوجہل را بہ پستی درکات انداختند منشاء آن وجود و عدم گوہر شب چراغ داغ محبت رسول مقبول بردہ است صلی اللہ علیہ وسلم ، ورنہ صحبت آنحضرت را کہ ہر دو دریافتہ بودند یکے را کہ ایں حبل المتین بدست آمد بہ بلند ترین مراتب ترقی کرد ۔ و دیگرے کہ ایں عروۃ الوثقیٰ را از کف فروہشت کمترین مرتبہ کہ حصول ایمان کامل

است نیز بدست نیامد ۔ پس مستفیض را باید کہ محبت مفیض بر خود واجب داند تا در نفس ہر دو مناسبتے پیدا آید و تاثیر و تاثر در ہر دو رونماید و شاید ہمیں مقام را سالکان طریقت فنا فی الشیخ نام نہادہ باشند ۔ وارنہ راہ مقصود داند کہ بے وصول این مقام کارے بر نیاید و اثرے رخ نکشاید ما بے بصران بسررشتہ ازیں کارگاہ بے بردہ ایم دیگر کار آگاہان دانند :

رموز مصلحت ملک خسروان دانند
گدائے گوشہ نشینی تو احمدا مخروش

مقدمہ چہارم :

اصل اصول بہم رسیدن محبت مفیض تذکر اوست ۔ قال اللہ تبارک و تعالی "فاذکرونی اذکرکم" و احادیث بے شمار مثبت این مدعا است کہ این مختصر گنج ہائے آں را بر نتابد و این مدعا را بہ بداہت عقل نیز توان دریافت ، لیلی را کہ برسر مجنون آورد و شیریں را در غم فرہاد کہ سیاہ پوش ساخت ۔ مذاق آشنایان عشق مجازی روزی نیست کہ لذت باگورہ تذکر را بکام در نیابند ۔ آرے این ہم آغوشی خیالی و این وصال فکری محبوب را برسر بازار آورد وآں چناں ہم رنگ خود سازد کہ معشوق عاشق گردد :

عشق آں خانماں خوابی است
کہ ترا آورد بخانہ ما

و تذکر را خیال مذکور کالہ ہو لازم است گاہے ازاں منفک نہ شود ۔ بہ نفس خود در آئی و خیال کن آں گہ می توانی دریافت کہ او در دل تو باشد و او را بہ یادآوری و محبت و ذوق و شوق و عشق تو در جوش باشد و صورت خیالیہ آں بعینہ و تشخصہ در خیال تو نباشد حاشا و کلا و ہم چناں کہ تذکر مستلزم تصور است ۔ ہم چناں تصور کہ مستلزم تذکر است باعث محبت می شود۔ فی الحدیث عن حسن ابن علی قال سئلت خالی ہند بن ابی ہالہ و کان وصافا عن حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی منھا شیئا اتعلق بہ یعنی محبت گزینم بہ سبب آں ای بسبب تصور جمال باکمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہرگاہ این مقدمات را دانستی بداں و آگاہ باش کہ حضرات نقش بندیہ ما رضوان اللہ علیہم اجمعین بہ ہمیں مراقبہ امر فرمودہ اند کہ طالب را تصور شیخ لازم است ہم در حال ذکر وہم غیر آں تابہ آں تذکر دلی و خیالی محبت شیخ

در دل طالب بجوش آید و رفته رفته مرتبۂ فنا فی الشیخ صورت گیرد ۔ و در نفس ناطقہ شیخ و طالب مناسبتے پیدا شود تا فیض صحبت و ارشاد در نفس ناطقۂ طالب جائے گیرد و از رزائل پاک و صاف نموده بمدارج اعلی رساند ۔ دریں مقام ایں تصور را ہرچہ بگویم رواست ۔ اگر بگویم کہ تصور شیخ البوب رحمت الہی است حق گفتہ باشم ۔ و اگر بدانم کہ بدون تصور شیخ راہی بجناب الٰہی و درگاہ رسالت پناہی نمی یابم ہم حق دانستہ باشم و ایں محبت شیخ غالب است کہ دو قسم بوده باشد ۔ یکے وہبی و دوئم کسبی کہ بتصور قصدی و تذکر ارادی دست داده باشد ۔ ما اول را رابطہ می دانم و ثانی را تصور ۔ اگرچہ در حال ہر دو فرقے نیست و آں چہ کذابان بربستہ اند کہ ایں بزرگان در حالت مراقبہ ہمیں می گویند کہ شیخ موجود است و بے آلہ و واسطہ ما را می نگرد و از حال ذاکر بے سبب و وسیلہ واقف و آگاہ می شود ، حاشا کہ دامن پاک ایں بزرگان ازیں اعتقاد آلوده باشد ۔ بل چنانکہ دانستی ایں مراقبہ بالکلیہ از حال و واردات صحابہ و تابعین و تبع تابعین ماخوذ است و اقوال سرور ما و سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم برآں دال است و علما ہم در خطاب الصلوۃ والسلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ بہ ہمیں معنی تصریح کردہ اند ۔ پس چگونہ بدعت و ممنوع باشد ۔ باآنکہ ایں بزرگان ایں مراقبہ را ہم آلہ و واسطہ ترقی بہ اعلی میداننہ تا فی‌الجملہ تزکیۂ نفس بہم رسد وفنا فی الرسول کہ نصیب کافہ مومنان پاک ایں باد ، حاصل آید ، ما را تعرض با کسے نیست ۔ آں چہ دانستہ ایم ما را کافی است ، گو نافہمان سر بہ سنگ زده باشند ۔ و آنچہ مولانا اسمعیل علیہ الرحمۃ در صراط المستقیم فرموده اند ، ایں ہم مقتضائے مقامی است کہ بدالست من بنده کیفیت آن مقام دررگ و پے مولانا سرایت کرده بود و جملہ تصانیف شان مبنی بر بیان کیفیت اند ، معہذا مولانائے مرحوم با آنکہ نوشتن آں چناں بود ، خدمت کسانے کہ مراقبہ و مواظبت رابطہ وظیفہ شباروزی شان بود ، تا نفس واپسیں پیشوا و مقتدائے خود شان دانستہ اند و کاہے راه سوء ظن نسبت بہ آں بزرگاں نرفتہ ۔

والسلام علی من اتبع الهدی

ترجمہ :

تصور شیخ کے مسئلے پر آپ نے اس ہیچمدان سے استفسار فرمایا ہے ۔ جب میں اس مقام سے آگاہ نہیں تو کیا زمزمہ سنجی کروں اور جب اس وادی میں

کبھی قدم نہیں رکھا تو اس کے نشیب و فراز کی کیسے نشاندہی کروں ۔ باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک ایسا نغمہ ہے جو قال میں نہیں سماتا اور محض سننے سے صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آتا ۔ جب تک آپ دیکھ نہ لیں کیسے یقین کریں گے اور جب تک بغلگیر نہ ہوں وصال کا لطف کیسے اُٹھائیں گے ۔ جسمانی آنکھ سے یہ جلوہ دیکھا نہیں جا سکتا اور ان جسمانی پاؤں سے یہ راستہ طے نہیں ہوتا ۔ اس شراب کی لذت وجدانی ہے بیانی نہیں ۔ اس باب میں گفتگو خاموشی کے پردے میں پناہ لیتی ہے اور سخن سرائی خلوت میں سکوت کا لطف اُٹھاتی ہے ۔ اس صورت میں میری کیا مجال کہ زبان کھولوں ۔ لیکن چونکہ بزرگوں کے احکام کی بجا آوری کے سوا چارہ نہیں اس لیے جو کچھ ناچیز کے فکر نارسا میں آتا ہے عرض کرتا ہوں اور اس ڈھیر سے ایک مٹھی اُٹھاتا ہوں ۔

اصل مطلب سے پہلے چند مقدمات کا تمہیداً تحریر میں لانا ضروری ہے کیونکہ ان کی راہنمائی کے بغیر اس راہ میں پاؤں اُٹھانا مشکل اور منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھانا دشوار ہے ۔

مقدمۂ اول :

اس امر مسلمہ پر ہر خاص و عام کا اتفاق ہے کہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے ۔ اچھوں کی صحبت سے نیکی کا سبق اور بدوں کی صحبت سے بُرائی کی سیکھ ملتی ہے ۔ اس حقیقت سے کوئی شخص بھی روگردانی نہیں کر سکتا ۔ گبر و ترسا ہو یا زاہد و پارسا ، کسی سے پوچھ لیجیے ، کوئی اس کی صداقت سے انکار نہ کرے گا ۔ کیا خوب کہا ہے :

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

اور ہمارے لیے تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم — میرا دل اس عرش مقام کے پاؤں کی خاک راہ ہو اور میری روح اس کے سر صدقے ہو — کی یہ حدیث کافی ہے ۔ بخاری نے ابو موسیٰ سے روایت کی ہے کہ :

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”نیک اور بد ہمنشین کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے ۔ کیونکہ مشک والا یا تو خود کچھ عطا کرے گا یا کچھ

خریدے گا ورنہ کم از کم عمدہ خوشبو تو ضرور سونگھ لے گا ۔ اور بھٹی دھولکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلائے گا یا تجھے اس سے سخت بدبو پہنچے گی ۔"

پس صحبت کے اثر سے ، جسے عرف عام میں فیض صحبت کہتے ہیں ، کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے ۔

مقدمۂ دوم :

فیض صحبت کو تسلیم کرنے کے بعد آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ یہ فیض نہ تو انسان کے ظاہری اعضائے بدن میں ہے اور نہ ہی اُن سے ہے جن میں سے ایک کو آپ آنکھ ، ایک کو ہاتھ اور ایک کو پاؤں کہتے ہیں ۔ اگر ایسا ہوتا تو نابینا اور بے دست و پا اس فیض سے محروم رہ جاتے ۔ لیکن جاہل سے لے کر عالم تک سب جانتے ہیں کہ جس شخص کی چشم بصیرت خدائے بے ہمتا نے کھول رکھی ہے ، وہ اپنی بے دست و پائی کی بنا پر اس فیض سے محروم نہیں ہے ۔

اس خاکی پردے اور بے بنیاد نمائش کے پیچھے ایک ایسا نورانی معشوق ہے کہ اُسی کی یہ تمام نیرنگیاں ہیں اور یہ ساری بوالعجبیاں بھی اُسی سے ہیں اور یہ فیض بھی اُسی سے اور اُسی میں ہے ۔ حکما اس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں اور ہمارے بزرگ فضلا اُسے روح کے نام سے موسوم کرتے ہیں ، اور روح میں ہاتھ ، پاؤں اور ظاہری آنکھ کو کوئی دخل نہیں ہے ۔

مقدمۂ سوم :

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جب تک آپ فاعل کی قدر و منزلت نہ کریں گے اُس کے افعال آپ کے لیے مؤثر ثابت نہ ہوں گے اور فاعل کی اسی تحسین کو آتش بجان عشاق "آتش عشق" اور طریق ارادت کے آداب شناس "عقیدت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔ اور حقیقتہً حصول فیض کی بنیاد اور حصول لذت کی جڑ یہی ہے ۔

نفس ناطقہ باران رحمت خداوندی کی طرح کہیں پر اثر انداز ہوتا ہے اور اثر پذیر کی اثر انداز سے محبت مادۂ قابل کی طرح ہے ۔ اور جب تک یہ مادۂ قابل

آپ خواہ اسے محبت کہیں یا عقیدت اس کا نام رکھیں ، آپ میں پیدا نہ ہوگا محبت آپ پر کوئی اثر نہیں کرے گی :

باران کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

(بارش کی طبعی لطافت سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا لیکن وہی بارش باغ میں گلِ لالہ اور شور زمین میں کوڑا کرکٹ پیدا کرتی ہے) ۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اُس کی جان ، اولاد اور سارے جہان سے زیادہ پیارا نہ ہوں ۔

حضرت عمر نے کہا "یا رسول اللہ ! آپ مجھے میری جان کے سوا تمام چیزوں سے پیارے ہیں ۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عمر ! تو اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ تو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھے ۔"

حضرت عمرؓ نے کہا "یا رسول اللہ ! قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ پر قرآن پاک نازل فرمایا کہ مجھے آپ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں" ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "عمر اب تیرا ایمان کامل ہے ۔"

صحبتِ رسول کا ادنیٰ ثمر ایمان کامل ہے اور یہ بلا محبت حاصل نہیں ہوتا ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی گوہر شب چراغ کے طفیل بلند مرتبے پائے اور محبتِ رسول صلعم کے فقدان نے ہی ابوجہل کو پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈال دیا گیا ۔ پس طالب فیض کو چاہیے کہ صاحب فیض کی محبت اپنے اوپر فرض گردانے ۔ اس سے دونوں میں ایک گونا مناسبت پیدا ہوتی ہے ۔ ایک میں تاثر کی دوسرے میں تاثیر کی ۔ شاید اسی مقام کو سالکانِ طریقت "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں ۔ محبت کے دیوانے جانتے ہیں کہ اس مقام پر پہنچے بغیر کام نہیں بنتا ۔ ہم بے بصروں کو تو سررشتہ اسی کارگاہ سے ملا ہے ، باقی باخبر لوگ جانیں :

رموز مصلحتِ ملک خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

(ملکی مصلحتوں کو تو بادشاہ ہی خوب سمجھتے ہیں ۔ احمد ! تو گدائے گوشہ نشین ہوتے ہوئے کیوں خواہ مخواہ شور مچاتا ہے) ۔

مقدمۂ چہارم :

صاحبِ فیض کی محبت حاصل ہونے کا بنیادی اُصول اُس کی یاد ہے ۔ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے "تم مجھے یاد کرو ، میں تمہیں یاد رکھوں گا" ۔ اس کے ثبوت میں بے شمار احادیث موجود ہیں لیکن اس مختصر تحریر میں اُن کے درج کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ عقل بھی اسے تسلیم کرتی ہے ۔ لیلیٰ کو مجنوں کے سر بالیں کون لایا ؟ فرہاد کے غم میں شیریں کو سیاہ پوش کس نے بنایا ؟ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ عاشقانِ مجازی یادِ محبوب سے لذت یاب نہ ہوتے ہوں ۔ یہی خیالی وصال محبوب کو سرِ بازار کھینچ لاتا ہے اور اس پر اس قدر گہرا رنگ چڑھا دیتا ہے کہ معشوق خود عاشق بن جاتا ہے :

عشق آں خانماں خرابی ہست
کہ ترا آورد بخـانـۂ ما

(عشق خانہ خراب تجھے میرے گھر لے آئے گا) ۔

ذکرِ محبوب کے وقت محبوب کی ہو بہو تصویر تصور میں موجود رہنی چاہیے اور کوئی وقت اس سے خالی نہ جانا چاہیے ۔ جب طالبِ فیض کی یاد آوری ، محبت ، ذوق و شوق اور عشق پُرجوش ہوگا تو وہ ضرور صاحبِ فیض کی صورت پوری تعین و تشخص کے ساتھ دل میں جاگزیں پائے گا ۔

جس طرح یاد کے لیے تصور لازمی ہے اسی طرح تصور ، جو یاد کے لیے لازمی ہے ، محبت کا باعث بنتا ہے ۔ حسن ابن علی فرماتے ہیں کہ ہند بن ابی ہالہ ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کیا کرتے تھے ۔ میں نے اُن سے کہا مجھے بھی حضور ُپر نور کے حلیہ مبارک کے متعلق کچھ بتائیے تاکہ حضور کے جمالِ باکمال کے تصور سے آپ کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہو ۔

ان مقدمات کے مطالعے کے بعد آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نقشبندیہ حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی مراقبے کا حکم دیتے ہیں ۔ طالب کے لیے ہر وقت تصور شیخ ضروری ہے تاکہ اس خیالی لیکن دلی یاد سے شیخ کی محبت اس کے دل میں جوش زن ہو اور رفتہ رفتہ "فنا فی‌الشیخ" کی صورت اختیار

گر لے ۔ شیخ اور طالب فیض کے نفس ناطقہ میں ایک گونہ مناسبت پیدا ہو۔ شیخ کا فیض صحبت و ارشاد جب طالب کے دل میں جاگزیں ہوگا تو وہ رذائل سے پاک صاف ہو کر مرتبۂ بلند پر فائز ہو جائے گا۔

اس موقع پر اگر میں یہ کہوں کہ یہ تصور شیخ رحمت الٰہی کا سرچشمہ ہے تو بے جا نہ ہوگا ۔ اور اگر یہ سمجھوں کہ تصور شیخ کے سوا بارگاہ خداوندی اور درگاہ نبوی تک کوئی اور راہ نہیں جاتی تو میں حق بجانب ہوں گا ۔

اور یہ محبت شیخ دو قسم کی ہو سکتی ہے ۔ ایک وہبی دوسری کسبی جو قصد اور ارادی ذکر سے حاصل ہوتی ہے ۔ اول الذکر کو ''رابطہ'' اور موخر الذکر کو ''تصور'' کہتے ہیں ۔ اور نتیجے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ اس کے قائل ہیں کہ حالت مراقبہ میں شیخ بذات خود موجود ہوتا ہے اور بلا واسطہ ہمیں دیکھتا ہے اور ذاکر کے حال سے بلاوسیلہ واقف ہوتا ہے ۔ یہ سراسر جھوٹ ہے اور ان بزرگوں کا دامن اس عقیدے کی آلائش سے قطعاً پاک ہے ۔ البتہ مراقبہ اُصولی طور پر صحابۂ کرام ، تابعین اور تبع تابعین کے حال و واردات سے ماخوذ ہے ، اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں ۔ اور اس خطاب ''الصلوۃ والسلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کے معنی کی اسی طرح تصریح کرتے ہیں ۔ پھر کس طرح اس کو بدعت اور ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے ۔ یہ بزرگ اس مراقبے کو اعلیٰ مدارج کی ترقی کا وسیلہ گردانتے ہیں ، کیونکہ اس سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور ''فنا فی الرسول'' کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے ۔ خدا تمام مسلمانوں اور اس خاکسار کو یہ سعادت نصیب کرے ۔

ہمیں کسی سے تعرض نہیں ہے ۔ ہم نے جو کچھ سمجھا ہے ہمارے لیے کافی ہے ، بے سمجھ لاکھ سر پھوڑتے پھریں ۔ مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ نے صراط المستقیم میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا مقتضا بھی یہی ہے ۔

اس بندۂ ناچیز کی سمجھ کے مطابق مولانا کے رگ و پے میں یہی کیفیت رچ بس گئی تھی اور اُن کی تمام تر تصانیف اسی کیفیت پر مبنی ہیں ۔ مولانا مرحوم

اُن حضرات کو جن کا شب و روز شغل ہی مراقبہ اور رابطہ رہا ہے ، ان کو مرتے دم تک اپنا پیشوا اور مقتدا مانتے رہے اور انھوں نے ان بزرگوں کے متعلق کبھی سوء ظن کو اپنی طبیعت میں راہ نہیں دی ۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

۱۱۸

ڈاڑھی کے متعلق ایک خط کا جواب

(منقول از کتاب "تہذیب الاخلاق" جلد دوم ، مرتبہ منشی فضل الدین لاہور مطبوعہ ۱۸۹۰ع ، ص ۲۹۵ - ۲۹۳)

مکرمی !

(آپ نے اپنے) اس عنایت نامہ میں جو خیالات ظاہر کیے ہیں اُس میں کئی غلطیاں ہیں -

(۱) اول یہ کہ ڈاڑھی رکھنے یا منڈانے کو تہذیب میں کچھ دخل نہیں ہے۔ بال جو انسان کے سر پر اور منہ پر خدا نے پیدا کیے ہیں ، اگر انسان اُن کو ایک پریشانی اور ابتری کی حالت میں رہنے دے ، جیسے کہ بعض میلے کچیلے بے تمیز جنگلی جانوروں کے ہوتے ہیں ، تو بلا شبہ وہ پورا وحشیانہ پن ہے - اور اگر اُن کو درستی اور خوبی سے رکھے تو وہ تہذیب و شائستگی کی علامت ہے - اسی لیے تمام مہذب قومیں بقدر اپنی تہذیب اور موافق اپنے خیالات کے بال بناتی ہیں اور موافق اپنے مذاق تہذیب و خیالات کے اُن کو آراستہ کرتی ہیں ، مگر یہ خیال کہ ڈاڑھی منڈانا تہذیب میں داخل ہے ، ایک محض غلط خیال ہے -

(۲) دوسرے لوگوں کی پیروی کو اس وجہ سے منع کرنا کہ وہ ڈاڑھی منڈاتے ہیں اور اُس کو داخلِ تہذیب سمجھتے ہیں اور بہت کام خلافِ شرع کرتے ہیں ، ایک دوسری غلطی ہے ، کیونکہ اس دلیل کا نتیجہ صرف یہ نکلتا ہے کہ اُس امر میں اُن کی پیروی نہ چاہیے جو خلافِ شرع ہو - نہ یہ کہ دلیل

تو ہو خاص اور نتیجہ نکالا جاوے عام - ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعد تسلیم کرنے اس امر کے کہ وہ کام خلاف شرع ہے اور پھر اُس کی پیروی کی جاوے بلکہ جہاں تک بحث ہے وہ اس میں ہے کہ در حقیقت وہ کام خلاف شرع ہے یا نہیں ؟ ترک شراب بھی پیتے ہیں ، جیسا کہ مشہور ہے - اگر یہ امر سچ ہو تو جیسے ہم کو اُن کے اس کام کی پیروی کرنا برا ہے ویسے ہی اس کام ناجائز کے سبب اُن کے اور عمدہ و مہذبانہ مباح کاموں کی پیروی چھوڑنا بھی ویسا ہی برا ہے -

(۳) تیسری غلطی خیالات کی اس عنایت لانے سے یہ پائی جاتی ہے کہ کسی مہذب قوم کی پیروی کرنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُس کے تمام کاموں کی بلا لحاظ اس بات کے اور غور کرے کہ وہ فی نفسہٖ اچھے ہیں یا برے ، پیروی کرنا مقصود ہوتا ہے - اگر یہ خیال ہو تو محض ایک غلط اور نہایت مضر خیال ہے بلکہ ہمیشہ جس بات کو اختیار کیا جاوے اول اُس کی بھلائی اور برائی پر غور کرنی واجب ہے - جو عمدہ بات کسی قوم کی ہو اُس کو لینا اور بری کو چھوڑنا واجب ہے ، ورنہ ایک گڑھے میں سے نکلنا اور دوسرے میں گرنا ہے -

آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو مسندِ افتا کی گدی پر بیٹھنا مقصود نہیں ہے - بلکہ صرف دو امر ہم کو مقصود ہیں ، اول یہ کہ مذہب اسلام پر جو جھوٹے الزام لگائے گئے ہیں اور اُس کو مانع تہذیب و شایستگی و مخالفِ انسانیت و تمدن و حسنِ معاشرت قرار دیا گیا ہے ، اُن غلط الزاموں کی غلطی ٹھیٹ مذہب اسلام کی رو سے ظاہر کر دیں - دوسرے جو امر کہ خلاف تہذیب مسلمانوں میں مروج ہیں اُن کو دور کریں - پس ڈاڑھی ، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا بشرطیکہ وحشیانہ پن سے نہ رکھی جاوے ، تہذیب کے بر خلاف نہیں ہے - چنانچہ ہزاروں ، لاکھوں ، کروڑوں اشخاص جو نہایت مہذب قوم کے ہیں ڈاڑھی رکھتے ہیں اور ہمارے ملک کے بھی خوبصورت گورے رنگ کے چہروں پر بشرطیکہ گورا رنگ ہو ، کالی ڈاڑھی نہایت خوبصورت اور بھلی معلوم ہوتی ہے - ہاں جب سفید ہو جاوے تو منڈانے کے قابل ہو جاتی ہے بشرطیکہ منہ کی جھریاں اور گالوں کے گڑھے اور منہ کا پوپلا پن صورت کو بدنما نہ کر دے - اس کے سوا منہ کی رونق اور شجاعت و بہادری و رعب اُس سے پایا جاتا ہے - پس اُس کا رکھنا یا منڈانا ہماری بحث سے خارج ہے اور ہم اُس پر بحث کرنا نہیں چاہتے ، کیونکہ ہم قطعاً اُن مسائل سے جن کو مانعِ تہذیب نہیں سمجھتے ،

بحث نہیں کرتے ۔ اگر ڈاڑھی منڈانی ناجائز ہو تو اُس سے ہمارا کچھ ہرج نہیں ، اگر جائز ہو تو ہمارا کچھ ہرج نہیں ۔ لیکن اگر ڈاڑھی کو ایک ٹٹی بنایا جاوے جس کی اوجھل شکار کھیلا جاوے تو اس سے منڈانا ہی بہتر ہے ۔

اگر ڈاڑھی منڈانا ناجائز ہے تو بیچارے ترکوں پر کیا الزام ہے؟ ہندوستان کے بڑے بڑے مقدس مولوی صاحب جبہ و عمامہ بھی ڈاڑھی منڈاتے ہیں ۔ اتنا فرق ہے کہ ترک تو ڈاڑھی منڈا کر فرشتہ کی سی صورت ہو جاتے ہیں اور یہ حضرات مقدسین بیجا بن جاتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا اطلاق جیسا کل ڈاڑھی پر ہے ویسا ہی جزو ڈاڑھی پر ہے ۔ اگر ڈاڑھی کا منڈانا ناجائز ہے تو اُس کے جزو کا بھی ناجائز ہے ۔ اگر کوئی شخص ایک طرف کی ڈاڑھی منڈاوے اور ایک طرف کی رہنے دے یا بیچ میں سے منڈاوے اور دونوں طرف گل‌بچھے رہنے دے (تو) وہ بھی ایسی ہی ناجائز ہوگی جیسا کہ کل ڈاڑھی کا منڈانا ۔ آپ حضرات مقدسین کو دیکھتے ہوں گے کہ ہر جمعہ کی صبح کو اشراق کی نماز کے بعد نائی حاضر ہوتا ہے اور اصلاح مبارک بناتا ہے ۔ اصلاح میں کیا ہوتا ہے کہ گالوں پر سے ڈاڑھی مونڈی جاتی ہے اور ایک قوسی خط میں قریب مدور کے کی جاتی ہے ۔ ہونٹ اور ٹھوڑی کے بیچ میں ایک بھکانی بنائی جاتی ہے اور دونوں طرف سے مونڈی جاتی ہے ۔ پھر حلقوم مبارک سے لے کر ٹھوڑی اور جبڑے کے قریب تک مونڈی جاتی ہے ۔ بعض مقدسوں کو اپنے بھولے بھالے مجرب گالوں کے کھولنے کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ ریش مبارک صرف بطور ایک جھالر کے رہ جاتی ہے ۔ پس کیا یہ ڈاڑھی منڈانا نہیں ہے جو بیچارے ترکوں فرشتہ صورتوں پر طعن کیا جاتا ہے ۔

سید احمد

۱۱۹

رسید عطائے زمین برائے سائنٹیفک سوسائٹی

(از رسالہ ''فکر و نظر'' علی گڑھ، حصہ انگریزی، ص ٦١)

جب سر سید نے سائنٹیفک سوسائٹی کی عمارت بنانے کے لیے کول (علی گڑھ) میں گورنمنٹ انگریزی کو زمین حاصل کرنے کی درخواست دی تو گورنمنٹ نے سرسید کی اس درخواست کو منظور کرتے ہوئے کچھ زمین دے دی ۔ سرسید کی یہ تحریر اسی زمین کے ملنے کی رسید ہے جو گورنمنٹ نے اس غرض کے لیے سرسید کو دی تھی ۔ ہم اس رسید کو ایک تاریخی یادگار کے طور پر یہاں شائع کر رہے ہیں ۔

منکہ سید احمد خاں سکریٹری سین ٹیفک سوسائٹی ضلع علی گڑھ کا ہوں ۔ جوکہ موازی ۳ ایکٹر ۳۰ پول اراضی محدودہ مفصلہٗ ذیل واقعہ شہر کول حضور جناب لفٹنٹ گورنر بہادر سے واسطے تیاری مکان سوسیٹی کے مرحمت ہوئی ۔ میں نے بموجب پروانہ جناب صاحب کلکٹر بہادر مورخہ ١٦ فروری سنہ ١٨٦٥ع اراضی مذکور پر دخل پایا ۔ اس واسطے یہ چند کلمے بطریق دخلنامہ کے لکھ دئے ۔

تفصیل حدود اربعہ

شرق	غربی	جنوبی	شمالی
سڑک پختہ	سڑک خام جو عقب گودام سرکاری میں آ جاتی ہے	نالہ	نشان خندق احاطہ قدیم

المسمی	گواہ	گواہ
سید احمد سکریٹری سین ٹیفک سوسائٹی	نام صاف نہیں پڑھا گیا ۔	منیر الدین محرر

۱۶ ، فروری ۱۸۶۵ع

۱۲۰

لندن جانے کے لیے گورنمنٹ میں سرسید کی عرضی

(حیات جاوید ، اکادمی پنجاب ایڈیشن ، ص ۲۰۲)

۱۵ ۔ اگست ١٨٦٧ع کو سرسید عہدۂ جج سال کاز کورٹ پر ترق پا کر علی گڑھ سے بنارس چلے گئے اور وہاں سے ١٨٦٩ع میں اپنے بیٹے سید محمود کے لیے لندن میں تعلیم کا انتظام کرنے ، انگریزی نصابِ تعلیم کا معائنہ کرنے ، انگریزوں کی طرزِ معاشرت اور اُن کی ترقیِ علوم سے واقفیت حاصل کرنے اور سب سے بڑھ کر سر ولیم میور کی ''لائف آف محمد'' کا جواب لکھنے کے لیے انھوں نے ولایت جانے کا ارادہ کیا ۔ اُس وقت اپنی جس درخواست کے ذریعے سرسید نے لندن کے سفر کے لیے گورنمنٹ انگریزی سے رخصت حاصل کی ، وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے ۔

جناب والا !

یہ بات بخوبی میرے ذہن نشین ہے کہ ہندوستان کی فلاح و بہبودی کو کامل ترقی دینے اور گورنمنٹ انگریزی کے مطالب کو ، جس کی ملازمت کا فخر مجھ کو حاصل ہے ، بخوبی استحکام و پائیداری بخشنے کے واسطے اس کے سوا اور

کسی امر کی ضرورت نہیں ہے کہ اہل یورپ اور (اہل) ہندوستان کے درمیان ربط و ضبط کو ترقی دی جائے۔ پس اس مقصد کی تکمیل کے واسطے ہندوستانیوں کو میری رائے میں یورپ کے سفر کی ترغیب دینی چاہیے ، تاکہ وہ مغربی ملکوں کی شائستگی کے عجیب و غریب نتیجوں اور اُس کی ترقی کو بچشم خود مشاہدہ کریں اور اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ انگلستان کے لوگ کیسے دولت‌مند ، طاقت ور اور دانا ہیں ۔ اور اُن مفید اور عمدہ باتوں کو ہندوستان کی بھلائی کے لیے سیکھیں جو اس امر کے نتیجے ہیں کہ تجارت کے باب میں انگلستان کے باشندے کیسے مستعد ہیں ۔ اور کارخانوں اور کاشتکاری اور شفاخانوں اور خیرات اور اُس کے شہروں کی صفائی اور دولت اور علم سے روز بروز زیادہ کام لیا جاتا ہے ۔

پس اس خواہش سے میں یہ بات چاہتا ہوں کہ خود انگلستان جا کر اپنے ہم وطنوں کے لیے ایک نظیر قائم کروں۔

مجھ کو یقین ہے کہ صرف مجھ کو ہی اس سفر سے فائدہ نہ ہو گا ، بلکہ امید ہے کہ اس سفر کے نتیجوں سے اُن کو مطلع کرکے اُن کو بھی فائدہ پہنچا سکوں ۔ اور اس طرح پر جو عمدہ باتیں میں نے سیکھی ہوں (وہ) اُن کو بھی سکھاؤں اور اُن کو بھی اپنی پیروی کی ترغیب دوں ۔

خاکسار
سید احمد
جج سمال کاز کورٹ بنارس

(۲)
متعلق علی گڑھ کالج

۱۲۱

بنام ممبران کمیٹی ”خزنۃ البضاعۃ“[۱]

(تہذیب الاخلاق ، بابت محرم ۱۲۹۲ھ ، جلد ۶ نمبر ۱ ، ص ۱۰ تا ۱۲)

جو کمیٹی خزنۃ البضاعۃ سے اُن سات بزرگوں کے نام جاری ہوا جنھوں نے اہتمام تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کا اپنا ذمے لیا ہے۔

مخدوم و مکرم معظم و محتشم مطاع بندہ سلامت !

بعد سلام مسنون التماس یہ ہے کہ روئداد اجلاس کمیٹی خزنۃ البضاعۃ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۸۷۵ع بذریعہ نیازنامہ ہذا خدمت عالی میں بھیجتا ہوں۔ اُس سے ظاہر ہوگا کہ جو تجویزیں ۷ جنوری ۱۸۷۵ع کو بمقام علی گڑھ آپ نے بشمول دیگر مسلمانان کی تھیں وہ سب حسبِ ضابطہ روئداد میں مندرج ہوگئیں اور جن لوگوں کو آپ نے کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کا ممبر ہونا تجویز فرمایا تھا اُن کے نام نامی حسبِ ضابطہ روئداد میں مندرج ہوگئے۔ منجملہ اُن صاحبوں کے سات بزرگوں نے اپنی منظوری ممبر ہونے کی ظاہر کر دی تھی ، مگر نواب محمد محمود علی خاں صاحب رئیس چھتاری اور حاجی محمد فیض احمد خاں صاحب رئیس دتاولی اور محمد ارشاد علی خاں صاحب

۱- یہ خط کتاب ”تہذیب الاخلاق“ جلد دوم مرتبہ منشی فضل الدین تاجر کتب لاہور مطبوعہ ۱۸۹۵ع کے صفحات ۶۱۳ تا ۶۱۷ پر بھی شائع ہوچکا ہے۔

اور مولوی محمد لطف اللہ صاحب اور مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وہاں موجود نہیں تھے ۔ اُن بزرگوں نے جنھوں نے ممبر ہونا منظور کر لیا تھا یہ بات فرمائی تھی کہ ہم بطور خود تحریراً خواہ تقریراً اُن لوگوں سے منظوری حاصل کر لیں گے ۔ پس اُمید ہے کہ آپ بزرگان مذکورہ بالا سے نسبت منظوری ممبری کے طے فرما لیں اور اُن میں سے جو صاحب ممبر ہونا منظور کریں اور جو نامنظور کریں اُن کے اسمائے مبارک سے مطلع فرماویں ، تاکہ بنظر اطلاع دیگر ممبران مندرج روئداد کیے جاویں ۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ بموجب تجویز مذکورہ بالا کے یہ امر بھی طے ہو گیا ہے کہ اُن سات بزرگوں کو جنھوں نے ممبر ہونا منظور کر لیا ہے اس بات کا بالکلیہ اختیار ہے کہ جس جس کو چاہیں کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کا ممبر مقرر کریں ۔ پس آپ ساتوں صاحب باہم صلاح اور مشورہ کر کر جس جس کو کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت میں داخل کرنا چاہیں داخل فرماویں ۔ کسی کو اس میں کچھ مداخلت نہیں ہے ۔ اور اپنی کمیٹی کی کاروائی کے لیے بھی جو قواعد آپ تجویز کریں اُس کی ایک نقل اور اپنے اجلاس کی روئداد ہمیشہ دفتر کمیٹی خزنۃ البضاعۃ میں ارسال فرماتے رہیں تاکہ بنظر اطلاع ممبران کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کے وہ کاغذات بھی چھپتے رہیں ۔

دوسرا امر قابل عرض یہ ہے کہ علی گڑھ میں جو یہ گفتگو ہوئی تھی کہ ممبران کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اپنی کمیٹی کے کسی ممبر کو جس وقت چاہیں کثرت رائے سے موقوف کر سکیں ، اس کی نسبت یہ التماس ہے کہ آپ اپنی کمیٹی جمع کرکے اس امر پر اور اُس کے نیک و بد پر بخوبی غور فرمائیں اور جو تجویز قطعی اور اخیر نسبت امر مذکورہ کے ٹھہرے ، اُس سے مطلع فرمائیے تاکہ اُس کی تعمیل کے لیے حسب ضابطہ کاروائی کی جاوے ۔

تیسری عرض یہ ہے کہ تمام معاملہ تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کا اُن ساتوں بزرگوں کے جنھوں نے ممبر ہونا قبول کر لیا ہے اور اُن کے جن کو کہ آئندہ وقتاً فوقتاً آپ اپنا شریک کریں گے ، سپرد ہے اور اُنھی کو اُس کی نسبت اختیار کامل حاصل ہے ۔ وہی لوگ مدرسان تعلیم مذہبی تجویز کریں گے

اور وہی لوگ سلسلہ کتب مذہبی مقرر کریں گے ۔ پس اُمید ہے کہ آپ سب صاحب متوجہ ہوں اور جو امور کہ آپ نے اپنے ذمے اختیار کیے ہیں اُن کا انتظام اور انصرام فرماویں ۔

چوتھی عرض یہ ہے کہ سلسلہ کتب درسی مذہبی کا جو آپ مقرر فرماویں اُس کے چار درجے حسب تفصیل ذیل ہونے چاہئیں : اول سلسلہ عام ضروری درسی کتابوں کا ۔ یہ سلسلہ صیغہ مدرسہ سے متعلق ہوگا جس کا ذکر طریقہ تعلیم کی دفعہ ۸ میں مندرج ہے ۔ اس درجے میں جو لڑکے تعلیم پاویں گے اُن کی مدت تعلیم جملہ علوم کے لیے پانچ برس مقرر ہے ۔ اس درجے میں ہر طالب علم کو مذہبی کتابوں کا پڑھنا ضرور ہوگا ۔ اس درجے کے طالب علموں کی استعداد اس درجے تک پہونچے گی کہ وہ عربی اور فارسی عبارت مع قواعد صرف و نحو بخوبی پڑھ سکتے ہوں گے اور عربی و فارسی عبارت کے معنی اور مطلب بخوبی سمجھ سکتے ہوں گے ۔ پس اس صیغے کے لیے ایسے درجے کی کتابیں عربی زبان کی تجویز کی جاویں جو رفتہ رفتہ اُس قدر استعداد کے طالب علموں کے مناسب ہوں ۔ اور یہ بھی تجویز کیا جائے کہ صرف اور نحو کے کس درجے تک پہنچ جانے کے بعد عربی سلسلہ مذہبی کتابوں کا پڑھنا شروع کیا جاوے گا ۔

علاوہ اس کے اسی درجے کی لیاقت کے موافق ایک دوسرا سلسلہ مذہبی کتابوں کا فارسی زبان کا منتخب ہونا چاہیے تاکہ جو لوگ عربی زبان کی تعلیم اختیار نہ کریں گے اور فارسی زبان میں تعلیم ہونا چاہیں گے اُن کو وہ سلسلہ مذہبی تعلیم کا پڑھنا پڑے گا ۔

اس کے سوا اسی قسم کا ایک تیسرا سلسلہ مذہبی کتابوں کا اُردو زبان میں مرتب ہونا چاہیے تاکہ جن لوگوں نے یورپ کی زبانیں اختیار کی ہوں گی اُن کو اُس اردو سلسلے کے ذریعے سے مذہبی تعلیم حاصل کرنی ضرور ہوگی ۔

دوم سلسلہ اُس سلسلے سے اعلیٰ درجے کی مذہبی کتابوں کا مقرر ہونا چاہیے کیونکہ یہ سلسلہ مدرسۃ العلوم کے ادلیٰ درجے سے علاقہ رکھے گا جس کا ذکر دفعہ ۱۰ طریقہ تعلیم میں ہے اور اس درجے میں بشمول دیگر علوم کے چار برس تک تعلیم ہوگی ۔

اس درجے میں دینیات کی ایسی کتابیں عربی کی منتخب ہونی چاہئیں جو

ایک مستند طالب علم کے پڑھنے کے لائق ہوں اور جو عموماً اعلیٰ درجے کے طالب علموں کے درس و تدریس میں داخل ہوں۔ اگر اس درجے کے لیے فارسی زبان کی کتابوں کا بھی کوئی سلسلہ منتخب ہو تو نہایت مناسب ہوگا بلکہ اس درجے کے لائق اُردو زبان میں بھی کوئی سلسلہ پیدا کیا جاوے تو مسلمانوں کے حق میں نہایت مفید ہوگا۔ اور اگر آپ کی کمیٹی توجہ فرمائے گی تو بذریعہ تصنیف اور ترجمہ کتب بزبان اُردو ایسا سلسلہ مرتب ہو جانا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

تیسرا سلسلہ اس سلسلے سے بھی اعلیٰ درجے کی مذہبی کتابوں کا مقرر ہونا چاہیے کیونکہ یہ سلسلہ مدرسۃ العلوم کے اعلیٰ درجے کی تعلیم سے علاقہ رکھتا ہے جس کا ذکر دفعہ ۱۱ طریقۂ تعلیم میں ہے۔ اس سلسلے میں ایسی مشکل اور دقیق کتابیں داخل ہونی چاہئیں جو ایک پورے اور کامل فاضل ہونے کے لیے درکار ہیں، اور اگر اس درجے کے لیے بھی فارسی اور اُردو زبانوں کا سلسلہ مرتب کیا جائے تو نہایت عمدہ بات ہوگی۔

چہارم، یہ تینوں سلسلے اس لحاظ سے مرتب ہوں گے کہ طالب علموں کو اور علوم کے پڑھنے کا بھی، جس کے ساتھ یہ سلسلہ مذہبی پڑھایا جائے گا موقع رہے۔ لیکن بعض طالب علم ایسے ہوں گے جن کی خواہش ہوگی کہ صرف دینیات ہی میں اعلیٰ اور کامل درجے کی تعلیم پاویں۔ پس اُن کے لیے ایک عمدہ سا سلسلہ خاص صرف عربی زبان کا مرتب کرنا چاہیے جس میں کتابیں ہر ایک درجے میں کسی قدر زیادہ اور بہ نسبت کتب سلسلہ ہائے مذکورہ بالا زیادہ مشکل اور زیادہ دقیق ہوں، کیونکہ جو لوگ صرف دینیات ہی میں اعلیٰ درجے کی تعلیم چاہیں گے اُن کو پوری کامل درجے کی اور دقیق تعلیم ہونی چاہیے۔

یہ تمام سلسلے، جن کا اُوپر مذکور ہوا، مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق حنفی مذہب کے منتخب ہونے چاہئیں، کیونکہ تمام اہل ہند سنی حنفی مذہب ہیں اور مدرسۃ العلوم میں حنفی مذہب کی تعلیم ہوگی۔ تعلیم دینیات میں علوم مفصلہ ذیل داخل ہیں: فقہ، حدیث، تفسیر، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، علم عقائد، علم کلام۔ پس انہی علوم کی کتابیں سلسلۂ تعلیم علوم مذہبی میں، جس طرح کہ مناسب ہوں، داخل کی جاویں۔ یہ سب تفصیل میں نے اس لیے التماس کی ہے کہ جو درجات

تعلیم مدرسۃ العلوم میں مقرر ہوئے ہیں اُن سے آپ کو بلا تکلف اطلاع رہے ۔ اور اُسی مناسبت سے سلسلہ کتب درسیہ مذہبی کا قرار دینے میں آسانی ہو ۔

اس امر کی اطلاع کرنی بھی مجھ کو ضرور ہے کہ آپ بہت جلد اور سب سے اول ، جن لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرنا منظور ہو ، اُن کو شامل کرکے اپنی پوری کمیٹی کر لیجیے اور سب سے اول اور نہایت جلد وہ کتابیں ، جن کا ذکر سب سے پہلے سلسلے میں ہوا ہے ، منتخب اور تجویز فرمائیے ۔ اور اُن کی فہرست سے کمیٹی خزلۃ البضاعۃ کو مطلع فرمائیے تاکہ یہ کمیٹی اُن کے بہم پہنچانے میں سعی و کوشش کرے ۔ کیونکہ جب تک یہ سلسلہ مرتب نہ ہو جاوے گا اور سب کتابیں بہم نہ پہنچائی جاویں گی ، تعلیم شروع نہ ہو سکے گی ۔ والسلام ۔

سید احمد

١٢٢

بنام سیکرٹری مجلس الاخوان

١٨٩٢ء میں مدرسۃ العلوم مسلمانان علی گڑھ میں ''مجلس الاخوان'' یا ''برادر ہڈ'' کے نام سے ایک انجمن کی بنیاد پڑی جس کے دو مقصد تھے ۔ ایک تو یہ کہ کالج کے طلباء اپنی ذاتی اور نجی آمدنی میں سے کچھ رقم بطور چندہ دیا کریں جس کی مقدار ایک روپیہ سینکڑہ قرار پائی ۔ یعنی اگر کسی لڑکے کو اس کے والدین ایک سو روپیہ ماہوار اُس کے اخراجات کے لیے بھیجتے ہیں تو وہ اُن میں سے ایک روپیہ اس مجلس کو بطور چندہ دیا کرے ۔ دوسرا مقصد اس مجلس کا یہ تھا کہ کالج کے اولڈ بوائز میں اتحاد اور اخوت قائم ہو ۔ اس مجلس کے سیکرٹری مسٹر تھیوڈور ماریسن مقرر ہوئے جو اُس وقت کالج کے پروفیسر تھے اور بعد میں پرنسپل ہو گئے تھے ۔ ٢٥ جون ١٨٩٦ء کو اس مجلس کا پہلا عام جلسہ کالج کے سٹریچی ہال میں منعقد ہوا ۔ اس جلسے کے انعقاد سے پہلے جو خط و کتابت سرسید اور سیکرٹری برادر ہڈ مسٹر ماریسن کے درمیان ہوئی وہ نہایت دلچسپ ہے اس لیے سرسید کے خطوط کے ساتھ مسٹر ماریسن کا خط بھی یہاں درج کیا جاتا ہے ۔ اگر مسٹر ماریسن کا خط الگ ضمیمے میں درج کیا جاتا تو اس کا لطف جاتا رہتا اور مطلب بھی آسانی سے سمجھ میں نہ آتا ۔

سرسید کا خط سیکرٹری برادر ُہڈ کے نام :

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب ایم ۔ اے ۔ او کالج اسٹوڈنٹس برادر ُہڈ

جناب من !

اگر آپ کے کالج کے پرنسپل یا سکول کے ہیڈ ماسٹر مجھے کالج یا سکول کی کسی کلاس کا طالب علم تسلیم کر لیں تو میں آپ کے ایم ۔ اے ۔ او کالج اسٹوڈنٹس برادر ہڈ میں داخل ہونا چاہتا ہوں اور اپنی پنشن میں سے ایک فیصدی دوں گا ۔ میں آپ کی ایسوسی ایشن میں اجنبی بن کر داخل ہونا نہیں چاہتا ، جیسا کہ آپ کے کالج میگزین کے آرٹیکل میں مذکور تھا ۔ (یعنی اس انجمن میں شرکت کا استحقاق حسب ذیل اشخاص کو ہوگا :

(الف) موجود طلباء مدرسۃ العلوم مسلمانان ۔
(ب) مدرسۃ العلوم کے سکول یا کالج کے پرانے طلباء ۔
(ج) مدرسۃ العلوم کے سکول کے اُستاد ۔

کیونکہ میں ایسا بے وقوف نہیں ہوں کہ ایک فیصدی (چندہ) تو دیتا رہوں اور برادری سے (یعنی اسٹوڈنٹس برادر ہڈ سے) خارج رہوں ۔ (پس آپ) میرا خط برادر ہڈ کے جلسے میں پیش کریں اور جواب سے مطلع فرمائیں ۔

آپ کا خیرخواہ
سید احمد
۸ جون ۱۸۹۲ء

اس خط کے موصول ہونے پر برادر ہڈ کی طرف سے سرسید کو یہ جواب بھیجا گیا :

خط سیکرٹری برادر ہڈ بنام سرسید :

بخدمت جناب آنریبل ڈاکٹر سرسید احمد خاں بہادر کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ، ایل ۔ ایل ۔ ڈی ۔

آنریبل قبلہ !

آپ کے برادر ہڈ میں داخل ہونے کی خواہش سے ہم کو نہایت خوشی اور شکر گزاری ہوئی ۔ آپ کے کالج یا سکول کے طالب علم ہونے کے متعلق

ہیڈ ماسٹر صاحب اور پرنسپل صاحب سے دریافت کرنے پر نہایت دلچسپ بحث پیدا ہوگئی ۔

پرنسپل صاحب فرماتے ہیں ''آنریبل سرسید یقیناً طالب علم ہیں ، کیونکہ تمام عالم آدمی حقیقت میں طالب علم ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان معنوں میں وہ ایم ۔ اے ۔ او کالج کے نہایت لائق طالب علم ہیں ، اور کوئی کالج کا پروفیسر اس نام کا اُن سے زیادہ مستحق نہیں ہے'' ۔

ہیڈ ماسٹر صاحب پرنسپل صاحب کے دعوے کی تردید کرتے ہیں اور آپ کو نہایت زبردست دلائل سے سکول میں شامل کرتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''پرنسپل صاحب کا بیان ہے کہ 'سرسید اس کالج کے طالب علم ہیں' ۔ یہاں تک میں تسلیم کرتا ہوں ۔ لیکن چونکہ سرسید نے ابھی اُس خوفناک دریا کو عبور نہیں کیا جسے انٹرنس اگزمینیشن کہتے ہیں ، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی کالج کلاس میں داخل نہیں ہو سکتے ، اس لیے ضرور ہے کہ وہ اسکول کے طالب علم ہیں'' ۔

ہم جناب پرنسپل صاحب و ہیڈ ماسٹر صاحب کے نہایت مشکور ہیں کہ اُنھوں نے برادر ہڈ کے فائدے کی غرض سے آپ کو طالب علم بنا لیا ہے — یعنی پرنسپل صاحب نے آپ کی اعلیٰ علمیت کے ذریعے سے اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے خوفناک دریا کے زور سے ۔ لیکن ہمارے خیال میں ان پیچیدہ مسائل کی ضرورت نہیں ، جب کہ ہم ایک قریب کے رشتے سے آپ تک پہونچ سکتے ہیں ۔ ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ بے باپ کے برادر ہڈ قائم کر لیں ۔ جب ہم نے برادر ہڈ قائم کی ، یا یوں کہیے کہ اپنے برادر ہڈ کی ہمیں کچھ سمجھ پڑی ، اُس وقت ہم اپنے والا قدر بابا سے بے خبر نہ تھے ۔ اس لیے اگر بھائیوں کی سوسائٹی میں باپ داخل ہو سکتا ہے تو آپ کو برادری سے خارج ہونے کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے ۔

دیگر یہ کہ بزرگان قوم کے متعلق ہماری برادر ہڈ ایسی تنگ ورز نہیں ہے کہ ہمارے حامیوں کی تعداد کے ساتھ اُس کو وسعت نہ ہوتی جائے ۔ برادر ہڈ کے قواعد کے مطابق ایسے بزرگوں کو ہم بینیفکٹرس آف دی برادر ہڈ (محسن الاخوان) کے نام سے یاد کریں گے ۔ لیکن اگر یہ نام اُن کو منظور نہ ہو تو ہم زمرۂ خان ، جلیس عم زادگان وغیرہ وغیرہ کے نام تجویز کر لیں گے یا سب کو برادر ہڈ میں ملا لیں گے اور عمر یا رتبے کا لحاظ نہ کریں گے ۔ کیونکہ ہم

نے اپنے برادر ہڈ کی بنیاد آیۂ کریمہ انما المومنون اخوۃ پر رکھی ہے ۔

آخر میں ہم اپنی گذارشوں کا اعادہ کرتے ہیں ، کیونکہ آپ نے ہماری ضعیف جماعت میں شامل ہو کر ہماری جرأت بڑھا دی ہے ۔

آپ کی بقائے حیات کے دعا گو
آپ کے خاکسار بچے
ممبرز آف دی برادر ہڈ

جب یہ تحریر سرسید کے پاس پہونچی تو انھوں نے اُس کا یہ جواب دیا :

سرسید کا دوسرا خط سیکرٹری برادر ہُڈ کے نام :

بخدمت آنریبل سیکرٹری مجلس الاخوان مدرسۃ العلوم !

ڈیر سر !

آپ کی چٹھی مع ریمارکس پرنسپل و ہورسٹ صاحب میرے پاس پہونچی ۔ میں مسٹر بک اور مسٹر ہورسٹ اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اُن ریمارکس کی نسبت جو آپ نے لکھے ہیں ۔ لیکن جو اصلی بات لکھی ہے وہ مسٹر ہورسٹ نے لکھی ہے اپنی چٹھی کے اخیر فقرے میں ۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی نہایت عزت سمجھوں گا اگر آپ مسٹر ہورسٹ سے سفارش کرکے میرا نام سکول کی نویں کلاس میں داخل کرا دیں اور میں آپ کی مجلس الاخوان میں شریک ہوں گا ۔ صرف مسٹر ہورسٹ کی اتنی مہربانی چاہتا ہوں کہ حاضری سے مجھ کو معاف رکھیں ۔ مگر میں برابر اس کلاس کی ٹیوشن فیس دیتا رہوں گا ۔ اور میں دو روپے اس کے ساتھ بھیجتا ہوں ۔ ایک روپیہ فیس داخلہ اور ایک روپیہ جون کی ٹیوشن فیس ۔ اگر ہورسٹ صاحب اس کو منظور کر لیں تو آپ میرا نام بھی مجلس الاخوان میں داخل کر لیجیے ۔ کاغذات جو آپ نے بھیجے ہیں وہ واپس کرتا ہوں ۔

آپ کا خادم
سید احمد
علی گڑھ ، ۱۱ جون ۱۸۹۲ء

۱۲۳

بنام اراکین کالج فنڈ کمیٹی علی‌گڑھ

(علی‌گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی‌گڑھ ، ۵ نومبر ۱۸۸۹ع ، صفحہ ۱۲۱۹)

جناب من !

مسودہ قانون ٹرسٹیان جو بطلب ممبران کالج فنڈ کمیٹی کی خدمت میں بھیجا گیا تھا اور ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۹ع تک رایوں کے آنے کی تاریخ مقرر تھی ، جن ممبروں نے رائیں بھیجیں ان کی رائیں آ گئی ہیں ۔ اب بموجب دفعہ ۴۵ مجموعہ قواعد موجودہ کے جوابات موصولہ کے لحاظ سے جس طرف کثرت رائے ہو ، اس کا اظہار کیا جاوے گا تاکہ کثرت رائے پر عمل کیا جاوے ۔ چنانچہ اس امر کے لیے ۲۸ دسمبر ۱۸۸۹ع روز شنبہ وقت ۹ بجے صبح کے اجلاس ممبران کالج فنڈ کمیٹی کا مدرسۃ العلوم میں بمقام اسٹریچی ہال منعقد ہونا قرار پایا ہے ۔ اُمید ہے کہ آپ تشریف لا کر شریک اجلاس ہوں گے ۔

اس اجلاس میں کسی امر متعلق مسودہ قانون پر بحث نہیں ہونے کی اور نہ کسی قسم کی تحریک نسبت ترمیم یا تبدیل مسودہ قانون کے پیش ہوگی ، نہ مسودہ قانون کے کسی امر کی نسبت زبانی ووٹ لیا جاوے گا ۔ بلکہ صرف یہ بات دیکھی جاوے گی کہ بموجب موصولہ رایوں کے مجاریٹی یعنی کثرت رائے کس طرف ہے ۔ فقط

راقم
سید احمد خاں
سیکرٹری محمڈن اینگلو اورینٹل کالج فنڈ کمیٹی
علی‌گڑھ ، مورخہ ۱۵ نومبر ۱۸۸۹ع

۱۲۲

بنام ڈائرکٹران کمیٹی السنۂ مختلفہ علی گڑھ کالج

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۲۷ اگست ۱۸۸۵ع)

جناب والا !

میں نہایت تعظیم و ادب سے مندرجہ ذیل امر متعلق گرمیوں کی تعطیل کے آپ کے غور کے لیے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

ہمارے کالج میں گرمیوں کی لمبی تعطیل ، جیسا کہ بالفعل دستور ہے ، ایسی طرح پر دی جاتی ہے جس میں مئی اور جون کے مہینے شامل ہوتے ہیں ۔ یہ زمانہ تعطیل کا زیادہ بہتر بلحاظ امتحانات یونیورسٹی کے اختیار کیا گیا تھا ، مگر بارہ برس کے تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ یہ زمانہ تعطیل کا صرف بے وقت ہی نہیں ہے بلکہ طالب علموں کی پڑھائی میں بھی نہایت ہرج ڈالتا ہے ۔

تمام اضلاع شمال و مغرب میں سب سے زیادہ بیماری کے مہینے اگست و ستمبر کے ہیں ۔ ان مہینوں میں قریب ایک تہائی کے طالب علم بوجہ بیماری کے کالج و اسکول سے غیر حاضر رہتے ہیں ۔ بخار و ہیضہ اکثر ان مہینوں میں رہتا ہے ۔ ہمارا بورڈنگ ہوس اگرچہ ایک بہت وسیع میدان میں ہے اور اس کا صحن بھی بہت ہی وسیع ہے مگر کثرت سے طالب علموں کے رہنے سے ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے ۔ وہ لڑکے جو شہر میں رہتے ہیں اور کالج اور اسکول میں آ کر پڑھتے ہیں ، اُن ہی بنچوں پر بیٹھتے ہیں جن پر بورڈر بیٹھ کر پڑھتے ہیں ۔ اور اس لیے بورڈروں کی تندرستی کا زیادہ اندیشہ ہو جاتا ہے ۔ اور نیز وہ طالب علم بھی جو کچھ بیمار

نہیں ہوتے ان کی طبیعت بھی اس موسم میں ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ اپنے پڑھنے کا پورا کام نہیں کر سکتے ۔ اس وجہ سے یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ گرمیوں کی چھٹیاں ایسے زمانے میں مقرر کی جاویں کہ اگست و ستمبر چھٹیوں میں آجاویں ۔

اپریل کے اخیر تک ان اضلاع میں موسم بہت اچھا رہتا ہے ۔ مئی اور جون کے مہینے جب تک کہ مینہ نہیں برستا بہت گرم ہوتے ہیں لیکن وہ تندرستی کے لحاظ سے اچھے ہوتے ہیں ۔ اگر کالج کا وقت دس بجے سے چار بجے تک ہو (تو) ٹٹیوں اور پنکھوں سے کالج میں طالب علموں کو بہ نسبت ان کے گھروں کے زیادہ آسائش ہوتی ہے اور اگر صبح کا وقت کالج کا کر دیا جائے ، جب تک کہ مینہ شروع ہو ، تو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی ۔

جولائی کا مہینہ بہت تندرستی کا مہینہ ہے اور بارش کے سبب سے بہت عمدہ ہوتا ہے اور طالب علم بھی اس مہینے میں اپنا کام بخوبی کر سکتے ہیں ۔ پس ان مہینوں میں چھٹی دینی اور اگست و ستمبر میں جو بیماری کے مہینے ہیں پڑھائی سے پڑھائی کا بہت نقصان ہوتا ہے ۔ اس وجہ سے پرانا طریقہ چھوڑنا اور گرمی کی بڑی چھٹیوں کا بدلنا اس طرح پر کہ اس میں اگست و ستمبر کے مہینے آ جاویں نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ یہ مجوزہ تبدیلی یونیورسٹی کلاسوں کے لیے بھی بہت اچھی ہوگی ۔ کیونکہ جس وقت ان کلاسوں کا نتیجۂ امتحان مشتہر ہو جاوے گا تو طالب علموں کو اپنے اپنے مناسب کلاسوں میں شامل ہونے میں کچھ دیر نہیں لگنے کی ۔

باقی تعطیلوں کی نسبت میری رائے یہ ہے کہ آئندہ سے ایسی تعطیلیں ، جس کے لیے کالج و اسکول محدود دنوں کے لیے بند ہوتا ہے ، سوائے ایک ایک دن کی تعطیل عیدین کے اور ایک دن کی تعطیل ہمارے پیغمبر خدا صلعم کی یوم ولادت کے اور تین دن کی تعلیم محرم کے اور عیسائی تہواروں کے اور اس تعطیل کے جو خاص کالج کلاسوں کو کالج کے سالانہ امتحان کے بعد دی جاوے ، موقوف کر دی جاویں ۔ لیکن شیعہ طالب علموں کو محرم میں چند روز زیادہ کی اور صرف ہندو طالب علموں کو ان کے تہواروں کے لیے خاص چھٹی دی جاوے ۔ اس طریقے سے ہم کو اُمید ہے کہ پڑھائی بہت اچھی طرح ہوگی ۔

اس سے پہلے کہ یہ تجویز منیجنگ کمیٹی کے سامنے پیش کی جاوے ، ممبران کمیٹی کو ڈائرکٹرو کی رائے کا اس باب میں حاصل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

پس میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر اپنی رائے اس امر کی نسبت تیسویں اکتوبر ۱۸۸۲ء تک میرے پاس بھیج دیں گے[۱] -

میں ہوں آپ کا نہایت تابعدار خادم

سید احمد

سیکرٹری کمیٹی آف ڈائرکٹرز آف انسٹرکشن ان پرینٹل لینگوجز اینڈ سکولرلرننگ ایم - اے - او کالج علی گڑھ

مقام علی گڑھ ، ۲۲ اگست ۱۸۸۲ء

۱- یہ چٹھی سرسید نے فرداً فرداً اُن سب اصحاب کو بغرض اظہار رائے بھیجی تھی جو کمیٹی تعلیم السنہ شرقیہ مدرسۃ العلوم مسلمانان علی گڑھ کے ڈائرکٹر تھے - اُن کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :

(۱) مسٹر کے - ڈیٹن -
(۲) مسٹر جان ایلیٹ -
(۳) مسٹر ایچ - جے - کیبن -
(۴) مولانا الطاف حسین حالی -
(۵) نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی -
(۶) شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ -
(۷) نواب محسن الملک -
(۸) آنریبل جسٹس سید محمود -

۱۲۵

بنام ممبران محمڈن ایجوکیشنل کانگریس علی گڑھ

سرسید نے ۱۸۸۶ع میں ایک تعلیمی مجلس محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے علی گڑھ میں قائم کی تھی - یہ خطوط اسی انجمن کے ممبران کے نام سرسید نے مختلف اوقات میں لکھے تھے- یہ انجمن آج بھی موجود ہے لیکن اب اس کا نام ''آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس'' ہے -

(۱)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ بابت ۱۸ جون ۱۸۸۷ع)

مخدوم و مکرم من ممبر محمڈن ایجوکیشنل کانگریس علی گڑھ !

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس میں جو بماہ دسمبر آئندہ منعقد ہوگی ، مندرجہ ذیل کاروائی ہونی چاہیے -

اول : مختلف اضلاع میں جو حالت مسلمانوں کی اور ان کی تعلیم کی ہو ، اس کی رپورٹ ، جس کی تفصیل قواعد کانگریس میں مندرج ہے ، پیش ہونی لازم ہے -

دوم : کچھ رزولیوشن جن کا پیش کرنا ممبروں میں سے کوئی ممبر مناسب تصور کرے ، پیش ہونے چاہئیں -

سوم : مسلمانوں کی تعلیم زمانہ گزشتہ یا زمانہ حال یا زمانہ آئندہ کے متعلق یا تدابیر ترقی تعلیم مسلمانان کی نسبت مضامین بطور ایسے[1] کے پیش ہونے اور پڑھے جانے ضرور ہیں ۔

امر اول اور امر سوم کی نسبت یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ خود اس ممبر ہی کا لکھا ہوا ہو جو اس کو پیش کرے گا بلکہ جائز ہے کہ وہ کسی اپنے دوست کا لکھا ہوا پیش کرے ۔

پس ممبران ایجوکیشنل کانگریس سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ مندرجہ ذیل امور سے مطلع فرمائیں ۔

اول : کن کن صاحبوں کا ارادہ اپنے اپنے ضلع کی رپورٹ نسبت حالت تعلیم مسلمانان پیش کرنے کا ہے ۔ ابھی کافی مہلت ہے کہ ممبران اس کے مرتب کرنے پر توجہ فرماویں ۔

دوم : جس ممبر کو کوئی رزولیوشن پیش کرنا منظور ہو تو اس پر غور فرما کر اطلاع فرماویں کہ کس مضمون کا رزولیوشن ان کو پیش کرنا منظور ہے ۔

سوم : مضامین مذکورہ امر سوم مذکورہ بالا سے یا اور کسی مضمون متعلق تعلیم مسلمانان پر کسی ممبر کو کوئی تحریر پیش کرنی منظور ہو تو مطلع فرماویں کہ کس مضمون پر وہ تحریر پیش فرماویں گے ۔ عمدہ سے عمدہ تحریر لکھنے کو کافی مہلت باقی ہے ۔

واضح ہو کہ جناب مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی نے مسلمانوں کی زمانہ گزشتہ کی تعلیم[2] پر کانگریس میں ایک تحریری تاریخانہ مضمون پیش کرنے کا ، جو

۱- سرسید کی عادت تھی کہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں بکثرت انگریزی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے ۔ اُن ہی میں سے یہ لفظ بھی ہے جس کا انگریزی املا Essay ہے ۔

۲- یہ بے نظیر مضمون جلسے میں پڑھا گیا تھا اور بعد میں کئی مرتبہ کتابی شکل میں شائع ہوا ۔

اجلاس میں پڑھایا جاوے گا ، وعدہ کیا ہے ۔ والسلام

راقم
آپ کا تابعدار
سید احمد
سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس
مقام لینی تال ، ۱۵ جون ۱۸۸۸ء

جواب بمقام علی گڑھ مرحمت ہو ۔

(۲)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، بابت ۳۱ جولائی ۱۸۸۸ء)

مخدوم و مکرم من ممبر محمڈن ایجوکیشنل کانگریس !

تسلیم !

جو کہ[1] ماہ جون ۱۸۸۸ء منقضی ہو گیا اور بجز انجمن اسلامیہ لاہور کے اور کسی جگہ سے کوئی تحریک جلسہ ایجوکیشنل کانگریس کی نہیں ہوئی ۔ خان بہادر محمد برکت علی خان صاحب سیکرٹری انجمن اسلامیہ لاہور کے دو خط میرے پاس آ چکے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ممبران انجمن اسلامیہ لاہور اور دیگر بزرگان اسلام کی یہ خواہش ہے کہ اس سال جلسہ ایجوکیشنل کانگریس کا بمقام لاہور منعقد کیا جاوے ۔ مجھے اُمید ہے کہ تمام ممبر اس تحریک کو منظور فرمائیں گے ۔

ایجوکیشنل کانگریس کا جلسہ بمقام لاہور ستائیسویں دسمبر ۱۸۸۸ء روز پنجشنبہ سے شروع ہوگا اور اُنتیسویں دسمبر روز یک شنبہ کو ختم ہوگا ۔

مجھے افسوس ہے کہ پچھلے سال کی رپورٹ ایجوکیشنل کانگریس اگرچہ چھپ چکی ہے مگر جز بندی وغیرہ باقی ہے ، اس لیے اب تک تقسیم نہیں ہوئی ، جلد تقسیم ہوگی ۔ الا جواب مضمون مولوی محمد شبلی صاحب کا جو مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم پر تھا وہ تیار ہو گیا ہے اور ممبروں کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا ہے ۔

۱۔ سرسید ہمیشہ 'چونکہ' کی بجائے 'جو کہ' لکھا کرتے تھے ۔ اُس زمانے میں یہی دستور تھا ۔

اب درخواست یہ ہے کہ اس لیازئامے کا جواب اور منظوری مقام و تاریخ جلسہ سے جلد تر مطلع فرماویں تاکہ کوئی کاروائی اور انتظام امور متعلق جلسہ شروع کیا جاوے - والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ ، ۲٦ جولائی ۱۸۸۸ء

(۳)

(منقول از سرمورگزٹ لاہن جلد ۲ نمبر ۳۹ ،
بابت ۲۳ - اکتوبر ۱۸۸۹ء ، صفحہ ٥)

مکرمی و محترمی !

میں آپ کو نہایت خوشی سے اطلاع دیتا ہوں کہ بموجب دفعہ ۹ قواعد کاروائی محمڈن ایجوکیشنل کانگریس مرتبہ اجلاس سوم اس سال کانگریس کا سالانہ اجلاس علی گڑھ میں ہونا قرار پایا ہے - پس امور مندرجہ ذیل پر آپ کی توجہ چاہتا ہوں -

(۱) اس سال ممبری کے چندے کی دو شرح قرار پائی ہیں - پانچ روپیہ اور دس روپیہ - اور ہر شخص کہ جو ممبر ہونا چاہے اختیار کلی ہے ، چاہے پانچ روپیہ چندہ دے ، چاہے دس روپیہ -

(۲) اس چندے میں سے ایک حبہ اخراجات مہمان داری ان بزرگوں پر ، جو تشریف لائیں گے ، خرچ نہیں کیا جائے گا - بلکہ چندۂ ممبری سے جس قدر روپیہ آئے گا بعد منہائی اس رقم کے ، جو اجلاس کی روئداد کے چھاپنے وغیرہ اخراجاتِ معمولی کے لیے درکار ہوگی ، باقی روپیہ طالب علموں کے وظیفہ کے فنڈ میں جمع ہوگا اور اس کے منافع سے ہر سال وظیفہ یا اسکالرشپ کسی مسلمان طالب علم کو محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے دیا جائے گا - اخراجاتِ مہمان داری وہ ادا کریں گے جو میزبان قرار پاتے ہیں -

مجھے اُمید ہے کہ کُل یا اکثر ممبر اس خیال سے کہ اس چندۂ ممبری سے طالب علموں کی امداد کے فنڈ کو اضافہ ہوگا ، اعلیٰ مقدار کے چندہ دینے پر مائل ہوں گے -

(۳) جو بزرگ تیسرے اجلاس میں محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے ممبر تھے ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ از راہِ مہربانی اس امر سے مطلع فرمائیں کہ چوتھے اجلاس کا بھی ان کو ممبر ہونا منظور ہے یا نہیں؟ اگر منظور ہو تو اپنا زرِ چندہ مذکورۂ بالا شرحوں میں سے جس شرح سے چاہیں ارسال فرماویں ۔ اور جو لوگ گذشتہ سال میں ممبر نہ تھے ان سے بھی ممبر ہونے کی درخواست کی جاتی ہے ۔

(۴) جو لوگ مسلمانوں کی ترقیِ تعلیم کے خواہش مند ہیں ، گو وہ کسی قوم و مذہب کے ہوں ، محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے ممبر ہو سکتے ہیں ۔ پس موجودہ ممبروں سے یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو ممبران میں شامل کرنے میں توجہ فرمائیں گے ۔

(۵) جن بزرگوں کو کوئی ممبر بطور وزیٹر کے اپنے ساتھ لانا چاہے یا سیکرٹری بطور وزیٹر کے اُن سے تشریف آوری کی درخواست کرے وہ بطور وزیٹر کے تشریف لائیں گے ، وزیٹران پر کسی قسم کا چندہ نہیں ہے ۔

(۶) ۲۷ دسمبر سے لغایت ۲۹ یا ۳۰ دسمبر تک زمانہٗ کاروائی قرار دیا گیا ہے اور انھی تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں راقمِ آثم ایک تاریخانہ اور تعلیمانہ لکچر دے گا جو مدرسۃ العلوم علی‌گڑھ کے تاریخانہ حالات اور مسلمانوں کی تعلیمی کیفیت پر مشتمل ہوگا ۔ اور امیدِ قطعی ہے کہ جناب مولانا مولوی نذیر احمد صاحب بھی ایک لکچر دیں گے جس کا موضوع مسلمان ہوں گے ۔ اور ہر طرح پر اُمید ہے کہ جناب مولانا مولوی الطاف حسین صاحب حالی اور مولوی محمد شبلی نعمانی بھی حقِ قومی ادا کریں گے ۔

(۷) بالفعل صرف یہ درخواست ہے کہ جن صاحبوں کو چوتھے اجلاس کے لیے محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا ممبر ہونا منظور ہو ، خواہ وہ ممبران سابق میں سے ہوں یا نہ ہوں ، جس قدر جلد ممکن ہو راقمِ آثم کو مطلع فرمائیں تا کہ اجلاس کا اہتمام اور اس کی کاروائی کا انتظام کیا جائے ۔ فقط

سید احمد خاں
سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس
علی‌گڑھ ، ۹ اکتوبر ۱۸۸۹ع

(۴)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ بابت ۲۹ مارچ ۱۸۹۵ء)

مخدومی و مکرمی ممبران مینجنگ کمیٹی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس !

پچھلے اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں میں نے انجمن اسلام بمبئی کے جوائنٹ سیکرٹری کی ایک چٹھی پیش کی تھی جس میں یہ لکھا تھا کہ انجمن اسلام بمبئی کی یہ خواہش ہے کہ کانفرنس کا ایک سالانہ جلسہ بمبئی میں انجمن کے اہتمام سے منعقد کیا جاوے اور اگر ممکن ہو تو یہ جلسہ ماہ دسمبر ۱۸۹۵ء میں منعقد ہو ۔

اس چٹھی کے پیش ہونے پر تمام ممبران موجودہ نے اس بات کو پسند کیا تھا کہ آئندہ اجلاس کانفرنس کا بمبئی میں ہو ۔

چونکہ مجھ کو ، جو آنریری سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ہوں ، ڈاکٹروں نے لمبا سفر اختیار کرنے سے ، جو بذریعہ ریل کے طے ہو ، امتناع کیا ہے اور کہا ہے کہ در صورت صحت مزاج بھی لمبا سفر ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہیے ، اس سبب سے میں بحیثیت سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بمبئی میں ، اگر وہاں اجلاس ہو تو ، نہیں جا سکتے کا ۔ غرض یہ کہ میں نے بمبئی جانے سے قطعی انکارکر دیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ بمبئی کے اجلاس کے لیے کوئی دوسرا سیکرٹری تجویز کیا جاوے ، یا بمبئی کا اجلاس ملتوی ہو ۔

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب بہادر نے جو زیادہ تر اس بات کے خواہاں تھے کہ انجمن اسلام بمبئی کی درخواست منظور کی جاوے اور بمبئی میں اجلاس ہو ، مجھ کو ایک خط لکھا ہے اور اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بلحاظ میری طبیعت اور ڈاکٹروں کی رائے کے میرا بمبئی کا سفر کرنا مناسب نہیں ہے ۔ اور یہ بھی وہ لکھتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص بطور سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرانس کے کام کرنا منظور نہیں کرے گا ۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر میں بمبئی جاؤں تو انجمن اسلام بمبئی بھی کانفرنس کا اجلاس بمبئی میں ہونا پسند نہیں کرے گی ۔ اور اخیر کو وہ تجویز کرتے ہیں کہ بمجبوری بمبئی جانے کا خیال چھوڑ دیا جاوے اور کسی دوسری جگہ ، جو قریب علی گڑھ کے ہو ، اس سال کے لیے کانفرنس کا اجلاس تجویز کیا جاوے ۔ مجھ کو اُمید ہے کہ آپ بھی نواب محسن الملک کی رائے سے اتفاق کریں گے

اور مجھ کو اجازت دیں گے کہ میں اس بات کو مشتہر کر دوں کہ بمبئی میں کانفرنس کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا ہے۔

علاوہ اس کے اپنی مہربانی سے کوئی دوسرا مقام تجویز فرمائیں گے جہاں اجلاس کانفرنس بہ آرام ہو سکے۔

اُمید کہ اس لیازنامے کے جواب سے جلد تر مطلع فرماویں۔ والسلام

سید احمد

سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

علی گڑھ، ۲۳ مارچ ۱۸۹۵ع

۱۲۶

بنام ولیم سی - ہورسٹ

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۳ء)

یہ صاحب ڈیوٹی فری بورڈنگ سب کمیٹی کے سیکرٹری اور علی گڑھ کالج سے متعلق ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے ، اور ۱۸۹۶ء تک اپنے عہدے پر فائز رہے -

آپ کی چٹھی مورخہ ۱۴ فروری ۱۸۹۳ء ہمراہ خط مسٹر بیک پرنسپل محمڈن اینگلو اورینٹل کالج مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میرے پاس پہنچی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کالج ڈیوٹی سوسائٹی کا یہ ارادہ ہے کہ خود اپنی کوشش اور سعی سے واسطے غریب مگر شریف خاندانوں کے بچوں کے ، جو اسکول میں تعلیم پاویں ، بطریق چندہ روپیہ جمع کر کے کالج کے احاطے میں ایک فری بورڈنگ ہوس تعمیر کرے جو کالج کا ایک جزو ہوگا - اور اسکول ڈپارٹمنٹ کے مذکورہ بالا طالب علم بلا کرایہ اس میں رہیں - اور آپ اس بات کو دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرسٹیان کالج ایسا بورڈنگ ہوس تعمیر ہونا منظور کریں گے یا نہیں -

جوکہ بموجب قاعدہ ۷۰ - ۱۷ قواعد و قوانین ٹرسٹیان مصدرہ ۱۸۸۹ء و مرمہ ۱۸۹۲ء وہ تمام امورات ، جو متعلق تعمیر ہیں ، ٹرسٹیوں کی جانب سے مجھ کو سپرد ہیں ، اور میں مجاز ہوں کہ از طرف ٹرسٹیان تعمیر عمارت کے جو

شرائط مناسب سمجھوں منظور کروں ، اس لیے میں از طرف ٹرسٹیان مندرجہ ذیل شرائط پر کالج ڈیوٹی سوسائٹی کو مذکورہ بالا بورڈنگ ہوس کی تعمیر کی اجازت دے سکتا ہوں ۔

اول ۔ کل روپیہ جو بورڈنگ ہوس کی تعمیر میں خرچ ہوگا ، کالج ڈیوٹی سوسائٹی کو بطور چندہ جمع کرنا ہوگا ۔

دوم ۔ جبکہ بورڈنگ ہوس مذکور کا کل یا جزو تعمیر ہو جاوے تو وہ ملکیت کالج ہو جاوے گا اور اس پر ڈیوٹی سوسائٹی کو یا اس کے کسی ممبر کو اور اس کے قائم مقاموں اور جانشینوں کو کوئی دعوئ ملکیت اور قبضے کا اس کی نسبت نہ ہوگا ۔

سوم ۔ اگرکچھ سامان تعمیر احاطۂ کالج میں اس کے لیے جمع کیا جاوے اور بورڈنگ ہوس تعمیر نہ ہو سکے تو وہ تمام سامان ملکیت کالج ہوگا اور کالج کو اختیار ہوگا کہ اس کی نسبت جو چاہے کرے ۔

چہارم ۔ قبل شروع تعمیر ضرور ہوگا کہ اس کے نقشے کو ، جس پر وہ تعمیر ہو ، ہیڈ ماسٹر و پرنسپل و سیکرٹری ٹرسٹیان نے بالاتفاق منظور کر لیا ہو ۔

پنجم ۔ احاطۂ مدرسہ میں جس مقام پر وہ بورڈنگ ہوس تعمیر ہو ، لازم ہے کہ پرنسپل کالج اور سیکرٹری ٹرسٹیان نے بالاتفاق اس مقام پر بورڈنگ ہوس تعمیر ہونا منظور کر لیا ہو ۔ اور اگر وہ مقام ایسا ہو جہاں تعمیر ہونے کے لیے گورنمنٹ کی منظوری درکار ہو تو اس مقام پر اس کا تعمیر ہونا گورنمنٹ کی منظوری پر منحصر ہوگا ۔

ششم ۔ جو طالب علم اسکول ڈپارٹمنٹ کے اس میں رہیں گے ان سے کرایہ ان مکانات کا نہیں لیا جاوے گا ۔ وہ ادائے کرایہ سے فری رہیں گے ۔

ہفتم ۔ بورڈنگ ہوس مذکورہ بالا اور تمام طالب علم جو اس میں رہیں گے بجز بابت ادائے کرایہ کے اور تمام امور میں انھی قواعد کے تابع ہوں گے جو قواعد و قوانین ٹرسٹیان مصدرہ ۱۸۸۹ع و ترمیمہ ۱۸۹۲ع میں مندرج ہیں ۔

پس اگر کالج ڈیوٹی فری بورڈنگ ہوس سب کمیٹی ان شرائط کو منظور

کر لے تو میں اس کو حسب اختیار دفعہ ۵ قواعد و قوانین ٹرسٹیان مصدرہ ۱۸۸۹ء و مرممہ ۱۸۹۲ء تعمیر بورڈنگ ہوس کی اجازت دیتا ہوں ۔

میں ہوں آپ کا تابعدار و فرمانبردار
سید احمد
آنریری سیکرٹری ٹرسٹیان محمڈن اینگلو اورینٹل کالج
علی گڑھ ، ۲۲ فروری ۱۸۹۳ء

۱۲۷

مدرسة العلوم مسلمانان علی‌گڑھ کے پروفیسروں اور طلباء کے نام

(علی‌گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۱۳ دسمبر ۱۸۹۲ع)

میرے عزیز پروفیسر اور طلبا !

میں نے ۹ دسمبر کا کالج میگزین دیکھا اور امیر عالائی شاکر آفندی ڈاکٹر دولت عثمانیہ کی دعوت کا جلسہ ، جو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی و شان و شوکت سے بورڈروں کی طرف سے ہوا ، اس کا حال پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی ۔ اگرچہ میں اُس وقت غیر حاضر تھا ، لیکن میری غیر حاضری نے اس خیال سے مجھ کو بڑی خوشی دی کہ میری اس غیرحاضری کے زمانے میں بھی ، جس کے بعد پھر کبھی حاضر نہیں ہونے کا ، ہمارے کالج کے پروفیسر اور افسر اور بورڈر اسی رونق اور شان و شوکت سے کالج کو اور بورڈنگ ہوس کو قائم رکھیں گے ۔ اس لیے میں نہایت دلی خوشی اور احسان مندی اور آرزوؤں اور شکروں کے بھرے ہوئے دل سے اپنے معزز افسرانِ کالج اور اپنے عزیز بورڈروں کا اس کاروائی پر شکر کرتا ہوں ۔

راقم
سید احمد

الہ آباد ، ۹ دسمبر ۱۸۹۲ع

۱۲۸

بنام ممبرانِ جوبلی کمیٹی ملکۂ وکٹوریہ

(منقول از ''مکاتیبِ سرسید احمد خاں'' مرتبہ مشتاق حسین مرحوم
علی گڑھ ، ص ۲۴۴)

۱۸۹۷ع میں انگلستان کی ملکۂ وکٹوریہ کو حکومت کرتے ساٹھ سال ہو گئے تھے ۔ اس موقع پر اس کی جوبلی کا جشن ہندوستان کے تمام شہروں میں منایا گیا ۔ علی گڑھ میں جو کمیٹی جوبلی کے انتظامات کے لیے بنی اس کی رکنیت کے لیے سرسید نے یہ خط مختلف لوگوں کو بھجوایا تھا ۔

مخدوم مکرم بندہ!

میں آپ کی خدمت میں روئداد اوس میٹنگ کی بھیجتا ہوں جو ۱۲ جنوری ۱۸۹۷ع کو دربارۂ مبارکباد سلطنت شصت سالہ قیصرۂ ہند از طرفِ مسلمانانِ ہند منعقد ہوئی تھی ، اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ ممبر ہونا جنرل کمیٹی کا منظور فرما کر اپنی منظوری سے اطلاع فرماویں گے ۔ والسلام

سید احمد
پریسیڈنٹ جنرل کمیٹی
علی گڑھ ، ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ع

(۳)

بنام انجمن ہائے اسلامیہ

۱۲۹

بنام معتمدین انجمن ہائے اسلامیہ

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب والا !

الحمد للہ الذی الف بین قلوب المومنین ، وقال لنبیہ علیہ الصلوۃ والسلام لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم ۔ والصلواۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد خاکسار سید احمد آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ان دنوں میں جو ہنگامہ بنگالی صاحبوں نے اور ان کے ہم مشرب ہندو صاحبوں اور ان کے مقلد چند مسلمان صاحبوں نے انڈین نیشنل کانگریس کا برپا کیا ہے ، مجھے یقین ہے کہ اس پر ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے بخوبی غور کر لیا ہے اور بہت سی انجمن ہائے اسلامی میں اس پر بحث ہو چکی ہے اور سواد اعظم اہل اسلام نے اور قریباً کل انجمن ہائے اسلامی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مذکورہ بالا کانگریس کے مقاصد کل ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں مضر ہیں اور اس لیے مسلمانوں کو اس میں شریک نہیں ہونا چاہیے ۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی انجمن کی بھی یہی رائے ہے ۔ میں نے اس پر غور کیا ہے اور بعد غور کامل میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ کانگریس مذکور کے مقاصد ملک کے لیے ، ملک کے امن کے لیے ،

ملک کی ترقی کے لیے، گورنمنٹ کے لیے اور خاص مسلمانوں کے لیے ان کی موجودہ حالت میں اور نیز آئندہ کو بھی ، گو کہ ان کی تعلیم میں کتنی ہی ترقی ہو جاوے ، نہایت درجہ مضر ہیں ۔ اگر بالفرض محال کانگریس مذکورہ کے مقاصد پورے ہو جاویں تو ہندوستان میں مسلمانوں کا حال یہودیوں سے بھی ، جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے "و ضربت علیهم الذلة والمسكنة وباؤا بغضب من الله" بہت زیادہ بدتر ہو جاوے گا ۔ اعوذ باللہ من غضب اللہ ۔ پس میں ہر ایک مسلمان کا فرض سمجھتا ہوں کہ کانگریس مذکورہ میں شریک نہ ہو اور اپنی بیزاری اس سے ظاہر کرے ۔

حامیان کانگریس نے یہ ایک غلط اور ناواجب طریقہ اختیار کیا ہے کہ انگلستان کے لوگوں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں کہ ہندوستان کی کل قومیں ہندو مسلمان مذکورہ بالا کانگریس میں شریک ہیں ۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم انگلستان کے لوگوں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو جتلا دیں کہ حامیان کانگریس کا وہ بیان غلط ہے بلکہ عموماً مسلمان اس میں شریک نہیں ہیں بجز ان معدودے چند کے جو سواد اعظم مسلمان سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

اس مقصد کے حاصل ہونے کو بصلاح خیرخواہان و دانایان قوم ایک انجمن قائم کی گئی ہے اور انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن اس کا نام رکھا گیا ہے جس کا اشتہار اس نیاز نامے کے ساتھ شامل ہے ۔

یہ امر قرین مصلحت ہے کہ جن انجمن ہائے اسلامی کی رائے متفقہ یا کثرت رائے یہ قرار پائی ہو کہ کانگریس مذکورہ بالا مسلمانوں کے حق میں مضر ہے اور مسلمانوں کو اس میں شریک ہونا نہیں چاہیے اس انجمن کا نام ہم اپنی ایسوسی ایشن کی اس فہرست میں مندرج کریں جس میں بتایا جاوے گا کہ کس قدر انجمن ہائے اسلامی ہمارے ساتھ متفق ہیں اور انڈین نیشنل کانگریس کے برخلاف ہیں ۔

واضح ہو کہ ان انجمنوں کو جو اس طرح شریک ہوں گی کوئی چندہ نہ دینا ہوگا کیونکہ چندہ لینے کا قاعدہ ان خاص اشخاص سے تعلق رکھتا ہے جو بذات خاص ہماری ایسوسی ایشن میں شریک ہوں گے ، نہ کسی انجمن سے جس کا نام شامل کرنا صرف اس مقصد سے ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ انجمن ہماری رائے سے متفق ہے ۔

بس میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرا یہ عریضہ اجلاس انجمن میں پیش کیا جاوے اور در صورتیکہ ممبران انجمن اس رائے کو پسند فرماویں تو اجازت دی جاوے کہ انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن آپ کی انجمن کا نام اپنی فہرست میں مندرج کرے جس میں انجمن ہائے اسلامی متفقہ کا نام مندرج ہوگا ۔

یہ فہرست ہمراہ ان پمفلٹوں کے جو پیٹریاٹک ایسوسی ایشن انگلستان میں بھیجنے کے لیے تیار کر رہی ہے اور وقتاً فوقتاً بھیجتی رہے گی ، بھیجی جاوے گی ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

راقم
خاکسار
سید احمد
ممبر انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن
مقام نینی تال ، مورخہ ۲۱ اگست ۱۸۸۸ع

واضح ہو کہ میرا قیام نینی تال میں ۱۵ ۔ اکتوبر تک ہوگا ۔ اس کے بعد علی گڑھ چلا جاؤں گا ۔

نوٹ : یہ خط سرسید کے نہایت اہم اور خاص الخاص خطوں میں سے ہے جسے اُنھوں نے ہندوستان کی تمام اسلامی انجمنوں کے سیکرٹریوں کو بھجوایا ، اخباروں میں چھپوایا ، علمائے کرام اور رؤسائے عظام کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا ۔ غرض مختلف ذرائع سے اس کی بکثرت تشہیر کی ۔ واقعہ یہ ہے کہ جب ہندوستان میں آل انڈیا نیشنل کانگریس قائم ہوئی تو سرسید کی دوربین نگاہ نے اُسی وقت دیکھ لیا تھا کہ یہ جماعت مسلمانوں کی مخالف ہے ، اس لیے انھوں نے ہندو معززین سے اپنے ذاتی تعلقات کا لحاظ نہ کرتے ہوئے اس بات کی زبردست کوشش کی کہ مسلمان کانگریس میں شامل نہ ہوں ۔ آخری عمر میں اب سرسید کے دو ہی کام رہ گئے تھے ، کانگریس کی مخالفت اور اُردو کی حمایت (کیونکہ اُردو کو مٹانے اور ہندی کو اُس کی جگہ رائج کرنے کی کوشش ہندوؤں نے اُسی وقت سے بہت زور شور کے ساتھ شروع کر دی تھی) اور یہ دونوں کام سرسید آخر دم تک پوری جد و جہد سے کرتے رہے ۔

سرسید کی شدید مخالفت کے باوجود مسلمانوں کے بڑے بڑے چھوٹی کے راہنما اور نہایت مشہور مقتدر علمائے کرام کانگریس کے ساتھ ہو گئے تھے ۔ مگر بالاخر اُن پر اپنی غلطی واضح ہوگئی اور اُن میں سے اکثر کانگریس سے علیحدہ ہوگئے ۔ اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ سرسید کی رائے کانگریس کے متعلق نہایت مناسب اور درست تھی اور یہ کہ وہ بڑے ہی قیافہ شناس اور نہایت دور اندیش انسان تھے ۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

۱۳۰

بنام سیکرٹری صاحبان انجمن ہائے اسلامیہ پنجاب و سرحد اور یو-پی

(منقول از سرمور گزٹ ناہن ، جلد ۲ نمبر ۴۰ ، بابت ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۹ع صفحہ ۹)

(مکرمی !)

جوکہ اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے اس لیے میں تمام انجمن ہائے اسلامیہ سے ، جو پنجاب اور شمال مغربی اضلاع اور اودھ میں قائم ہیں ، درخواست کرتا ہوں کہ مندرجہ ذیل امور سے مجھ کو اطلاع فرمائیں تاکہ اُن امور کی ایک مختصر کیفیت اجلاس میں پیش کر سکوں ۔ امور مذکورہ یہ ہیں :

اول : (کیا) اس انجمن نے کوئی تدبیر ایسی کی ہے کہ جس سے کچھ روپیہ واسطے وظائف اور امداد مسلمان طالب علموں کے جمع ہو ؟ اگر کی ہے تو اُس میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے ؟

دوم : اس انجمن نے یونیورسٹیوں کے گزشتہ امتحانوں کے بعد کسی طالب علم کے لیے کوئی وظیفہ بطور امداد مقرر کیا ہے یا نہیں ؟ اگر کیا ہے تو وہ طالب علم کن کالجوں یا سکولوں میں پڑھتے ہیں ؟ اور کے وظیفے دیے ہیں ؟ اور کس کس مقدار کے ۔

سوم : اس انجمن نے اپنی انجمن کے متعلق مسلمان لڑکوں کے لیے کوئی سکول یا مکتب جاری کیا ہے یا نہیں ؟ اگر جاری کیا ہے تو اُن میں کیا پڑھایا جاتا ہے ؟ اور کس درجے تک ؟ اور اُس کا خرچ ماہواری کیا ہے ؟ اور کس قدر مسلمان لڑکے اُس میں پڑھتے ہیں - (والسلام)

راقم آثم
سید احمد
سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس
علی گڑھ ، ۱۵ اکتوبر ۱۸۸۹ء

(۴)
بنام سرکاری حکام

۱۳۱

بنام وزیرِ ہند

(اخبار سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ ۲۰ اگست ۱۸۶۹ء)

یہ خط سرسید نے بحیثیت ناظم برٹش انڈین ایسوسی ایشن ممالک شمال و مغربی اُس وقت کے وزیر ہند James Milvill کے نام بھیجا تھا ۔ خط انگریزی میں تھا ۔ اخبار سائنٹی فک سوسائٹی میں اُس کا اُردو ترجمہ شائع ہوا تھا ۔

بخدمت رائٹ آنریبل وزیر سلطنت ہند !

عالی جناب لارڈ ڈیوک کی ہدایت کے بموجب میں ایک مجموعہ اُن رسالوں کا آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں جس میں برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی وہ تمام عرض داشتیں درج ہیں جو ایسوسی ایشن مذکور نے وقتاً فوقتاً گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بنظر رفاہ عام ارسال کی تھیں ۔ مجھ کو اُمید ہے کہ وہ مجموعہ کونسل ہند کے سامنے پیش کیا جاوے گا اور آپ اُن پر اور خاص طور سے اُن عرض داشتوں پر ، جو تعلیم کے ضروری معاملے سے متعلق ہیں ، توجہ فرمائیں گے ۔

خاکسار
سید احمد
لیف آنریری سیکرٹری برٹش انڈین ایسوسی ایشن
ممالک شمال و مغرب
لندن ، ۲۸ جون ۱۸۶۹ء

نوٹ : سرسید نے ۱۰ مئی ۱۸۶۶ع کو علی گڑھ میں ایک مجلس کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نام "برٹش انڈین ایسوسی ایشن ممالک شمال و مغرب" تھا ۔ اور جس کے قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اُن تمام تکلیفوں اور شکایتوں کو ، جو وقتاً فوقتاً ہندوستان کی رعایا کو حکومت کی طرف سے یا خارجی طورپر پہنچتی رہتی ہیں ، اُن کو حکومت اور انگلستان کی پارلیمنٹ کی خدمت میں بطریقِ احسن پہنچایا جائے اور اُن کے ازالے کی حتی المقدور کوشش کی جائے ۔ یہ خط اسی سلسلے میں سرسید نے وزیرِ ہند کو لکھا تھا ۔

(محمد اسماعیل)

بنام وایسرائے ہند

(حیاتِ جاوید ، اکادمی پنجاب ایڈیشن ، ص ۱۸۷)

یکم اگست ۱۸۶۷ع کو سرسید نے جب وہ علی‌گڑھ میں مجسٹریٹ تھے تو انھوں نے ورنیکلر یونیورسٹی کی تحریک کے متعلق وایسرائے و گورنر جنرل ہند کو برٹش انڈین ایسوسی ایشن اضلاع شمالی و مغربی کی جانب سے ایک خط لکھا تھا ۔ اس خط کا پورا متن نہیں مل سکا ۔ صرف اس کا خلاصہ مولانا حالی نے ''حیات جاوید'' میں درج کیا ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔

(۱) اعلی درجے کی تعلیم کا ایک ایسا سررشتہ قائم کیا جائے جس میں تمام بڑے بڑے علوم و فنون کی تعلیم دیسی زبان (یعنی أردو) میں ہوا کرے ۔

(۲) دیسی زبان (یعنی أردو) میں أن ہی مضمونوں کا سالانہ امتحان ہوا کرے جن میں کہ اب طلبہ کلکتہ یونیورسٹی میں انگریزی میں امتحان دیتے ہیں ۔

(۳) جو سندیں انگریزی خوان طلبہ کو اب علم کی مختلف شاخوں میں بجلدوئے تحصیل لیاقت عطا ہوتی ہیں وہی سندیں أن طلبا کو عنایت ہوا کریں جو أن ہی مضمونوں کا دیسی زبان (یعنی اردو) میں امتحان دے کر کامیاب ہوں ۔

(۴) یا تو ایک اردو فیکلٹی کلکتہ یونیورسٹی میں قائم کی جائے یا شمال مغربی اضلاع میں ایک جدا یونیورسٹی دیسی زبان (یعنی اُردو) کی قائم ہو -

(۵) اس غرض کے لیے انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرنے کا کام جہاں تک ممکن ہوگا سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ انجام دے گی -[1]

خاکسار

سید احمد

۱۳۳

بنام جے - پی - ہیوٹ ہوم سیکرٹری وائسرائے ہند

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۷ مئی ۱۸۹۷ء)

ملکہ وکٹوریہ کے ساٹھ سالہ جشن سلطنت کے موقع پر جو ایڈریس سرسید نے وائسرائے کی خدمت میں بمقام شملہ پیش کرنا چاہا تھا ، یہ چٹھی اُسی سلسلے میں سرسید نے وائسرائے ہند لارڈ ایلگن[1] کے ہوم سیکرٹری مسٹر جے - پی - ہیوٹ[2] کو اطلاع کے طور پر لکھی تھی -

جناب والا !

آپ کے تار برق مورخہ ۱۱ و ۱۴ مئی ۱۸۹۷ء میرے پاس پہنچے - ان کے جواب میں مندرجہ ذیل امور کی اطلاع آپ کو دیتا ہوں -

اول : جنرل کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ جو متفقہ ایڈریس تہنیت جشن سلطنت شصت سالہ قیصرہ انڈیا مسلمانان صوبہ بنگال اور شمال و مغرب و اودھ

۱- Lord Elgin -

۲- J.p. Hewett -

اور پنجاب کی طرف سے ڈیلیگیٹ لے کر شملہ میں ۲۲ جون کو بحضور ہزایکسلنسی ویسرائے حاضر ہوں گے ، اُن کی تعداد صرف پانچ ہوگی جن کے نام ذیل میں درج ہیں :

(۱) سردار محمد حیات خان سی - ایس - آئی -
(۲) سردار محمد علی خان گھیبہ -
(۳) ملک عمر حیات خان ٹوانہ -
(۴) نواب سید امیر حسین خان بہادر سی - ایس - آئی -
(۵) آنریبل حاجی محمد اسماعیل خان -

سردار محمد حیات خان بہادر - سی - ایس - آئی - بالفعل ڈویژنل جج جالندھر کے ہیں اور گورنمنٹ اُن کی اُن خدمات سے جو انھوں نے ایام غدر ۱۸۵۷ع اور جنگ کابل میں کی ہیں ، بخوبی واقف ہے اور جنرل کمیٹی تہنیت جشن سلطنت شصت سالہ قیصر ہند کے ویس پریسیڈنٹ ہیں اور صوبہ بنگال اور صوبہ پنجاب میں جو پراونشل کمیٹی تہنیت جشن سلطنت شصت سالہ کی ہوئی تھی ، اس میں وہ ویس پریسیڈنٹ منتخب ہوئے ہیں ، اس لیے وہ سینئر ممبر ڈیلی گیٹوں کے قرار دیے گئے ہیں -

سردار محمد علی خان گھیبہ ایک بڑے جاگیردار اور اسسٹنٹ مجسٹریٹ علاقہ گھیبہ ضلع راولپنڈی کے ہیں - ان کے دادا سردار فتح خان گھیبہ نے ۱۸۴۸ع میں پنجاب کی دوسری لڑائی میں اور نیز غدر ۱۸۵۷ع میں گورنمنٹ کی نہایت عمدہ خدمتیں کی ہیں -

ملک عمر حیات خان ٹوانہ بہت بڑے زمیندار اور خان ٹوانہ کے فرزند ہیں جنھوں نے غدر ۱۸۵۷ع میں نہایت قابل قدر خدمات گورنمنٹ کی ادا کی ہیں -

نواب سید امیر حسین خان بہادر سی - آئی - ای بھاگلپور صوبہ بہار کے رہنے والے ہیں اور ایک نہایت معزز خاندان کے ممبر ہیں جن کا ہزاروں لاکھوں مسلمان ادب کرتے ہیں - بالفعل وہ پریسڈنسی مجسٹریٹ کلکتہ کے ہیں اور گورنمنٹ نے ان کی حسن خدمات کے سبب سے ان کو خطاب نواب اور سی - آئی - ای کا عطا فرمایا ہے - اور پراونشل کمیٹی تہنیت جشن سلطنت شصت سالہ قیصر ہند کی جو صوبہ بنگال میں مقرر ہوئی تھی اس کے سیکرٹری ہیں -

آنریبل حاجی محمد اسمعیل خاں ضلع علی گڑھ کے تعلقدار اور نہایت مشہور اور نامی خاندان کے ممبر ہیں اور لیجسلیٹو کونسل گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب میں گورنمنٹ کے انتخاب سے ممبر رہ چکے ہیں اور جنرل کمیٹی تہنیت جشن سلطنت شصت سالہ قیصر ہند کے جینٹ سیکرٹری ہیں ۔

دوم : میں نے پانچوں ڈیلیگیٹوں کو اطلاع کر دی ہے کہ ۲۲ جون سے دو تین روز بیشتر شملہ میں پہونچ جاویں اور آپ کو اپنے پہونچنے اور مقام قیام کی اطلاع دیں اور جو ہدایتیں نسبت پیش کرنے ایڈرس کے آپ کی طرف سے ان کو کی جاویں اس کے مطابق تعمیل کریں ۔

سوم : میری کمال خواہش تھی کہ میں بھی ان ڈیلیگیٹوں کے ساتھ شملہ میں حاضر ہوتا اور عاجزانہ آداب ہزایکسلینسی کو ادا کرتا ، مگر چونکہ میری صحت نے مجھ کو اجازت نہیں دی اس واسطے اُمید ہے کہ آپ اور ہزایکسلینسی ویسرائے میری غیر حاضری کو معاف فرماویں گے ۔

آپ کا وفادار خادم

سید احمد

علی گڑھ ، ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء

۱۳۴

خطوط بنام سیکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی و پنجاب

(۱)

(اخبار سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ ۱۳ نومبر ۱۸۷۴ع)

بخدمت سیکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی بمقام نینی تال !

میں بموجب ہدایت مجلس خزنۃ البضاعۃ لتاسیس مدرسۃ العلوم للمسلمین ، امور مفصلہ ذیل بہ نسبت قطعہ زمین واقع علی گڑھ ، جو گورنمنٹ نے مجوزہ مدرسۂ اسلامیہ کے موقع کے لیے کمیٹی کو عطا فرمائی ہے اور اب قائم مقام کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع مذکور اس زمین پر کمیٹی کو قبضہ دینے سے انکار کرتے ہیں ، بحضور گورنمنٹ پیش کرتا ہوں ۔

۱۔ جب کثرت رائے ممبران کمیٹی سے یہ امر قطعی طے ہو چکا کہ مجوزہ مدرسۃ العلوم مسلمانان علی گڑھ میں بنایا جاوے (جو ضلع کہ بہ نسبت خاص خاص مسلمانی اضلاع کے نہایت عمدہ موقع پر واقع ہے ، اور بذریعہ ریل کے پنجاب اور روہیلکھنڈ سے قریب ہے اور اسی سبب سے ضلع مذکور کو شمالی ہندوستان کی مسلمان آبادیوں کا گویا مرکز کہنا چاہیے) تب کمیٹی نے صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ علی گڑھ سے پرانی پریٹ کے میدان کے ملنے کی ، جس پر چند بنگلے بنائے گئے ہیں اور باقی میدان خالی ہے ، درخواست کی تھی ۔ اپنی درخواست میں کمیٹی نے گورنمنٹ سے یہ استدعا کی کہ یا تو زمین مطلوبہ براہ مہربانی سرکار سے عطا کی جاوے یا بعوض معاوضے کے کمیٹی کو ملے ۔

۲- جس قدر زمین پر بنگلے نہیں بنے ہیں اس کو کمیٹی نے کالج کی عمارتوں کے لیے ، جو ایک کشادہ پارک میں بنائی جاوے گی اور کسی مکان سے ملحق نہ ہوگی ، تاکہ ہوا صاف اور تندرستی کے قابل رہے ، کافی نہ سمجھا۔ اس لیے کمیٹی نے یہ تجویز کی کہ چار قطعہ بنگلہ جات مع احاطوں کے ، جو لوگوں نے بہ اجازت صاحب کلکٹر ضلع علی گڑھ کے بنا لیے تھے ، خرید لیے جاویں - اور یہ خیال کیا گیا تھا کہ جب تک نئی عمارت مدرسے کی تیار نہیں ہوتی تب تک اُن ہی مکانوں سے مدرسے کا کام چلے گا ۔

۳- مسٹر جی ۔ ایچ لارنس صاحب سابق کلکٹر و مجسٹریٹ علی گڑھ نے بذریعہ چٹھی مورخہ ۱۴ مارچ ۱۸۷۳ع کے کمیٹی کو اطلاع دی کہ جناب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے منظور فرمایا ہے کہ زمین مذکورہ کمیٹی کو واسطے موقع مدرسۃ العلوم مسلمانان کے دی جاوے اور اس کے ساتھ دو شرطیں ہیں :

اول یہ کہ میونسپل کا معمولی محصول کمیٹی کو دینا ہوگا ۔

دوم ، سرکاری سڑکوں سے فاصلہ معین کے اندر کوئی عمارت نہ بنائی جاوے ۔

چٹھی مذکورہ بالا یہ اجلاس کمیٹی منعقدہ ۱۹ مارچ ۱۸۷۳ع پیش ہوئی ۔ کمیٹی نے عطیہ کو بہ ہر دو شرائط مذکورہ بالا منظور کیا اور یہ تجویز کی کہ چونکہ گورنمنٹ نے اس کام میں بڑی سخاوت کی ہے اس لیے وہ پارک جس میں کالج بنایا جاوے گا ، بطور یادگار ان اضلاع کے سابق لیفٹنٹ گورنر کے نام سے "میور پارک" کہلاوے ۔ جناب ممدوح نے اس تجویز کو منظور فرمایا ۔

۴- جب زمین عطا ہو چکی اور شرائط مجوزہ گورنمنٹ منظور ہو چکیں تو کمیٹی کو عطیے کے جواز کی نسبت مطلق شبہ باقی نہیں رہا ۔ چنانچہ تین قطعہ بنگلہ جات جو ایک دوسرے سے ملحق ہیں ، گراں قیمت پر یعنی پندرہ ہزار روپے پر خرید کیے اور چوتھے مکان کی نسبت گفتگو ہوتی ہے ۔ جب یہاں تک باتیں طے ہو چکیں تو کمیٹی نے یہ تجویز کی کہ ایک عمدہ پتھر کا جالی دار احاطہ پانچ فٹ اونچا کالج کی زمین کی حد بندی کے لیے بنایا جاوے اور جو نقشہ کہ پارک کے لیے تجویز ہو چکا ہے ، اس کے بموجب سڑکوں اور روشوں کا نشان لگایا جاوے ۔

کمیٹی نے یہ بھی تجویز کیا کہ ابتدائی درجوں کی تعلیم مکانات خرید شدہ میں شروع کی جاوے جن میں طالب علموں کی اسی تعداد کے لیے جو نہ بہت زیادہ ہوں نہ بہت کم کافی جگہ ہوگی - چنانچہ کمیٹی نے سیکرٹری کو ہدایت کی کہ علی گڑھ میں جا کر اس کام کی تکمیل شروع کرے لیکن قائم مقام کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع علی گڑھ نے بذریعہ چٹھی مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۴ع (ضمیمہ حروف و) کہ جس کی نقل چٹھی ہذا کے ساتھ ملفوف ہے ، زمین پر قبضہ دینے سے انکار کیا -

۵- کمیٹی خیال کرتی ہے کہ سوائے دو شرطوں مذکورہ بالا کے اور کوئی شرط عطیہ' گورنمنٹ سے متعلق نہیں ہے -

مسٹر لارنس بہادر نے رپورٹ مابعد مورخہ ۲۴ مارچ ۱۸۷۴ع میں بعد تکمیل عطیہ بموجب شرائط مذکورہ بالا کے رائے لکھی کہ جب تک کسی قسم کی طمانیت اس بات کی نہ ہو کہ جو کام شروع کیا جاوے گا وہ غالباً ختم بھی ہوگا ، زمین پر قبضہ نہ دیا جاوے (کمیٹی کے پاس اس رپورٹ کی نقل نہیں آئی) لیکن جو کچھ ترقی مدرسے کی تجویز میں ہوئی ہے وہی اس کام کی تکمیل کے لیے کافی ضمانت ہے -

۶- کمیٹی یقین کرتی ہے کہ ہر وقت تجویز اس امر کے گورنمنٹ یہ بھی غور فرماوے گی کہ کمیٹی کی غرض کی تعمیل میں عام متعصب اور جاہل تاریک دروں مسلمانوں کی جانب سے جو مخالفت پیش آئی اس کے دفع کرنے میں کمیٹی نے بہت محنت و کوشش کی ہے اور باوجود اس مخالفت کے کمیٹی نے آج تک قریب دو لاکھ روپے کے چندہ کر لیا ہے اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں چندہ فراہم کرنے کے لیے سب کمیٹیاں رفتہ رفتہ قائم ہوتی جاتی ہیں - اور صرف ان ہی اضلاع میں نہیں بلکہ پنجاب و بہار و مدراس و راجستان میں بھی قائم ہوتی جاتی ہیں - کمیٹی پندرہ ہزار روپیہ اس کام میں صرف کر چکی ہے اور بارہ ہزار روپے کا خرچ واسطے پارک اور جالی دار احاطے کے منظور ہو چکا ہے - کمیٹی کے سرمائے سے گورنمنٹ پرا میسری لوٹ خریدے جاتے ہیں جن کا سود کالج کی عمارتوں کے کام میں صرف کرنا تجویز ہوا ہے - علاوہ اس کے علیحدہ چندہ بھی اس کام کے لیے شروع ہوا ہے - کمیٹی کی رجسٹری حسب منشاء قانون (۲۱) ۱۸۶۰ع کے ہوئی ہے کہ جس کے سبب سے سرمایہ کے تصرف ہونے یا ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے -

جو رکاوٹ کہ اب اس کام میں کی جاتی ہے اس سے صرف فراہمی چندہ ہی میں نقصان عظیم نہ ہوگا بلکہ کمیٹی کی بالکل تجویز میں بھی خلل واقع ہوگا ۔ اس کام کے شروع کرنے میں کمیٹی نے ہمیشہ گورنمنٹ کی ہمدردی و حمایت پر بھروسہ کیا ہے ۔ اگر گورنمنٹ کی مدد و اعانت نہ ہو تو اس تجویز کو بالکل ترک کرنا پڑے گا ۔

۷۔ مسٹر اے ۔ مانٹیگو صاحب بہادر قائم مقام کلکٹر و مجسٹریٹ نے اپنی چٹھی مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۳ع میں اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا ہے کہ اگر ایک میعاد معقول کے اندر ، یعنی پانچ برس میں ، مدرسے کی تجویز میں کامیابی نہ ہو تو ایسی حالت میں بحیثیت پریسیڈنٹ میونسپلٹی زمین کی واپسی کی شرط کرا لینا وہ اپنا فرض سمجھیں گے ۔ یہ شرط بالکل نئی اور علیحدہ ان دو شرطوں سے ہے جو گورنمنٹ نے ہر وقت عطیہ کے قرار دی ہیں ۔ کمیٹی عرض کرتی ہے کہ بموجب قوانین متعلق میونسپلٹی کے کسی میونسپلٹی کے پریسیڈنٹ کو ایسا اختیار حاصل نہیں ہے ۔ زمین گورنمنٹ کی ملکیت تھی اور گورنمنٹ نے اس کو صرف الٰہی دو شرطوں پر ، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ، کمیٹی کو عطا کر دی اور جو محصول کہ میونسپلٹی وقتاً فوقتاً اپنی حدود کے اندر جاری کرے ، اس کو کمیٹی دینے کو راضی ہے لیکن حقیقت مالکانہ کی حیثیت اور نوعیت کو ، جو گورنمنٹ کی جانب سے کمیٹی کو حاصل ہوئی ہے ، تبدل و تغیر یا محدود کرنے کا کوئی قانونی استحقاق حاصل نہیں ہے ۔

۸۔ اپنی تجویز کو پورا کرنے کے لیے سب سے بڑا کام کمیٹی کا چندہ جمع کرنے کا ہے لیکن جب تک عام لوگوں کو اس بات کی طمانیت نہ ہو کہ جو کچھ گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ سب صحیح و واجب و موثر ہے ، اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے ، تب تک چندہ جمع نہیں ہو سکتا ۔ اگر وہ نئی شرطیں جو مسٹر مانٹیگو صاحب بہادر لگانا تجویز کرتے ہیں منظور ہو جاویں تو جو اعتبار آج تک عام لوگوں کو کمیٹی کے اوپر تھا اور جو بھروسہ ان کو گورنمنٹ کی اعانت پر تھا وہ بالکل کم ہو جاوے گا اور بالکل تجویز کی کامیابی کی امید منقطع ہو جاوے گی ۔

۹۔ اُمید ہے کہ گورنمنٹ غور فرماوے گی کہ یہ کمیٹی ایک عام طور کی مجلس نہیں ہے بلکہ ایسی جماعت ہے جس کی کوششیں عام تہذیب اور تعلیم کے

پھیلانے کی طرف رجوع ہیں اور ان کی کوششوں میں آج تک ایسی کامیابی ہوئی ہے کہ جو بے نظیر ہے -

عالی جناب معلی القاب صاحب بہادر والیِ رامپور نے کمیٹی کا مربی ہونا منظور فرمایا ہے اور علاوہ پندرہ ہزار روپیہ چندہ کے بارہ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر، جس کی مالیت تیس ہزار روپے ہوتے ہیں ، عطا فرمائی ہے ، اور ہندوستان کے مختلف اضلاع کے مسلمان اس تجویز میں مدد کرتے ہیں - پس کمیٹی عرض کرتی ہے کہ ایسی حالتوں سے کافی طمانیت ہوتی ہے کہ اس کام میں غالباً کامیابی ہوگی - مگر جب کہ اس کمیٹی کی رجسٹری بموجب قانون (۲۱) ۱۸۶۰ء کے ہو چکی ہے اور یہ ایک سوسیٹی مستحکم بموجب قانونِ مذکور کے قرار پائی ہے ، تو اگر کمیٹی کی تجویز کوئی پوری نہ ہو تو کچھ جائیداد یا سرمایہ کمیٹی بعد برخاست ہونے کے چھوڑ جاوے - اس کے انتظام کے لیے قانون مذکور کافی ہے -

۱۰- پس کمیٹی یقین کرتی ہے کہ بعد غور اوپر امور مذکورہ بالا کے گورنمنٹ براہِ مہربانی اپنے عطیے کو اسی حالت پر قائم رکھے گی جس حالت میں کہ شروع میں عطیہ عنایت ہوا اور حکام علی گڑھ کو ہدایت کی جاوے گی کہ زمین پر کمیٹی کا قبضہ کرا دیویں -۱

آپ کا تابعدار عقیدت گزیں
سید احمد سیکرٹری
مورخہ ۱۷ - اکتوبر ۱۸۷۴ء

(۲)

(اخبار سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ ، ۵ مارچ ۱۸۷۵ء)

بخدمت سیکرٹری گورنمنٹ ممالک شمالی و مغربی !

جناب والا !

عام جلسہ کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کا تاریخ ۲ فروری ۱۸۷۵ء کو منعقد ہوا اور میں حسب ہدایت کمیٹی واسطے اطلاع جناب نواب لیفٹنٹ صاحب بہادر

۱- جس وقت سرسید نے یہ درخواست گورنمنٹ میں بھیجی اُس وقت صوبہ شمال مغربی کے لفٹنٹ گورنر سرجان اسٹریچی تھے - (جن کی یادگار میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں اسٹریچی ہال بنایا گیا تھا) اور اُن کے سیکرٹری جان الفریڈ ایلیٹ تھے -

گزارش کرتا ہوں کہ جو دو نئی شرطیں جناب ممدوح نے اس سند میں مندرج ہوئی تجویز کی ہیں ، جس کے ذریعے سے زمین واقع علی گڑھ کمیٹی کو واسطے مجوزہ مدرسہ مسلمانان کے حوالے فرمائی جاوے گی ، جلسے میں پیش ہوئیں اور کمیٹی نے بعد غور کامل کے ان شرطوں کو منظور کیا ۔

مجھ کو یہ بھی ہدایت ہوئی ہے کہ آپ سے اس بات کی درخواست کروں کہ آپ کمیٹی کی جانب سے دلی شکریہ جناب ممدوح کا اس مدد کے لیے جو حضور ممدوح نے کی ہے اور جو ہمیشہ احسان مندی کے ساتھ یاد رہے گی ، حضور ممدوح میں ادا کریں ۔

کمیٹی چار شرطوں کو جو حاشیے پر مندرج ہیں ، یعنی وہ دو شرطیں جو پیشتر تجویز ہو چکی ہیں اور دو شرطیں جو جناب ممدوح نے اب تجویز فرمائی ہیں ، منظور کرتی ہے اور یہ درخواست کرتی ہے کہ ایک سند بہ اندراج شرائط مذکور کمیٹی کو عطا فرمائی جاوے اور ضروری احکام کمیٹی کو زمین پر قبضہ دینے کے لیے جاری فرمائے جاویں تاکہ عمارتوں کے لیے جو مصالحہ خریدا گیا ہے ، وہاں رکھا جاوے اور عمارتوں کا نقشہ بموجب شرط چہارم گورنمنٹ صیغہ تعمیرات سرکاری میں واسطے منظوری کے جلد ارسال کیا جاوے گا ۔

آپ کا تابعدار عقیدت گزیں

سید احمد خاں

سیکرٹری کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

بنارس ، ۸ فروری ۱۸۷۵ع

(وہ چاروں شرطیں یہ ہیں) :

شرط اول : عمارتیں سڑکوں کے بہت قریب نہ ہوں ۔

شرط دوم : محصول میونسپلٹی کا ادا کیا جاوے ۔

شرط سوم : جب تک کسی عمارت کا نقشہ گورنمنٹ ممالک شمالی و مغربی سے بصیغہ تعمیرات سرکاری منظور نہ ہو لے تب تک وہ عمارت تعمیر نہ کی جاوے ۔

شرط چہارم : گورنمنٹ کو اختیار ہوگا پھر قبضہ لے لینے کا زمین پر اور عمارتوں پر اگر وہ چیز اس کام کے ، جس کے لیے کمیٹی نے ان کو بنایا اور گورنمنٹ نے منظور کیا ہے ، اور کسی کام میں لائی جاویں ۔

(۳)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۱۲ جنوری ۱۸۷۸ع)

بخدمت سیکرٹری گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب !
چیف کمشنر بہادر اودھ ، نینی تال !

جناب والا !

گزارش یہ ہے کہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ ، جس میں ہندو و مسلمان سب تعلیم پاتے ہیں ، عام پبلک کے فائدے کے لیے اور اس کے شائع کرنے کے لیے کہ رعایا کو خود اپنی تعلیم پر مستعد ہونا چاہیے جو عین خواہش گورنمنٹ کی ہے ، قائم کیا گیا ہے اور اب اس کی عمارت کی تعمیر کے لیے فنڈ کا جمع کرنا نہایت ضرور ہے جس کا ان دنوں میں اس سبب سے کہ ہندوستان میں دیگر امور کے لیے کثرت سے چندہ ہوا ہے ، بذریعہ چندے کے جمع ہونا خالی از دقت نہیں ہے ۔ اس لیے کالج فنڈ کمیٹی گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب اور اودھ سے تعمیر کے فنڈ کی امداد کے لیے بذریعہ لاٹری کے فنڈ جمع کرنے کی اجازت چاہتی ہے ۔

یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ پندرہ ہزار ٹکٹ فی ٹکٹ دو روپے کے ممالک مغربی و شمالی و اودھ میں جاری کیے جاویں جس میں سے دس ہزار روپیہ انعام میں دیا جاوے اور بیس ہزار روپیہ بلڈنگ فنڈ و اخراجات لاٹری کے لیے بچایا جاوے ۔

تعداد انعامات کی حسب ذیل مندرجہ حاشیہ ایک سو چوبیس قرار پاوے گی اور اگر میعاد مناسب میں پندرہ ہزار ٹکٹ کی قیمت میں کمی رہے گی تو اسی مناسبت سے انعاموں کی تعداد اور نیز اس روپے کی تعداد ، جو بلڈنگ فنڈ کی بابت دیا جاوے گا ، گھٹادی جاوے گی ۔

جو کہ لاٹری کسی خاص شخص کے فائدے کے لیے نہیں ڈالی جاتی بلکہ نہایت نیک نیتی سے عام لوگوں کے فائدے کے لیے اور تعلیم کی ترقی کے مقصد کے لیے ڈالی جاتی ہے اس لیے کالج فنڈ کمیٹی کو اس کی منظوری ہر طرح تقویت ہوتی ہے ۔

پس میں آپ سے اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس چٹھی کو ہزآنر لیفٹنٹ گورنر اضلاع شمال و مغرب و چیف کمشنر اودھ کے روبرو بہ اُمید منظوری اس درخواست کے پیش فرما دیویں اور بعد حاصل ہونے منظوری کے جو کمیٹی اس

مطلب کے لیے قائم ہوگی اس کے ممبروں اور عہدہ داروں کے نام سے گورنمنٹ میں اطلاع دی جاوے گی تاکہ تمام کاروائی نہایت اعتبار اور دیانت کے ساتھ ہو۔[1]

آپ کا خادم
سید احمد سیکرٹری
مقام علی گڑھ ، مورخہ ۱۲ ۔ اکتوبر ۱۸۸۸ع

(۴)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۱۹ مارچ ۱۸۸۹ع)

''محمڈن ایجوکیشنل کانگریس'' کے اجلاس منعقدہ لاہور میں مسلمانوں کے اوقاف کے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلانے کے لیے جو روزلیوشن پاس ہوا تھا ، اُس کی تعمیل میں سرسید نے سیکرٹری گورنمنٹ یو ۔ پی اور سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب کو ایک ہی مضمون کی دو چٹھیاں لکھیں جن کا مضمون یہ تھا :

۱- (انعامات کی تفصیل) :

پہلا انعام	:	4,000	Rs
دوسرا انعام	:	2,000	"
تیسرا انعام	:	1,000	"
چوتھا انعام	:	500	"
دس انعام فی سو روپیہ	:	1000	"
دس انعام فی پچاس روپیہ	:	500	"
سو انعام فی دس روپیہ	:	1000	"
کل میزان	:	10,000	Rs
کل انعام	:	124	

بخدمت سیکرٹری گورنمنٹ یو ۔ پی اور سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب !
جناب والا !

مجھ کو ممبران محمڈن ایجوکیشنل کانگریس[1] نے ہدایت کی ہے کہ میں آپ کو یہ چٹھی لکھوں اور اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ از راہ عنایت اس چٹھی کو بحضور ہزآنر لیفٹنٹ گورنر بہادر کی خدمت میں حضور ممدوح کی توجہ کے لیے پیش کریں ۔

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے اجلاس میں ، جو گزشتہ دسمبر میں بمقام لاہور منعقد ہوا اور جس میں صوبجات پنجاب اور اضلاع شمال و مغرب و اودھ کے معزز اشخاص، جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی، جمع ہوئے تھے، مسلمانوں کی تعلیم پر غور کیا گیا ۔ اس درمیان میں مسلمانوں کے اوقاف کی نسبت جو کلاً یا جزءً واسطے تعلیم کے ، یا بلا بیان لفظ تعلیم واسطے کار خیر یا بہتری مسلمانوں کے وقف ہیں ، جس میں ضمناً تعلیم بھی داخل ہے ، بحث ہوئی اور تمام ممبروں کی جو حاضر تھے، گورنمنٹ آف انڈیا کے رزولیوشن مورخہ ۱۵ جولائی کی طرف توجہ مبذول ہوئی اور تمام ممبروں کو نہایت افسوس ہوا کہ صرف گورنمنٹ بنگال نے اس رزولیوشن کے مطابق ایک کمیٹی مقرر کی مگر گورنمنٹ پنجاب اور گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب و اودھ نے کوئی ایسی کمیٹی، جس کی ہدایت اس ریزولیوشن میں ہے مقرر نہیں کی اور اس لیے کانگریس نے بالاتفاق مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس کیا :

"اس مجلس کی یہ رائے ہے کہ صوبہ پنجاب اور اضلاع شمال و مغرب و اودھ میں گورنمنٹ آف انڈیا کے رزولیوشن مورخہ ۱۵ جولائی ۱۸۸۵ء کی ، جو نسبت اوقاف مسلمانان نافذ ہوا ہے اور جس میں مسلمانوں کی تعلیم کو اعانت پہونچنی متصور ہے ، پورے طور پر جس سے مسلمانوں کو کافی طمانیت ہو ، تعمیل ہونی چاہیے ۔ اور اس لیے کانگریس کو لازم ہے کہ ان صوبوں کی گورنمنٹوں سے اس کے عملدرآمد ہونے اور اس کے مطابق کاروائی ہونے کی درخواست کرے ۔"

بموجب اس رزولیوشن کے مجھ کو ہدایت ہوئی ہے کہ میں کانگریس کی جانب سے گورنمنٹ پنجاب اور گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب و اودھ کی خدمت میں درخواست پیش کروں ۔

۱۔ بعد میں سرسید نے اس کا نام بدل کر "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" رکھ دیا تھا ۔ آج کل اس کا نام مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہے ۔

جہاں تک کہ کانگریس کو معلوم ہوا ہے وہ یہ سمجھتی ہے کہ گورنمنٹ پنجاب نے اب تک کوئی کاروائی نسبت اس ریزولیوشن کے نہیں کی ۔ مگر گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب و اودھ نے ، جیسا کہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ نمبر ۲۶۰۲/ ۳ - ۴۲۸ - ۲۹ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۸۸ع بجواب چٹھی سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس اور سیکرٹری محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ سے پایا جاتا ہے ، کچھ کاروائی کی ہے جس سے ہم مسلمانان مطلق واقف نہیں ہیں اور نہ اس صوبے کے باشندگان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ کس طریقے پر وہ کاروائی ہوئی ۔ جو کاروائی اضلاع شمال و مغرب و اودھ نے کی اس کا نتیجہ اس چٹھی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اضلاع شمال و مغرب و اودھ میں ایسے قلیل اوقاف ہیں جن سے مسلمانوں کی تعلیم کو امداد نہیں پہونچ سکتی۔ مگر ممبران ایجوکیشنل کانگریس جہاں تک کہ ان کو معلومات ہیں ادب سے اس بات کے کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ ان کو طمانیت بخش نہیں ہے ۔

قطع نظر اس کے جو رزولیوشن گورنمنٹ آف انڈیا کا تھا اور جس کے مطابق ایک کمیٹی مقرر ہو کر جس میں مسلمان بھی شریک ہوتے ، اوقاف تحقیق ہونے چاہییں تھے اور اس طریقے پر تحقیقات ہونے کے بعد جو نتیجہ حاصل ہوتا اس کے تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا ۔ مگر جب کہ اس ریزولیوشن کے مطابق کوئی کمیٹی مقرر نہیں ہوئی اور نہ مسلمانوں کو ان اوقاف کے دریافت کے لیے موقع دیا گیا ، تو جو نتیجہ بیان ہوا ہے اس سے مسلمانوں کو ، جن کو خاص تعلق ان اوقاف سے ہے ، طمانیت حاصل نہیں ہو سکتی ۔

ان تمام حالات پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ درحقیقت گورنمنٹ آف انڈیا کے رزولیوشن کی تعمیل اس وقت تک نہ گورنمنٹ پنجاب میں ہوئی ہے اور نہ گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب و اودھ میں ۔ اس لیے محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کی نہایت ادب کے ساتھ گورنمنٹ پنجاب اور گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب و اودھ سے یہ درخواست ہے کہ مسلمانوں کے اوقاف کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا کے رزولیوشن کے مطابق کمیٹی مقرر کی جاوے ۔

ایجوکیشنل کانگریس کے ممبروں نے ، جنھوں نے مجھے ان کی طرف سے آپ کو اس چٹھی کے لکھنے کی ہدایت کی ہے ، اس رپورٹ پر ، جو بنگالہ کی محمڈن

ایجوکیشنل اڈوومنٹ[1] کمیٹی نے ارسال کی ہے ، بخوبی غور کیا اور وہ اس پر پہنچے ہیں کہ اس کمیٹی کی کاروائی بھی ، جیسا کہ خود اس کے ممبروں نے تسلیم کیا ہے ، کافی طمانیت کے لائق نہیں ہو سکتی - پس اگر گورنمنٹ پنجاب اور گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب و اودھ اس رزولیوشن کے مطابق کمیٹیاں مقرر کرنے پر مائل ہو تو اس کمیٹی کے لیے کوئی ایسا قاعدہ رکھنا مناسب ہے جس کے ذریعے سے ہر ضلع سے بذریعہ صاحب کلکٹر حالات اوقاف کے دریافت کر سکے ، اور جو کچھ کاغذات متعلق اوقاف دفتر کلکٹری یا دفتر بندوبست میں ہوں ان کو دیکھ سکے - یا کسی دستاویز کا ، جو لوگوں کے پاس متعلق اوقاف ہوں ، ان کو بذریعہ صاحب کلکٹر طلب کرکے ملاحظہ کر سکے -

قبل اس کے کہ ہر قسم کے کل محمڈن اوقاف کی ، جو کسی ضلع میں ہوں ، ایک فہرست مکمل نہ بن جاوے اور ان کے حالات اور اغراض وقف کے معلوم نہ ہو جاویں ، اس وقت تک اس بات کی تنقیح نہیں ہو سکتی کہ کون سے اوقاف صرف مذہبی یا نیم مذہبی ہیں اور کون سے ایسے ہیں جو کلاً یا جزءً تعلیم سے علاقہ رکھتے ہیں - اس لیے کمیٹی کو ہر ضلع کے محمڈن اوقاف کی ، خواہ وہ کسی قسم کے ہوں - ایک فہرست بنانی پڑے گی اور ہر ایک کا مقصد وقف دریافت کرنے کے بعد رائے قائم کر سکے گی کہ کون سے اوقاف سے محمڈن ایجوکیشن کو مدد پہونچ سکتی ہے -

بنگالہ کی کمیٹی کے ممبروں میں ایک ناپسندیدہ اختلاف رائے اس امر میں واقع ہوا تھا کہ محمڈن اوقاف کی آمدنی انگریزی تعلیم میں خرچ ہو سکتی ہے یا نہیں لیکن کالگرس کے ممبروں کے نزدیک اس بحث کو طول دینا ضرور نہیں ہے - کیونکہ اگر ان اوقاف کی آمدنیوں سے مسلمانوں کی تعلیم میں کچھ مدد پہونچ سکے تو وہ روپیہ بغیر کسی اختلاف کے عربی و فارسی زبان کی ترقی تعلیم میں ، جو یونیورسٹی کورس کا ایک جزو ہے ، یا اس کے طریقہ تعلیم مذہبی میں جس کی اجازت گورنمنٹ پنجاب نے اپنے رزولیوشن نمبر ۱۳۳ - مورخہ ۲۵ جولائی ۱۸۸۸ء میں دی ہے ، یا ان ایڈڈ یا پرائیویٹ اسکولوں میں ، جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ

---

[1] - Endowment -

مذہبی تعلیم بھی شامل ہے ، اس سے امداد پہونچ سکتی ہے ۔[1]

آپ کا تابعدار
سید احمد
آنریری سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس
علی گڑھ ، مورخہ ۱۲ مارچ ۱۸۸۹ع

۱۔ سرسید کی اس چٹھی کا جواب گورنمنٹ یو ۔ پی کی طرف سے ۲ مئی ۱۸۸۹ع کو موصول ہوا ۔ اس جواب پر جے ۔ ہاور برائے سیکرٹری گورنمنٹ یو ۔ پی کے دستخط ثبت تھے ۔ اور گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے اس چٹھی کا جواب ۲۷ جون ۱۸۸۹ع کو آیا ۔ اُس پر ڈبلیو ۔ ایم ۔ ہالرائڈ انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب کے دستخط تھے ۔ مگر اس خط و کتابت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور کوئی مدد مسلمانوں کی تعلیم کو نہ مل سکی ۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

۱۳۵

بنام رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی

(رپورٹ کارروائی سالانہ پنجاب یونیورسٹی ، بابت ۱۸۸۰ء مطبوعہ انجمن پنجاب)

بخدمت صاحب رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کالج ، لاہور!

جناب والا!

بعض ممبران کمیٹی منتظم سرمایہ اینگلو اورینٹل کالج اسلامیہ کا ارادہ ہے کہ جلسۂ کمیٹی مذکور میں یہ امر پیش کریں کہ مدرسہ علوم مشرقی کالج ہذا کا پنجاب یونیورسٹی کالج سے تعلق مناسب ہے ۔ اس غرض سے انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ سے واسطے ترسیل قواعد متعلق تبنیت[1] مدارس و کالج ہائے استدعا کی جاوے ۔ یونیورسٹی کالج کے ان کیلنڈروں اور رپورٹوں سے ، جو ہم کو دستیاب ہو سکے ہیں ، اطلاع ضروری نہیں مل سکی ۔[2]

خاکسار
سید احمد
از علی گڑھ

۱۔ تبنیت کے معنی ملحق کرنے ، ملانے اور قریب کرنے کے ہیں ۔
۲۔ جب سرسید نے یہ خط لکھا ہے اُس وقت پنجاب یونیورسٹی کا رجسٹرار ڈاکٹر لائٹنر تھا ۔

۱۳۶

بنام ای ۔ وائٹ ڈائرکٹر تعلیمات اودھ، نینی تال

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۵ جولائی ۱۸۸۷ء)

(۱)

جناب والا !

میں آپ کی خدمت میں ان چند سطروں کے پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جو مسلمانوں کی تعلیم سے متعلق ہیں ۔

کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں کا نتیجہ ابھی مشتہر ہو چکا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بی ۔ اے کلاس میں ۴۲۸ طالب علم پاس ہوئے ہیں ۔ منجملہ ان کے صرف ۲۲ مسلمان ہیں ۔ ایف ۔ اے ۔ کے امتحان میں جو پاس ہوئے ہیں ان کی تعداد ۸۵۴ ہے جس میں صرف ۵۷ مسلمان ہیں - انٹرنس کے امتحان میں ۳۳۰۷ طالب علم پاس ہوئے ہیں ۔ منجملہ ان کے مسلمان صرف ۴۲۵ ہیں ۔ یہ کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم اور خصوصاً کالج کلاسوں کی تعلیم نہایت گھٹی ہوئی ہے ۔ تمام برٹش انڈیا میں کوئی صوبہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی تعلیم دیگر قوموں کی تعلیم کی حالت سے خراب اور پس‌ماندہ نہ ہو ، جس کے سبب سے ان کی تمدنی حالت بھی روز بروز زوال پذیر ہوتی جاتی ہے ۔ مجھے یقین کامل ہے کہ گورنمنٹ کو بھی مسلمانوں کی اس زوال پذیر حالت پر افسوس ہے اور وہ اس کی امداد کرنے کو ، جہاں تک کہ اعتدال اور بلحاظ دیگر قوموں کے انصاف سے تجاوز نہ ہو ، آمادہ ہے اور بخوشی ایسی تجویز پر متوجہ ہونے کو مستعد ہے جس

سے اس کی اصلاح ہو سکے ۔ اور اسی خیال نے مجھ کو جرأت دلائی ہے کہ یہ چند سطروں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

میری دانست میں انٹرنس کلاس تک مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے میں (بشرطیکہ وہ آمادہ ہوں اور سستی نہ کریں) چنداں مشکل نہیں ہے ۔ اس لیے کہ ہر ایک مقام میں ایسے اسکول ، جو انٹرنس پڑھاتے ہیں ، موجود ہیں ۔ اور مسلمان بغیر اس کے کہ اپنا شہر اور اپنا ضلع چھوڑ کر دوسرے شہر میں جاویں ، وہاں تک تعلیم پا سکتے ہیں ، اور ان پر اس تعلیم کا اتنا خرچ نہیں پڑتا جس کو برداشت نہ کر سکیں ۔ مگر کالج کلاسوں کی تعلیم بالکل مختلف ہے ۔ کالج کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کی اپنا شہر چھوڑنا پڑتا ہے ۔ کورس کی کتابیں اور وہ کتابیں جو کورس کے متعلق ہیں یا مطالعے کے لیے جن کی ضرورت ہے خریدنی پڑتی ہیں ۔ ان کو اپنے کھانے اور رہنے کا انتظام کرنا پڑتا ہے ۔ مسلمانوں کے اشراف خاندانوں کی مفلسی کی حالت ایسے درجے پر پہونچ گئی ہے کہ کسی طرح وہ ان اخراجات کو برداشت نہیں کر سکتے اور کالج کی تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں ۔

میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ مسلمانوں کی تعلیم کی فکر میں صرف کیا ہے اور تیرہ برس سے میرے ہاتھ میں کالج ہے اور مجھ کو ذاتی تجربہ مسلمانوں کی حالت کا ہے ۔ اس وقت تک ہمارے کالج سے علاوہ ہندوؤں کے ۹ مسلمان بی ۔ اے میں ، ۲۵ ایف ۔ اے میں پاس ہو چکے ہیں ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سوائے ایک کے اگر ان کی امداد کالج کی تعلیم جاری رکھنے میں نہ کی جاتی تو ان میں سے ایک بھی وہ تعلیم نہ حاصل کر سکتا ۔

گورنمنٹ کے عہدے ، گوکہ وہ کیسے ہی اعلیٰ کیوں نہ ہوں ، ملکی انتظام سے تعلق رکھتے ہیں ۔ مگر صرف آپ ہی کا ایک ایسا عہدہ ہے جس سے لوگوں کے دلوں کا انتظام متعلق ہے اور صرف یہی ایک ایسا عہدہ ہے جو لوگوں کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ گورنمنٹ ان پر عمدگی سے حکومت کر سکے اور وہ گورنمنٹ کی عمدہ رعایا ہوں ۔ پس مجھ کو یقین ہے کہ آپ ہرگز اس بات کو پسند نہ کریں گے کہ ہندوستان کی ایک قوم ، جو تھوڑے زمانے پیشتر دولت اور علم دونوں میں سربرآوردہ تھی ، اس طرح علم اور دولت دونوں میں روز بروز زوال کی حالت کو پہنچتی جاوے ۔ پس کچھ بے جا نہ ہوگا اگر میں آپ کی توجہ اس جانب متوجہ کرانی چاہوں ۔

سب سے پہلے میں ایک حساب آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس سے آپ

کو معلوم ہوگا کہ ایک طالب علم کا، جب کہ وہ اپنا گھر چھوڑ کر کسی کالج میں داخل ہوتا ہے، کم سے کم کیا خرچ پڑتا ہے۔

اس کو فیس تعلیم تین یا چار یا پانچ روپیہ ماہواری دینی پڑتی ہے جس کا اوسط میں چار روپیہ ماہواری محسوب کرتا ہوں۔

کتابیں جو کورس میں داخل ہیں اور جو ان سے متعلق ہیں جو مطالعے کے واسطے درکار ہوتی ہیں اگر نہایت ضروری اور کفایت سے خریدی جاویں تو ان کا اوسط تین روپیہ ماہواری سے کم نہیں پڑتا۔

ایک مسلمان جو متوسط درجے کے اشراف خاندانوں کا ہو، اپنے گھر سے باہر رہ کر کسی طرح پانچ روپیہ مہینہ سے کم میں دو وقت کھانا نہیں کھا سکتا۔ ۱

کچھ شک نہیں کہ اپنے ہاتھ سے دو روٹی نہیں پکا سکنے کا۔ کچھ بندوبست اس کو کرنا پڑے گا اور کچھ اور ضروریات بھی درپیش ہوتی ہیں۔ اس سبب سے میں اس خرچ کا دو روپیہ مہینہ قرار دیتا ہوں۔ پس کسی طرح ایک مسلمان طالب علم کا چودہ روپیہ ماہواری سے کم خرچ نہیں پڑتا۔ اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کی مفلسی ایسے درجے کو پہنچ گئی ہے کہ وہ اس قدر خرچ کسی طرح نہیں برداشت کر سکتے۔

گورنمنٹ کی طرف سے جو اسکالرشپس ملتی ہیں ان کو بلحاظ اس کے کہ وہ اصلی اور واقعی امداد ایسے طالب علموں کو پہنچاویں جو در حقیقت امداد کے قابل ہیں، ایک ایسے ضابطے میں جکڑ دیا ہے جس سے مسلمانوں کو بہت ہی کم فائدہ پہنچتا ہے۔ اور میں اس خاص امر کی نسبت کہ مسلمان طالب علموں کو اسکالرشپیں یا امداد دی جاوے، آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

گورنمنٹ اُن لوگوں کو جو انٹرانس میں یا ایف۔ اے میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں، ان کو معینہ اسکالرشپیں دیتی ہے۔ اس طریقے کے قائم رکھنے میں میں کچھ عذر نہیں کرنا چاہتا۔ صرف اس قدر اس میں اضافہ چاہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان طالب علم، جس نے اضلاع شمال و مغرب و اودھ کے کالجوں میں سے کوئی امتحان پاس کیا ہے اور مستحق اسکالرشپ ہوا ہے اور آئندہ اپنی تعلیم کو کسی دوسری پریسیڈنسی کے کالج میں جاری رکھنا چاہتا ہے تو اس کی اسکالرشپ

۱۔ کس قدر ہنسی آتی ہے اُس وقت کی اور آج کل کی حالت کا موازنہ کرنے سے۔

در صورتیکہ اس کالج کا پرلسپل اور اس کالج کی منیجنگ کمیٹی، جس سے اس نے وہ امتحان پاس کیا ہے ، اس کی لیک چلنی اور دوسری پریسیڈنسی کے کالج میں جانے کی معقول وجہ ہونے کی رپورٹ کرے، تو اس کی اسکالرشپ اس پریسیڈنسی کے کالج میں منتقل ہو جاوے تا کہ ہمارا جو اصلی مقصود ہے ، یعنی زوال میں پڑی ہوئی ایک قوم کو تعلیم دینا ، وہ ہاتھ سے نہ جاوے ۔

علاوہ اس کے ایک جدید قاعدے کے جاری ہونے کی خاص مسلمانوں کے لیے میں آپ سے تحریک کرتا ہوں اور صرف گورنمنٹ ہی پر اس کا بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ گورنمنٹ اور رعایا دونوں کو برابر اس میں شریک کرتا ہوں ۔

اگر آپ کے ماتحت کالجوں میں کوئی ایسا مسلمان طالب‌علم داخل ہو جس نے خواہ ان کالجوں سے جو آپ کے ماتحت ہیں اور خواہ کسی دوسرے پریسیڈنسی کالجوں سے انٹرنس یا ایف ۔ اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہو اور اس کو گورنمنٹ اسکالرشپ نہ ملی ہو، اور وہ ایسے کالج میں داخل ہو جہاں اس کا گھر یا سکونت مستقل نہیں ہے، اور اس کالج کی اتھارٹی جس میں وہ داخل ہوا ہے کامل تحقیق کے بعد آپ کو طمانیت کر دے کہ اس کی حالت ایسی ہے کہ بغیر امداد کے وہ آئندہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا ، اور وہ اتھارٹی پرائیویٹ چندے سے اس کی امداد کرنی مناسب سمجھے، تو گورنمنٹ بھی اس امداد میں بحصہ رسدی شریک ہو ۔ یعنی جو امداد کہ اس کو دینی تجویز ہو جس کی غایت مقدار میں آگے بیان کروں گا ، اس کا نصف گورنمنٹ دے اور نصف پرائیویٹ چندے سے دیا جاوے ۔

اس قاعدے کو ان مسلمان طالب علموں کی نسبت بھی ، جنھوں نے انٹرنس اور ایف ۔ اے کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہو، بہ اضافہ ایک شرط خاص کے وسعت دی جاوے ۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ فرسٹ اور سیکنڈ ڈویژن کی تقسیم صرف ایک ضابطے کی تقسیم ہے ، نہ حقیقی اور واقعی لیاقت کا اندازہ ۔ اکثر طالب علم ایسے ہیں جنھوں نے کسی اتفاقیہ سبب سے فرسٹ ڈویژن تک کے نمبر نہیں پائے مگر درحقیقت ان کی لیاقت ان سے بھی عمدہ ہوتی ہے جنھوں نے فرسٹ ڈویژن کے نمبر پائے ہیں ۔ ان کی اصلی لیاقت سے اس کالج کے اتھارٹی بخوبی واقف ہوتے ہیں جہاں انھوں نے تعلیم پائی ہے ۔

پس اگر کسی کالج کا کوئی طالب جس نے سیکنڈ ڈویژن میں امتحان پاس

کیا ہو اور حسبِ طریقۂ مذکورہ بالا اس بات کی ثابت ہو جاوے کہ وہ آئندہ تعلیم بغیر امداد کے جاری نہیں رکھ سکتا اور اس کالج کا پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر جہاں سے اس نے امتحان پاس کیا ہے ، اس کی عمدہ لیاقت اور ذہن اور محنت کی تصدیق کرے اور اس سے آئندہ کو عمدہ کامیابی کی توقع ظاہر کرے، اور آپ کے جس ماتحت کالج میں وہ داخل ہو اس کالج کی اتھارٹی پرائیویٹ چندہ سے اس کی مدد کرنی چاہے تو گورنمنٹ بھی مذکورہ بالا طریقے پر اس امداد میں نصف کی شریک ہو ۔

اس قاعدے کا ایف ۔ اے پاس شدہ طالب علموں میں جاری کرنا تو نہایت ضرور ہے کیونکہ گو انھوں نے سیکنڈ ڈویژن میں ایف ۔ اے پاس کیا ہو مگر آدھی دور تک پہنچ گئے ہیں اور وہاں سے ان کو چھوڑ دینا افسوس کا مقام ہے ۔

اب غور کریں کہ سرکاری عہدوں میں اور اُن آزاد عہدوں میں بھی جیساکہ وکالت ہے ، یونیورسٹی کی ڈگری کی قید لگتی جاتی ہے ۔ اگر مسلمانوں کو وہاں تک پہنچانے کی کوشش نہ کی جاوے گی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان تمام گورنمنٹ کے عہدوں سے خارج ہو جاویں گے ۔ جیسے کہ چند سال سے ہم دیکھتے ہیں کہ ہائی کورٹ کی وکالت سے ، جو گویا منصفی اور سب ججی کی بنیاد ہے ، خارج ہوگئے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہونا نہ صرف مسلمانوں کی قوم کے لیے باعثِ افسوس ہوگا بلکہ گورنمنٹ کی پالیسی کے لیے بھی مناسب نہ ہوگا ۔

اس قاعدے کے جاری کرنے میں بلاشبہ بہت سے فریبوں اور ناواجب امداد حاصل کرنے کی لوگوں کو ترغیب پیدا ہوگی ۔ زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ پرائیویٹ امداد کا دینا غلط ظاہر کیا جاوے اور دھوکا دے کر گورنمنٹ سے امداد حاصل کر لی جاوے ۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس کالج کی نسبت آپ کو ثابت ہو کہ وہ ایسی بے ایمانی و دغابازی کا مرتکب نہ ہوگا ، صرف اسی کالج کے ساتھ ایسی رعایت کی جاوے ۔

امداد جو اس قسم کے طالب علموں کو میں دینی تجویز کرتا ہوں، بلالحاظ اس کے کہ وہ ایف ۔ اے کلاسوں میں داخل ہو یا بی ۔ اے کلاسوں میں ، اس کی مقدار چودہ روپے ماہواری سے زیادہ نہ ہونی چاہیے جو ہر طرح ہر اس کے خرچ کے لیے کافی ہے ۔ خواہ وہ بطور خود سکونت اختیار کرے یا کسی بورڈنگ ہاؤس میں داخل ہو ۔ اس امداد میں نصف گورنمنٹ دے اور نصف کالج

اتھارٹی ۔ اور کالج اتھارٹی کو آپ کو اس بات سے مطمئن کر دینا فرض ہوگا کہ نصف امداد اپنی خالص آمدنیوں سے خواہ وہ پرائیویٹ چندہ سے ادا کرے گی ۔

اس بات کا اندازہ کرنا کہ اس قسم کے کس قدر طالب علم شمال و مغرب و اودھ کے کالجوں میں داخل ہو جاویں گے ، کس قدر مشکل ہے ۔ مگر بالفعل اگر آپ مناسب سمجھیں تو جو رقم اسکالرشپوں کے لیے ہو ، اس میں سے ایک مناسب رقم اس قسم کی امداد کے لیے علیحدہ کر لی جاوے اور اس سال چند طالب علموں کو اس قسم کی امداد دی جاوے اور دیکھا جاوے کہ اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور تجربے کے بعد کوئی پختہ اصول اس کے لیے قرار پا سکے گا ۔

ایسی امداد والے طالب علم اگر آئندہ امتحانوں میں گورنمنٹ کے اسکالرشپ پا لیں گے تو جو امداد کہ گورنمنٹ کی طرف سے ان کو جاتی ہے وہ فی الفور بند ہو جاوے گی ، مگر کالج اتھارٹی کو اپنی پرائیویٹ امداد کے جاری رکھنے کا اختیار ہوگا ۔

یہ امداد اس زمانے سے کہ بعد امتحانات یونیورسٹی کالج کھلے آئندہ امتحان یونیورسٹی تک دی جاوے گی ، بشرطیکہ اس طالب علم کی بدچلنی اور کم محنتی اور کسی قسم کی نالائقی نہ ظاہر ہو ۔ جس کالج کے طالب علموں کو ایسی امداد دی جاوے اس کے پرنسپل اور مینیجنگ کمیٹی پر فرض ہوگا کہ ہر ششماہی پر اس طالب علم کے چال چلن اور تعلیم میں تندہی کی نسبت آپ کی خدمت میں رپورٹ بھیجا کرے ۔

میں ہوں آپ کا نہایت تابعدار خادم

سید احمد

آنریری سیکرٹری مینجنگ کمیٹی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ

مقام نینی تال ، ۱۷ جون ۱۸۸۷ع

(۲)

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۹ع)

جناب والا !

میں گزارش کرتا ہوں کہ جو قوانین اور ضوابط محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے ٹرسٹیوں کے تقرر سے متعلق ہیں ان کا مسودہ جو حال میں تیار ہو رہا تھا اب

بالکل مرتب ہو گیا ہے اور اس کی نقلیں ممبران کمیٹی کے پاس واسطے غور اور رائے کے بھیجی گئی ہیں ۔ میں اب اس کی تین نقلیں آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں ۔

جو قواعد ان اضلاع کی گورنمنٹ اور ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے اختیارات سے متعلق ہیں وہ مسودے میں شامل ہیں ۔ اور ان قواعد کو مسودے میں داخل کرنے کی اجازت وقتاً نوقتاً بذریعہ خط و کتابت سابقہ کے گورنمنٹ سے حاصل کر لی گئی تھی ۔ لیکن گورنمنٹ نے قطعی فیصلے کا معاملہ اس وقت پر منحصر رکھا جب کہ مسودہ بالکل مکمل ہو جاوے ۔ پس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ از راہ مہربانی مسودے کی ایک نقل گورنمنٹ کی خدمت میں واسطے غور اور قطعی فیصلے کے ارسال فرماویں گے ۔

مجموعہ قواعد کے حصہ اول باب ۱۲ میں اُن اختیارات کا ذکر ہے جو گورنمنٹ اور ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کو کالج اور ٹرسٹیوں کی کاروائی پر حاصل ہوں گے ۔ لیکن میں کسی قدر مفصل کیفیت اس قسم کے قواعد کی ، جو مسودے میں مندرج ہیں ، بیان کرنا چاہتا ہوں ۔

قاعدہ ۳۸ باب ۴ حصہ اول کے بموجب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اضلاع شمالی و مغرب و اودھ ایک ایکس افیشیو وزیٹر کالج کے مقرر کیے گئے ہیں اور قاعدہ ۱۳۰ باب ۱۲ حصہ اول کے بموجب صاحب ممدوح کو نگرانی کرنے اور ضرورت معلوم ہو تو ٹرسٹیوں کی کاروائی کی نسبت گورنمنٹ کو رپورٹ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا ۔

اگرچہ کالج کے ٹرسٹی بطور لائف ٹرسٹی کے مقرر کیے جاویں گے تاہم ان معاملات میں ، جن کا ذکر قاعدہ ۱۸ ضمن (ج) باب ۲ حصہ اول میں ہے ، یہ امر ممکن ہے کہ کسی ٹرسٹی کی علیحدگی قرین مصلحت قرار پاوے ۔ پس بلحاظ اس امر کے کہ کسی ٹرسٹی کی علیحدگی غیرخاطرخواہ وجوہات پر عمل میں نہ آوے ، اس کے واسطے دو شرائط قرار دی گئی ہیں ۔ یعنی (۱) یہ کہ دو ثلث ٹرسٹیوں کی یہ رائے ہو کہ وہ عہدے سے علیحدہ کیا جاوے ۔ اور (۲) یہ کہ گورنمنٹ ٹرسٹیوں کی رپورٹ پر ، جو بذریعہ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ارسال کی جاوے ، اس کی علیحدگی کو منظور کرلے ۔

قاعدہ ۱۱۷ ، باب ۱۰ ، حصہ اول کے بموجب ٹرسٹیوں کو بحالت ضرورت

قواعد میں ترمیم کرنے کا اختیار دیا گیا ہے لیکن باین لحاظ کہ اس قسم کی کوئی ترمیم نہ کی جاوے جو کالج اور اس کے فنڈ کے حق میں باعثِ مضرت ہو۔ اس مضمون کی ایک شرط قرار دی گئی ہے کہ کوئی قاعدہ بغیر منظوری گورنمنٹ کے تبدیل نہ کیا جاوے گا۔ اور قاعدہ ۱۴۷ ، ۱۴۸ باب ۱۲ حصہ اول مجموعۂ قواعد کے بموجب گورنمنٹ کو ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم کی رپورٹ کے موصول ہونے پر اس قسم کی تحریکوں میں کسی ترمیم کی اجازت دینے یا نامنظور کرنے یا رائے دینے کا اختیارِ کامل حاصل ہوگا۔

جس وقت یہ کالج قائم کیا گیا تھا تو ایک گورنمنٹ پرامیسری نوٹ مالیتی کالج تعدادی دس ہزار روپیہ ، جو ہزاکسیلنسی ارل آف نارتھ بروک سابق گورنر جنرل ہندوستان نے وقف کیا تھا بہ اجازت ہز آنر جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ارل صاحب کلکٹر علی گڑھ کے دفتر میں امانت رکھا گیا تھا اور اس کے بعد صاحب کنٹرولر و آڈیٹر جنرل کے دفتر کو منتقل کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قاعدہ ۱۲۴ باب ۱۱ حصہ اول میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوسرے پرامیسری نوٹ بھی طریقہ مذکور الصدر میں امانت رکھے جا سکتے ہیں ، بشرطیکہ گورنمنٹ اس کو منظور کرے۔

قاعدہ ۱۴۴ز - ۱۴۵ باب ۱۲ حصہ اول میں بیان کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ کو کسی وقت پر اور کسی طریقے میں کالج کے حسابات کے جانچنے اور ٹرسٹیوں کی کاروائی کی نسبت تحقیقات کرنے اور ٹرسٹیوں کے کالج کے قوانین مندرجہ مجموعہ نافذ الوقت کے احکام کی تعمیل کرنے پر مجبور کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

ان قواعد کی جانب بہت کچھ توجہ کی گئی ہے جو باب ۱ حصہ ۲ میں یوروپین عہدہ داروں کے ، تقرر ، رخصت ، تنخواہ اور الاؤنس وغیرہ کی نسبت مندرج ہیں۔ کالج کے موجودہ پروفیسروں نے بھی ان قواعد کو منظور کر لیا ہے۔ لیکن اس صورت میں کہ یوروپین عہدہداروں اور ٹرسٹیوں کے درمیان معانیِ قواعد کی تعبیر اور تفہیم میں کوئی اختلاف رائے پیدا ہو ، یہ امر قرین مصلحت تصور کیا گیا ہے کہ اس معاملے کا فیصلہ ایک زیادہ تر اعلیٰ درجے کے حاکم کی تجویز سے کرایا جاوے۔ اور اسی وجہ سے قاعدہ ۴۲ باب ۱ حصہ ۲ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس قسم کے معاملے کا اکاؤنٹنٹ جنرل کی رائے سے معرفت ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم اضلاع شمال و مغرب و اودھ کے ، فیصلہ کیا جاوے گا۔

مذکورہ بالا جملہ قواعد کے بنانے سے یہ غرض ہے کہ گورنمنٹ کالج کے

تمام ضروری معاملات پر نگرانی جاری رکھ سکے اور کالج اور اس کے انتظام کو ٹرسٹیوں کی غفلت یا بے پروائی یا ان کی کسی نامناسب کاروائی کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچے ۔ چونکہ یہ کالج ایک امدادی کالج ہے اور گورنمنٹ نے اس کے واسطے ایک بڑی امداد عطا فرمائی ہے اس لیے یہ اُمید کی جاتی ہے کہ گورنمنٹ از راہِ فیاضی ان اختیارات کو تسلیم فرماوے گی جو قواعدِ مندرجہ کے بموجب اس کو حاصل ہیں ۔

پس میں اُمید کرتا ہوں کہ از راہِ مہربانی اس چٹھی کو مع اپنی سفارش کے ان اضلاع کی گورنمنٹ کے روبرو منظوری کے واسطے پیش فرماویں ۔

آپ کا خادم

سید احمد

آنریری سیکرٹری محمڈن اینگلو اورینٹل کالج فنڈ کمیٹی علی گڑھ

علی گڑھ ، ۲۲ جون ۱۸۸۹ع

١٣٧

بنام ایچ - جی - لارنس کلکٹر علی گڑھ

(اخبار سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ ١٣ نومبر ١٨٧۴ع)

بخدمت جناب صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ علی گڑھ !

جناب من !

میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کی چٹھی نمبر ٧٠ مورخہ ١۴ ماہ حال کمیٹی میں پیش ہوئی اور مجھ کو ہدایت ہوئی کہ جو زمین علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کے لیے عطا ہوئی ہے اس کے لیے کمیٹی کی طرف سے آپ کا اور جناب نواب لیفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کا شکریہ ادا کروں ۔

آپ کی چٹھی کی دوسری دفعہ کی نسبت میں اطلاع کرتا ہوں کہ دونوں شرطیں مندرجہ دفعہ مذکور کی کمیٹی نے منظور کر لیں ۔ ان کی تعمیل میں کسی طرح کا عذر نہ ہوگا ۔ کمیٹی آپ کی بہت ممنون ہوگی اگر آپ براہ مہربانی انتقال قبضہ کی نسبت احکام ضروری اجرا فرماویں کیونکہ کمیٹی کی یہ خواہش ہے کہ جس مقام پر پارک بنانا منظور ہے وہاں پر فوراً کام شروع ہو جاوے ۔

آپ کا تابعدار عقیدت گزیں
سید احمد سیکرٹری
١٩ مارچ ١٨٧۴ع

۱۳۸

بنام ای ۔ مانٹیگو[۱] قائم مقام کلکٹر علی گڑھ

(اخبار سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ ، ۱۳ نومبر ۱۸۷۴ع)

بخدمت جناب قائم مقام کلکٹر و مجسٹریٹ علی گڑھ !

جناب من !

مجھ کو کمیٹی خزنة البضاعة لتاسیس مدرسة العلوم للمسلمین نے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ اس زمین پر جو از جانب گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب کمیٹی کو عطا ہوئی ہے ، اس کے احاطے کا کام اور پارک کا کام ، جس میں کالج کی عمارتیں بنیں گی ، شروع کیا جاوے ۔ پس میں نے حسب اجازت آپ کے اس نقشے کے بموجب جو گورنمنٹ سے منظور و پسند ہو چکا ہے ، احاطے کا نشان دیا ہے ۔ پس آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ براہ مہربانی بوقت آرام احاطے کے نشان کو ، جو میں نے ڈالا ہے ، ملاحظہ کر لیں تو میں حسب خواہش کمیٹی کے کام شروع کروں ۔

میں آپ سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ جو وقت ملاحظے کا آپ کے لیے آرام کا ہو اس سے مطلع فرمائیے ، کیونکہ میری خواہش ہے کہ اس موقع پر میں بھی موجود رہوں ۔

آپ کا تابعدار عقیدت گزیں
سید احمد
سیکرٹری
علی گڑھ ، ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۴ع

۱- E Mantagu.

۱۳۹

بنام ای ۔ اے ملونی[1] کلکٹر و مجسٹریٹ علی گڑھ

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ، ۲۹ مئی ۱۸۹۷ء ، صفحہ ۸)

بخدمت صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ علی گڑھ !

جنابِ من !

میں اس امر کے عرض کرنے سے عزت حاصل کرنی چاہتا ہوں کہ زمانہ جوبلی شصت سالہ ہر گریشس مجسٹی امپرس آف انڈیا کا بہت قریب آ گیا ہے اور اس جشن کی خوشی و مبارکبادی میں جو امور کہ مدرسۃ العلوم مسلمانان میں ہونے چاہئیں اس کا ابھی سے فکر کرنا مناسب ہے ۔ اس لیے ایک جم غفیر مسلمانوں نے جن میں ٹرسٹیان کالج بھی شامل ہیں ، یہ تجویز کی کہ بروز اس جشنِ مبارک کے ، جو ۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو ہونے والا ہے ، یا اس تاریخ کو جو گورنمنٹ آف انڈیا اس خوشی کے لیے مقرر کرے ، مدرسۃ العلوم کی مسجد میں اور تمام مکانات میں روشنی کی جاوے اور سب مل کر ہر گریشس مجسٹی قیصر انڈیا کی درازیِ عمر و سلطنت اور خاندان شاہی کے لیے خدا سے دعا کریں ۔

علاوہ اس کے محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں جو آخر دسمبر ۱۸۹۶ء کو بمقام میرٹھ منعقد ہوا ، سردار محمد حیات خان بہادر سی ۔ ایس ۔ آئی نے جو کانفرنس کے ممبر اور کالج کے ٹرسٹی ہیں ، یہ تجویز پیش

---

[1] E. A. Molony.

کی کہ مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں جو خاص مسلمانوں کا کالج ہے ، اس شصت سالہ جوبلی کی یادگار میں ہر سال ایک طلائی تمغہ اس مسلمان طالب علم کو دیا جائے جس نے یونیورسٹی کے امتحان کامیابی سے پاس کیے ہوں اور جس کی سیکنڈ لینگوج عربی ہو اور نیز ایسے طالب علموں کے لیے چند سکالرشپیں اس جشن کی یادگار میں قائم ہوں ۔ میں نے بحیثیت سیکرٹری اس تحریک کی تائید کی اور آٹھ سو سے زیادہ مسلمان ، جو اس میٹنگ میں جمع تھے ، سب نے بالاتفاق اس تجویز کو منظور کیا ۔ چنانچہ اس کام کے لیے مسلمانوں سے چندے کی درخواست کی گئی اور اس وقت تک پانچ ہزار روپے سے زاید چندہ ہو گیا ہے جس کی آمدنی سے ہم سالانہ تمغہ قائم کرنے کو تیار ہیں ۔ اس تمغے پر مندرجہ ذیل الگریونگ ہونے تجویز ہوئے ہیں : یعنی اس کے پہلے رخ پر قیصرِ انڈیا کی تصویر ہوگی ، جس طرح کہ پچاس برس کی سالانہ جوبلی کی یادگار میں سونے کے سکے پر بنی تھی جو لندن میں بنایا گیا ہے ، اور اس تصویر کے گرد یہ الفاظ ہوں گے "کومیمریشن آف ٦٠ ایرز آف ہر مجسٹی وکٹوریا امپرس آف انڈیا ۱۸۹۷ع" ۔

اس کے دوسرے رخ پر کالج کے آرم ہوں گے جیسے کہ کالج کے ہر ایک تمغے پر حسب دستور بنائے جاتے ہیں جیسا کہ نمونہ اس کا اس چٹھی کے ساتھ ملفوف ہے ۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کا تمغہ بنانے کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا سے اجازت حاصل کرنی ضرور ہے ، اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ از راہ مہربانی اس درخواست کو معہ اپنی سفارش کے بذریعہ افسران اعلیٰ گورنمنٹ آف انڈیا میں بغرض حصول اجازت ارسال فرماویں ۔

آپ کا وفادار خادم

سید احمد

لائف آنریری سیکرٹری محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ

علی گڑھ ، مورخہ ۳ مارچ ۱۸۹۷ع

۱۴۰

بنام انگریزی حکام

(بزمانۂ غدر ۱۸۵۷ء)

۱۸۵۷ء کے قیامت خیز ہنگامے میں ایک شخص نواب محمود خاں نے بجنور پر قبضہ کرکے انگریزی حکام کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کردیا اور سرسید (صدر امین) کو بھی وہاں سے نکل کر ہلدور میں پناہ لینی پڑی۔ مگر بعد میں علاقے کے چودھریوں نے محمود خاں پر حملہ کرکے اُسے بجنور سے نکال دیا اور انگریزوں کو لکھا کہ فوراً آ جائیں۔ لیکن ایسے ہولناک وقت میں انگریز بہادروں کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ آ کر اپنی جان کو خطرے میں ڈالیں۔ مگر اُنھوں نے سرسید اور محمد رحمت اللہ ڈپٹی کلکٹر کو لکھا کہ تم دونوں ہلدور سے بجنور جاؤ اور شہر پر قبضہ کر لو۔ یہ خط ۱۳۔ اگست ۱۸۵۷ء کا لکھا ہوا تھا اور ۱۵ اگست کو سرسید کے پاس پہنچا۔ وہ اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے بڑی مستعدی کے ساتھ فوراً تیار ہو کر اپنے ساتھی کے ہمراہ بجنور روانہ ہوگئے اور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد انھوں نے انگریزی حکام کو حسب ذیل اطلاعی خط لکھا۔

(۱)

گچہری فوجداری ضلع بجنور

بہ اجلاس محمد رحمت اللہ خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ

(و) سید احمد خاں صدر امین ، منتظان ضلع بجنور

(جناب والا !)

احکام جناب صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر ضلع مراد آباد اور جناب جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور مورخہ ۱۳ اگست ۱۸۵۷ع ہارے نام پندرھویں اگست سنہ حال کو وقت شام اس ارشاد سے پہنچے کہ ڈپٹی کلکٹر و صدر امین باہم متفق ہو کر ، تا تشریف آوری حکام انگریزی کے ، انتظام ضلع بجنور کا کریں ۔ چنانچہ بمجرد پہنچنے احکام سرکار کے ہم لوگ بمقام بجنور حاضر ہوئے اور چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور بھی بمقام بجنور موجود ہیں ۔ چنانچہ ہم بہ اعانت رئیسان مذکور اور رئیسان بجنور انتظام ضلع میں مصروف ہوئے اور احکامات اور اشتہارات مناسب جاری کیے اور جہاں جہاں کہ لوگ واسطے مفسدہ کے جمع تھے ، اُن کو متفرق کرنے کی تدبیر کی گئی ۔[۱]

سید احمد

واقعہ ۱۶ ۔ اگست ۱۸۵۷ع

۱۔ منقول از 'تاریخ سرکشی ضلع بجنور' مصنفہ سرسید مطبوعہ ۱۸۵۸ع صفحہ ۶۹ ۔ اس مضمون کے تین خط سرسید نے بھیجے تھے ۔ ایک کمشنر میرٹھ کو ، دوسرا مجسٹریٹ مراد آباد کو اور تیسرا جنٹ مجسٹریٹ ضلع بجنور بمقام میواں پور کو ۔

(۲)

بجنور پہنچتے ہی فوراً سرسید نے جو مختصر اطلاع انگریزی حکام کو بھیجی تھی ، وہ اوپر درج ہو چکی ہے - سرسید نے اُسی دن یعنی ۲۶ اگست ۱۸۵۷ع کو مفصل حالات کا جو خط مسٹر جارج پامر جنٹ مجسٹریٹ بجنور مقیم میراں پور کو لکھا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

(جناب والا !)

حال اس ضلع (یعنی بجنور) کا یہ ہے کہ سوائے پرگنہ نجیب آباد کے اور سب طرف امن ہے - قصبہ نہٹور اور سیوہارہ اور میمن سنگھ اور نگینہ میں کچھ لوگ بہ ارادۂ فساد جمع ہوئے تھے، اُن کے متفرق کرنے کی تدبیریں کی گئی ہیں - غالب ہے کہ متفرق ہو گئے ہوں گے یا شام صبح ہو جاویں - چودھری ولدھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور مع جمعیت مناسب بجنور میں موجود ہیں اور انتظام ضلع میں مع رئیسان بجنور ہر طرح کی مدد دیتے ہیں - حال نجیب آباد کا یہ ہے کہ سنا جاتا ہے کہ نواب محمود خاں کے پاس قریب پانچ ہزار کی جمعیت اور ایک توپ برنجی لوطیار اُن کے پاس موجود ہے اور نجیب آباد میں ایک توپ اور طیار کروائی ہے - اور جس قدر دیہات قرب و جوار نجیب آباد کے ہیں اُن کو لوٹتے ہیں - ہماری دالست میں جس قدر سرکاری فوج کے آنے میں توقف ہوگا اُسی قدر اُن کے پاس جمعیت زیادہ ہوتی جاوے گی - اور اگر سرکاری فوج جلد تر اس ضلع میں آجاوے گی تو فی الفور ان کی جمعیت منتشر ہو جاوے گی -

حال جاری ہونے ڈاک کا یہ ہے کہ جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر مراد آباد نے یہ حکم بھیجا ہے کہ ڈاک سابق جاری کی جاوے - یعنی راؤلی سے مظفر نگر تک تو اس کے اجرا کی تدبیر ہو رہی ہے ، اور حضور جو چاہتے ہیں کہ روزانہ خبر حضور کو بمقام جولی یا میراں پور پہنچے تو اس کام کے لیے ضروری ہے کہ بذریعہ سوار ہر روز یہاں کے حالات حضور میں روانہ ہوا کریں ، کیونکہ مظفر نگر کی ڈاک جاری ہونے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوگا - اس واسطے مظفر نگر کی ڈاک بھی بدستور سابق جاری کریں گے اور حضور کے پاس جداگانہ معرفت سوار کے یا ہرکارے کے روزانہ حالات یہاں کے روانہ

کیا کریں گے ۔

خاکسار
سید احمد
المرقوم ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء

(۳)

دوسرے دن یعنی ۱۸- اگست ۱۸۵۷ء کو ایک اور زیادہ مفصل رپورٹ حالات ضلع کے متعلق سرسید نے مسٹر جارج پامر جنٹ مجسٹریٹ بجنور کو بمقام میران پور بھیجی ۔ جہاں اُس وقت صاحب بہادر پناہ گزیں تھے ۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا ۔

(جناب والا) !

اس وقت تک حال ضلع (بجنور) کا بدستور ہے ، کوئی بات نئی نہیں ہوئی ۔ مگر کئی باتیں قابل عرض کے ہیں ۔ حضور ان کو بعد غور ملاحظہ فرماویں اور مفصل اُن کے جواب سے مطلع کریں :

اول : یہ کہ نواب محمود خان باوجود ان سب باتوں کے ، جو وقوع میں آئیں ، تدبیر جمع کرنے آدمیوں اور درستی توپوں میں مصروف ہے ۔ جس قدر حضور کے آنے میں توقف اور تاخیر ہوگی (اُسی قدر) وہ (زیادہ تیزی اور زیادہ کثرت کے ساتھ) سامان درست کرتا جاوے گا ۔

دوسرے : یہ کہ اس ضلع (بجنور) کے رئیسوں کے پاس کچھ فوج ملازم نہیں ، بلکہ سب زمیندار اور آپس کی برادری وقت پر جمع ہو جاتی ہے ۔ اس صورت میں ایک مدت دراز تک جمع رہنا ان لوگوں کا غیرممکن ہے ۔

علاوہ اس کے اگر وہ لوگ جمع بھی رہیں تو اخراجات خوراک روزمرہ ان کا اس قدر پڑتا ہے کہ کوئی رئیس (ان کثیر اخراجات کا) متحمل نہیں ہو سکتا ۔ اور سوائے اس کے کارخانہ کشت کاری بالکل تباہ اور برباد اور مسدود ہوا جاتا

۱- منقول از "تاریخ سرکشی ضلع بجنور" مصنفہ سید احمد خان صدر امین بجنور مطبوعہ ۱۸۵۸ء ، صفحات ۴۰ - ۴۱ -

ہے - انجام کو یہ نقصان سرکار ہی پر عائد ہوگا اور باعث بربادی زمینداروں کے ہوگا -

اس صورت میں جلد تر آنا حکام (انگریزی) کا اور فوج سرکاری کا اس ضلع میں ضرور ہے -

تیسرے : یہ کہ حضور حکامِ والا مقام سے جو انتظام اس ضلع کا تا تشریف آوری حکام انگریزی ہم ملازمانِ سرکار کے سپرد ہوا ہے تو ہم لوگ بہ اعانت رئیسان اس ضلع کے انتظام میں مصروف ہیں - اور ظاہر ہے کہ اگر جمعیت ان لوگوں رئیسوں کی متفرق ہو جاوے گی تو کسی طرح انتظام ضلع کا ممکن نہ ہوگا - کیونکہ ہم لوگوں کے پاس کچھ جمعیت فوج وغیرہ کی ، جس سے انتظام ضلع کا کیا جاوے ، نہیں ہے - اور جس قدر برق انداز اور چپراسی تھانہ جات پر متعین تھے ، اُن میں سے اکثر غیرحاضر ہوگئے ہیں اور معہذا صرف ان لوگوں سے ایسے (سخت) وقت میں انتظام ضلع کا ممکن نہیں -

چوتھے : یہ کہ اگر اس ضلع میں اندیشہ نواب محمود خاں کی یورش کا نہ ہوتا تو (پھر) چنداں مشکل در باب انتظام ضلع کے نہ ہوتی - (مگر) ایسی حالت میں جس قدر جلد ممکن ہو سرکاری فوج[1] کا آنا چاہیے ، ورنہ کوئی صورت انتظام ضلع کے قائم رہنے کی معلوم نہیں ہوتی - اور نواب محمود خاں (کے) پاس روپیہ اور سامان سرکاری جو لے گیا ہے بہت ہے - اس سبب سے اُس کو فوج رکھنے میں کچھ تامل اور دریغ نہیں ہے -

پانچویں : یہ کہ حضور جو یہ ارقام فرماتے ہیں کہ ہم میران پور میں صرف اس واسطے مقیم ہیں کہ ہر روز خبر ضلع بجنور کی حضور (کے) پاس پہنچتی رہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی تشریف آوری اس ضلع میں چند روز توقف[2] ہوگا - (دیگر) در صورت توقف بالکل بربادی ضلع اور بڑھنے انتظام متصور ہے -[3] اس واسطے (ہم) امیدوار ہیں کہ حضور بہ تعین تاریخ ارقام فرماویں کہ حضور کس تاریخ (کو) اس ضلع میں تشریف لاویں گے تاکہ بہ لحاظ

۱- یہاں بجائے 'کا' کے 'کو' چاہیے ، مگر اصل میں یہی لکھا ہوا ہے -
۲- فقرہ غلط ہے مگر اصل میں یہی چھپا ہوا ہے -
۳- " " " " "

اس کے انتظام جمع رہنے جمعیت کا کیا جاوے ۔[1]

المرقوم ۱۷ اگست ۱۸۵۷ء
خاکسار
سید احمد

(۴)

یہ خط ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء کو سرسید نے بجنور سے مسٹر پامر کو لکھا تھا ۔ اس میں بجنور اور اُس کے ملحقہ علاقے میں جو واقعات و حادثات اُس وقت پیش آ رہے تھے اُن کی تفصیلات بیان کی تھیں ۔ یہ چوتھی رپورٹ تھی جو خط کی صورت میں سید صاحب نے اپنے انگریز حاکم کو بمقام میران پور بھیجی ۔

(جناب والا !)

حال یہاں کا یہ ہے کہ سابق میں جو خبر ہونے لڑائی کی بمقام بستی گوروان اور کوچ کرنے شفیع اللہ خاں کی جانب کرت پور حضور میں لکھی تھی ، (اس کے متعلق) بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ یہ دونوں خبریں غلط تھیں ۔ (اُن میں سے) صرف اتنی بات صحیح ہے کہ احمد اللہ خاں[2] نے کچھ آدمی کرت پور میں واسطے جمع کرنے رسد کے بھیجے تھے۔ ہنوز اُن کا ڈیرہ یا پیش خیمہ نہیں آیا ۔

نگینہ کا فساد رفع ہو گیا ۔ اس طرح کہ سب رئیس نگینہ کے ہندو اور مسلمان باہم متفق ہوئے اور اُنھوں نے یہ تجویز کی کہ قریب پانچ سو سات سو آدمی کے نجیب آباد سے آئے تھے معہ چند مفسدان ساکنین نگینہ (کے) جو باعث فساد کے ہوئے تھے ، نگینہ سے چلے جاویں اور نگینہ میں کچھ فساد نہ کریں ۔ چنانچہ سنا گیا (ہے) کہ وہ لوگ نگینہ سے نجیب آباد کو چلے گئے ۔ مگر اب تک خط میر تراب علی کا نہیں آیا ۔ یقین ہے کہ آج کل میں خط میر تراب علی کا آوے ، یا وہ خود مراجعت کریں ۔ (سید احمد)

۱- منقول از ''تاریخ سرکشی ضلع بجنور'' مصنفہ سید احمد مطبوعہ ۱۸۵۸ء ، ص ۷۱ - ۷۲ -

۲- احمد اللہ خاں نواب محمود خاں کا بھانجا اور نجیب آباد کا تحصیلدار تھا ۔ انگریزوں کی مخالفت میں اس نے بڑی کوشش کی ۔

متفرق خطوط

(۵)

بلا نام

۱۴۱

ذیل میں سر سید کے وہ متفرق خطوط نقل کیے جاتے ہیں جن کے متعلق یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ خطوط سر سید نے کن لوگوں کے نام لکھے تھے لیکن مکتوب الیہ کے نام کے نہ ہونے سے اُن فوائد و نکات میں کوئی فرق نہیں آ سکتا جو ان خطوط میں درج ہیں۔ ان متفرق خطوط میں اکثر خط تو پورے مل گئے ہیں مگر بعض خطوط کے صرف ٹکڑے مل سکے ، پورے خطوط نہیں ملے۔ چونکہ خطوط کے وہ ٹکڑے بھی علمی باتوں اور فوائد سے خالی نہ تھے اس لیے اُن کو بھی اس مجموعے میں شامل کر لیا گیا ہے۔ یہ خطوط کچھ اُس مسودے سے لیے گئے ہیں جو سرسید کی لائف کے متعلق منشی سراج الدین صاحب اڈیٹر اخبار ''چودھویں صدی'' راولپنڈی نے مرتب کیا تھا اور جن کو مولوی سید وحید الدین صاحب سلیم اڈیٹر رسالہ ''معارف'' پانی پت نے ماہ اکتوبر ۱۹۰۱ء کے ''معارف'' میں شائع کیا تھا۔ کچھ خطوط ''تہذیب الاخلاق'' اور ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' سے لیے گئے ہیں اور کچھ خطوط مولانا الطاف حسین حالی کی کتاب ''حیات جاوید'' سے نقل کیے گئے ہیں۔ کچھ دیگر متفرق مقامات سے حاصل کیے گئے ہیں۔ (مرتب)

(۱)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی و مکرمی !

آپ کا لوازش نامہ جو طولانی تھا ، پہونچا ۔ اس کے پڑھنے سے کسی قدر ملال ہوا جو مقتضائے طبع انسانی ہے ۔ قرضے کی پریشانی بلا شبہ رنجدہ ہے ۔ ۔ ۔ سب سے بڑا کام انسان کے لیے دنیا میں یہ ہے کہ دنیا کو برتے اور دل کو اس سے تعلق نہ ہو ۔ مولانا روم فرماتے ہیں : ع

چیست دنیا ؟ از خدا غافل بدن

مگر میرے نزدیک اس میں کسی قدر غلطی ہے ۔ خدا سے غافل ہونا انسان کی طاقت سے باہر ہے ۔ خود خدا ایسا ہمارے پیچھے پڑا ہے کہ اگر ہم چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوڑتا ۔ اسی طرح ہم بھی خدا کے ایسے پیچھے پڑے ہیں کہ اگر خدا خود چاہے تو ہم کو چھوڑ نہیں سکتا ۔ بھلا دیکھیں تو خدا ہم کو اپنے بندے یا اپنی مخلوق ہونے سے خارج تو کردے ۔ (یہ بات) خدا کی قدرت سے خارج ہے ۔

من تو شدم تو من شدی ، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں ، من دیگرم تو دیگری

پس ''از خدا غافل بدن'' چہ معنی دارد ؟ دنیا ہمارے برتنے کے لیے ہے ۔ ہم خوب چین سے اس کو برتیں مگر دل کو اس سے تعلق نہ ہو ۔ پس یہی سب سے بڑا کام ہے اور یہی تعلق کفر ہے ، جس کی نسبت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ''صاحب المال کافر'' پس قرضے کے رنج اور اُس کی پریشانی کو خدا کی رحمت سمجھنا چاہیے ۔

خیر الامور اوسطہا سیدھی راہ ہے اور اس کے سوا افراط و تفریط ہے ، جو ہر کام میں ، خواہ دینی ہو یا دنیوی ، گناہ عظیم ہے ۔ خدا تعالیٰ جب کسی کو کسی نیک کام کی طرف ہدایت کرنا چاہتا ہے تو وہ شجر و حجر و حیوان سے ہدایت کر دیتا ہے ۔ کیا نیوٹن نے ایسے عظیم الشان مسئلے کی جس پر اب تمام دنیا کا مدار معلوم ہوتا ہے ، صرف ایک سیب کے درخت سے گرنے سے ہدایت نہیں پائی تھی ؟ پھر کیوں تعجب کیا جائے ۔ اگر کوئی انسان اخلاق و روحانی

باتوں میں کسی قدرتی صفت یا خاصیت کے سبب ہے ، جو شجر و حجر و حیوان میں پائے ، ہدایت پائے - پس اگر آپ کی ہدایت اور لیک کے لیے بھی خدا نے ایک انسان عیسائی کی زبان سے کچھ کہوا دیا تو کیا تعجب ہے ؟ مگر اس کے برتنے میں غلطی کرنا بڑی غلطی ہے - اور وہ غلطی افراط و تفریط میں پڑنا ہے - خود قویٰ جو انسان میں ہیں اُن کو برتنا خدا کا حکم ہے اور الٰہی کو افراط و تفریط سے کام میں لانا سخت گناہ ہے -

میں نہایت خوشی سے اپنی تفسیر کی چاروں جلدیں عمدہ سنہری جلد بندھی بندھائی تمہاری نذر کرنے سے نہایت خوش ہوں گا اگر وہ تمہارے پاس نہ ہو - اگر آپ کو "تہذیب الاخلاق" کی خواہش ہو تو میں آپ کے لیے پورا سلسلہ بہم پہنچانے کی کوشش کروں گا ، اگرچہ کسی سال کی جلدوں کا ملنا نہایت دشوار ہوگا - پس اپنی خوشی سے جو ہو اطلاع دو -

(خاکسار
سید احمد

علی گڑھ ، ۳ ستمبر ۱۸۸۹ع)

(۲)

(سرسید کے خطوط مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی !

اس وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ کی طبیعت کیسی ہے اور کیوں اس قدر زندگی سے نا امیدی ہے ؟ میری دانست میں مرنے کے بعد بہ نسبت زندگی کے زیادہ راحت ہے - آپ کے سوال کا مفصل اور مدلل جواب لکھنے کو فرصت اور وقت چاہیے - مگر جب میں نے روح انسانی کو کاسب اور مکتسب قرار دیا ہے تو ضرور بعد مفارقت ابدان کے اُن لوگوں کو جن سے دنیا میں ملاقات تھی اور اُن کی روحوں کو شناخت کریں گے اور کچھ عجب نہیں کہ ان روحوں کو اپنے زندہ احباب و رشتہ مندوں کے حال سے آگاہی ہوتی ہو - یہ سب باتیں روح کے کاسب و مکتسب ہونے پر متفرع ہوتی ہیں ، اور روح کا کاسب و مکتسب ہونا میرے نزدیک ثابت و محقق ہے - روح کو بعد جدا ہونے کے بدن سے ایک قسم کا جسم حاصل ہو جاتا ہے - ممکن ہے کہ وہ جسم بھی بدلا جائے -

اس تحریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ بعض عالموں نے تسلیم کیا ہے کہ بعد مفارقتِ بدن کے روح ترقی الی الاعلی کرتی ہے ۔ اس کی دلیل جو ان عالموں نے لکھی ہے وہ ابھی تک بخوبی میری سمجھ میں نہیں آئی ۔ مگر میرا دل تسلیم کرتا ہے کہ اُن کا یہ لکھنا صحیح ہے ۔ پس جس قدر روح کو ترقی ہوتی جائے گی اُسی قدر جسم زیادہ منزہ ہوتا جائے گا ۔ اور اسی امر کو میں نے کہا ہے کہ ممکن ہے وہ جسم بھی جو اول حاصل کیا تھا تبدیل ہو جائے ۔ فوائد عقبیٰ بیان نہیں ہو سکتے ۔ روحوں کو آپس میں ملنے سے کیا لذت اور کس قسم کی (راحت حاصل) ہوگی ؟ اس کا بیان نہیں ہو سکتا ۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ دنیوی لذتوں سے بہت زیادہ لذت ہوگی ۔

خدا سب مسلمانوں کا خاتمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر کرے ۔ صرف یہی ایک بات تمام مشکلوں کی مشکل کشا ہے ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

(خاکسار

سید احمد

۲۹- جولائی ۱۸۸۶ع ، علی گڑھ)

(۳)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

مشفقی مکرمی !

آپ کا عنایت نامہ درد انگیز پہونچا ۔ جو رنج آپ کو ہے وہ بلاشبہ ہمدردی کے لائق ہے لیکن امر لاعلاج کا یہ علاج نہیں ہے کہ انسان اسی میں غلطاں و پیچاں رہے اور سب کاموں کو جن کے لیے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے ، چھوڑ بیٹھے ۔ رضا بقضاء جو اہل اللہ کا مقولہ ہے ، نہایت عمدہ اور فلسفیانہ ہے ۔ حتی القدور انسان کو اُس پر عمل کرنا چاہیے ۔

تعارف جسم سے متعلق نہیں ہے بلکہ روح سے متعلق ہے ۔ پس بعد فنائے ظاہری اگر روح اپنے جسم سے ہی ترقی کرے تو تعارف ساقط نہیں ہوتا ۔ میری دالست میں آپ کو اتباعِ والدہ صاحبہ ، جن کا حق جمیع امور پر مقدم ہے ، لازم ہے ۔ آپ اُن کی صلاح کو مان لیں اور شادی کر لیں ۔ امید ہے کہ آپ کی حالتِ موجودہ اور آئندہ درست ہو جائے گی ۔ ایک بیوی کی وفات کے بعد

دوسری بیوی کرنی کسی طرح اخلاق کے برخلاف نہیں ہے ۔ آنحضرت صلعم کو بھی حضرت خدیجہ کبریٰ سے نہایت محبت تھی (مگر) اُن کے بعد آپ نے نکاح فرمایا[1] ۔ کون شخص ہے جو کانشنس یا اخلاق میں آنحضرت صلعم سے زیادہ اپنے تئیں قرار دے سکتا ہے ؟

تمام حالات و مشکلات جو آپ نے لکھی تھیں وہ سب واردات حالیہ ہیں جو کبھی قائم نہیں رہتیں ۔ انسان کو چاہیے کہ ان وارداتِ حالیہ کو دل سے علیحدہ کرکے سوچے کہ اس کو کیا کرنا چاہیے ؟ میری سمجھ میں والدہ صاحبہ کی اطاعت اور ان کو رنج کی حالت میں رکھنا تمام اخلاقوں اور عبادتوں اور کانشنس کے جذبوں سے افضل ہے ۔ والسلام

(خاکسار
سید احمد
علی گڑھ)

(۳)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی !

جس شہر میں وبا ہو وہاں سے چلا جانا وبا سے بچنے کو ، مع اس اعتقاد کے کہ اگر اللہ نے اس فعل سے ہمارا وبا سے بچنا مقدر کیا ہے تو بچیں گے اور مقدر نہیں کیا تو باوجود چلے جانے کے نہیں بچتے ، خلافِ شرع و احکامِ رسول خدا صلعم نہیں ہے ۔ مذہب اسلام کا اصول یہ ہے کہ آدمی ہر کام کے لیے جو اسباب ہوں اُن اسباب کو فاعل حقیقی نہ سمجھے ، بلکہ فاعل حقیقی خدا کو سمجھے جو علت العلل تمام افعال و واقعات کا ہے ، تاکہ کسی وقت قادر مطلق پر اعتماد یا توجہ سے غافل نہ ہو ۔ جس طرح کہ آدمی امراض میں دوا کرتا اور جانتا ہے کہ یہ دوا مرض کے لیے مفید ہے مگر اس کے ساتھ ہی یقین کرتا ہے کہ اگر خدا نے صحت مقدر کی ہے تو صحت ہوگی ، اسی طرح جہاں وبا ہے وہاں سے چلا جانا مثل دوا کے ہے ۔ اگر خدا نے بچنا مقدر کیا ہے تو اس دوا کے فعلی سے فائدہ ہوگا ، نہیں تو نہیں ۔ "بخاری" میں جو حدیثیں ہیں اُن کا بھی یہی مطلب ہے ۔ ایک حدیث میں

---

[1]- نہ صرف ایک بلکہ متعدد ۔ اسماعیل

"فلا تفرجوا منہا" مگر اس حدیث کے الفاظ پورے نہیں ہیں ۔ اس کے بعد جو حدیثیں ہیں اُن کے الفاظ پورے ہیں ۔ "فلاتفرجوا فراراً منہ" جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھ کر چلا جانا کہ ہم اس سے بھاگ کر بچ جاویں گے ، ممنوع ہے ۔ کیونکہ اگر اللہ نے مقدر نہیں کیا تو بھاگ کر (بھی) نہیں بچ سکتے ۔

جہاں وبا ہے وہاں داخل ہونا اور وبا کے مقام سے چلا جانا دونوں کی یکساں حالت ہے ۔ اگر توکل بر تقدیر کی تاکید ہو اور اسباب کی طرف توجہ ممنوع ہو تو جہاں وبا ہے وہاں جانے کا امتناع غلط ہو جاتا ہے ۔ اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ایسے مقام سے چلا جانا ممنوع ہوتا ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام کو جا رہے تھے اور معلوم ہوا کہ وہاں وبا ہے تو صحابہ سے صلاح کی اور آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ مت جاؤ ، اس وقت ابوعبیدہؓ نے کہا "أفرار من قدر اللہ؟" [1] اُس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا "نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ" ۔[2] پس اس جواب سے ٹھیک مسئلہ حل ہو جاتا ہے ، اور یہی جواب اُس شخص کی جانب سے ہوتا ہے جو اُس مقام سے جہاں وبا ہے چلا جائے ، اور کوئی شخص اس کو کہے کہ "أفرارا من قدر اللہ؟" تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ "نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ" ۔ پس جب ان تمام حدیثوں اور اُن کے الفاظ و مقاصد پر غور کرو تو یہی مطلب و حکم پایا جاتا ہے جو میں نے بطور خلاصہ کے اول لکھ دیا ہے ۔ یہ بات کہ اگر کوئی شخص اپنے عزیز و اقربا کو ، جن کی تیارداری اس کے ذمے ہے اور جو وبا میں مبتلا ہوں ، وبا کے ڈر سے چھوڑ کر چلا جائے تو یہ ایک گناہ ہے ۔ اس کو عام بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ ایسے شخص کی نسبت وہ حدیث ہے جو بخاری میں "اجرالصابر فی الطاعون" میں مذکور ہے ۔ والسلام

(خاکسار
سید احمد
علی گڑھ)

---

۱ ۔ یعنی : کیا خدا کی تقدیر سے بھاگتے ہو ؟
۲ ۔ یعنی : ہاں میں خدا کی ایک تقدیر سے اُس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگتا ہوں ۔

(۵)

(سرسید کے خطوط مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی !

نجوم کے قواعد جو نسبت اشخاص کے ہیں سب جھوٹے ہیں ۔ کسی مسلمان کو باعتبار مذہب و عقائد و عقل کے اور کسی غیر مسلمان کو باعتبار عقل کے اُن پر متوجہ ہونا اور وقت ضائع کرنا نہیں چاہیے ۔ جب کہ میری یہ رائے ہے تو تائید اس کام کی نہیں کرتا جس کو میں خود برا جانتا ہوں ۔ والسلام

(خاکسار
سید احمد
علی گڑھ)

(٦)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی و مکرمی !

آپس میں تکرار نہایت نامناسب ہے ۔ دوستانہ طور پر اس کو رفع کرنا چاہیے ۔ مولوی ۔ ۔ ۔ بھی میرے دوست ہیں ۔ اُن کو مناسب نہ تھا کہ اپنی مجلس کی مرضی کے بغیر مدراس جاتے ۔ ہمارے دوست منشی ۔ ۔ ۔ کو بھی لفظ ۔ "جامہء تہذیب" کا لکھنا مناسب نہ تھا ۔ دونوں برابر ہو گئے ۔ دونوں کو مل جانا اور دل صاف کر لینا چاہیے ۔ دونوں صاحب میرے دوست ہیں اور یہ پرچہء پیام دونوں صاحبوں کو درگذر کرنے اور ملا دینے کے لیے ایک دوست کا کام دے گا ۔ آپ دونوں صاحبوں کو اس پرچے کے ذریعے سے ملادیجیے ۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کسی ایسی دقت کے معاملے میں دست اندازی نہ کریں جس میں عدالت میں نالش کی نوبت پہنچے ، ورنہ مجلس بدنام اور فوائد معدوم ہو جائیں گے ۔

(خاکسار
سید احمد
علی گڑھ)

(۷)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی و مکرمی مولوی صاحب!

سوائے توحید ذات باری کے ماننے کے تہذیب نفس انسانی اور اصل شائستگی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ والسلام

(خاکسار
سید احمد
۲۹ جون ۱۸۸۵ع علی گڑھ)

(۸)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی!

ہر شخص یہاں تک کہ شہد کی مکھی بھی الہام کا دعویٰ کر سکتی ہے ۔ مگر اُس کا نتیجہ کیا ؟ کسی کو کسی کے الہام سے کیا فائدہ یا نقصان پہنچ سکتا ہے ؟ نادان ہیں وہ جو اُن سے جھگڑا کرتے ہیں ۔ والسلام

(خاکسار
سید احمد
۱۸ مئی ۱۸۹۱ء علی گڑھ)

(۹)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

مخدومی و مکرمی!

آپ جو رسالہ نسبت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لکھنا چاہتے ہیں ، کیا آپ کو بھی کچھ مالیخولیا ہو گیا ہے ؟ اس لغو حرکت سے کچھ فائدہ نہیں ۔ اور مجھ کو ہرگز اس قدر فرصت نہیں ہے کہ نسبت حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کے ، جو محض غلط روایات پر مبنی ہے ، کچھ لکھوں ۔

(خاکسار
سید احمد
علی گڑھ)

(۱۰)

(تہذیب الاخلاق ، یکم شعبان ۱۲۹۱ھ)

مکرمی!

میری سمجھ تو سب سے نرالی ہے ۔ میں تو جناب رسول خدا صلعم کو خاتم النبیین جانتا ہوں بوجہ ختم نبوت یا رسالت کے اور ایسے خاتم کو تاخیر زمانی اور افضلیت دونوں لازم ہیں ۔

اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک بادشاہ نے بہت سی نعمتیں اپنی جنگلی اور وحشی رعیت کو تقسیم کرنے کو رکھی ہوں اور یہ ٹھہرایا ہو کہ جوں جوں ان وحشیوں کو عقل و تمیز آتی جاوے گی ووں ووں عمدہ نعمتیں اُن میں تقسیم ہوتی جاویں گی ۔ پس ضرور ہوگا کہ جو نعمتیں اُن کو اول دی جاویں گی ، گو فی نفسہ وہ اچھی اور عمدہ ہوں مگر اس کے بعد کی نعمتیں بقینی پہلی سے اچھی ہوں گی یہاں تک کہ سب سے اخیر جو نعمت دے جاوے گی وہ سب سے اچھی ہوگی ۔

اب فرض کرو کہ اُس بادشاہ نے ان نعمتوں کے تقسیم کرنے والے یہ ترتیب مقرر کیے ۔ ہر ایک نے اپنی اپنی باری میں مطابق عقل اور تمیز اُن وحشیوں کے نعمتیں دینی شروع کیں اور اسی طرح درجہ بدرجہ نعمتیں تقسیم ہوتی رہیں ، یہاں تک کہ اخیر نعمت رہ گئی اور سب سے اخیر بانٹنے والا جو تھا اُس کی باری آئی ۔ اُس وقت وہ لوگ بھی اُس نعمت کے لینے کے قابل ہو گئے تھے ۔ وہ اخیر بانٹنے والا آیا اور اخیر نعمت بانٹ گیا ۔ پس وہ خاتم القاسمین ہے ۔ اِس وجہ سے ، کہ وہ اخیر زمانے میں آیا اور نہ اس وجہ سے کہ اس کے بعد کوئی بانٹنے نہیں آئے گا ، کیونکہ یہ دونوں باتیں تو خاتمیت کے لوازم سے ہیں ۔ بلکہ دراصل وہ اس وجہ سے خاتم ہے کہ وہ خاتم نعمت ہے ۔ وهو خاتم لانه قد ختمت النعمة بتقسیمه ۔ اور جب کہ وہ نعمت اخیر سب سے عمدہ اور افضل تھی تو اس خاتم کا بھی سب سے افضل ہونا لازم ہے ۔ اور جو کہ تدریج زمانی بھی اس کو لازم تھی اس لیے اس خاتم کو تاخیر زمانی بھی لازم ہے ۔

بعینہ یہی مثال نبوت کی ہے ۔ دین اللہ کی نعمت ہے اور بندوں میں تقسیم کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں ۔ انبیاے سابقین مناسب حال اُمت سابقہ کے وہ نعمت تقسیم کرنے آئے ۔ یہاں تک کہ جس کی اخیر دفعہ باری تھی اور اخیر نعمت باقی رہ گئی تھی اور اُس کی تقسیم کا زمانہ بھی آ گیا تھا ، وہ آیا اور وہ

نعمت دے گیا ۔ وہ نعمت ختم ہوگئی ۔ رسالت اور نبوت بھی ختم ہوگئی اور خود اس نعمت کے مالک نے پکار کر کہہ دیا "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" پس تعدد خاتم کسی معنی پر تو ممتنع بالذات ہے اور شرکت من حیث الذات اور من حیث العرض دونوں ممتنع ہیں ۔ اثر ابن عباس کی صحت کا میں قائل نہیں ہوں ۔ جب رسالت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عام تھی تو خاتمیت بھی بمعنی مذکور عام تھی ، ہاں فیض الٰہی کبھی ختم نہیں ہونے کا ۔ بقول حافظ شیراز علیہ الرحمتہ :

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

مگر سب اُسی کو کاٹیں گے جیسے کہ ہمارے پیا صلعم کہہ گئے کہ انبیائے بنی اسرائیل میں بہت سے ایسے نبی گذرے جو اپنے پہلے نبی کے دین کو قائم کرتے رہے ۔ پس ہمارے میاں کی امت میں بھی بہت سے ایسے گذرے اور گذریں گے جو دین محمدی کی حقیقت قائم کیا کریں گے اور مجدد کہلاویں گے ۔ اور لوگ اُن کو کافر کہا کیے اور کہا کریں گے ۔ بھائی یہ باتیں کتابیں پڑھنے سے حل نہیں ہوتیں ۔ محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے سینے کا نور لو تب اس مرحلے کو طے کرو "وقد اوتیت من اللہ تعالیٰ نور من انوار المحمدیۃ صلعم واللہ علی مانقول وکیل ۔"

بھائی تم سمجھو کہ ہر ایک کو اپنے پیا سے جُدی جُدی راہیں ہوتی ہیں ۔ کوئی اُس کی بالوں ہی پر مرتا ہے ، کوئی اُس کی چتون پر ہی لوٹتا ہے ، کوئی اُس کی ادا کا دیوانہ ہے ۔ کوئی پہاڑ کی چوٹی پر سایہ‌دار سبزوں میں اپنے دل کا دوتارہ بجا کر یہ گا رہا ہے :

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

پس جو شخص کہ اپنے تئیں اُمت محمدی کہتا ہے اور تصدیق کرتا ہے بعد رسول اللہ کی تو یقینی تمام بزرگیوں کا آنحضرت صلعم میں اقرار کرتا ہے ۔ پھر کیونکر خیال ہو سکتا ہے کہ اس کے کسی کلام سے ، گو کہ وہ ہر طبقے میں خاتم کا ہوتا ہی ہو ، گمان بد کیا جا سکتا ہے ۔ وہ بھی دیوانہ ہے مگر ایک ادا پر ۔ ہم بھی دیوانے ہیں مگر اس کی سب اداؤں پر ۔ جو لوگ مسلمان ہیں اور

بزرگ ہیں اور علماء میں سے ہیں اور ہمارے فخر ہیں ، جن کی کفش برداری کے بھی ہم لائق نہیں ، اُن پر بدظنی نہیں چاہیے ۔ بھائی اگر وہی کافر ہوں تو کیا ہم تم مسلمان ہوں گے؟! کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(خاکسار

سید احمد)

(۱۱)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

جس زمانے میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دہلی میں منعقد ہونا تجویز ہو رہا تھا ، یہ خط اُسی وقت کا لکھا ہوا ہے جو سرسید نے اپنے ایک دوست کو بھیجا تھا ۔

۔ ۔ ۔ آپ کی سب کوششیں اور تدبیریں اور خیالات بے سود ثابت ہوں گے ۔ نہ دہلی میں کوئی انتظام کرنے والا ہے اور نہ دہلی اس لائق رہی ہے ۔ وہاں کے مسلمانوں پر ، مسلمانوں کے گھروں پر ، مسلمانوں کے محلوں پر اب تک نحوست برستی ہے ۔ اُن کی طبیعت ، اُن کے اخلاق ، راہ و رسم ، سوشل حالت ایسی تبدیل ہو گئی ہے کہ جب کبھی دلی جاتا ہوں اور کسی سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کی باتیں سن کر متعجب ہوتا ہوں کہ یہ لوگ کس ملک اور کس دیس کے رہنے والے ہیں ؟ خدا نے دلی سے سب کچھ چھین لیا ۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم ۔

خاکسار

سید احمد

(۱۲)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

سرسید نے اپنے ایک دوست کو کسی قدر روپیہ کا چک بھیجا مگر انہوں نے واپس کر دیا اور لکھا کہ میں یہ روپیہ نہ

---

۱ ۔ یعنی ''انوار محمدیہ میں سے یہ ایک نور ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے ۔ اور میرا اللہ اس پر گواہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں'' ۔

لوں گا ۔ اس کے لیے مجھ سے بہتر مصرف موجود ہیں ۔ سرسید نے اُس کا یہ جواب لکھا ۔

آپ کا عنایت نامہ پہونچا جس میں چک مرسلہ کا ذکر تھا ۔ اُس کو پڑھ کر میں تم پر نہایت خفا ہوا ۔ جو محبت و یک جہتی مجھ کو تم سے ہے وہ اس لائق نہ تھی کہ تم ایسے کلمات لکھتے جو ایک غیر شخص کو لکھنے زیبا ہیں ۔ خبردار اس قسم کے خیالات ہمارے ساتھ ہرگز مت کرو ۔ اگر تم رقعۂ مرسلہ کو کام میں نہ لاؤ گے تو نہایت آزردگی ہوگی اور یقین ہوگا کہ تم یک جہتی نہیں سمجھتے ۔ اب دوبارہ اس باب میں نہ لکھنا ۔

خاکسار
سید احمد

(۱۳)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

ایک شخص نے جس سے سرسید کی کچھ پہلی واقفیت نہ تھی ، اپنے متعلق کسی معاملے میں حاکم سے سفارش کر دینے کی سرسید سے درخواست کی اور خط لکھا کہ ”میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بزرگ ہیں جن کی لوگ بے انتہا تعریف کر رہے ہیں کہ ان کی تمام عمر قوم کی خیر خواہی میں گزری ہے ۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھ کو یقین ہوگیا کہ ہوں نہ ہوں وہ بزرگ آپ ہی ہیں ، اور میری مشکل آپ ہی سے آسان ہوگی“ مندرجہ ذیل وہ خط ہے جو سرسید نے اس درخواست کے جواب میں اُن کو بھیجا ۔

۔ ۔ ۔ جس باب میں آپ سفارش چاہتے ہیں اُس سے مجھ کو کچھ تعلق نہیں ہے اور جن بزرگ کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے وہ غالباً شیطان تھا ۔ ۔ ۔

خاکسار
سید احمد

(۱۴)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

کسی نے سرسید کو بذریعہ تحریر کے اطلاع دی کہ ایک مولوی صاحب نے آپ کی مصنفہ کتابوں کو اپنے ایک شاگرد سے ، جو رئیس اعظم ہے ، چھین کر آگ میں جلا دیا ۔ سرسید اُس کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

اُس کو (یعنی مولوی کو) اس عمل سے کیا فائدہ ہوا ؟ اگر وہ ہمارے مطبع سے بہت سی کتابیں خرید کر جلاتا تو مطبع کو بھی فائدہ ہوتا اور اُس کا بھی دل ٹھنڈا ہوتا ۔ ۔ ۔"

خاکسار
سید احمد

(۱۵)

بمبئی سے ایک شخص نے سرسید کو لکھا کہ اردو رسم الخط میں علامات وقف وہی مقرر کرنے چاہیں جو قرآن مجید میں لکھے جاتے ہیں ۔ سرسید نے یہ جواب دیا ۔

۔ ۔ ۔ ہم نہیں پسند کرتے کہ جو علامتیں مدت سے قرآن مجید کی تحریر میں مخصوص ہوگئی ہیں وہ اردو تحریر میں مروج کی جائیں اور آیت و مطلق وغیرہ جو خاص اصطلاحات قرآن مجید کی ہیں ، اور تحریروں پر بولی جائیں ۔ گو شرعاً و عقلاً اس میں کچھ قباحت نہ ہو الا تعظیماً للقرآن المجید ایسا کرنا ہم پسند نہیں کرتے ۔ ۔ ۔"

خاکسار
سید احمد

(۱۶)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

ایک شخص نے سرسید سے استفسار کیا کہ اگر نمازمیں بجائے قرآن مجید کے اُس کا صرف ترجمہ پڑھ لیا جایا کرے تو آپ کے نزدیک کچھ قباحت تو نہیں ؟ مندرجہ ذیل خط اسی کا جواب ہے ۔

مخدومی !
نماز میں قرآن مجید بلفظہ نہ پڑھنے اور اُس کا ترجمہ پڑھ لینے میں بجز اس کے اور کچھ قباحت نہیں کہ نماز نہیں ہوتی ۔

خاکسار
سید احمد

(۱۷)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

ایک شخص نے سرسید کو لکھا کہ قرآن کا ترجمہ جو آپ نے اپنی تفسیر میں کیا ہے ، اگر قرآن سے علیحدہ چھاپ لیا جائے تو آپ اس کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں ؟ مندرجہ ذیل خط اسی تحریر کا جواب ہے ۔

اول تو یہ بتلاؤ کہ ایسے مردود ترجمے کو خریدے گا کون ؟ دوسرے یہ کہ جو ترجمہ تفسیر کے ساتھ کیا گیا ہے وہ نہایت سرسری طور پر ہوا ہے ۔ اگر صرف ترجمہ چھاپا جاوے تو نظرثانی کا محتاج ہے ۔ اُس کا اہتمام اس طرح پر کہ صرف اردو بغیر متن قرآن کے چھاپا ہو (مجھے) ہرگز پسند نہیں ہے ۔ نہ میں اس کی اجازت اپنی زندگی میں دوں گا ۔ میں اس کو نہایت گناہ عظیم سمجھتا ہوں لیکن اگر مع متن قرآن مجید چھاپا جائے تو میں نظرثانی کرنے کی محنت گوارا نہ کروں گا ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد

(۱۸)

(منقول از 'حیات جاوید' شائع کردہ اکادمی پنجاب ، ص ۶۶۹)

۱۸۶۹ء میں جب سرسید لندن گئے تھے تو اُن کے پیچھے ہندوستان میں ایک رئیس اعظم نے اپنے شہر میں ایک مدرسہ جاری کیا اور اہل شہر سے چندہ مانگا ۔ مگر غالباً خود کچھ نہ دیا ۔ شہر والوں نے کچھ امداد نہ دی اور چندہ جمع نہ ہو سکا ۔ اس کی کیفیت رئیس کے ایک دوست نے سرسید کو لکھی اور اس رفاہِ عام کے کام میں شہر والوں کی بے حسی اور عدمِ دلچسپی کی شکایت کی ۔ سرسید نے اس خط کا جو جواب دیا وہ ذیل میں درج ہے ۔

افسوس ہے کہ آپ نے اپنی تحریر میں یہ نہ فرمایا کہ خود بانی (مدرسہ) نے جو فضلِ الٰہی سے (شہر کے) تمام مسلمانوں میں زیادہ ذی مقدور ہیں ، کس قدر روپیہ (اپنی جیبِ خاص سے) دیا ؟ (بات یہ ہے کہ) آپ کی لعنت و ملامت محتاجانِ شہر پر جو نانِ شبینہ کو محتاج ہیں ، اُس وقت درست و بجا ہوتی (جب خود محرک اور بانیٔ مدرسہ بھی عملی طور پر اس کارِ خیر میں حصہ لیتے) ۔

میں (سائینٹفک) سوسائٹی کے لیے سب سے بھیک مانگتا ہوں[1] مگر دس ہزار کئی سو روپیہ مجھ فقیر نے اپنے پاس سے دیا ہے ۔ پس ایسی حالت میں اگر میں آپ سے سو روپے دینے کو کہوں تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ ۔ ۔[2]

خاکسار
سید احمد

(۱۹)

(''سرسید کے خطوط'' ، مرتبہ مولوی سید وحید الدین سلیم پانی پتی)

ایک صاحب نے علمِ نجوم کے متعلق کوئی کتاب لکھی تھی اور سرسید سے اُس کے متعلق تعریفی الفاظ میں ریویو کروانا چاہتے تھے ۔ سرسید نے اُنھیں یہ جواب دیا ۔

مخدومی !

نجوم کے قواعد جو نسبت اشخاص کے ہیں سب جھوٹے ہیں ۔ کسی مسلمان کو بہ اعتبار مذہب و عقائد و عقل کے اور کسی غیر مسلمان کو بہ اعتبار عقل کے اُن پر متوجہ ہونا اور وقت ضائع کرنا نہیں چاہیے ۔

جب کہ میری یہ رائے ہے تو (پھر) تائید اُس کام کی نہیں کرتا جس کو میں خود بُرا جانتا ہوں ۔ والسلام

خاکسار
سید احمد
علی گڑھ

۱۔ سائنٹی فک سوسائٹی سرسید نے ۱۸۶۳ء میں قائم کی تھی ۔ کالج جاری کرنے کا خیال سرسید کو اُس وقت تک نہیں آیا تھا جس کے لیے چندہ جمع کرنے میں سرسید نے اپنی ساری عمر بسر کردی ۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ محرک کو پہلے خود بھی کچھ دینا چاہیے ۔ پھر وہ دوسروں سے چندہ مانگتا اچھا لگتا ہے ۔

(۲۰)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

سرسید کے ایک دوست نے لکھا کہ مجھ پر کچھ قرض ہے جس کی وجہ سے پریشان ہوں ۔ سرسید نے جواباً یہ تسلی آمیز خط لکھا تھا ۔

مکرمی !

''۔ ۔ ۔ قرضے کی پریشانی بلا شبہ بہت رنجدہ ہے جس کے مزے سے میں خوب واقف ہوں ۔ بہت کم مسلمان ہوں گے جو اس رنج میں مبتلا نہ ہوں ۔ مگر میں تو اپنے دل کو اس طرح تسلی دے لیتا ہوں کہ مقروض ہونا بھی خدا کی رحمت ہے ۔ میں اس حدیث پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ ''صاحب المال کافر'' جس پر حضرت ابوذر غفاری رض[۱] کا یقین اور عمل تھا ۔ کافر کے لفظ سے کیا مراد ہے ، اس بحث کو چھوڑ دو ۔ جو اس کی مراد ہو وہ ہو ۔ لیکن ہم ''ابوذر'' تو بن نہیں سکتے مگر خدا کی رحمت ہے جو اُس نے ہم کو مقروض رکھ کر کفر سے بچایا ہے ۔ پس میرے دل کی تسلی کو تو یہ خیال کافی ہے ۔ ۔ ۔

خاکسار

سید احمد

(۲۱)

(سرسید کے خطوط ، مرتبہ سلیم پانی پتی)

ایک شخص نے سرسید کو اس مضمون کا خط لکھا کہ ''میں بہت کثیر العیال ہوں اور معاش کی طرف سے تنگ رہتا ہوں ۔ آپ کسی ریاست میں یا سرکار انگریزی میں میری نوکری کے لیے سفارش کر دیجیے ۔ میں نے انگریزی کی تعلیم تو نہیں پائی مگر عربی کی کتب درسیہ پڑھی ہیں ۔ جو کام آپ میرے لائق سمجھیں اُس کے واسطے سفارش کر دیں'' جواباً سرسید نے یہ خط لکھا ۔

---

۱ ۔ حضرت ابوذر غفاری آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں جو تمام عمر دنیوی تعلقات سے بالکل الگ رہے اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کی ۔ آپ مال جمع کرنے کو بہت بُرا سمجھتے تھے ۔ مدینہ کے قریب ایک گاؤں زبذہ نامی میں بہت تنگی اور عسرت کی حالت میں وفات پائی ۔

مکرمی !

۔ ۔ ۔ میری عادت کسی کی سفارش کی نہیں ہے ، اور وجہ معاش کی تدبیر میرے نزدیک اس سے بہتر نہیں ہے کہ آپ میری تفسیر کا رد لکھ کر چھپوائیں ۔ خدا چاہے تو خوب بکے گی اور آپ کو تنگی معاش کی شکایت نہیں رہے گی ۔ ۔ ۔!

خاکسار
سید احمد

۱۔ سرسید کے اس خط کو مولانا الطاف حسین حالی نے اپنے طور پر نہایت پرلطف انداز میں نظم کیا ہے ۔ فرماتے ہیں :

اک مولوی کہ تنگ بہت تھا معاش سے
برسوں رہا تلاش میں وجہِ معاش کی
وہ شہر شہر نوکری کی ٹوہ میں پھرا
لیکن نہ اُس کے ہاتھ کہیں نوکری لگی
اخبار بھی نکال کے بخت آزمائی کی
تدبیر اُس کی یہ بھی نہ تقدیر سے چلی
روزی کی خاطر اُس نے کیے سیکڑوں جتن
پر کی کہیں نصیب نے اُس کے نہ یاوری

راہِ طلب میں جب ہوئی سرگشتگی بہت
اک خضر ِ خجستہ نے کی آ کے رہبری
جھک کر کہا یہ کان میں اُس کے کہ آج کل
سنتا ہوں چھپ رہی ہے تصالیف احمدی
جا اور لفظ لفظ کو اس کے چھیڑ کر
تردید اُس کی چھاپ دے جو ہو بری بھلی
پھر دیکھنا کہ راس و چپ و گرد و پیش سے
لگتی ہے کیسی آ کے زر و سیم کی جھڑی

دنیا طلب کو چاہیے ابلہ فریب ہو
دنیا پہ جب تلک کہ مسلط ہے ابلہی

(۲۲)

(حیاتِ جاوید ، اکادمی پنجاب ایڈیشن ، ص ۶۶۹)

ایک صاحب نے بطورِ خود سرسید کی سوانح عمری لکھی اور دکھانے کے لیے سرسید کے پاس بھیجی (شاید چھپوانے کا ارادہ ہو اور قبل از اشاعت سرسید کو باخبر کرنا چاہتے ہوں) - مسودے میں بہت سے واقعات ایسے تھے جن کا خارج میں کوئی وجود نہ تھا اور جو محض غلط ، بے بنیاد اور لغو تھے اور اُس میں جا بجا سرسید کی تنقیص بھی کی گئی تھی - مگر ''احتیاط'' یہ کی کہ کتاب سرسید کو بھیجتے وقت نہ مسودے پر اپنا نام لکھا اور نہ ساتھ کے اطلاعی خط میں اپنا پتہ تحریر کیا - سرسید اس عجیب چیز کو دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور اُنھوں نے ایک تحریر بطور خط اُن صاحب کے لیے لکھ کر اخبار سائنٹی فک سوسائٹی علی گڑھ میں چھپوا دی جس کی عبارت یہ تھی :

ہمارے ایک شفیقِ غائبانہ نے جن سے ہم سے ملاقات ظاہری نہیں ہے ، ہماری لائف اپنے خیال کے مطابق لکھ کر ہمارے پاس بھیجی ہے جس میں ایسی باتیں بھی ہیں جن سے ہم خود واقف نہیں ہیں - ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ رباعی حسبِ حال لکھتے ہیں :

اے آنکہ مرا ندیدہ بشناختہ ای نادیدہ تصورم چساں ساختہ ای
با ایزدِ بے مثال مانند نیم حقا کہ ندیدہ ای و نشناختہ ای

خاکسار
سید احمد

• • •

مجلس ترقی ادب کی چند علمی مطبوعات

۱- مقالات حافظ محمود شیرانی : (جلد اول تا چہارم) - فی جلد ۱۸/-

۲- مقالات حافظ محمود شیرانی : (جلد پنجم) - - - - - - ۲۴/-

۳- مقالات حافظ محمود شیرانی : (جلد ششم) - - - - - - ۲۵/-

۴- مقالات حافظ محمود شیرانی : (جلد ہفتم) - - - - - - ۳۲/-

۵- مقالات عرشی : از امتیاز علی خان عرشی - - - - - - ۳۷/۵۰

۶- مقالات مولوی محمد شفیع : (جلد اول) - - - - - - - ۱۵/-

۷- مقالات مولوی محمد شفیع : (جلد دوم) - - - - - - - ۲۰/-

۸- مقالات مولوی محمد شفیع : (جلد سوم) - - - - - - - ۳۵/-

۹- مقالات مولوی محمد شفیع : (جلد چہارم) - - - - - - ۱۲/-

۱۰- اُردوے قدیم دکن اور پنجاب میں : از ڈاکٹر محمد باقر - - - ۱۵/-

۱۱- ارمغان ایران : مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی - - - - - - ۱۰/۵۰

۱۲- مقالات تاثیر : مرتبہ ممتاز اختر مرزا - - - - - - - ۶۰/-

۱۳- مغربی شعریات : از محمد ہادی حسین - - - - - - - ۲۷/-

۱۴- فارسی زبان و ادب : از ڈاکٹر سید عبداللہ - - - - - - ۳۶/-

۱۵- اسلوب : از سید عابد علی عابد - - - - - - - - ۱۵/-

۱۶- اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری :
از ڈاکٹر فرمان فتح پوری - - - - - - - - - - ۲۸/-

۱۷- مولوی نذیر احمد دہلوی — احوال و آثار :
از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی - - - - - - - - - ۲۵/-

۱۸- ڈرامے کا تاریخی و تنقیدی پس منظر : از ڈاکٹر محمد اسلم - - ۳۰/-

مجلس ترقی ادب ، کلب روڈ ، لاہور

زرین آرٹ پریس ، لاہور